9-12-09.

Title - TAREEKHUL ISLAM.

Creator - Mohd. Ahsan ullah Al Abbasi.

Publisher - Munshi Mohd. Saeed (Gorakhpur).

Date - N.A.

Pages - 393.

Subject - Islam - Tareekh.

# مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب

بھائیو! مسلمان ہونا تو کئی صدی پہلے سے نادر الوجود تھا اور صرف مسلمانون کی سی صورت بنانے کا دستور چلا آتا تھا۔ اب وہ بھی مدار دہر۔ مذہبی نقال بھی بننا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ہان تمیت کی بدولت یہ زیادہ سننے مین آتا ہے کہ پدرم سلطان بود۔ لیکن تاریخی واقعات کی ناواقفیت سے یہ پارٹ بھی پورے طور پر ادا نہین ہوتا اسلیے زمانہ حال کے مذاق مین

مولوی محمد احسان اللہ العباسی وکیل عدالت ضلع گورکھپور

مولف و مصنف

فسانہ دلپذیر۔ تاریخ حکمائے یونان۔ ترجمہ قرآن مجید بزبان اردو زائدہ اور الاسلام نے

# تاریخ الاسلام

لکھ کر

قوم کے سامنے پیش کی ہے جس مین عرب کی ابتدائی کیفیت کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ولید بن عبد الملک کی خلافت تک بالتفصیل اور پھر اسکے بعد بالاجمال زمانہ موجودہ تک کے اسلام اور اسلامی سلطنتون کے حالات ہین

منشی محمد سعید صاحب مالک اسدی پریس گورکھپور مین چھاپا اور وہین سے شائع کیا

[illegible] (۱۰۰۰) جلد

# تاریخ الاسلام کے باب اور فصل کی تفصیل

# تمہید

مین تو کسی قانون کی شرح لکھتا - کوئی ڈائجسٹ بناتا یا قانونی مسائل پر کوئی مضمون لکھتا تو
ایک بات تھی - وکالت کا پیشہ اور لکھنا مذہبی کتاب - وہ بھی تو ایک نہین متعدد - چھوٹے چھوٹے رسالے
نہین بلکہ ضخیم کتابین - ہفتون یا مہینون کا کام نہین - بلکہ برسون کی محنت - ناظرین کو اس سلسلہ کا یقیناً
یہ ممکن ہے کہ حیرت ہو - وجہ تحریک دلچسپ واقعات پر مبنی تھی - اسلیے بیان کرنا ہی مناسب معلوم ہوا
ان کتابون سے زیادہ تر قوم کی اصلاح مقصود ہے تو پھر انکی نوعیت کا بیان کر دینا بھی قرین صواب
سمجھا گیا تاکہ قوم اسکی قدر کرے - خود کو مستفید اور مولف کو ماجور بنائے -

ہند کے مسلمان اپنے بچون کی تعلیم کا سلسلہ قران سے شروع کرتے ہین - ممکن ہے کہ اور بلاد اسلام
مین بھی ایسا ہی ہو - لیکن ہندوستان مین تو کوئی گھر اس سے مستثنیٰ نہین ہے جس طرح قرآن پڑھانے کا
التزام ہے ویسا ہی یہ بھی معمول ہے کہ شروع مین مطالب سمجھ کر نہ پڑھا جائے - طوطے کی طرح بچے قرآن پڑھ
جاتے ہین اور پھر کہین ہزار مین ایک ایسا لڑکا ہوتا ہے جو صرف - نحو - منطق - معنی - بیان اور فلسفہ پڑھ
کر قرآن کو بامعنی پڑھتا ہے - دینیات کی تعلیم مین اسقدر بے اعتنائی مسلمانون کے لیے بہت ہی شرمناک ہے -

شروع شروع بچون کی تعلیم کا شوق بھلے مانسون کے دل مین ضرور پیدا ہوتا ہے - ہر سمجھدار کی یہ
کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ مہینون اور برسون کی تعلیم دنون اور ہفتون مین پوری ہو جائے - والدین کا بس
نہین چلتا ورنہ وہ علم کو پانی مین گھول کر ایک ہی مرتبہ اپنے بچون کو پلا دین اور ہمیشہ کے لیے چھٹکارا
ہو جائے -

شروع مین اسی خیال نے مجھے بھی گھیرا - مین نے چاہا کہ لڑکے انگریزی شروع کرنے کے پہلے

باسنج ہی چھ مہینہ مین معاملات اور عبادات کے متعلق شرعی مسائل سے پورے طور پر واقف ہو جائین - اور اسلیئے ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا جو حرف شناسی کے بعد ہی پڑھائی جاسکے بچون کی طبیعت کا میلان قصے کہانی کی طرف زیادہ ہوتا ہی اسلیئے بیج غلط یا صحیح طور پر یہ راے قایم کی کہ اسی پیرایہ مین مذہب تعلیم کیا جائے تو اچھا - اس خیال نے بی بی نا ہدہ کی ایک فرضی زندگی لکھنے پر مجھے مائل کیا - طبیعت انگریزی ناولون کے دیکھنے سے حاضر ہو رہی تھی اور ہوا دھم تھا ہی - دو دھائی مہینے مین اتنا ہو گیا کہ اب کچھ بھی نہ لکھون تو ایک خاصہ ناول طیار ہی - بے تکلف لکھتا چلا گیا - اور یہ نہ سمجھا کہ یہ کتاب بچون کے کام کی نہ رہی - کتاب ختم ہونے پر معلوم ہوا کہ مذہبی تعلیم کے لیے دو عمر انچھی ہی - نوجوان جو مذہبی کتاب پڑھنے سے گھبراتے ہین اُنکی مذہبی تعلیم کا یہ ایک عمدہ طریقہ ہی - لیکن مشکل یہ ہی کہ بچون کے سلیقے سے ~~باہر ہی اور انکی قابلیت سے زیادہ ہی - انگریزی تعلیم نے جنکے دماغ کو خراب کر دیا~~ فلسفہ کی تعلیم نے مذہبی خیال دل سے بھلا دیا ہو اُن گمراہون کے لیے یہ کتاب بیشک ایک مشفق معلم ہی - لیکن بچونکی لیے اتنا اہتمام بیکار ثابت ہوا اور معلوم ہوا کہ شروع ہی سے قصہ اور کہانی کی ترغیب لڑکون کے اخلاق پر بُرا اثر ڈالنے کا احتمال رکھتی ہی -

اب اس خیال نے مجھے ایک دوسری کتاب کی طرف متوجہ کیا - میرے ذہن مین آیا کہ سیدھے سیدھے طور پر قرآن کا اُردو ترجمہ پڑھا دینا میرے مطلب کو پورا کر سکتا ہی - قرآن کے ترجمے متعدد ہین مجھے راے قایم کرتے وقت یہ خیال نہ تھا کہ یہ متبدل راے مجھے مفسر اور مورخ بنانے پر منحصر ہوگی - اُردو ترجمے جو ہاتھ مین لیتا ہون تو ہر ایک بجاے خود چیستان - عربی عبارت بخوبی سمجھ مین آگئی لیکن ترجمہ اپنی زبان میں گا اور پھر سمجھ مین نہین آتا - مین نے خیال کیا کہ ان ترجمون کا پڑھانا پھر بھی بچون کو طوطا بنانا ہی اب مین نے نہایت استقلال سے یہ راے قایم کی کہ ایک ترجمہ قرآن کا مین خود لکھون اور اسکی ترتیب اسطور پر ہو کہ ایک جدا کتاب معلوم ہو - جس طرح اُردو کی تمام مذہبی کتابین ہین اسی طرح یہ قرآن بھی ایک جدا کتاب ہو اور عام فہم ہو - شروع سے آخر تک طالبعلم سلسلہ وار بے تکلف پڑھتا اور سمجھتا چلا جائے میرا ارادہ تو یہ ہوا کہ اصل قرآن کا ترجمہ ایک کتاب کی صورت مین لکھا جائے لیکن ضعف خیال سے اس عدیث حسنہ پر جراَت نہ کر سکا - اب ترجمہ یون شروع ہوا کہ ایک کالم مین اصل قرآن عربی کا - اور دوسرے کالم مین اُردو زبان مین اُسکا ترجمہ - قرآن جس وقت نازل ہوا تھا اُسوقت اُسپر شرح یا حاشیہ کی ضرورت نہ تھی - لیکن قرآن کے

ر جانے اور حالات کے متغیر ہو جانے سے اب حالت یہ ہے کہ ترجمہ کتنا ہی صاف ہو بغیر شرح کے اکثر
مقامات سمجھ میں نہیں آسکتے اسلیے نیچے حاشیہ بھی لکھنا پڑا اور جس کتاب کو میں ترجمہ سمجھتا تھا وہ تفسیر ہوگئی
ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ میری محنت اور ذمہ داری کی نوعیت اب کیا ہے - کام شروع کر چکا تھا اسلیے چھوڑنا
مناسب نہ معلوم ہوا - سورہ بقر ختم نہ ہونے پائی تھی کہ میرے احباب نے میرے خیالات کی تائید کی اور
اس تائید نے میرا حوصلہ بڑھایا - لوگوں نے ترجمہ کو چھپوا کر شایع کرنے کی مجھے صلاح دی اور مجھے
ماننا ہی پڑا - پہلے اپنے بچوں کی تعلیم مقصود تھی اور اب تمام قوم کے بچوں اور بڑے بڑے بوڑھوں کو فائدہ
پہنچانا مدنظر ہوا - بعض دوستوں نے مجھے رائے دی کہ ایک مطبع جاری کیا جائے اور اخبار نکلے
کتاب لگاتے میں چھپ جائے گی - میں یہ بار عظیم اپنے سر کب لیتا - لیکن میرے عنایت فرما منشی
محمد سعید نے کمر ہمت باندھی اور کہا تم روپیہ دو اور یہ سمجھو کہ قرض دیا - اہتمام میں کرتا ہوں - میری مستعدی
اور میری مالی مدد سے منشی صاحب نے اخبار اور مطبع جاری کیا - الوقت (اخبار) نکلنے لگا - الوقت
کے اہتمام سے ہمارے عنایت فرما کو کہاں چھٹی کہ اس تفسیر کی طرف انکو توجہ ہوتی - اخبار کی کثرت اشاعت
اور نادہندوں کی بھرمار سے اُس بیچارے کی عافیت تنگ تھی - اگر میں اپنے قرض کا خدا
نخواستہ مطالبہ کرتا یا اب کروں تو اُس بیچارے کا کہیں ٹھکانا نہ لگے - ایک غلطی یہ بھی ہوئی کہ باوجود
شرکت کار کے قرآن کی اشاعت بھی شروع ہوگئی - جنکے پاس پہلا پارہ پہنچا انکو دوسرے کا انتظار رہا -
تقاضے کے خطوط میرے پاس بھی چلے آتے ہیں - صلاح نشد بلا شد - نیک نامی تو کیا ہوتی تمام
ہندوستان میں میری سہل انکاری ثابت ہوگئی - کسی قدر زیادہ توضیح کے ساتھ اس امر کے بیان
کرنے کی ضرورت اسلیے ہوئی کہ اس سے اچھا موقع مجھے اپنی صفائی بیان کرنے کا حاصل نہ ہوتا -
تین برس ہونے کہ سورہ بقر شایع ہوئی تھی اور اب تک صرف دس ہی پارے شایع ہوئے ہیں -

مطبع پر بالکل الزام نہیں ہے کچھ میرے تبدیل خیال کو بھی اسمیں دخل ہے - قرآن کا پورے طور پر
سمجھنا پیغمبر خدا کے وقت کے حالات جاننے پر بہت کچھ منحصر ہے - اسلیے قرآن کا ترجمہ ختم نہیں ہوا تھا
کہ میں نے پیغمبر خدا کے حالات لکھنے شروع کر دیے اور ارادہ یہ ہوا کہ ایک مختصر سا رسالہ قرآن کے
ساتھ شایع کیا جائے - آنحضرت کے حالات لکھنے کے بعد کچھ دلچسپی بڑھی اور جی چاہا کہ خلفاے اربعہ کے
حالات بھی منضبط کیے جائیں تو اچھا - پھر اسکے بعد تاریخی مذاق پیدا ہوا اور یہ رائے قایم ہوئی کہ حضرت

ابراہیم خلیل اللہ سے زمانہ حال کے مسلمانوں تک سلسلہ وار تاریخی حالات منضبط کیے جائیں
اور ایک ایسی کتاب لکھی جائے جو آپ اپنی نظیر ہو۔ اس خیال نے مجھپر اتنا بار ڈالا کہ نوک قلم سے
بیان نہیں ہوسکتا۔ کتاب دیکھ کر قدردان خود ہی اندازہ کرلیں گے۔

اس خیال نے مجھے ترجمہ قرآن کی اشاعت سے بالکل روک دیا اور میں تاریخ لکھنے کو ہمہ تن
مصروف ہوگیا۔ کئی تصنیفیں میری ناتمام تھیں اسلیے میں نے یہ قصد کیا کہ اس کتاب کے چھپ جانے
تک میں کسی سے کوئی تذکرہ نہ کروں۔ ہلال بدر بننے تک چھپا رہے اور پھر نکل آئے تو اچھا جس کوشش اور
مستعدی سے میں نے اس کام کو شروع کیا تھا میں سمجھتا تھا کہ یہ کتاب فی الواقع ایسی ہی ہوگی جیسی میں نے
ابھی تخئیل دی۔ لیکن افسوس کہ میں اپنے ارادوں میں پورے طور پر کامیاب نہ ہوسکا۔ بے زری یا عدیم
الفرصتی کا تو چنداں گلہ نہیں ہے۔ گلہ اپنی طبیعت سے ہے کہ وہ اتنا بار نہ اٹھا سکی جتنا میں نے پہلے اندازہ
کیا تھا۔ اور کچھ یہ بھی خیال ہوا کہ بھلا ایک کتاب تو کسی طرح شایع ہوجائے منصوبہ ہی منصوبہ ٹھیک نہیں
اسی اثنا میں لکھنؤ کے ایک صاحب مجھ سے ملنے آئے اور دو سو صفحے پروف سیٹ کے دیکھنے کو اٹھا
لے گئے۔ پھر یہ سنا گیا کہ وہ پرچے لکھنؤ پہنچ گئے۔ دبیر اور انیس اپنے شاگردوں سے تمام عمر خائف
رہے میں ڈرا کہ لکھنؤ کے کسی عیار کے قبضہ میں وہ پرچے آگئے اور مجھ سے پہلے کسی نے اتنی ہی شایع
کردیے تو میری تمام کوششیں بیکار ثابت ہونگی۔ اس خیال نے مجھے اور بھی نامناسب عجلت پر مائل کیا۔

تاریخ نویسی کے لیے پچھلی کتابوں کا ذخیرہ اور موجودہ حالات سے واقفیت یہ دو باتیں بہت
ضروری ہیں۔ پہلے تو بغیر توسل شاہی کے تاریخ لکھنا ممکن ہی نہ تھا۔ لیکن اب مطابع کی کثرت نے اہل علم
کو شاہی کتب خانوں سے کسی قدر بے نیاز کر رکھا ہے لیکن پھر بھی کہاں تک۔ موقت الشیوع پرچون
کی کثرت نے تمام دنیا کی خبروں کی اشاعت کا ٹھیکہ لے رکھا ہے گو صحت میں کبھی کبھی کچھ تامل ہوتا ہے۔ الغرض ان
آسانیوں نے مجھے اتنے بڑے کام کی جرأت دلائی۔ مگر پھر بھی چند وجوہ سے آخر آخر مجھے اس امر کا تجربہ ہوا
کہ شخص واحد اتنا بڑا کام بمشکل انجام دے سکتا ہے۔ اٹھارہ صدی تک مستند کتابوں سے حالات کا منتخب
کرنا میرا کام تھا جسمیں میں نے حتی الوسع کوشش کی اور کامیابی حاصل کی۔ واقعات نہایت صحت کے
ساتھ درج کیے گئے۔ نہایت بے تعصبی سے واقعات لکھے گئے اور آزاد رائیں ظاہر کی گئیں۔ ناظرین کو غور کرنے
سے یہ معلوم ہوگا کہ مؤلف نے اپنے کو صرف محمدی سمجھا ہے نہ کسی فرقہ کا وہ پیرو ہے اور نہ مذہبی تعصب کے جوش میں

تا منصفانہ امر کو نا پسند کرتا۔

اونیسویں صدی کے حالات بھی نہایت اہتمام سے منضبط کیے گئے ہیں۔ لیکن جن ذریعوں کو میں نے قابل وثوق سمجھا ممکن ہو کہ آیندہ چل کر وہ غیر معتبر ثابت ہوں۔ اسلیے یہ محض احتیاط کا درجہ ہو کہ انیسویں صدی کے حالات کی نسبت میں اتنا وثوق ظاہر نہیں کرتا جتنا کہ اُسکے پہلے کے حالات بالکل یقینی اور احتمال صدق وکذب سے میرے نزدیک بہت زیادہ مُبرا ہیں۔

میں نے یہ چاہا تھا کہ تمام دُنیا کی اسلامی ریاستوں سے بذریعہ مراسلت صحیح حالات دریافت کیے جائیں۔ زمانہ موجودہ کی آسانیوں پر نظر ڈال کر اس ارادہ میں کامیاب ہونا کوئی امر مشکل نہ تھا۔ لیکن عجلت نے اجازت نہ دی اور یہی ایک خیال پیدا ہوا کہ جب اس کتاب کی طبع ثانی کی نوبت آئےگی تو اس قسم کے مواد نہایت آسانی سے بہم پہنچ سکیں گے۔ جب تک میں اور میری تالیف گمنامی کی حالت میں ہو ممکن ہو کہ میری عرضداشت کیسی ہی پُر اثر لفظوں میں کیوں نہ ہو حصول مدعا کے لیے ناکافی ثابت ہو۔

محمود غزنوی کے وقت سے عربی اور فارسی کے الفاظ سنسکرت کے ساتھ ملنے لگے اور اسطرح جو بھاکا بنتا رہی اُسمیں شاہجہان کے وقت میں ایک تغیر عظیم لاحق ہوا اور اب وہ بھاکا اُردوے معلیٰ کی صورت میں آگئی۔ مغلوں کی سلطنت زائل ہونے پر ممکن تھا کہ یہ زبان بھی مِٹ جاتی لیکن اس نئی زبان کی مقبولیت بھی حیرت انگیز ہو کر روز بروز نشو و نما ہو۔ اور اب تمام ہندوستان کی مُلکی زبان اگر ہو سکتی ہو تو یہی اُردو ہو۔ شاہجہانی فوج کی زبان اُردو تھی۔ شاہجہان اور عالمگیر کے وقت میں شاہی فوج تمام ہندوستان میں پھری اور ہر جگہ اپنا رنگ جماتی گئی۔ یوں تو تمام ملک کی یہ زبان ہو لیکن صحت اور لطافت کے اعتبار سے دلی اور لکھنؤ بس انھیں دو مقامات کو اہل زبان ہونے کا فخر حاصل ہو۔ پہلے دلی کا نمبر اوّل تھا لیکن اب شعر و شاعری کی کثرت سے لکھنؤ کی زباندانی بڑھتا جاتا ہو۔ میں نے اس امر کا اہتمام کیا کہ میری تاریخ لکھنؤ کے روزمرہ میں لکھی جائے اور آیندہ چل کر یہ معلوم ہو کہ مؤلف کے وقت میں اُردو زبان کہاں تک ترقی کر چکی تھی۔ اس خیال نے مجھے بڑی دقت میں ڈالا۔ محض لکھنے پڑھنے سے اہل زبان ہونا مشکل ہو۔ میں خود نہ دہلوی ہوں اور نہ لکھنوی ہوں اُردو زبان کے مواد بھی ایسے درست نہیں ہیں کہ اُنکے ذریعہ سے کچھ کام چل سکے۔ حضرت جلال لکھنوی

نے دو چار رسالے خاص اس بیان میں لکھے ہیں رفع ضرورت کے لیے تو وہ کافی نہیں ہیں۔لیکن پھر بھی مجھے ممنون بنانے کے لیے بہت ہیں۔ اپنے نزدیک تو مین نے بہت کوشش کی ہو لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ اہل زمان میرے چھوٹے منھ اور بڑی بات کو کہانتک سکوت کے ساتھ سن سکتے ہیں۔

اب مین یہ دکھانا چاہتا ہون کہ تاریخی معلومات مین نے کیونکر بہم پہنچائی۔ظاہر ہو کہ کوئی خاص کتاب میرے تمام اغراض کو کافی نہ تھی اسلیے عربون کے حالات عربی کتابون سے لیے گئے۔شاہان عجم کے حالات لکھنے مین مینے فارسی کتابون کو ترجیح دی۔شہرون کے نام اور ملکون کے نقشے اور جغرافیے کے متعلق انگریزی کتابون کے سوا کوئی چارہ ہی نہ تھا اور پچھلے حالات کے لکھنے مین بھی انگریزی کتابون سے بے نیازی نہین ہوسکی۔پرانے نامون کو نئے نامون سے مطابق کرنے کی غرض سے بھی انگریزی کتابون کی ضرورت ہوئی۔غیر قومون کے خیالات دریافت کرنے کو بھی انگریزی کتابین دیکھی گئین تاکہ جابجا مخالف رایون کی تردید بھی کی جائے۔لیکن انگریزی کتابون سے پرانے زمانے کے حالات کا انتخاب نہین کیا گیا۔اور جن مورخون نے ایسا کیا ہے غلطی کی ہو۔انگریزی کتابون کا ماخذ بھی عربی کتابین ہین۔عربی اور فارسی تاریخون سے اپنی علمی استعداد کے مطابق اور قومی تعصب کے انضمام کے ساتھ جو واقعات یوروپین مورخون نے نقل کیے ہین اُنپر ایک مسلمان مورخ کو اپنی تالیف کا مبنی کرنا بہت ہی شرمناک بات ہو۔

اُردو اور انگریزی کی چھوٹی چھوٹی کتابون اور موقت الشیوع رسالون سے قطع نظر کرکے مین اُن بڑی بڑی کتابون کا نام لکھتا ہون جنسے مین نے تاریخی معلومات حاصل کیے ہین۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| (۱) تاریخ ابن اثیر | عربی | (۲) تاریخ ابن خلدون | عربی |
| (۳) الشجرۃ المحمدیہ | عربی | (۴) ترجمہ تاریخ طبری | فارسی |
| (۵) روضۃ الاحباب | فارسی | (۶) روضۃ الصفا | فارسی |
| (۷) تاریخ فرشتہ | فارسی | (۸) ترجمہ قران سیل صاحب | انگریزی |
| (۹) گبن صاحب کی تاریخ اسلام | انگریزی | (۱۰) سلسلہ تاریخ رومن امپائر | انگریزی |
| (۱۱) تاریخ اسپین | انگریزی | (۱۲) تاریخ ٹرکی | انگریزی |
| [illegible] | انگریزی | (۱۴) | |

تاریخ الاسلام کے ابتدائی حالات جب لکھے جاتے تھے تو کبھی کبھی مجھپر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی تھی - قانون پیشہ ہونے کی حیثیت سے اور نیز اخبار بینی اور کتب بینی کے شوق سے اقوام کی اکثر مہذب گورنمنٹون کے ملکی قانون مجھے معلوم ہین اور مسلمانون کے قانون تو مکتب ہی مین سکھا دیے گئے تھے - مین نے غور کیا تو انتظام دُنیا کے لیے مسلمانون کا قانون سب سے افضل ثابت ہوا - مین نے ارادہ کیا کہ تمام اہم مسائل سے جُدا جُدا بحث کر کے مسلمانون کے قانون کی افضلیت ثابت کی جائے - طبیعت حاضر ہونے پر مین نے مختلف مسائل شرعی سے محققانہ اور منصفانہ بحث کر کے جو کتاب طیار کی اُسے گویا "الیوم اکملت لکم دینکم و رضیت لکم الاسلام دینا" کی تفسیر ہی سمجھنا چاہیے اور اسی رعایت سے اس کتاب کا نام "الاسلام" رکھا گیا ہے - خدا نے چاہا تو اپنے وقت پر یہ بھی شایع ہوگی - اور تاریخ اشاعت تک اسمین اضافہ ہی ہوتا رہیگا لیکن اسوقت مجھے مناسب معلوم ہوا کہ الاسلام مین جو حمد و نعت مین نے لکھی ہے اُسے اس کتاب مین بھی نقل کر دون صرف اسلیے نہین کہ مسلمان مورخون مین حمد و نعت سے ابتدا کرنا محمود سمجھا جاتا ہے - بلکہ اسلیے بھی کہ جس اسلام کی مین تاریخ لکھتا ہون اُسکی نوعیت سمجھانے کے لیے ان چند سطرون مین ایک خاص اثر ہے -

محمد احسان اللہ

۳۰ - جولائی سنہ ۱۸۹۵ء
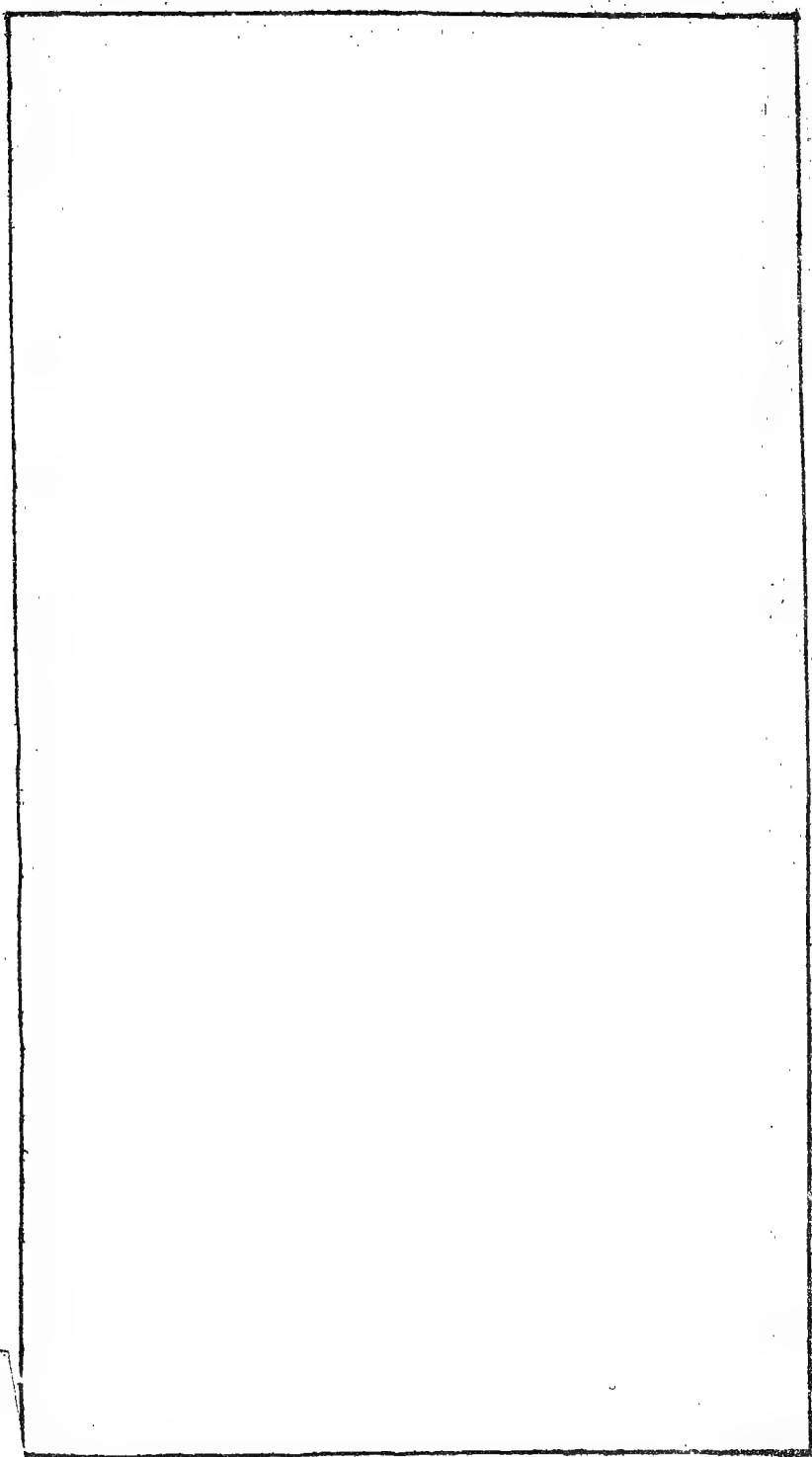
# حمد و نعت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آفتاب - ماہتاب - ستارے - زمین - ابر - دریا - پہاڑ - آگ - پانی - ہوا - مٹی - نباتات - جمادات - حیوانات - وغیرہ وغیرہ کے وجود سے تو انکار نہین ہوسکتا - اور وجود بھی کیسا ہر ایک بجائے خود تماشا - اور بجاے خود نمونہ قدرت - انکا وجود تو ضرور ہے - لیکن انکے وجود پر بغور نظر کرنے والے کم ہین - مثلاً تغیر موسم ہی کو دیکھو کہ وہ خود ایک تماشہ ہے - ابھی گرمی تھی سارا جسم پھکا جاتا تھا - کہ دفعتاً پروائی ہوا چلی ابر گھرا - مینہ برسنے لگا - زمین سے آسمان تک کرۂ نار تھا اور دو ایک منٹ مین طبقہ زمہریر ہو گیا - ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چلے آتے ہین - زمین سطح آب کی طرح سپید ہو رہی تھی کہ نباتات نے زمین سے اپنا سر نکالا - بوئے ہوئے بیج دو ہی چار روز مین اجم گئے - سبزہ زمردین سے تمام زمین بھر گئی درختون مین بھی نئی نئی کونپلین نکلین - جامہ سبز پہن کر تمام درخت اکڑے ہوے کھڑے ہین -

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

برسات کے موسم جانے پر جاڑے کا موسم شروع ہوا اور جاڑے کے بعد گرمیان آئین - جاڑون مین جو چیزین انسان کو پیاری تھین وہ گرمیون مین خود بخود بیکار ہو کر نظرون سے گر گئین - برسات مین یہ سمجھا گیا تھا کہ پانی نباتات کی جان ہے - جاڑے کی شب شبنم کی وجہ سے نصف برسات ہے لیکن پھر بھی سبزہ زار زندگی سے ناخوش ہے اور اپنی صورت سے بیزار ہے - درختون کے پتے گر گئے ہین سوکھی ٹہنیاں کھڑی موسم بہار پر ماتم کر رہی ہین یا آیندہ بہار کے خیر مقدم کیلیے برہنہ تن خوابگاہ سے اٹھی ہین - جاڑون مین تو کچھ شبنم کا آسرا تھا اب چیت کی ہوا نے اس سے بھی الگ کیا - زمین جیسی دن کو خشک ویسی ہی رات کو

خشک - پچھوا ہوا نے سطح زمین کو سوکھی راکھ سے مشابہ بنا دیا ہے - قیاس چاہتا ہے کہ سبزہ برسون دیکھنے مین نہ آئیگا کہ دفعتاً تغیر موسم نے اپنا زور دکھایا - موسم برسات سے بھی کہین زیادہ خوشنما حالت مین سرخ پھولون کے تاج رکھے ہوئے نئی پتیان نمودار ہوئی ہین - دُنیا کے انقلابات کا بظاہر ایک سبب ہے لیکن وہ سبب محض تسکین قلب کیلیے ہے نہ کوئی کلیّہ ہے اور نہ کوئی معین قاعدہ ہے - جو حالت پیدا ہوتی ہے انسان اُسکے لیے راے قایم ہی کرلیتا ہے اور اس تھوڑی سی راے زنی کو وہ انتہاے علم یا کمال دانش سمجھتا ہے لیکن جتنا جتنا سمجھدار ہے وہ اتنا ہی معاملات دُنیا مین اپنی راے کو ناقص اور عقل کو ناکافی محض سمجھتا ہے -

علم طب کے پڑھنے والے اور علم تشریح کے واقف کار زیادہ ہی انہماک سے فرصت نہین پاتے ورنہ صنعت کردگار کے معاینہ سے دیوانے بنجائین - انسان پیدا ہوا - بڑھا - جوان ہوا - بوڑھا ہوا - کمزور ہوا - اور مرگیا اور کبھی چلتے چلتے گرا اور قبل از وقت مرگیا - اس دوران مین اُسکی حالت مین بے انتہا تغیرات ہوتے ہین جنمین اکثر خود اُسے محسوس نہین ہوتے - خود اُسکی ترکیب جسم کے متعلق ایسے ایسے راز اور ایسی ایسی حکمتین ہین کہ تمام دُنیا کا علم حاصل ہونے پر بھی انسان اپنے کو پہچان نہین سکتا - اور نہ اپنے جسم کی ماہیتون کا مدرک کامل بن سکتا ہے الحمد اللہ کچھ ٹھیک ہے جس طرح آنکھ کے تل مین تمام عالم سمایا ہے اسی طرح انسان جزو ضعیف تمام قدرت کا ایک خلاصہ ہے یا دوسرے معنون مین کہیے تو قادر مطلق کی بے انتہا صنعتون کا ایک ادنیٰ نمونہ یا باغ عالم کا ایک ادنیٰ شگوفہ ہے -

بہر حال انتظام عالم پر غور کیا جائے - خود اپنے وجود اور ترکیب جسم پر لحاظ کیا جائے - دُنیا کے انقلابات اور عالم کے موجودات پر بغور نظر ڈالی جائے تو اِن تمام چیزون مین کم سے کم ایک قوت کا ادراک تو ہر فرد بشر کو ہوگا اور یہ معلوم ہوگا کہ اُسی قوت سے چیزون کا وجود قایم ہے - پھر اس وجود کے اسباب پر غور کیا جائے تو ہر ایک اپنے پندار کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور سمجھ لیگا سوچنے والے ذرا بھی سوچین گے تو اِن قوتون کو جُدا جُدا خالق ماننے کی جرأت نہ کرین گے اور نہ یہ کہہ سکین گے کہ یہ اسباب باہم ایک دوسرے سے بے تعلق ہین - اب یہ قوتین بہ حیثیت مجموعی یا یہ اسباب بہ شکل واحد کسی قوت یا سبب پر خواہ مخواہ منتہی ہونگے بس اسی علت العلل کو اسلام مین الٰہ یا خالق سے تعبیر کرتے ہین اور اُسی ذات واحد کو مختلف اعتبارات سے قادر مطلق - رب - رحیم رزاق وغیرہ پیارے نامون سے پکارتے ہین -

اسلام پہلے یہ سکھاتا ہے کہ مختلف قوتون کو تم اللہ نہ کہو اور نہ مختلف اسباب کو خالق سمجھو یہ ضرور ظاہر

ہے کہ

کہ اللہ نے ہر چیز کے وجود یا عدم کیلیے اسباب بنا رکھے ہین عملی طور پر ان اسباب کے خلاف نہین ہوتا ان اسباب پر غور کرنا انسان پر فرض ہی بلکہ ایک قسم کی عبادت یہ بھی ہی۔ لیکن اسلام یہ تسلیم نہین کرسکتا کہ خالق مطلق نے عالم کو پیدا کرکے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ دنیا کا گورکھ دھندا بنا کر خود وجود معطل بن بیٹھا۔ بیشک اللہ اسبات کو پسند نہین کرتا کہ وہ اسباب سے قطع نظر کرکے ہر وقت اپنے اختیار تمیزی کو نافذ کرتا رہے (علم اور تجربہ کہتا ہی کہ خدا ایسا نہین کرتا) لیکن یہ کہنا کہ وہ چاہے جب بھی نہین کرسکتا۔ بھائیو چھوٹا منہ بڑی بات ہی۔

اسکی توضیح

خدا کو ایک اور قادر مطلق ماننے مین جو مصلحت ہی اُسے یون سمجھ سکتے ہین۔ دنیا مین جتنی باتین وقوع پذیر ہوتی ہین اُنکے لیے ایک نہ ایک سبب ضرور ہوتا ہی۔ سبب یا تو ایسا ہی کہ انسان اُسکو بادی النظر مین یا ذرا غور کرکے بعد سمجھ سکتا ہی یا ایسا ہی کہ انسانی عقل اُسکے ادراک سے عاجز ہی۔ آخر الذکر صورت مین بسا اوقات انسانی کمزوری گمرہی کی طرف منجر ہوتی ہی۔ مثلاً بیماری کی حالت مین طبیب کے پاس جانا عطار سے دوا مانگنا۔ حجام کی منت کرنا بھی نہین ہی کیونکہ دنیا عالم اسباب ہی۔ اسباب کا محتاج بننا گویا قانون قدرت کے بالکل موافق ہوتا ہی۔ لیکن بیماری کو خطرناک سمجھ کر اسباب ظاہر سے چشم پوشی کیجائے اور کسی جاہل کے کہنے سے بیمار اپنے جسم کے برابر دھاگا ناپ کر پیپل کے درخت مین لپیٹ آئے اور یہ امید رکھے کہ پیپل شفا بخشنے مین اپنا اثر دکھائے گا تو یہ عقلاً بہت معیوب ہی اور اسلام اسکو شرک بتاتا ہی اور ڈنکے کی چوٹ کہتا ہی کہ "انھین کم فہمون کے سمجھانے کے لیے مین زیادہ تر ضروری سمجھا جاتا ہون" یعنے اسباب ظاہر کے ہوتے ہوے کسی شی کو بے وجہ قادر مان لینا قادر مطلق کی قوت سے انکار کرنا ہی اور اسی کو اصطلاح شرع مین کفر کہتے ہین۔ یا ایسی ہی حالت مین کسی کو اللہ کا ساتھی سمجھ لینا شرعی اصطلاح مین شرک کہلاتا ہی۔ مین یہ سمجھانا چاہتا ہون کہ کفر و شرک نوع انسانی کے لیے کیون مضر ہین جس طرح عالم اسباب ظاہر مین بسا اوقات حاکم وقت کی اطاعت لازم ٹھہرتی ہی۔ بغیر اسکے انسان کو آرام میسر نہین آسکتا ویسے ہی اسباب مخفیہ مین ایک قوت (اللہ) کو قادر مطلق ماننا۔ صبر۔ قناعت دلجمعی۔ اطمینان کا سبب ہوتا ہی۔ اور لوگ سمجھ سکتے ہین کہ بغیر ان باتون کے سچی خوشی جسکی احتیاج سے کوئی بے نیاز نہین ہو سکتا کسی طرح حاصل نہین ہوتی۔ مجھے اس کتاب مین مذہب کو لامذہبی پر ترجیح دینا نہین ہی بلکہ صرف یہ دکھانا ہی کہ مذہب اسلام تمام مذاہب سے افضل ہی۔ اسلیے اس بحث پر مجھے صرف اسیقدر لکھنا ہی جسقدر اسلام کی ماہیت دریافت کرنے مین نفس مذہب کا مفہوم جاننا ضروری ہی۔ کہو اللہ ایک ہی (لا الہ الا اللہ) اسکا مطلب صرف یہ نہین ہی کہ [illegible] قدرت سمجھو بلکہ پہلے یہ سمجھو کہ دنیا مین جتنی باتین [illegible]

ہو رہی ہیں یا ہونگی ان سب کا سبب صرف وہ قوت ہی جسکو مسلمان اللہ کہتے ہیں اور چونکہ وہ ایسی قوت یا ایسا سبب ہی جہاں تمام قوتیں یا اسباب منتہی ہوتے ہیں اسلیے اس قوت یا سبب کا قادر مطلق ہونا لازم ہی اور کسی کو قادر مطلق نہیں کہہ سکتے جب تک اسکے شریک یا ہمتا کا وجود ممتنع نہ ہو۔

مُنہ سے لا الہ الا اللہ کہنے کا مطلب یہ ہی کہ تمام امور دنیاوی میں اللہ کو صحیح سبب سمجھا جائے خدا کی عظمت اور جلالت کسی حالت میں کم نہو عملی طور پر یہ دکھا دیا جائے کہ کلمہ گو کے دل سے کسی انسان یا حیوان کا خوف یا دنیاوی طمع اللہ کیے قادر مطلق ہونے کے علم اور یقین کو ذرا بھی کم ہونے نہیں دیتی۔ مسلمان کسی سے ڈرتا ہی تو صرف اسی حالت میں کہ وہ ڈرنے کو اپنے اوپر شرعاً فرض جانتا ہی۔ بیجا خوشامد بیموقع چاپلوسی نا روا غلامی یہ سب اہل اسلام کا شعار نہیں ہی۔ با این ہمہ اہل اسلام جائز امور میں فرمانروا سے وقت کے مطیع اور زیر حکم رہنے کو ہمیشہ طیار رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس خصوص میں نص قرآنی اطیعوا اللہ اطیعوا الرسول واولی الامر منکم تاویل کی گنجایش نہیں رکھتی اسلام جو شجاعت تعلیم کرتا ہی اُسکا اقتضا یہ ہی کہ اگر لا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ قرآن میں نہ آتا تو اہل اسلام بوقت حاجت سانپ ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ شیر کے مُنہ میں کلائی ڈال دینے یا دریا میں کود پڑنے میں بھی دریغ نہ کرتے۔ غرض کہ موحدین کی شان سے ہی کہ وہ اللہ کو ہر دم حاضر و ناظر سمجھیں اور یہی اُن تمام ترقیوں اور کمالات کی جڑ ہی جو پچھلے مسلمانوں کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ زمینداروں کے نزدیک تحصیلدار مالگزاری خدا سے حلقہ سمجھا جاتا ہی لیکن سامنے تحصیل کے سیے کوئی چھوٹا سا مجسٹریٹ ضلع یا کمشنر قسمت آجائے تب دیکھیے کہ تحصیلدار ہی کہ ادنی چپراسی کی وقعت بھی عوام کی نظر میں نہیں رکھتا تھوڑی دیر کے لیے گویا اُسکی حالت ہی بدل جاتی ہی مشعل کے آگے چراغ کی روشنی زائل ہوئے بغیر رہ نہیں سکتی۔ دن میں سورج کے سامنے مشعل کی کیا مجال کہ اپنی روشنی پھیلا سکے اور یہ تو گویا ضرب المثل ہو رہا ہی کہ نقارخانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہی بس یونہی سمجھ لیجیے جو اللہ کو پورے یقین کے درجہ پر حاضر و ناظر اور قادر مطلق جانتے ہیں اُنکو پھر کوئی دوسری شی قابل لحاظ معلوم نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ نہ خوف بیجا کو قریب آنے دیتے نہ ناحق کی طمع دل میں رکھتے۔ جھوٹ۔ چوری۔ زنا۔ غیبت۔ کبر۔ لالچ۔ بغض۔ حسد وغیرہ وغیرہ اخلاق مذموم ایسے اس طرح فرار کرتے ہیں جس طرح تاریکی شب سے نور اور حرارت آفتاب سے شبنم شیطان رجیم سے

موحد بنجانا تو آسان ہی لیکن دل سے اور اپنے یقین سے موحد ہونا ذرا مشکل ہی اور اس زمانہ میں تو بہت مشکل ہی۔ اسلام نے یہ بتایا ہی کہ کافر کلمہ پڑھنے سے ایسا ہوجاتا ہی گویا وہ آج ماں کے پیٹ سے نکلا۔ توحید کوئی چیز نہیں ہی۔ ہان سچے دل سے اگر اختیار کی جائے تو آدمی کی ماہیت اُس سے بدل جاتی ہی جسطرح

سانپ جس طرح کینچل سے نکل کر نئی حالت پیدا کرتا ہی اُسی طرح انسان بھی موحد بننے سے ایک نئی دنیا مین آجاتا ہی۔ اس توحید سے کچھ ایسے خیالات حمیدہ اور عقائد حسنہ پیدا ہوتے ہین کہ انسان اپنی پہلی حالت سے کوئی نسبت ہی نہین رکھتا۔ سچّے اسلام نے اپنا جلوہ دکھایا نہین کہ جہین جاتا رہا۔ ہمت بڑھ گئی دل و دماغ مین قوت آگئی۔ خیالات مین تازگی اور شادابی پیدا ہوئی۔ حق اور باطل مین تمیز ہونے لگی۔ تاریکی خیالات زائل ہوئی۔ مختصر یہ کہ اسلام سے دفعتًا نوعیت ہی بدل گئی کسی گاؤن کے دیہاتیون سے ایک کاشتکار کے کام مین گھر پر چھوڑ دیا جائے اور چھوٹا کیمبرج یونیورسٹی مین تعلیم پانے کے لیے انگلینڈ بھیجدیا جائے۔ اب آٹھ دس برس بعد چھوٹا بھائی اپنے گھر واپس آئے تو ظاہر ہی کہ اُسکے بھائی کو اس سے کوئی نسبت نہ ہوگی انگلینڈ کی تعلیم اور صحبت پچھلے لڑکے پر کچھ ایسا اثر ڈالدیگی کہ اُسکی فطرت ہی بدلی ہوئی نظر آنے لگی۔ اس سے کہین زیادہ حیرت افزا وہ ترقی تھی جو ابتدا اسلام کی بدولت آناً فاناً عرب اور اُسکے گرد و نواح کے باشندونکو حاصل ہوئی مسلمانون کی صحبت نصیب ہوتے ہی تمام باتون مین زمین اور آسمان کا فرق معلوم ہونے لگا۔ اسکا سبب صرف یہ تھا کہ پیغمبر خدا کے اثر صحبت سے لوگ توحید کے معنی سمجھتے تھے اور اُسپر دل سے یقین کرتے تھے اور بے تکلّف اس قابل تھے کہ اپنے یقین کو فیض صحبت سے دوسرون کی طرف منتقل کر سکین۔

تصدیق رسالت کے ساتھ مُنہ سے کلمہ توحید کہنا اور دل سے اُسپر یقین کرنا اسلام کے لیے کافی ہی۔ یہ تو ایک مسلم بات ہوئی۔ اب گفتگو یہ ہی کہ یقین یا تصدیق بالقلب کیا شی ہی۔ بعضون نے تو یہ لکھا ہی کہ جو شخص بغیر الفعال بڑے بڑے معاصی کا مرتکب ہو وہ ہرگز مسلم نہین ہی اور صحبت یہی ہی کہ خدا کو سچّے دل سے حاضر اور ناظر جاننے والا یا دل کی آنکھ سے اُسکا دیکھنے والا ارتکاب جرایم کر ہی نہین سکتا اگر کسی فوری تاثر یا دیوانہ وار جوش کی وجہ سے وہ جادہ اعتدال سے کبھی پھر بھی گیا تو خدا کا خیال اُسے پھر اپنی اصلی حالت پر ضرور کھینچ لائیگا۔ اسی بازگشت کو اصطلاح شرع مین توبہ کہتے ہین۔ خیر یہ تو ایک دوسری بحث ہی لیکن ایک امر سمجھ مین نہین آتا اور وہ یہ کہ ایک شخص مُنہ سے تو کلمہ پڑھتا ہی لیکن اُسکے افعال بالکل مسلمانون کے سے نہین ہین اگر یہ مسلمان ہی تو پیغمبر کے زمانہ مین منافق کسکو کہتے تھے منافق وہی ہی جو خوف طمع یا مصلحت پر نظر ڈالکر کلمہ تو پڑھ لیا کرے لیکن اُسکے دل مین کچھ اسلام کا خیال نہ ہو۔ اب زمانہ حال کے مسلمان اپنی طبیعتون پر غور کرین کہ وہ کلمہ کو محض اسلیے ہین کہ انکے باپ دادا کلمہ پڑھتے آئے ہین یا وہ خود اس طرح توحید کے دلدادہ ہین کہ اگر وہ مسلمان گھرانے مین پیدا نہ ہوتے جب بھی توحید کی محبت انھین اسلام کی طرف ضرور کھینچ لاتی۔ اب ہر شخص بطور خود فیصلہ کرلے کہ اُسکے اسلام کی نوعیت کیا ہی

مجھے اس زمانہ کے اسلام پر کوئی الزام دینا نہیں ہے لیکن اسقدر لکھنے سے میرا قلم رک بھی نہیں سکتا کہ زمانہ گزشتہ کی حالت کچھ بھی ہو اس زمانہ میں محض سے کلمہ پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لیے ہرگز کافی نہیں ہے۔ وہ زمانہ انھیں نیک بندہ والوں کے ساتھ گیا کہ ادھر کلمہ پڑھا اور ادھر فیض صحبت نے کلمہ کا مفہوم دل پر کالنقش فی الحجر کندہ کر دیا جس کلمہ گو کو تصدیق قلب پر بھی مجبور ہونا پڑا۔ اب تو یہ حالت ہو رہی ہے کہ ہم خود ہی مسلمان نہیں ہیں دوسروں کو کیا مسلمان کرینگے ہم خود راہ بھولے ہیں دوسرونکو کیا راہ بتائینگے۔ کئی صدی پہلے سے مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب کہا جاتا تھا۔ اسکو گور اور اکثر کتابوں سے کے نشانات بھی باقی نہ رہے اسلیے یوں کہیے کہ مسلمان و مسلمانی ہر دو در خواب و خیال ناظرین یہ سمجھیں کہ مجھے یہاں موجودہ اسلام کی تفضیحت مقصود ہے میں ایسا کروں تو کچھ بیجا بھی نہیں ہے لیکن چونکہ یہ بحث اس کتاب کی موضوع نہیں ہے اسلیے میں اسپر زیادہ لکھنا نامناسب سمجھتا ہوں۔ مجھے خیال یہ پیدا ہوا اور بیجا پیدا ہوا کہ میں اس کتاب میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام نعمت خدا ہے۔ میری تمام دلیلوں کے پڑھنے کے بعد مسلمانوں کی حالتیں دیکھ کر کہیں مخالفین کہنے لگیں کہ اگر یہی نعمت خدا ہے تو ہم اس نعمت سے درگزرے یہ مسلمانوں ہی کو مبارک رہے اسلیے مختصر طور پر یہ دکھا دینا لازم ہوا کہ زمانہ حال کے مسلمان اور خصوصاً اہل ہند کے مسلمان بمشکل اپنے کو مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ کچھ دنوں پہلے یہاں کے مسلمان اہل اسلام کی صورت اور شکل بنا کر غیر اسلام کے نقال سمجھے جاتے تھے۔ اب زمانہ کے ایرپھیر سے وہ بات بھی جاتی رہی۔ اب مسلمانوں کو مسلمانی صورت بنانے سے بھی نفرت ہے۔ اہل اسلام ہونا اور اسلام پر فریفتہ ہونا کیسا۔ میں جس اسلام کی عظمت اور حکمت اس کتاب میں دکھانا چاہتا ہوں وہ اسلام معدوم تو نہیں ہے اور نہ معدوم ہو سکتا۔ لیکن بہت ہی خاص خاص لوگوں میں ہے اور وہ بھی اس طرح کہ بے سروسامانی کی حالت میں پڑا اپنے منانے چاہنے والوں کی سوگ میں ماتم کر رہا ہے اگر اسلام کا نعمت عظمیٰ اور عالی ہونا دیکھنا ہے تو پچھلے مسلمانوں کے کارنامے تاریخوں کے صفحے الٹ کر پڑھیے اور سمجھیے کہ جب تک اسلام اسلام کی طرح سمجھا گیا اسنے کیسے کیسے سلوک اپنے معتقدین کے ساتھ کیے اور اپنے چاہنے والوں کو کیا سے کیا کر دیا اور انھیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اب بھی جو لوگ اسکے چاہنے والے ہیں یہ اپنی نعمت سے انکے ساتھ دریغ نہیں کرتا لیکن دو ایک شخص یا دو چار کی حالت کس شمار میں ہے اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑے گا۔ لوگ ایک دل اور ایک جماعت ہو کر سچے دل سے اسکی پیروی کریں تو معلوم ہو کہ اسلام کا چشمہ فیض کبھی خشک نہیں ہو سکتا اور نہ اسکے سچے اور مستحکم اصول کسی حالت اور کسی زمانہ میں نامناسب کہے جا سکتے۔ یہ ہر وقت مدد دینے کو طیار ہے بشرطیکہ اسکے مناسب طلب مدد چاہی جائے۔ نوع انسانی کی اصلاح کے لیے اسلام سے اچھا قانون بن نہیں سکتا لیکن تعجب یہ ہے کہ خود اہل اسلام جب چاہتے ہیں کہ اپنی حالتیں درست کریں تو

سلام کے سوا اور دیگر قواعد کی پیروی کرتے ہیں اسلام جسنے تمام دنیا کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا تھا آج وہ مُردانی مسجد
کے کھنڈروں میں ارکان وضو کی صحت درستی صف - نماز جنازہ وغیرہ وغیرہ چند محدود امور میں منحصر ہو رہا ہی اور اسکا نتیجہ
یہ ہے علما کی تنگ خیالی یہ کہہ رہی ہی کہ انھیں چند ارکان میں اسلام کی ساری رونق کا ظہور ہے - دنیاوی امور میں اسلام پر چلنا
بیکار ہی کہ انکی کتابوں میں معاملات کا پڑھنا پڑھانا بھی متروک ہی - غضب ہی کہ اہل اسلام اور وہ بھی کیسے کہ بڑے بڑے متقی
ہوجائیں الحمد پڑھکر یا نماز کی صف سیدھی دیکھ کر مرنے کو طیار ہو جائیں یہ بھی نہیں جانتے کہ الایفا وعدہ کیا شی ہی معاملات
شرعیہ میں دیانت کا کیا اقتضا ہی - بدعہدیوں کا مفہوم کیا ہی اور رزق حلال کسکو کہتے ہیں

"محمد رسول اللہ" محمد خدا کا پیغامبر ہی - منہ سے تو یہ تین لفظ کا جملہ بہت آسانی سے بولا جاسکتا ہی لیکن اسپر عمل
اور اسکا سچا سمجھنا اتنا آسان نہیں ہی جتنا منہ سے اسکو کہنا - فی الحقیقت ایمان کی تکمیل کے لیے وحدانیت کے ساتھ یہ بھی ماننا
ضرور ہی کہ محمد خدا کا پیغمبر ہی یعنی جتنی باتیں محمد نے سکھائی ہیں وہ سب اللہ کی طرف سے ہیں اور اسیلیے وہ سب
حکمت سے بھری ہیں - "اللہ کی طرف سے ہیں" یہ سمجھنا تو اعتقاد اور یقین پر مبنی ہی لیکن انکا حکمت سے بھرا ہونا
ہم آیندہ ثابت کرتے ہیں اور ممکن ہی کہ انپر غور ہونا اس اعتقاد و یقین کی استواری میں بہت کچھ مدد دے
جب ہم یہ دکھا دینگے کہ جو قانون آنحضرت محمد رسول نے جاری کیا وہ تمام گذشتہ موجودہ اور آیندہ قوانین سے عمدہ ہی
تو خود بخود عقل سلیم یہ مان لیگی کہ ایسا مستحکم اور لازوال قانون جو حکمت اور مصلحت سے بھرا ہوا ہو سواے احکم الحاکمین کے دوسرے کا
بنایا ہوا ہو ہی نہیں سکتا - خدا کا گھر - خدا کی کتاب - خدا کا قانون - خدا کا حکم ان سب میں اضافہ محض اظہار
کی غرض سے ہی - ورنہ کوئی گھر کوئی کتاب کوئی قانون کوئی حکم ایسا نہیں ہی جو خدا کے علۃ العلل ہونے کے لحاظ سے
کا نہ سمجھا جاے "شریعت خدا کا قانون ہی" اسکا مطلب یہ ہی کہ جس قانون قدرت سے انتظام عالم قایم کیا ہی اُسی کا مقتضا
یہ ہی کہ انسان جو بلطف زندگی بسر کرنے میں شریعت محمدی یعنی اُس قانون کا پابند ہے جسکو قانون ربانی کہا جاتا ہی "قرآن
کلام اللہ" ہی اسکا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے جو قانون بندوں کے لیے بنایا اُسکا اسمین ذکر ہی اور اللہ نے بندوں
کی تعلیم کے لیے اپنے رسول پر اُتارا ہی - یوں تو ہر چیز اللہ کی بنائی ہوئی ہی اور ساری چیزیں اُسی کی اُتاری ہوئی ہیں لیکن
قانون شریعت اور قرآن کی نسبت اسکی تخصیص انھیں معنوں میں بیان کیجاتی ہی جنکی توضیح ہم اوپر کر چکے

پیغمبر کو ریفارمر سے تعبیر کیا جائے تو نئے خیال والے بخوبی سمجھ سکینگے - تاریخ جاننے والے اسپر متفق ہیں کہ ابتدا
سے ہمیشہ اصلاح حالت ہوتی رہی ہی - کوئی زمانہ کوئی قوم مذہبی خیال سے خالی نہیں رہی - خلقت آدم سے مذہبی
خیالات کا جدید پایا جانا ہی گویا بنی نوع انسانی کے ساتھ ہی مذہب بھی پیدا ہوا - عقل سے کام نہ لینا بڑا ظلم ہی خلقت

انسانی کے ساتھ مذہب کا لزوم روز ازل سے ہے تو آخر کچھ اسکی وجہ بھی سوچنا چاہیے میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ جس نے فطرت سے
انسان پیدا کیے اُسی نے انسان کی با امن زندگی بسر کرنے کے لیے قانون بھی بنا دیے قانون بتانے والے
اصطلاح مذہب میں رسول اور نبی کے نام سے پکارے گئے اصول میں یہ قوانین یکسان ہیں جہان کچھ اختلاف ہے
وہ بہت ہی خفیف اور ناقابل لحاظ ہے۔ ایک جدید پیغمبر کا آنا اس غرض سے نہ تھا کہ کسی نئے دین یا نئے خدا کا
وجود اسکو قایم کرنا تھا بلکہ ایک پیغمبر کے احکام کو جب اُسکی اُمّت بھولنے لگتی تو اصلاح حالت اور یاد دہانی کے لیے دوسرا
پیغمبر بار بار آتا۔ اسوقت دنیا کے مختلف مذاہب میں جو اختلاف ہے وہ محض اُمّت کی غلط فہمیوں یا تعصّب کا نتیجہ ہے
اور یہی ایک بڑا ثبوت اس امر کا ہے کہ کیوں پے درپے پیغمبروں کے آنے کی ضرورت ہوئی پیغمبر آخر الزمان کا درجہ
جو اور پیغمبروں سے فائق سمجھا جاتا ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ انکی بعثت ایسی زمانہ میں ہوئی کہ دُنیا بہت کچھ ترقی کر
چکی تھی۔ جو کام پہلے انبیا کے متعلق تھا وہ پیغمبر آخر الزمان کے علماے اُمّت کے متعلق کیا گیا۔ علما اُمّتی کانبیاء بنی
اسرائیل۔ دیکھو ہر قرن اور ہر فرقہ میں سواے قرآن کے کتنی مذہبی کتابیں قرآن کی موافقت یا اُسکی تفسیر
میں تصنیف ہوئیں اصلاح اُمّت کے لیے کیسے کیسے لوگ پے درپے پیدا ہوتے رہے اور انھیں سیانے
اشخاص کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ ہم اسلام کو مانیں یا نہ مانیں اسے سمجھیں یا نہ سمجھیں لیکن اسلام کی تصویر کہیں سے
میلی یا خراب ہونے نہیں پائی۔ اب جس پیغمبر کی امت میں انبیاء بنی اسرائیل کی طرح علما پیدا ہوں
اُسکے خاتم النبیین افضل البشر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ محمدؐ کی افضلیت کی یہ ایک چھوٹی سی دلیل میں نے
بیان کر دی ورنہ ایسی سیکڑوں دلیلیں ہیں۔ مجھے اس کتاب میں لکھنا کچھ اور ہے اسلیے ان باتوں میں
الجھے رہنا میں پسند نہیں کرتا۔

بعضوں کا خیال یہ ہے کہ امور دنیا ایک معین قانون قدرت پر چلتے رہتے ہیں۔ خدا کو پیغمبر پیدا کرنا
اُسکے پاس جبرئیل کی معرفت کتاب بھیجنا معجزات سے اپنے پیغمبر کو سچا ثابت کرنا اس دخل در معقولات
سے کیا واسطہ؟ میں اسکے جواب میں وہی کہونگا جو پہلے لکھ چکا ہوں کہ اہل اسلام کیا دُنیا کا کوئی سمجھدار
یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ نے دُنیا کا گورکھ دھندا بنا کر اپنے کو وجود معطل کر دیا۔ انسان جو یہ بھی نہیں سمجھ سکتا
کہ خالق مطلق نے پہلے انڈے سے مرغی پیدا کی یا مرغی سے انڈا اُسکی یہ مجال کہ تحقیق عالم اور اُسکے انتظام
پر کوئی ایسی قطعی رائے قایم کرے کہ اُس سے عدول کرنے کو بے عقلی سمجھے ؎ حیف بر دین دانش و فرزانگی
لیکن جو لوگ ایسے ہی ضدی ہیں کہ جو بات ذہن میں سمائی اُسکے خلاف سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اُنسے ہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# باب اوّل

## از ابتداے عالم تا ولادت محمدؐ رسول عربی

## فصل اوّل

### ملک عرب کا جغرافیہ اور اُسکے مختصر حالات

[illegible] کتاب میں مسلمانوں کی تاریخ لکھی جاتی ہے۔ اسلام کی ابتدا تو عرب سے ہوئی لیکن آگے [illegible]نے تمام دنیا پر اثر ڈالا اور اسلیے اسلام کی تاریخ لکھنا گویا بالاجمال تمام دنیا کی تاریخ لکھنا ہے [illegible] کی تاریخ لکھنے کے پہلے اُسکا جغرافیہ بیان کرنا ضرور ہے اور اسلیے اس کتاب میں جب کسی ملک کا [illegible] تو اسکے موقع پر اُسکا نقشہ اور جغرافیہ بھی ضرور بیان کیا جائیگا۔ ممکن ہے کہ اِس کتاب کے [illegible]ے والے زیادہ تر ایسے مذہبی خیال کے لوگ ہوں جو دنیا کا نقشہ نہیں جانتے یا اچھی طرح اُنکو [illegible] ملکوں کے مواقع مستحضر نہیں ہیں اسلیے پہلے یہاں تمام دنیا کا نقشہ کھینچ کر دکھایا جاتا ہے کہ عرب [illegible] واقع ہے اور دوسرے ممالک سے اسکو کیا کیا تعلقات ہیں۔

ایک اعتبار سے دنیا کے دو حصّے کیے جاتے ہیں۔ نئی دنیا اور پرانی دنیا۔ نئی دنیا میں امریکہ شمالی

امریکہ جنوبی اور اسٹریلیا تین نئے ٹکڑے شامل ہین - اسلام کی ابتدا یا اسکی رونق کے زمانہ مین
ان ممالک کا کہین پتا نہ تھا اور نہ اب تک معلوم ہوا کہ اُس زمانہ مین یہان کون انسان اور کیسے لوگ
آباد تھے یا آباد تھے بھی یا نہین - یہ ممالک حال مین یورپ والون کی تحقیقات سے دریافت ہوئے
ہین - کچھ تو یہان کے قدیم جنگلی باشندے مُہذب بنائے گئے ہین اور کچھ ویسے ہی اسی طرح جنگلون
مین چھپے پھرتے ہونگے - لیکن زیادہ تر ان ممالک مین یورپ کے لوگ جاکر آباد ہوئے - اسلام کو اس نئی
دنیا سے کوئی واسطہ نہین اسلیے صرف پُرانی دُنیا کا نقشہ دکھایا جاتا ہے جسمین ایشیا - یورپ اور افریقہ
یہ تین برِّاعظم ہین اور پھر انکی ضمنی تقسیمین ہین

پُرانی دُنیا

اس نقشہ مین پہاڑ دریا وغیرہ نہین بنائے گئے

اسلام کی تاریخ عرب سے شروع ہوتی ہے اسلیے عرب کا نقشہ اور جغرافیہ کسی قدر مختصر تاریخی حالت کے ساتھ لکھنا ناگزیر ہوا۔ گو عرب کا ملک ہر ایک دنیا میں بخوبی دکھائی پڑتا ہے اور اسکے حدود بھی اچھی طرح واضح ہیں لیکن مناسب معلوم ہوا کہ ایک بڑے پیمانہ کا نقشہ بھی علیحدہ بنا دیا جائے۔

## نقشۂ ملک عرب

نقشہ عرب

ٹرکی ایشیا میں

شام

بحر قلزم یا بحر احمر

افریقہ

عرب

مدینہ

مکہ

یمن

فارس

ایران

خراسان

افغانستان

بلوچستان

خلیج فارس

عمان

عدن
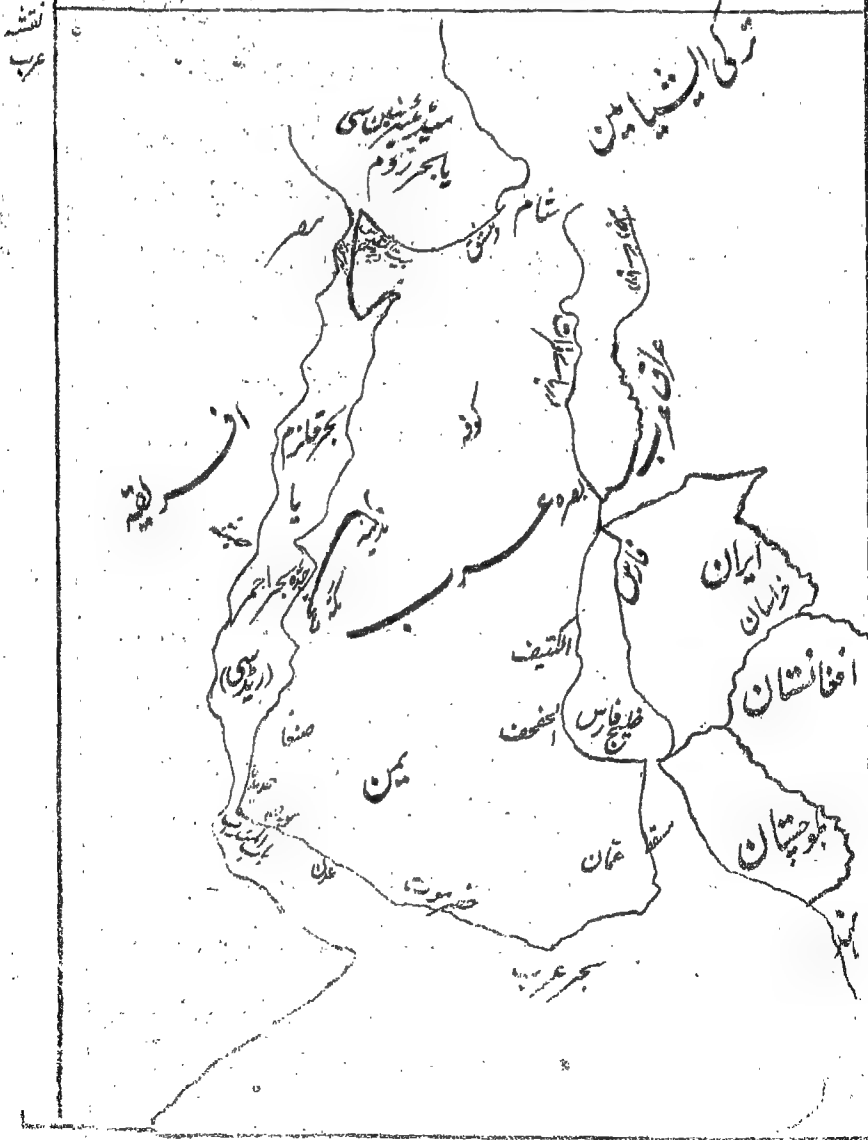
بحر عرب

اس نقشہ سے ظاہر ہی کہ عرب ایک جزیرہ نما ہی اور یہی وجہ ہی کہ مورخین اسکو جزیرۂ عرب یا جزائر عرب کہتے ہین۔ اسکے اوتر شام کا ملک ہی۔ دکھن بحر عرب ہی پورب خلیج فارس اور بحر ایران۔ پچھم باب المندب بحر قلزم اور بحر افریقہ واقع ہی۔ گو شمال مغرب و شمال مین یہ ملک افریقہ سے جدا نہ تھا نہر سوئز حال مین بنی ہی جسنے مصر (افریقہ) سے اس ٹکڑہ کو علیحدہ کر دیا ہی۔ طول اس ملک کا ڈیڑھ ہزار میل اور عرض قریب ہزار بارہ سو میل کے ہی۔

حدود اربعہ

اس ملک کی دو تقسیمین ہین یا دو صوبون مین یہ شروع سے منقسم ہی۔ یمن اور حجاز۔ تہامہ۔ نجد اور یمامہ یہ بھی جدا جدا صوبہ ہین لیکن ان سب کو حجاز ہی مین شامل سمجھتے ہین۔

عرب کا جنوبی حصّہ یعنے مکّہ سے دکھن عدن تک اور پورب خلیج فارس تک یہ سب یمن مین داخل ہی۔ اس صوبہ مین اور بھی چھوٹی چھوٹی ضمنی تقسیمین ہین۔ حضر موت۔ عمان اور نجران وغیرہ وغیرہ۔ صنعا اس صوبہ کا دار الحکومت ہی۔ یہ شہر بہت پرانا ہی۔ آب و ہوا اس صوبہ کی نہایت ہی عمدہ ہی۔ بیان کیا جاتا ہی کہ سکندر اعظم نے ہندوستان سے پھر کر یمن کو صرف اس غرض سے فتح کرنا چاہا تھا کہ اس ملک مین اپنا دار السلطنت قایم کرے لیکن موت نے اسکے ارادے کو پورا ہونے نہ دیا۔

یمن

یمن کے اوتر مین جتنا ملک رہ جاتا ہی وہ سب حجاز کہلاتا ہی۔ حجاز مین دو شہر بہت مشہور ہین مکہ جو محمد رسول اللہ کا مولد ہی۔ اور مدینہ جہان آپ کا مدفن ہی۔

حجاز

مکہ مین ایک گھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے بیٹے حضرت اسمعیل کے ساتھ ملکر بنایا تھا جو اب تک موجود ہی۔ اتنے روز کی عمارت کس طرح قایم رہ سکتی ہی۔ وقتاً فوقتاً اسکی مرمت ہوتی رہی لیکن اسکی جگہ نہین بدلی۔ اس گھر کا نام کعبہ ہی۔ خدا کی پرستش کے لیے یہ بنایا گیا تھا۔ پہلا گھر دنیا مین عبادت الٰہی کے لیے یہی بنا اور حضرت ابراہیم کی یادگار کا بھی کچھ لحاظ ہوا اسلیے اسلام کے قبل اور اسلام کے بعد بھی لوگ اسکا احترام کرتے تھے اور کرتے ہین۔ مذہب اسلام مین تو حج کعبہ دین کا ایک رکن ہی قرار پایا ہی۔

کعبہ

مکہ ایک درہ کوہ مین آباد ہی۔ اسکے چارون طرف بہت ہی چھوٹی چھوٹی پہاڑیان ہین۔ دنیا کے بڑے شہرون مین اسکا شمار ہوتا ہی۔ اسکی آبادی شمالاً جنوباً دو میل اور شرقاً غرباً کوہ اجیاد سے کوہ

مکہ معظمہ

کو نکا عان تک ایک میل ہے۔ مکہ اور اسکے گرد کوسون تک نام کو سرسبزی نہین ہے۔ مکہ سے شتر میل پر ایک مقام طائف ہے جہان سبزہ زار بہت زیادہ ہے۔ مکہ کے خرچ کو بقولات وہین سے آتی ہین اور دوسری ضروری چیزین یمن۔ شام اور مصر سے آتی ہین۔ مکہ سے تین میل پر ایک ٹکڑہ قابل زراعت تھا جو شریف مکہ کے مکان اور رخانہ باغ مین صرف ہوگیا۔ مکہ کی پہاڑیون مین صفا اور مروہ یہ دو پہاڑیان ارکان حج کے اعتبار سے زیادہ معروف ہین۔ مکہ مین صرف ایک کنوان زمزم ہے۔ پہلے لوگ کنوئین یا بارش کا پانی پیتے تھے۔ پانی کی ضرورت تھی۔ صحابی رسول اللہ کے وقت مین زبیر قریشی نے ایک نہر جبل عرفات سے لانا چاہی۔ وہ ناکام رہا اور سلیمان (سلطان ترکی) کی بی بی نے اُسے اب پورا کیا۔ لیکن اسکی تکمیل کے پہلے ایک دوسری نہر المقتدر (خلیفہ عباسیہ) نکال چکا تھا اور اسلیے اب وہان پانی کی کچھ قلت نہ رہی۔ یہ کیفیت مکہ کے ساتھ مختص ہے۔ ورنہ عام طور پر مکہ سے باہر نکل کر سواحل کے تمام پہاڑ سرسبز نظر آتے ہین میوہ جات کے درخت بکثرت ہین۔ مواشی گھاس چرتے ہین۔ درختون مین پھل آتے ہین۔ گوشت دودھ اور میوہ جات بس یہی زیادہ تر خوراک وہان کے لوگون کی ہے۔

مدینہ منورہ

مکہ سے اوتر قریباً ۲۷۰ میل کے فاصلہ پر مدینہ واقع ہے۔ مکہ سے اسکا رقبہ نصف ہے اس شہر کے چارون طرف شہر پناہ قدیم زمانہ سے بنی ہے۔ یہان بھی جا بجا پتھریلی زمین اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیان ہین اور ایسی تو گویا کم وبیش سارے عرب کی زمین ہے۔ لیکن یہان کی زمین مکہ کی طرح جلی بھنی ہوئی نہین ہے۔ یہان میوے دار درخت بہت ہین۔ اسکے اُتر دکھن اُحد اور آیر کی پہاڑیان نخلستان کے لیے زیادہ مشہور ہین۔ مکہ مین تو موسم سرما گویا ہوتا ہی نہین لیکن یہان جاڑون مین خاصی سردی پڑتی ہے۔ عرب کا مُلک بہ نسبت ہندوستان کے خط استوا سے زیادہ بعید ہے اور ہندوستان کی طرح وہ بھی تین طرف سمندر سے گھرا ہے عرب کے بعض مقام پر ہندوستان سے کم سردی یا بالکل سردی نہین پڑتی تو اسکے اسباب کچھ اور ہین۔

عرب مین غلہ بہت کم پیدا ہوتا ہے اور بعض مقام کے باشندے تو جانتے ہی نہین کہ غلہ کا درخت کیسا ہوتا ہے۔ سواحل بحر کے قریب عزہ۔ یہ طرح کے میوہ دار [illegible] پر اہو [illegible]

اور بعض بعض جگہ غلہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ یمن اپنی آب و ہوا کی وجہ سے صرف مشہور نہیں ہے بلکہ ملکی پیداواروں کے اعتبار سے بھی معروف ہے۔

تجارت عرب

عرب تجارت پیشہ ہمیشہ سے ہیں اور وجہ صرف یہ کہ انکے ملک کی پیداواروں سے تمام انسانی ضرورتیں رفع نہیں ہوسکتیں۔ جنگلی درختوں کی میوے مویشیوں کے بال اور چمڑے وغیرہ یہاں سے مصر اور شام کو لیجاتے تھے اور وہاں سے بدلے میں تمام ضروری چیزیں کھانے پینے کی لاتے تھے۔ عرب کے لوگ اپنی بود و باش کے اعتبار سے دو طرح کے تھے اور یہ تقسیم حضرت موسیٰ (؏) کے وقت سے آج تک ایک حالت پر پائی جاتی ہے یعنے شہری اور جنگلی۔ جنگلی کو بدو کہتے ہیں۔ ملک میں بدویوں کی تعداد شہریوں سے زیادہ ہے۔ بدو گھر نہیں بناتے صرف سرکیاں ڈال کر یا خیمہ نصب کر کے یا رہون یعنے باہر ہی رہتے ہیں۔ خانہ بدوش تاتار یا ہندوستانی کنجڑوں سے وہ اس خصوص میں زیادہ مشابہ ہیں۔ عموماً حجاز کا قافلۂ تجارت موسم سرما میں یمن اور گرما میں شام و مصر کو جاتا تھا اور اسی تجارت پر ملک کی مرفہ الحالی کیا ملک کی انسانی حالت موقوف تھی۔ مکہ سے چالیس میل پر جدہ کا بندر ہے جہاں سے حجاز اور خصوصاً مکہ والے سامنے کے افریقہ کے شرقی ساحل پر کشتی کے ذریعہ سے پہنچتے تھے۔ اس حصۂ ملک کو مسلمان مورخون نے حبشہ اور انگریزوں نے ابیسینا لکھا ہے حال کے جغرافیہ میں اسے مصری سوڈان کہتے ہیں (کیونکہ اصل سوڈان وہ ہے جو اسکے مقابل میں مغربی ساحل افریقہ پر واقع ہے) غرضکہ صورت یہ تھی اور اب بھی ایسا ہی ہے کہ تجارت کی چیزیں شہریوں کے پاس بدو لاکر اکٹھا کرتے تھے اور شہری ایک کاروان یا قافلہ ہوکر دور دور کا سفر کرتے تھے۔ اس سفر میں جو چیزیں وہ باہر سے لاتے تھے اُن سے اپنی اور بدویوں کی ضرورت رفع کرتے تھے۔ بدویوں پر شہریوں کی کوئی حکومت نہ تھی تو اسکی نوعیت یہی تھی اور یہی انکی باہمی طرز معاشرت کا سچا فوٹو بھی ہے۔ دوسرے ملکوں کی سیر کرنے سے شہری عربوں میں تہذیب زیادہ تھی۔ بدویوں کی اصلاح جو کچھ ہوسکتی تھی ان شہری عربوں کے توسل سے۔

قومی تفریق

عرب میں قومی تفریق بھی تھی اور کم و بیش اب بھی ہے لیکن نہ ہندوؤں کی طرح ایک سے دوسرا بالکل الگ اور نہ انگریزوں کی طرح کہ انگلستان میں یوں آنے کو تو سیکڑوں قومیں باہر سے آئیں لیکن باہم اسطرح مل جل کر ان میں گھل مل گئیں کہ آج ایک دوسرے سے ایک

سمجھے کے لیے بھی ممیز نہین ہوسکتا ہے۔ عربون مین علم انساب کا کچھ ایسا چرچا تھا اور انساب کے متعلق ہر ایک کو بجا سے خود ایسا فخر تھا کہ اسپر اسلامی اُخوت بھی متصرف نہ ہوسکی۔ یہان نسب مین نایون کا بالکل خیال نہ تھا۔ اسلیے ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ سے شادی بیاہ کرنا ہر طرح کا میل جول رکھنا پھر بھی ایک خاندان دوسرے خاندان مین مل کر تباہ نہین ہوسکتا تھا۔ ہر شخص اپنا نسب نامہ آدم تک یاد رکھتا تھا۔ جس طرح ایک کھیت مین کئی قسم کا دانا بو یا جائے یا کئی قسم کا دانا ایک جا ملا کر رکھدیا جائے اور پھر بوقت ضرورت دانہ دانہ الگ کر لیا جا سکتا ہی۔ اسی طرح عرب کے لوگ اپنی قومیت کو ہمیشہ علیحدہ دکھلا دینے کو مستعد رہتے تھے اور زمانہ کو ایسا موقع نہین دیتے تھے کہ مختلف دانون کو اپنی چکی مین وہ پیس کر آٹا کردے اور پھر قومی تفریق نہ ہوسکے غرضکہ عرب نسب کے معاملہ مین اپنا ثانی نہین رکھتے تھے حتی الوسع ایک مورث کی اولاد ایک جگہ رہنا چاہتی تھی۔ قبیلون مین ہمیشہ ضمنی تقسیمین ہوتی رہتی تھین۔ اور ہر قبیلہ جد مشترک کے نام سے موسوم ہوتا تھا۔

قومی تفریق

نسب کے اعتبار سے پوچھیے تو عربون کی تین قسمین ہین۔ عرب قدیم[1]۔ اصلی عرب[2]۔ مستعرب[3]۔ اور پھر اسکے بعد سیکڑون ہزارون ضمنی تقسیمین ہین۔

قدیم عرب اب پائے نہین جاتے۔ پائے نہ جانے کا مطلب یہ ہی کہ وہ تباہ ہوگئے۔ مرگئے۔ مارے گئے۔ عرب سے نکل کر دوسرے مقامات پر بے سروسامانی کی حالت مین پہنچے اپنے قبیلہ یا اپنے بزرگون کے نام کو زندہ نہ رکھ سکے۔ دوسری قومون مین مل جل کر اپنے نام ونشان کو گنوا بیٹھے۔

قدیم عربون مین سے جن قبیلون کا پتہ مورخین نے ڈھونڈھ نکالا ہی اُنکے نام یہ ہین۔ عاد[1]۔ ثمود[2]۔ طسم[3]۔ جدیس[4]۔ عبادشمس[5]۔ جرہم سابق[6]۔ عمالقہ[7]۔ ان قومون کا مختصر حال لکھنا لطف سے خالی نہ ہوگا۔

عاد

نوح کے پرپوتے کا پوتا عاد حضرموت کا حکمران ہوا اسکی اولاد سے جو قوم پیدا ہوئی وہ اسی کے نام سے پکاری گئی۔ شداد بادشاہ جس سے مسلمانون کے چھوٹے بڑے بچے واقف ہین اسی عاد کا بیٹا تھا اس قوم کو راہ راست پر لانے کی غرض سے حضرت ہود نبی مبعوث ہوئے

کچھ تو ہود کے سامنے ہی یہ قوم غارت ہوگئی اور جو رہ گئے تھے وہ بعد کو مٹ مٹا گئے۔

ثمود

ثمود بھی نوح کے پوتے کا پوتا تھا اسکی قوم بھی اسی کے نام سے موسوم ہوئی۔ صالح پیغمبر جنکی اونٹنی کا قصہ مشہور ہے اسی قوم کی ہدایت کو مبعوث ہوئے تھے۔ صالح اپنی قوم سے تنگ ہوکر بعد کو سلیم کو گئے اور پھر وہاں سے مکہ چلے آئے۔ قوم ثمود بھی انکے بعد غارت ہوگئی۔ جب کوئی قوم گرتی ہے پھر سنبھلتی نہیں۔

طسم اور جدیس یہ دو قومیں ترقی کے زینہ پر آکر آپس میں لڑ جانے کی وجہ سے برباد ہوگئیں۔ اب انکا کہیں نشان نہیں ملتا۔

جرہم

جرہم سابق (سابق کی قید اسلیے کہ ایک جرہم عرب خاص کے بیان میں آگے آئیگا) کو مورخین ان اسّی آدمیوں میں سے ایک کی اولاد لکھتے ہیں جو نوح کے ساتھ طوفان سے بچنے کو کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ نوح کو آدم ثانی اسلیے نہیں کہتے کہ طوفان کے بعد وہی ایک زندہ رہے بلکہ اسلیے کہ اُنکے اور ساتھیوں میں سے کسی کا سلسلہ نسب آگے چلتا پایا نہیں جاتا۔ اُنکی نسلوں کا یا تو خاتمہ ہوگیا یا وہ ایسی گمنام حالت میں جا پڑیں کہ اس غرض خاص کے لیے وہ اب مُردوں ہی کے حکم میں داخل ہیں۔ جرہم قوم عاد کے ہمعصر تھے اور اسی طرح یہ بھی بالکل نیست و نابود ہوگئے۔

عمالقہ

عمالقہ وہ لوگ کہلاتے ہیں جو عمالقہ بن بلفز بن لیسو کی نسل میں ہیں۔ بعضوں نے عمالقہ کو سام ابن نوح کی اولاد میں بتایا ہے۔ یہ لوگ بہت طاقت پکڑ گئے تھے۔ حضرت یوسف کے پہلے مصر جنوبی انھوں نے فتح کرلیا تھا۔ انکی فتح کے وقت مصر کا بادشاہ ولید تھا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے فرعون کا لقب اپنے لیے پسند کیا تھا۔ مصر میں کچھ روز حکومت کرنے کے بعد یہ لوگ مصر سے نکال دیے گئے اور آخرکار بنی اسرائیل کے ہاتھ سے بالکل تباہ ہوگئے۔

قدیم

قدیم عرب کا تذکرہ تو ختم ہوا اب اصل عرب اور متعرب رہ گئے۔ قدیم عرب کے بعد بعض مورخین نے ایک ہی قسم متعرب کی رکھی ہے۔ لیکن یہہ مناسب سمجھا گیا کہ اصل عرب اور متعرب کو جدا جدا بیان کیا جائے یوں سمجھیے کہ قدیم عرب تو نام سے سمجھ میں آگیا اصل عرب وہ جو قدیم عرب کے بعد عرب میں بسے اور متعرب وہ جو سب کے پیچھے آکر بسے۔

قحطان

اصل عرب کے سلسلہ کا پتہ قحطان تک بخوبی چلتا ہی۔ قحطان کے دو بیٹے جرہم اور یعرب۔ بعضون کے نزدیک اسی یعرب کے نام پر یہ ملک عرب کہلایا۔ جرہم کو حجاز کی حکومت ملی اور یعرب کو یمن کی۔

بنو یعرب

بنی یعرب کی حکومت کوئی تین ہزار برس تک یمن مین تھی۔ یعرب کے دو پر دوتے حمیر اور خلان تھے۔ انھین دونون کی اولاد مین ہر پھیر کر مختلف طریقہ سے (کبھی بطور سلطنت اور کبھی از قسم طائف الملوکی) ہمارے یمن کی حکومت پیغمبر خدا کی ولادت سے ستر برس قبل تک قائم تھی۔ لیکن بادشاہی خاندان بڑے بیٹے حمیر کے نام موسوم رہا۔ اخیر مین یہان ساحل مغربی پر عیسائی مذہب پھیل گیا تھا اسلیے وہ قبیلے یا وہ خود مختار ریاستین جو عیسائی ہو گئی تھین اپنے کو نجاشی (شاہ حبشہ) کی حمایت مین اسطرح سمجھتی تھین جس طرح شام کے خود مختار روسا اپنے کو انطاکیہ کے بادشاہ ہرقل کا ماتحت سمجھنے کی وجہ رکھتے تھے۔ عیسائیون کی مدد کے لیے شاہ حبشہ نے کچھ فوج بھیجی جو آکر ملک پر قابض ہو گئی۔ اسی زمانہ مین صنعا مین ایک بڑا کنیسہ کعبہ کے جواب مین بنا۔ پھر عیسائیون نے اپنے بادشاہ ابرہہ بن صباح کی سعیت مین ہاتھی نشین فوج لیکر مکہ گرانے کی غرض سے چڑھائی کی۔ اصحاب فیل سے یہی لوگ قرآن مین تعبیر کیے گئے ہین۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دادا عبد المطلب اسوقت سردار قریش تھے۔ اللہ کی غیبی مدد سے دشمن زبون ہو کر پسپا ہوئے۔ پھر حمیر کا آخری شاہ سیف بن ذو الیزن خسرو انوشیروان سے مدد لیکر عیسائیون سے لڑا۔ لڑائی مین تو وہ غالب رہا مگر پھر وہ کسی طرح سے مارا گیا۔ ایرانی جو آئے تھے وہ رہ گئے اور یمن مین ایک گورنر ایران کا رہنے لگا۔ آخری گورنر تعبعان آن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین مسلمان ہوا اور یمن مسلمانون کے قبضہ مین آیا۔

ابرہہ

اصحاب فیل

یمن مین کسی زمانہ مین طوفان آیا تھا اسوقت خلان کی نسل سے دو قبیلے شام اور عراق مین چلے گئے تھے پہلے نے غسان کی عیسائی سلطنت شام مین اور دوسرے نے عراق مین حیرا نام ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ چھ سو برس کے قریب یہ دونون سلطنتین قائم رہکر خلفاے اول اور دوم کے وقت مین تباہ ہوئین۔

## فصل دویم

(حضرت اسمٰعیلؑ اور اُنکے اسلاف و اخلاف)

جرہم کی اولاد مین نوین درجہ پر مداد کی بیٹی سے حضرت اسمٰعیلؑ ابن حضرت ابراہیمؑ کا عقد ہوا اس سے جو نسل پہلی جسمین شاید حضرت اسمٰعیلؑ کی دوسری بیبیون کے بطن کی اولاد بھی شامل ہو اسکا نام مستعرب ہوا جسکے معنی ہین عرب مین آکر بس جانے والا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بابل (ملک شام کے قریب) کے رہنے والے تھے زبان انکی عبرانی تھی عرب مین آکر انکا بسنا آیندہ بیان کیا جائیگا۔ حضرت اسمٰعیلؑ سے عدنان دوم تک سلسلہ انساب مین کچھ اختلاف ہی۔ اختلاف کی وجہ یہ ہو کہ بعض نام مکرر آگئے ہین ناواقفیت سے لوگ اوّل اور ثانی کو ایک سمجھکر درمیانی نام نکال ڈالتے ہین۔ عدنان ثانی کی دسوین نسل مین فہر نام ایک شخص پیدا ہوا جسکا لقب قریش تھا۔ فہر کی اولاد مین جتنے تھے وہ سب قریش کہلائے اور بعضون کے نزدیک النضر کا لقب قریش تھا۔ ایک ضعیف قول یہی ہو کہ کنانہ کو قریش کہتے تھے تاریخ اسلام مین زیادہ تر اسی خاندان قریش سے کام ہو۔ اسی قریش مین اللہ کے رسول محمدؐ بن عبداللہ پیدا ہوئے۔ رسولؐ کا شجرہ خاندانی ذیل مین درج کیا جاتا ہو۔ گو عرب اپنے حافظہ کی بدولت علم انساب مین تو بڑے مشاق تھے لیکن مختلف وجوہ سے حضرت عدنان کے پہلے نامون مین اختلاف ہوگیا ہو۔ مؤلف کے نزدیک جو اقوال زیادہ تر صحت کے قریب تھے اُنکے مطابق خاندان نبوت ذیل مین درج کیا جاتا ہو

آدم شیث انوش قینان مہلائیل برد اخنوخ متوشلخ لمک نوح سام ارفخشد
شالخ عابر فالغ ارعو ساروغ ناحور تارخ ابراہیم خلیل اللہ (۱۹۹۲ قبل مسیح)
اسمٰعیل ذبیح اللہ قیدار عوام عوص اول مر سمامے رزاح ناجب سعر اہیسام
افناد عیسیٰ حسان عنقا ارعوا بلحی سجری ہرتی یثرن حمران الرعا
عبید عنف عسقی ماجی ناحور فاجم کالح مدلان یلدارم حرا
ناسل الی العوام مسادیل بہود عوص سلامان اول الہمیسع اول ادد اول
عدنان اول معد اول حمل نابت سلامان دوم الہمیسع دوم الیسع ادد دوم
اد عدنان دوم معد ثانی نزار مضر الیاس مدرکہ خزیمہ کنانہ

النضر مالک فہر غالب لوی کعب مرہ کلاب قصی
عبد مناف ہاشم عبد المطلب عبد اللہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پہلے لکھا گیا ہے کہ عربوں میں اپنے خاندانی شجرہ کی حفاظت نہایت ضروری سمجھی جاتی تھی اس کتاب کا مؤلف عباس ابن عبد المطلب عم رسولؐ کی نسل میں ہے اور اسکے پاس بھی ایک شجرہ خاندانی ہے جو آدم تک پہنچتا ہے۔ عبد المطلب تک تو شجرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کافی ہیں ادھر کے نام اور لکھدیے جاتے ہیں۔ جو لوگ عرب کے علم انساب سے واقف نہیں ہیں انکو جاننا چاہیے کہ دنیا کے پچھلے حالات کی تاریخ اگر صحیح سمجھی جاسکے تو پہلے عرب کی قوۃ حافظہ پر اعتبار کیا جائیگا اور وجہ اسکی صرف یہ ہے کہ وہ لوگ اس علم کو اپنا قومی فخر سمجھتے تھے یہاں صرف یہ دکھانا ہے کہ سیکڑوں برس سے جو خاندان عرب سے الگ ہے اسکے خیالات بھی اس خصوص میں کیسے وجہ کو مضبوط ہیں۔ ورنہ نسب نامہ لکھنے سے کوئی ذاتی فخر اس زمانہ میں حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ گمنام ہوکر بُری حالت میں رہنا اس سے اچھا ہے کہ بڑے بڑے لوگوں سے اپنی نسبت ظاہر کرکے اپنے کو بے وجہ ناخلف ثابت کیا جائے

## شجرہ خاندان مؤلف

عبد المطلب۔ عباس۔ عبد اللہ۔ علی۔ محمد۔ ابو العباس عبد اللہ سفاح ابو سفیان عبد الملک منصور ابو العباس اسمعیل ابو الخیر عبد الصمد ابو تراب جعفر ابو ظفر ابو الخیر ہاشم ابو تراب زین العابدین ابو نظام الدین ابو العباس قاسم ابو الحسن ابو الفیض محمد اید ابو البرکات محمد شریف ابو العباس محمد صالح ابو العلا احمد ابو القاسم فصیح ابو الجلال فخر الدین ابو العلا عز الدین مولانا اسمعیل یوسف حسن قاضی نور قاضی افضل قاضی حسن قاضی بدہن (معروف بدھن) قاضی جلال قاضی منصور قاضی محمد ماہ قاضی ابو الحسن قاضی محمد اسمعیل قاضی محمد پناہ قاضی سید علی منشی گوہر علی منشی عز الدین احسان اللہ (مؤلف)

احداد مؤلف

یہ امر مسلم ہے کہ پیغمبر آخر الزمان کے اجداد میں پانچ پیغمبر حضرت اسمعیل۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت نوح۔ حضرت شیث۔ حضرت آدم علیہم السلام گزرے ہیں۔ اسلامی تاریخ کی اغراض سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے وقت سے ابتداے اسلام تک مختصر حال بیان کردینا ضروری ہے

سمجھی گویا ملۃ ابراہیمی کا پورا خاکہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ ملک بابل میں کوثہ کے قریب ایک مقام میں پیدا ہوئے۔ نمرود شاہ بابل کے ساتھ قبل ولادت سے جو جو واقعات پیش آتے گئے وہ فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات سے ملتے جلتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ بتوں سے بےادبی کرتے تھے یا یہ کہ اپنی قوم کی جہالت پر ہنستے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کا باپ آذر بت تراش بُت پرست نمرود پرست اور مقرب بارگاہ شاہی تھا۔ نمرود کو دعویٰ خدائی تھا۔ حضرت ابراہیمؑ بھلا اسکی خدائی کب ماننے والے تھے۔ اسلیے نمرود اور آذر یہ دونوں حضرت ابراہیمؑ کے دشمن ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کے درمیان جو معاملات پڑے اُنکی تصریح یہاں ضروری نہیں ہے مختصر یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو وطن چھوڑنا پڑا۔ پہلے یہ شام اور پھر شام سے مصر گئے۔ آخر کو مصر سے واپس آکر انھوں نے شام کو اپنا وطن قرار دیا۔

ابراہیمؑ

حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بی بی سارہ خود انکے کنبہ کی لڑکی تھیں جو ابتدا میں حضرت ابراہیمؑ کے خدا پر ایمان لائی تھیں۔ دوسری بی بی ہاجرہ مصر کے قبطی خاندان کی تھیں۔ یہود ہاجرہ کو لونڈی بتا کر انکی اولاد کو قابل عزت نہیں ٹھہراتے اور مسلمان اس اعتراض کے رفع کرنے میں تاویلیں کرتے ہیں۔ مصر کے شاہی خاندان کی لڑکی انکو قرار دیتے ہیں۔ کچھ ہی ہو لیکن اسمیں کلام نہیں ہے کہ اس زمانہ کے محاورہ کے مطابق سارہ خاتون کہی جاتی تھیں اور ہاجرہ باندی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ عربوں اور شامیوں میں درستی نسل کے لیے ماؤں کا کچھ بھی خیال نہیں کرتے تھے اور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ باندی کا لفظ کوئی ذلت ظاہر نہیں کرتا جس طرح غیر ملک والوں کو عجمی کہتے تھے اسی طرح غیر قوم کی لڑکی کسی کے پاس ہوتی تو اسکو جاریہ کہتے جسکا ترجمہ فارسی زبان میں باندی کیا گیا۔ بگڑی ہوئی حالت اور کبھی کبھی غربت (مسافرت) بھی یہ لقب پیدا کر دیتی تھی۔ دیکھو ایک وقت یزدجرد شہنشاہ ایران کی بیٹی شہربانو پر گزرا ہے کہ وہ مدینہ میں آکر باندی کہلائیں

ابراہیمؑ کی اولاد

ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسمعیلؑ پیدا ہوگئے۔ سارہ کو سوتن کا رشک تھا ہی اسپر اپنی لاولدی اور سوتن (سوت) کا صاحب اولاد ہونا اور زیادہ اکھرا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہاجرہ کو اپنے لڑکے حضرت اسمعیلؑ سمیت ملک شام چھوڑنا پڑا۔ یہ بحث یہاں فضول ہے کہ ہاجرہ خود چلی آئیں یا ایسا کرنے پر مجبور کی گئیں اور جبر کیا تو حضرت ابراہیمؑ نے یا اُنکی پہلی بی بی سارہ نے۔ خلاصہ یہ کہ

اسمعیلؑ کی پیدائش اور ہاجرہ کا سفر

مین کیا جاتا ہے۔ شرجیل کا بھائی سدوس مقابلہ مین آکر مارا گیا۔ شرجیل نے ڈر کر اپنے کو قلعہ مین بند کیا اور ہرقل سے مدد مانگی۔ بعض مسلمانون نے بھی حضرت رسول اللہ کو مدد کے لیے لکھنا چاہا تھا لیکن کثرت رائے اسپر ہوئی کہ جب شہادت مین بھی عین کامیابی ہے تو پھر مدد مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ عیسائیون کی فوج کرک بلقا کے قریب جمع ہوئی۔ تین ہزار مسلمانون کا اتنے لوگون سے لڑنا آسان نہ تھا۔ مسلمان شعبہ مین شروع ہوئے زید بن حارثہ جعفر بن ابی طالب اور عبد اللہ بن رواحہ باری باری سے علم بردار سردار لشکر ہوئے اور مارے گئے۔ خالد بن ولید سب کے بعد علم بردار ہوئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد آفتاب چھپنے سے لڑائی موقوف ہوئی۔ مسلمان تو مرنے گئے ہی تھے انکو کیا ڈر ہوتا۔ لیکن مسلمانون کی ثابت قدمی دیکھکر عیسائیون کو بڑی تشویش ہوئی۔ دوسرے دن خالد نے فوج کی ترتیب نئے طور سے کی۔ آگے کی فوج پیچھے اور داہنے جانب کی بائین جانب کر کے کچھ اس طور پر پھرا کیا کہ دشمنون کو یقین ہوگیا کہ کچھ نئے لوگ مدد کو آئے ہین اور پھر ہراس سے انکے پاؤن اکھڑ گئے۔ اس اثنا مین مسلمان بھی منھ موڑ چلے تھے لیکن بعض جان بازون کے قدم ڈالنے سے پھر انکی جی بکرت ہوگئے عیسائیون کے بھاگنے پر خالد نے کچھ دور تک تعاقب کیا اور تعاقب مین کچھ مال بھی ہاتھ آیا۔ راستہ مین ایک مسلمان کو ایک عیسائی نے بلا وجہ مار ڈالا تھا۔ پھرتے وقت اسکی قوم کا بھی قلع قمع مسلمان کرتے آئے۔ اسی لڑائی سے آنحضرت نے خالد بن ولید کو سیف اللہ خطاب دیا۔ یہ لڑائی علاقہ شام مین دمشق کے قریب موتہ نام ایک گاؤن مین ہوئی تھی اسلیے اس سریہ کو بھی سریہ موتہ کہتے ہین۔ اور چونکہ کچھ دور تک آنحضرت بھی ساتھ گئے تھے اسلیے غزوہ موتہ بھی کہتے ہین۔

جعفر بن ابی طالب کو کسی۔ نے خواب مین دیکھا کہ وہ باغ جنان مین اڑتے پھرتے ہین اسی دن سے انکے نام کے ساتھ طیار کا لفظ بڑھا یا گیا۔ جعفر علی کے حقیقی بھائی تھے اور حضرت زید بن حارثہ خدیجہ ؓ کے بعد ہی ایمان لائے تھے اسلیے انکا بڑا درجہ تھا۔ ان دونون کا مرنا آنحضرت پر بڑا شاق گزرا۔

مسلمان لڑائی سے کامیاب ہوکر پھرے لیکن جنھون نے شروع لڑائی سے پھرنا چاہا تھا اہل مدینہ انپر بہت افسوس کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جہاد مین شرکت کی اصلی غرض جب شہادت ہے تو پھر گلا کٹوانے سے منھ موڑنا کیا معنی۔ ان لوگون کی ندامت اسوقت تک نہین گئی کہ رسول اللہ نے

زید بن حارثہ اور جعفر طیار شہید ہوئے

خالد سیف اللہ

جعفر طیار

کم ہمتون کا [illegible]

خود اپنے شخص سے کہا کہ "اگر طبیعت ذرا سی رُک گئی تھی اور اسکے بعد ہی سنبھل گئی تو کچھ پروا نہیں نتیجہ پر نظر ہونا چاہیے کہ کیا ہوا"

مدینہ مین خبر پہنچی کہ قبیلہ بلی - قضاعہ اور بنوالقین کے لوگ جمع ہوکر مدینہ پر چھاپا مارنا چاہتے ہین - سعد بن وقاص کو آنحضرت نے انکی سرکوبی کے لیے تعنات کیا - حضرت سعد کو فن حرب مین بہت ہی مہارت تھی اور اسکے علاوہ قبیلہ بلی سے اُنسے قرابت بھی تھی - انکی تعیناتی مین ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ باہمی مصالحت سے معاملہ کی رفع دفع ہو جائیگی اسکے بعد ابو عبیدہ - ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب وغیرہ بھی سعد کی مدد کے لیے بھیجے گئے - حضرت سعد رات کو چلتے تھے اور دن کو ٹھہرتے تھے رات کو آگ جلانے نہ دیتے تھے تاکہ مسلمانون کی قلت مخالفین پر ظاہر نہ ہو - رات کو سردی کی تکلیف تھی اسپر سے آگ جلانے کی ممانعت اہل فوج حضرت سعد سے رنجیدہ تھے - عمر بن الخطاب اور ابو عبیدہ بھی سعد سے کچھ بے لطف ہو گئے - حضرت سعد کے مزاج مین سختی تھی اور امارت لشکر کا خیال تھا - ادھر اعلیٰ سے اعلیٰ مسلمانون کے دل سے وہ بات نہین بھولتی تھی کہ حضرت سعد کفر کی حالت مین کیسے تھے - یہ سب سہی لیکن حضرت سعد اپنی حکمت مین کامیاب ہوئے مخالفین کی تعداد کہین زیادہ تھی لیکن آنکو مسلمانون کی حالت کا اندازہ نہ ہوسکا اور ہیبت اسلام نے انکو بھاگنے پر مجبور کیا - جنگ و جدال کی نوبت نہین آئی -

سریہ ذات السلاسل

اسی سال مین ابو عبیدہ قبیلہ جہنیہ کی سرکوبی کو روانہ کیے گئے تھے - راستہ مین فوج نے بھوک کی تکلیف اُٹھائی - درختون کی پتیان کھانے کی نوبت پہنچی - اسی سفر مین دریا کے کنارے سے ایک مردہ مچھلی پہاڑ کے ٹیلے کی طرح پڑی ہوئی دستیاب ہوئی - تمام فوج نے عرصہ تک اسکا گوشت کھایا اور سکھا کر مدینہ تک ساتھ لائے -

سریہ خبط

عجب سے فتح مکہ کا سامان مہیا ہوگیا - حدیبیہ کی صلح کے وقت یہ شرط ٹھہری تھی کہ قریش مسلمانون کے حلیفون یعنی ہم عہدون سے مزاحم نہ ہون اور نہ قریش کے حلیفون سے مسلمان مزاحم ہون مکہ کے قریب خزاعہ اور بنو بکر یہ دو قومین آباد تھین - اول الذکر مسلمانون کے حلیف تھے اور ثانی الذکر قریش کے حلیف تھے - کسی وجہ سے انمین باہم تکرار ہوئی - قریش نے بنو بکر کی طرفداری کی - خزاعہ کے چند آدمی مسلمانون کے پاس دوڑے آئے - آنحضرت نے نقض عہد کے لیے ایک معقول وجہ پائی اا

فتح مکہ کا سامان

خیال تھا کہ دیکھیے کسکو آنحضرتؐ امین سمجھتے ہین اور ابو عبیدہ کے انتخاب پر آپ کو یہ خیال بھی گذرا کہ مین کیون منتخب نہوا اور اسی عظمت نے خلافت کے بعد ہی خالد بن ولید کی جگہ پر ابو عبیدہ کو مقرر کروایا جسکا تذکرہ آیندہ آئے گا۔ مورخین نے لکھا ہی کہ نجران کے نصاریٰ تھوڑے ہی دنون کے بعد مسلمان بھی ہو گئے۔

باذان حاکم یمن کی وفات

اسی سال مین باذان حاکم یمن نے وفات پائی۔ بجاے اُسکے شہر بن باذان۔ عامر بن شہر ہمدانی ابو موسیٰ اشعری۔ علی ابن امیہ اور معاذ بن جبل ارزائی پانچ شخص مقرر ہوئے اور یمن کے حصّون کا علیحدہ علیحدہ انتظام کیا گیا۔ اور پھر علی ابن ابی طالب یمن کی طرف سے سوارون کے ساتھ روانہ کیے گئے اور یہ تاکید کی گئی کہ جب تک کوئی مقابلہ کی ابتدا نہ کرے تم ہتھیار نہ اُٹھانا۔

اصحاب رسولؐ اور علیؓ یمن کی طرف جانا

بریدہ اور علیؓ

اس سفر مین بریدہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھا۔ اسنے پھر کر کچھ شکایت حضرت علیؓ کی آنحضرتؐ سے کی۔ آنحضرتؐ نے کہا علیؓ کو بُرا نہ سمجھو مین اُس سے ہون اور وہ مجھسے ہی اور وہ تمھارا ولی بھی ہی۔ بریدہ کا بیان ہی کہ اسکے بعد دنیا مین علیؓ سے زیادہ کوئی دوسرا مجکو پیارا نہ تھا۔ یمن مین قبیلہ ہمدان کے سب لوگ علیؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ آنحضرتؐ نے یہ خبر سُنکر سجدہ شکر ادا کیا۔

حجۃ الوداع

آنحضرتؐ نے حج کا احرام باندھا ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان ساتھ تھے۔ علیؓ بھی یمن سے آکر شریک ہو گئے تھے۔ تمام بیبیان آنحضرتؐ کے ساتھ تھین۔ حضرت فاطمہؓ بھی ساتھ تھین۔ بروز شنبہ ۲۵۔ ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ کو آنحضرتؐ مدینہ سے چلے۔ بے سیا ہوا کپڑا یعنے تہمت اور چادر سے احرام باندھا۔ عرفہ کے دن آنحضرتؐ نے اونٹ پر سوار ہو کر نہایت بلیغ خطبہ سُنایا۔ عام طور پر پند اور نصائح کے کلمات کہے۔ سب سے زیادہ آپسمین لڑنے جھگڑنے کی ممانعت کی۔ عورتون اور مردون کے طریقہ گذران کی نسبت بھی کچھ ارشاد فرمایا۔ احکام قرآن کے مطیع رہنے کی سخت تاکید کی۔ پھر لوگون سے پوچھا کہ قیامت کے دن اگر تم سے پوچھا جائے کہ محمدؐ تم مین کیسا تھا تو کیا جواب دو گے۔ لوگون نے کہا کہ ہم کہین گے کہ اُسنے رسالت اور امانت کا حق ادا کیا۔ ارشاد اور نصیحت کی شرط پورے طور پر بجا لایا۔ اسی حالت مین عبداللہ ابن عباس کی ماں نے دودھ کا بھرا پیالہ بھیجا اور آنحضرتؐ نے اسے پی لیا۔ آنحضرتؐ نے اُس روز فرمایا کہ مین نے اور میرے پہلے تمام پیغمبران نے جو کچھ کہا سب سے بہتر کلام "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر" ہی۔ یعنے سوائے اللہ کے دوسرا

کلمات نصیحت

نہین وہ تنہا ہو اور اپنا شریک نہین رکھتا بادشاہ اُسکا ہی اور تعریفون کا سزاوار وہی ہی - کیونکہ تمام چیزون پر اُسی کو قدرت ہی -

اُسی روز آیت " الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا " اُتری جسکا ترجمہ ہی - آج مین نے تم لوگون کے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا - اپنی نعمت تم پر پوری کی تمھارے لیے دین اسلام کو مین نے پسند کیا - اس آیت سے سمجھا گیا کہ پیغمبر خدا کے وفات کا زمانہ قریب ہی کیونکہ تکمیل دین کے بعد رسول کے رہنے کی ضرورت باقی نہین رہتی - چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند مہینون کے بعد آنحضرتؐ نے دنیا سے رحلت کی - اس حج کے بعد پھر آنحضرتؐ کا مکہ آنا نہ ہوا اسلیے اسکو حجۃ الوداع کہتے ہین اور اس خیال سے کہ یہی ایک بار فرض حج حضرتؐ کی موجودگی مین ہوا حجۃ الاسلام بھی اسکا نام رکھا گیا ہی - اس حج مین آنحضرتؐ نے اپنے سر کا بال منڈوایا تھا - بال ہوا مین پریشان ہونے نہین پایا مسلمانون نے اپنے پاس تبرکاً رکھ لیا - آج گھر گھر موے مبارک کی زیارت ہوتی ہی جنمین سے اکثرون کی نسبت لوگ فرضی ہونے کا گمان بھی کرتے ہین غالباً اسی واقعہ سے موے مبارک کو تبرکاً رکھنے کی ابتدا ہوئی ہی -

الیوم اکملت لکم دینکم

حضرتؐ نے لوگون سے کہا کہ قرآن اور اہل بیت یہ دو چیزین ہم تم لوگون کے لیے سب سے بڑی چیز چھوڑتے ہین اسکا منشا بظاہر یہ تھا کہ قرآن تمھارے لیے ایسا عمدہ قانون چھوڑتا ہون جو ضروریات زندگی مین تمھارا سب سے بڑا رفیق ہی اور قرآن کے سمجھانے کے لیے اہل بیت یعنی میرے گھر والے عموماً سب سے زیادہ قابل ہین کہ فیض صحبت نے اُنھین دوسرے اصحاب سے زیادہ تر فیضیاب بنا رکھا ہی - اسکا یہ مطلب نہین ہی کہ آیندہ چل کر ایک زمانہ اپنے کو سید (آل رسول) بنا کر اپنی پرستش کرائے تو اچھا ہی - لیکن اس کہنے کا یہ منشا بھی نہین ہی کہ اگر کسی کو آل رسول سمجھ کر اُس محبت کے جوش مین جو رسول کے ساتھ ہر شخص کو ہونا چاہیے کوئی سلوک کیا جائے تو یہ عمل بیکار جائیگا -

قرآن اہل بیت

اسی موقع پر آنحضرتؐ نے یہ بھی کہا تھا کہ " من کنت مولاہ فعلی مولاہ " جسکا مین مولا ہون علی بھی اُسکا مولا ہی - زمانہ وفات قریب تھا اسلیے مسلمانون کی آیندہ رہنمائی کے لیے یہ سب باتین اس طرح کہی گئین جس طرح عموماً مرنے والے وصیت کے طور پر وقتاً فوقتاً اپنے خیالات ظاہر کیا کرتے ہین -

تھے کہ جاہل عیش ہی جاتے تھے۔ اسلام میں کرامتیں کچھ قابل لحاظ ہوتیں تو آنحضرتؐ کے زمانہ میں جو پیغمبر پیدا ہوئے تھے وہ کذّاب نہ کہلاتے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس زمانہ میں بہتیرے مکّار مسلمانوں کی صورتوں میں مسیلمہ کذّاب اور اسود سے بھی بدتر ہیں۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا اب اصل حال سنیے کہ مسیلمہ نے حکمت عملی سے اس عورت کے ساتھ عقد کر لیا اس عقد نے مسیلمہ کو اور بھی قوت پہنچائی۔ مسیلمہ کے مرنے پر سجاح ایک گمنام حالت میں رہی اور پھر معاویہ کے عہد میں مسلمان ہو گئی۔

اسود

اسود ایک شعبدہ باز اور کاہن تھا۔ کاہن کو نجومی۔ رمّال یا سحر کے عمل جاننے والے کے قریب قریب سمجھو۔ اس نے بھی اپنے کو پیغمبر ظاہر کیا اور باذان کے مرنے پر صنعا یمن کی دار الخلافہ پر قابض ہو گیا۔ مسلمان جو یمن کے مختلف حصوں پر آنحضرتؐ کے حکم سے مامور تھے انھوں نے آنحضرتؐ کو مطلع کیا۔ آنحضرتؐ نے لکھا کہ تم سب اتفاق کر کے اسود کا مقابلہ کرو۔ اب یہاں سے مورخین میں اختلاف ہو گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا کے وقت میں اسود کو مسلمانوں نے کسی حکمت سے سوتے ہوئے قتل کیا اور بعض کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کے عہد خلافت میں وہ اُن فوجوں کی مدد سے قتل کیا گیا جو عکرمہ بن ابی جہل کی ماتحتی میں مسلمانان یمن کی کمک کے لیے بھیجی گئی تھی۔

طلیحہ

قبیلہ بنی اسد سے طلیحہ نے خروج کیا۔ اس بات کے خروج کی خبر آنحضرتؐ کے جیتے جی مدینہ میں نہیں پہنچی تھی۔ ابوبکر صدیق کے زمانہ میں سیف اللہ خالد ابن ولید اس کی سرکوبی کو مامور ہوئے۔ اس کے ساتھی خالد کے حملہ کی تاب نہ لا سکے وہ سب بھاگ گئے۔ طلیحہ بھی بھاگ کر شام چلا گیا۔ طلیحہ کے سبب سے جو قبائل مرتد ہو گئے تھے وہ پھر مسلمان ہو گئے اور طلیحہ بھی آ کے مسلمان ہوا اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہاوند میں شہید ہوا۔

۲۶ صفر سنہ ۱۱ھ کو آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو جنگ روم کی طیاری کا حکم دیا اور دوسرے دن اسامہ ابن زید بن حارثہ سے کہا کہ "تو ان لوگوں میں اپنے باپ کے مقتل پر جا اور اتنی عجلت کر کہ وہاں کے لوگ تیرے پہنچنے کے پہلے تیری آمد کی خبر نہ پائیں اللہ چاہے گا تو تجھے فتح نصیب ہوگی۔" ۲۹ کو آنحضرتؐ پر بیماری کے آثار پھر ظاہر ہوئے اور یہی مرض الموت تھا۔ حالت مرض میں آپ نے اسامہ کا جھنڈا اپنے ہاتھ سے درست کر کے فوج کو روانہ کیا۔ اور تمام اکابر اصحاب ابوبکر صدیق عمر فاروق

عثمان بن عفان النبیؐ تھیا - سعد بن ابی وقاص - ابو عبیدہ بن جراح - سعید بن زید - قتادہ بن نعمان
وغیرہ کو اسامہ کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ اسامہ کا باپ زید بن حارثہ غلام تھا۔ غلام کا سردار فوج
ہونا لوگون کو برا معلوم ہوا۔ آنحضرتؐ کو اسکی خبر پہنچی۔ آپ نے سب کو بلا کر سمجھایا کہ زید بن حارثہ برابر
فوج کا سپہ سالار ہوتا تھا۔ پھر لوگ کی معترض نہ ہوا اسامہ اُسی کا بیٹا ہوا ہمین کیا ہرج ہی۔ اور علاوہ
بریں زید سب سے پہلے مسلمان ہوا تھا اسلام کے پہلے سے آنحضرتؐ کا رفیق بھی تھا مسلمانون مین
اسکا درجہ بہت بلند تھا۔ جب لوگ یہ سمجھے تو اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور اسامہ کے ساتھ چلنے کو
شہر سے نکل کر باہر لشکر مین جمع ہونے لگے۔

مرض الموت

اتوار کو آپ کی طبیعت بہت بیزار ہوئی لوگ لشکر سے ملنے آئے۔ اسامہ بھی رخصت ہونے
آیا لشکر مین پہنچ کر دوسرے دن وہ کوچ کی طیاری کر رہا تھا۔ کوچ کے ذرا پہلے آنحضرتؐ سے کبھی
مل گیا تھا کہ دفعۃً روانگی لشکر کے وقت فوج مین خبر پہنچی کہ حضرتؐ کی حالت بہت خراب ہو گئی
رُک گئی اور پھر رُکی ہی رہا۔ ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عہد خلافت مین اسامہ کو پھر روانہ کیا اسکا ذکر
آگے آئے گا۔

امامت مسجد

بیماری کی اخیر حالت مین تین روز تک آنحضرتؐ صاحب فراش تھے اور امامت مسجد کی ابوبکر
کے تعلق رہی۔ بیان کیا جاتا ہی کہ ابوبکر صدیق نے محض تعمیل حکم سے امامت قبول کی ورنہ آنکو پیغمبر
خدا کی جگہ پر کھڑا ہونا بہت ہی گران گزرا تھا اور حضرت عائشہؓ نے بھی کوشش کی تھی کہ نماز پڑھانے
کے لیے کوئی اور مامور ہو وہ سمجھتی تھین کہ ابوبکر کی رقت قلب اس کام مین حارج ہوگی۔ لیکن آنحضرتؐ
نے دوسرے کا امام ہونا پسند نہین کیا۔ مسجد کی امامت سے لوگ قیاس کرتے ہین کہ آنحضرتؐ نے
اپنے بعد ابوبکر صدیق کا خلیفہ ہونا مناسب سمجھا تھا۔ لیکن یہ کوئی قوی قیاس نہین ہی۔

دوات قلم

اخیر وقت مین آنحضرتؐ نے اصحاب سے ایک مرتبہ کہا کہ دوات قلم لاؤ مین تمہارے لیے
کچھ لکھ دون تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ بعضون نے دوات قلم دینا چاہا۔ بعض نے کہا کہ پیغمبر کی محض
تھا۔ دوات قلم دینا اسکے ایسا ہونے کو زائل کر دے گا۔ بعضون کا خیال یہی ہوا کہ اسوقت دماغ
تو یہ نگن ایسا ہی ہوگا جیسا کہ بیماری کی شدت مین مریض نہ معلوم کیا کچھ کہہ اٹھتا ہی۔ لوگون نے پوچھا بھی تاکہ
مرضی منشا معلوم ہو لیکن آپ نے پھر کچھ نہ کہا۔ مرنا تو آنکہ مین جس حالت مین وہ تھے

خطاب سے اچھی ہے۔ عمر فاروقؓ نے لوگوں سے کہا "رہنے بھی دو بیمار کو تنگ نہ کرو" حسبنا کتاب اللہ
اللہ کی کتاب ہمکو کافی ہے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں کی بحث سنکر آنحضرتؐ نے کہا کہ پیغمبر
کے سامنے اتنی گفتگو بیجا ہے۔ میرے سامنے سے اٹھ جاؤ۔ اس تمام حکایت کا خلاصہ یہ ہوا کہ آنحضرتؐ
نے مرنے سے پہلے جو بات قلمبند کرانی چاہی تھی وہ عام بیماروں کا سا ہذیان بکنا سمجھا جاتا تو بہت مختصر تھا
لیکن جب حضرتؐ کے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو کچھ لوگ علیؓ ابن ابی طالب کا خلیفہ ہونا چاہتے
تھے جس کا اظہار عثمان بن عفان کے خلیفہ ہونے تک نہیں ہوا تھا اور جب علیؓ ابن ابی طالب
کی خلافت کے لیے مرجح دلائل کی ضرورت ہوئی تو یہ بھی سمجھا گیا کہ کاغذ مانگنا اس غرض سے تھا کہ
علیؓ ابن ابی طالب کی خلافت کے لیے وصیت نامہ لکھا جاتا اور عمر بن خطاب مانع ہوئے۔ آخر
زمانہ میں حضرت علیؓ کی شان میں جو اقوال آنحضرتؐ کے تھے انکو اس خیال سے ملا کر سوچا جائے
تو ایک بات پیدا ہو سکتی ہے۔ اسکے خلاف بحث پیش کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ کا
امامت مسجد کے لیے منتخب کیا جانا اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ یہی جانشین رسول تھے۔
لیکن سچی بات یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی حیات میں کسی کو صاف صاف جانشین قرار نہیں دیا۔ جانشین قرار
نہ دینے میں مصلحت کیا تھی اسے سمجھنا آسان نہیں ہے۔ آنحضرتؐ کے بعد ابوبکر مسلمانوں کے انتخاب
سے امیر المومنین ہوئے اور عمر فاروق انکی وصیت اور عام مسلمانوں کی خواہش سے امیر ہوئے
انکے وقت میں اسلام نے خوب ترقی کی اور کسی قسم کا فساد مسلمانوں میں برپا نہیں ہوا اور نہ کبھی بحث
پیش ہوئی کہ رسولؐ کے بعد رسولؐ کی خواہش کے مطابق کسکو خلافت ملنا چاہیے تھی۔ ہاں عثمان
بن عفان کے آخر وقت یا انکے بعد مسلمانوں میں فساد کی بنیاد قائم ہوئی اور پھر اسوقت بجائے
مذہبی خیال کے یہ ایک جماعت کا خیال ہوا کہ حضرت عثمان بن عفان خلافت کے لائق نہ تھے
اور پھر کچھ دنوں کے بعد یہ بھی سوچا گیا کہ آنحضرتؐ کے بعد ہی حضرت علیؓ کو خلافت ملتی تو کیسا تھا
اور پھر اسوقت تمام اگلی پچھلی باتوں کو اکٹھا کرکے مطالب نکالے گئے اور اسلام میں جتنا ہی ضعف
آتا گیا اس بحث کو بھی رونق ہوتی گئی۔ اب حضرت علیؓ کو خلیفہ بلا فصل کہنے والے اہل تشیع
کہلاتے ہیں۔ اور انکو خلیفہ چہارم سمجھنے والے اہل سنت و جماعت بولے جاتے ہیں۔ ایک فرقہ
اہل خوارج کا بھی ہے جو حضرت علیؓ کو سب سے برا سمجھتا ہے لیکن اسکا وجود بہت کم پایا جاتا ہے۔

دستور ہی کہ مردہ سلاطین کے دفن کرنے کے پہلے ہی جانشینی کی بحث طے کرلی جاتی ہی۔ ولیعہد گدی پہ بیٹھ لیتا ہی جب کہین بادشاہ کی نعش دفن کیجاتی ہی۔ افسوس کہ خاندان نبوت بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہ سکا۔ ابھی حضرتؐ دفن نہین ہوئے تھے کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین خلافت پر بحث شروع ہوگئی۔ عمرؓ اور ابوبکرؓ کو خبر لگی کہ وہان لوگ انصار مین سے کسی کو رسولؐ کا جانشین کیا چاہتے ہین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ میرا جانشین قریش سے ہوگا۔ اور علاوہ برین جب اسلام کو مکہ والون نے اس مشکل سے پھیلایا تھا اُسکا انصار کے ہاتھ مین جاکر کمزور ہونا کیونکر پسند کیا جاتا۔ سب پر روشن تھا کہ عرب کے دبانے کے لیے اگر کوئی بادشاہ ہوسکتا ہی تو اُسکو قریش سے ہونا چاہیے۔ مدینہ والے عوام کی نظرون مین یہ قدرت نہین رکھتے تھے کہ انمین عرب کی سلطنت کا بار اُٹھانے کی قابلیت ہوتی۔ علاوہ جو آنحضرتؐ پر ابتدا مین ایمان لاے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اسلام پھیلانے مین ہم پیغمبرؐ کے شریک ہین اور یہ سمجھنا اُنکا کسی شے دنیاوی کے لحاظ سے نہ تھا بلکہ اُنکو اُنس اسلام سے ایسا ہی تھا کہ اسلام کا بگڑنا وہ اپنے گھر لٹنے سے بدرجہا بُرا جانتے تھے۔ عمر فاروقؓ کی بیچینی کچھ تو رسولؐ خدا کی مفارقت پر تھی اور کچھ اس لحاظ سے بھی تھی کہ دیکھیے اب اسلام کی باگ کس کے ہاتھ مین رہتی ہی اور اسکی حالت مین کیا انقلاب واقع ہوتا ہی۔ یہ بار کون اٹھاتا ہی یا کسی سے اٹھتا بھی ہی یا نہین۔

دفن کے پہلے نزاع خلافت

اگر خلافت بنی ہاشم مین توریث جاری ہوتی تو علیؑ ابن ابی طالب جانشینی کے مستحق تھے۔ اگر یہ مسلمانون مین سے کسی کا انتخاب کیا جانا منظور ہوتا تو اسمین شک نہین کہ یہ انتخاب ان لوگون مین سے ہونا چاہیے تھا جو جنگ بدر کے پہلے زمرہ مہاجرین مین شامل ہوچکے تھے یعنے جنگ بدر کے پہلے مسلمان ہوکر مکہ کی سکونت ترک کرچکے تھے۔ گو اس وقت بالاتفاق حضرت علیؓ کو خلیفہ ہونا پسند نہین کیا گیا لیکن یہ ضرور لحاظ رکھا گیا کہ ابتدائی مہاجرون سے انتخاب کا ہونا اولی ہی۔ چنانچہ اسی طور پر چار خلیفہ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور علیؓ کی جانشینی بے دغدغہ تسلیم کی گئی۔

حق خلافت

اب یہ کہ انکی جانشینی کی ترتیب کس لحاظ سے رکھی گئی اسکا تذکرہ آیندہ اپنے موقع پر کیے جاینگے

# باب سیوم

## خلفائے اربعہ

## فصل اوّل

### خلافت ابوبکرؓ

خلافت ابوبکر سنہ ۱۱ ہجری ۶۳۲ء

غرضکہ ابوبکرؓ عمرؓ اور ابوعبیدہؓ جب سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بعض انصار نے سعد بن عبادہ کو خلیفہ رسولؐ قرار دیا ہے یا دینا چاہتے ہیں۔ بعض انصار کی حجت یہ تھی کہ مدینہ کے رہنے والے ہم لوگ ہیں پیغمبرؐ کی بات اور تھی اب آنکے بعد دوسری جگہ کا رہنے والا ہم لوگوں پر حکمران نہیں ہو سکتا۔ مہاجرین کی یہ گفتگو تھی کہ خاص قبیلہ کی حکومت زیر بحث نہیں ہے تمام عرب کی سلطنت کا انتظام پیش ہے سوائے قریش کے کوئی دوسرا فرمانروا ہوا تو سارے ملک میں بدامنی پھیل جاوے گی کیونکہ اُسکا دباؤ نہ مانیں گے۔ اور بعض انصار بھی اس خصوص میں مہاجرین کے ہمزبان تھے۔ بعض انصار نے کہا اچھا دو بادشاہ منتخب ہوں ایک مہاجرین سے ہو اور دوسرا انصار میں سے۔" مہاجرین نے اس شرکت کو بھی پسند نہ کیا۔ مہاجرین میں سے سنجیدہ گفتگو کرنے والے ابوبکرؓ تھے اور سختی سے بات کرنے والے عمر فاروقؓ تھے۔ ابوبکر صدیق کی شیریں کلامی نہ ہوتی تو شاید مقابلہ کی نوبت پہنچ جاتی۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عمرؓ کی درشت کلامی سے انصار مسمرائز نہ ہوتے تو پھر کچھ کام بھی نہ چلتا۔ کسی طرح انصار گفتگو میں دبے تو مہاجرین نے وقت کو غنیمت سمجھا جو لوگ موجود تھے انہیں سرسری طور پر اتفاق کیا گیا۔ عمرؓ نے ابوعبیدہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی کیونکہ پیغمبرؐ نے انکو ایک مرتبہ امین ہذہ الامۃ کہا تھا۔ ابوعبیدہ نے ابوبکرؓ کے لیے رائے دی۔ ابوبکرؓ نے ہاتھ بڑھایا کہ عمر یا ابوعبیدہ میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ عمرؓ نے کہا یہ نہ ہوگا آپ کے ہوتے ہوئے دوسرا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اُس وقت علیؓ ابن ابی طالب موجود ہوتے تو کیا ہوتا اس سوال کا جواب دینا مشکل ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ تمام اصحاب اور اہلبیت کو اکٹھا کرکے امر خلافت کا طے کرنا اُس وقت مناسب نہ جانا۔ جلدی میں جو کچھ ہوا اچھا ہوا۔ ابوبکرؓ اوّل سے انکے نزدیک بہت معزز تھے عمرؓ کہا کرتے تھے بزرگ تھے سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے انکا درجہ بڑا تھا۔

علیؓ کی طرف اگر لوگ جیسا سمجھتے تھے تو انکی طرف اب سے۔ اگر انتخاب کے وقت علی اور ابوبکر دونوں خلافت کے دعویدار ہو جاتے تو یہ کہنا مشکل ہے کہ کثرت رائے کدھر ہوتی۔ غرضکہ سرسری طور پر ابوبکرؓ منتخب ہوئے لوگوں نے انکے ہاتھ پر بیعتیں کیں اور پھر اسکے بعد پیغمبرؐ کا جنازہ دفن کیا گیا۔ (نوٹ) اسکے بعد خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہو گئیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکی تیمارداری کرتے رہے اور انکی وفات کے بعد آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر بیعت کی۔

علی کا ملال

حضرت علی کو اپنے خلیفہ نہ ہونے پر ضرور کچھ خیال ہوا۔ ابوبکر کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت بھی مہینوں کے بعد سوچ سمجھ کر کی۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ابوبکر کی قابلیت خلافت میں کچھ اعتراض کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے کہا کہ ابوبکر کا خلاف کوئی کارروائی آپ کرنا چاہیں تو میں فوج سے آپکی مدد کر سکتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے اسکا جواب اس طور سے دیا کہ ابوسفیان اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔

شخصی سلطنت

آنحضرتؐ کے بعد سلطنت شخصی تھی لیکن تقرر خلیفہ کا کچھ دنوں تک کثرت رائے سے ہوتا رہا گو کثرت رائے حاصل کرنے کے طریقے مختلف حالتوں میں مختلف رہے لیکن بہت عرصہ تک حالات سلطنت میں توریث جاری نہیں ہوئی بلکہ جیسا ہی شخصی سلطنت کا بھی یہ رنگ تھا کہ حقیقت نام کو شخصی سلطنت کہی جاتی تھی ورنہ خلفا کوئی کام بلا مشورہ کے نہیں کرتے تھے۔ سلطنت کرنا بھی ان لوگوں کے نزدیک ایک قسم کی عبادت تھی۔ خلیفہ چہارم علی ابن ابی طالب تک یہی اعتدال قائم رہا۔ اور انکے وقت تک مسلمانوں کا بادشاہ دینی اور دنیاوی امور میں مسلمانوں کا پیشوا سمجھا جاتا تھا۔ پھر اسکے بعد سلاطین عجم کا رنگ پیدا ہونے لگا اور دینی کی وراثت کا منصب گھٹنے لگا۔

اصحاب سعدا

گو پیغمبر کے کچھ اصحاب تو ایسے تھے کہ وہ خلافت کے ڈر سے گھبرا کر یا اپنے کو دوسروں سے لیاقت میں کم سمجھ کر ادھر توجہ ہی نہیں کرتے تھے اور کچھ ایسے تھے کہ خلافت کے خواہشمند رہتے تھے۔ لیکن دنیاوی طمع سے نہیں بلکہ محض اس خیال سے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر وہ خلیفہ ہونگے تو امور سلطنت وہ سب اچھی طرح سے انجام دینگے۔ اہل سنت وجماعت کا یہ خیال ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد چاروں خلفا اسی طور کے ہوئے انکو حکمرانی کی طرف ضرور توجہ تھی لیکن طمع یا حکومت کے لحاظ سے نہیں بلکہ صرف اس وجہ سے کہ جس اسلام کی بنیاد ان لوگوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ ہو کر قائم کی تھی یا جس اسلامی عمارت کے قائم کرنے کے لیے گھر بار عزیز و اقارب چھوڑ کر ان لوگوں نے آنحضرتؐ کا

دشمنوں کی نظروں میں اپنے کو کمزور دکھایا جاتا۔ گو ابوبکر کا انتخاب سرسری تھا لیکن اسمیں شک نہیں کہ ابوبکر کو کثرت رائے سے لئے اس انتخاب کو پسند کیا۔

خلیفہ ہونے کے دوسرے دن ابوبکر صدیق بازار کی طرف چلے۔ یہ لوگ زراعت پیشہ نہ تھے نہیں سمجھا۔ تجارت پیشہ تھے۔ بازار نہ جاتے تو گھر کا خرچ کس طرح چلتا۔ عمر اور ابو عبیدہ نے بازار جانے سے آپ کو منع کیا اور کہا کہ بازار کی آمد و رفت امور سلطنت میں مخل اندازی ہوگا اور پھر ایک خفیف رقم بیت المال سے ان کی گزراوقات کے لیے مقرر کردی گئی۔

ابوبکر کا پولیٹیکل انتظام

حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں منصب قضا کا عمر ابن خطاب کو دیا گیا۔ عثمان ابن عفان زید ابن ثابت اور عبد اللہ ابن ارقم صاحب قلمدان یعنے وزیر سلطنت مقرر ہوئے اگر یہ لوگ وزیر تھے تو پولیٹیکل امور کے لحاظ سے عمر ابن خطاب وزیر اعظم تھے اور قاضی القضات بھی تھے ابوبکر کے زمانہ میں اتاب ابن اسید۔ عثمان ابن ابی العاص۔ مہاجر ابن ابی امیہ۔ زیاد ابن لبید۔ یعلی ابن امیہ۔ معاذ ابن جبل۔ علا ابن الحضرمی۔ بالترتیب مکہ۔ طائف۔ صنعا۔ حضر موت خولان۔ جند۔ بحرین کے عامل یا گورنر تھے۔ حضرت ابوبکر کی انگوٹھی پر "نعم القادر اللہ یا عبد ذلیل لرب جلیل" کندہ تھا۔ ابوبکر اپنے زمانہ خلافت میں بالکل کثرت رائے کے مطیع تھے اور عمر ابن خطاب گویا اُس کونسل کے پریسیڈنٹ تھے جس سے ابوبکر صدیق مشورہ کیا کرتے تھے مشہور ہے کہ صرف ایک ہی مرتبہ ابوبکر نے اپنی رائے سے کام لیا اور صرف ایک ہی مرتبہ خالد کے معاملہ میں عمر ابن خطاب کی رائے سے اختلاف کیا۔ یہ دونوں واقعات آئندہ مفصل بیان کیے جاتے ہیں۔

ابوبکر کا استقلال

پہلے اس واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو تاریخ اسلام میں آنحضرتؐ کے بعد سب سے اہم واقعہ ہے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ اُسامہ کا لشکر آنحضرتؐ کے حکم سے مدینہ کے باہر پڑا تھا۔ آنحضرتؐ کی موت نے اُسے روک رکھا ورنہ وہ کب کا کوچ کرچکا ہوتا۔ آنحضرتؐ کے مرنے کے بعد ابوبکر صدیق نے اُسامہ کو روانگی کا حکم دیا۔ لوگوں نے اسکے خلاف رائیں دیں لیکن آپ نے کہا کہ جس علم کو پیغمبر خدا نے خود درست کیا میں اُسے میدان جنگ میں جانے سے روک نہیں سکتا۔ اسی اثنا میں خبر آئی کہ زکوۃ دینے سے کہ یہی اس زمانہ میں ملکی خراج تھا نواح مدینہ کے مسلمان انکار کرتے

ملین - عرب کے مختلف قبیلون کے مرتد ہونے کی بھی خبرین آئین - جب سے پیغمبر ہوا آنحضرتؐ کے
وقت ہی مین پیدا ہو گئے تھے اُنکا بھی خوف لگا تھا - یہ سب کچھ تھا لیکن ابوبکرؓ کے استقلال مین
فرق نہ تھا - اسامہ کے ساتھ بڑے بڑے اکابر دمشق کی طرف روانہ کیے گئے - لوگون کے کہنے
سے صرف ایک عمرؓ روک لیے گئے تھے - مدینہ خالی دیکھ کر مدینہ پر گرد و نواح [illegible]
حملہ کیا - جو لوگ اسامہ کے ساتھ [illegible] گئے تھے [illegible]
[illegible] مسلمان کا یہ استقلال دیکھ کر باغی بھاگ گئے [illegible]
[illegible] آکر باغیون کا شکست [illegible]
سبب ہوا - ابوبکرؓ نے اسکے بعد [illegible]
سردارون کو روانہ کیا کہ [illegible] مرتد [illegible] مسلمان [illegible] زکوٰۃ دینا
منظور کرلے تو اس سے مقابلہ [illegible] اسلام [illegible]
انکار کرے اس سے جنگ [illegible]
عمرؓ جیسے جابر شخص کو بھی [illegible] تلوار [illegible]
[illegible] استقلال [illegible] عمرؓ [illegible]
[illegible] ابوبکرؓ کا [illegible] اور [illegible] خلافت [illegible]
غیر معمولی مستقل مزاجی سے کام لیا - یہ دونون اعمال اُنکے میری تمام زندگی کے اعمال سے اچھے ہین

*مالک ابن نویرہ*

جو لوگ مرتدون کی سرکوبی کو تعینات ہوئے تھے اُنمین خالد بن ولید بھی تھے - مالک ابن نویرہ
مسلمان تھا - خالد نے اُسکو قتل کیا - ابو قتادہ انصاری نے ابوبکرؓ کے پاس آکر کہا کہ مالک کے قبیلہ
کے لوگ ناحق قتل کیے گئے اُنکی مسلمانی پر قایم رہنے اور نماز پڑھنے پر مین نے خود شہادت دی
لیکن خالد نے اُن اعراب کے قول کو مرجح سمجھا جو مال غنیمت کی طمع مین مسلمانون کے خون
کی پروا نہ کرتے تھے - بعض یہ بھی کہتے ہین کہ مالک ابن نویرہ کی بی بی [illegible] حسین تھی اُسکے
حسن نے خالد کو اندھا کر دیا تھا - عمرؓ کو خالد کی گردن مارنے پر اصرار تھا لیکن ابوبکر صدیقؓ اُنکے
سیف اللہ ہونے کو بھولتے نہ تھے - خالد بلوائے گئے - حضرت عمرؓ نے عیب لگایا - وہ مدینہ مین آگئے
اور تخلیہ مین اپنی صفائی ابوبکرؓ سے کر لی - حضرت ابوبکرؓ نے اس معاملہ کو غلطی اجتہاد پر محمول کیا کہ

سے بھی خالد کی محبت بھی تھی اور مقتول کے وارثون کو بیت المال سے دیت دلوادی۔

طلیحہ اور مسیلمہ کذاب کا ابوبکر کے زمانہ مین مغلوب ہونا اوپر لکھا گیا ہی۔ دوبارہ اعادہ کی ضرورت نہین ان دونون فتوحات مین خالد بن ولید سردار فوج تھے۔ مالک بن نویرہ کا معاملہ طلیحہ پر فتح پانے کے بعد اور مسیلمہ کذاب کے مقابلہ مین روانہ ہونے کے پہلے وقوع مین آیا تھا۔ آنحضرت نے خالد بن ولید کی بہت تعریف کی تھی لیکن اسمین شبہہ نہین کہ خالد کا بے دھڑک قتل پر ہاتھ اٹھانا کبھی کبھی آنحضرت کو بھی کبیدہ خاطر کر دیتا تھا۔ خالد کی نمایان فتوحات نے گو ابوبکر کو شیدا بنا رکھا تھا لیکن عمر بن خطاب کبھی خالد سے خوش نہ رہے۔ عمر بن خطاب نامناسب قتل کے جتنے حامی تھے اُتنے ہی نامناسب خونریزیون کے مخالف تھے۔ آپ کے مزاج مین عجیب اعتدال اور انصاف تھا۔ خالد کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب اپنے عہد خلافت مین کس طرح پیش آئے اسکا ذکر آیندہ کیا جائیگا۔

ارتداد اہل بحرین علاء بن الحضرمی

اوپر لکھا گیا ہی کہ پیغمبر خدا کے زمانہ مین اہل بحرین مسلمان ہو چکے تھے۔ علاء بن الحضرمی دعوت اسلام کے لیے وہان بھیجا گیا۔ اور پھر ہی دوبارہ عامل صدقہ ہو کر بھیجا گیا۔ اسی اثناء مین آنحضرت نے وفات پائی اور وہان کے لوگ دین سے مرتد ہو گئے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اسلام پر قایم تھے۔ بنو بکر عموماً مرتد تھے اور عبد القیس اکثر اسلام پر قایم تھے اس اختلاف کی وجہ سے بنو بکر اور عبد القیس مین لڑائی شروع ہوئی۔ بنو بکر نے کسریٰ شاہ فارس سے مدد چاہی اور عبد القیس نے مسلمانان مدینہ سے اعانت طلب کی۔ ابوبکر نے کچھ فوج مدینہ سے روانہ کی اور حکم دیا کہ راہ مین جتنے مسلمان قبیلے ملتے جائین اُنسے مجاہدین لیے جائین مسلمانون نے قریب پہنچکر دشمنون پر شبخون مارا اور فتح پائی۔ دشمن بھاگے اور مسلمانون کے لیے مال غنیمت چھوڑ گئے مدینہ سے مدد آنے کے وقت عبد القیس قلعہ بند تھا اور علاء بن الحضرمی بھی اُنکے ساتھ تھا۔ اپنے دینی بھائیون کی فتح پانے کے بعد یہ لوگ قلعہ سے نکلے۔ پھر اسکے بعد مسلمانون نے گرد و نواح کے مفرورون کی خبر لینی شروع کی بہت سے بنو بکر مارے گئے۔ لشکر فارس کے لوگ بھی اکثر مارے گئے اور جو بچے وہ کسریٰ کے پاس ہزیمت کی خبر پہنچانے گئے لیکن منذر بن نعمان جو لشکر عجم کا سردار تھا صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔

ارتداد اہل عمان اور اہل یمن

اسی اثنا میں عمان مہرہ اور یمن کے لوگ بھی مرتد ہو گئے تھے۔ انکی سرکوبی کو حذیفہ بن محصن اور عرفجہ بارقی روانہ کیے گئے۔ عکرمہ بن ابوجہل جو جنگ مسیلمہ کذاب سے فارغ ہوکر ابھی یمامہ ہی میں تھا بالا بالا یمن میں پہنچا اور کفار کے مغلوب کرنے میں شریک ہوا۔ یمن میں بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا اور کفار جو مقتول ہوئے انکی تعداد بھی مورخون نے بہت زیادہ بیان کی ہے۔

ارتداد کندہ و حضرموت

کندہ اور حضرموت کے قبیلے جو مرتد ہو گئے تھے انکی گوشمالی کو زیاد لعذات ہوئے۔ اور پیچھے سے عکرمہ بھی آکر شریک ہو گئے تھے۔ مسلمانون کو یہان بھی فتح نصیب ہوئی اور کفار کو ہزیمت ہوئی۔

علی کی بیعت

صحیح قول یہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کی وفات کے بعد حضرت علی ابن ابی طالب نے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس تعویق کی وجہ کچھ ہی ہو لیکن بیعت کے قبل کوئی بیجا بات حضرت علی سے سرزد نہین ہوئی اور بعد بیعت کے تو گویا انھون نے بیعت اپنے اوپر لازم ہی کر لی۔

تدوین قرآن

اسوقت تک قران کی تدوین نہین ہوئی تھی۔ لوگ عموماً حافظ قرآن تھے۔ جو لکھے پڑھے لوگ تھے انکے پاس متفرق آیتین لکھی ہوئی بھی تھین۔ لیکن کیونکر؟ پتھرون کے ٹکڑون پر ہتی کے پتون پر۔ کاڑیون۔ چمڑون اور تختیون پر آیتون کو لکھ رکھا تھا۔ یمامہ کی لڑائی میں بہت سے قاری (حافظ قرآن) شہید ہوئے۔ عمر بن خطاب کو انکے مرنے پر تدوین قرآن کی طرف توجہ ہوئی پہلے تو لوگ اس بدعت سے رکے لیکن پھر عمر بن خطاب کے اصرار پر ادھر متوجہ ہو گئے۔ قرآن کی تدوین تو عمر بن خطاب کے حکم سے ابوبکر صدیق کے زمانہ میں ہوئی لیکن سورتون کی ترتیب جس طرح پر اب قایم ہے عثمان بن عفان کے عہد میں پسند کی گئی اور اسلیے موجودہ قرآن کو بعض لوگ طنزاً عثمان بن عفان کا جمع کیا ہوا قرآن کہتے ہین اور طنز کرنے والے وہ لوگ ہین جو کہتے ہین کہ حضرت علی نے قرآن کی ترتیب دوسرے طور پر کی تھی لیکن اسکا رواج نہین ہوا اسکا یہ مطلب نہین ہے کہ مسلمانون کا کوئی فرقہ نفس قرآن کی صحت میں شک کرتا ہے۔ اسکی صحت مین کسی کو کلام نہین ہے۔ اگر یہ لوگ اسلام کی ضمنی تقسیمون کو ناپسند کرتے ہین انکی تو یہ حجت بھی ہے کہ جب قرآن سب فرقون کا ایک ہی ہے تو یہ ضمنی تقسیمین کیسی؟ جزئیات مین اگر اختلاف آتا ہے

تو اس سے فرقون کے الگ الگ ہو جانے کی ضرورت نہین پیدا ہوئی۔

ابوبکرؓ کی خلافت کے دوسرے سال کے ساتھ ہجرت کا بارہوان سنہ شروع ہوتا ہی آنحضرتؐ کے وقت مین فارس اور شام کی سرحد تک اسلام پھیل چکا تھا۔ آپ کی وفات سے جو ضعف اسلام مین آ چلا تھا ابوبکر کی خلافت کا پہلا سال اسی اصلاح مین گزرا۔ اور دوسرے سال کے شروع ہونے پر پھر وہ خیالات تازہ ہوئے جو آنحضرتؐ کے فرمانے سے پیدا ہوئے تھے کہ بہت قریب ہی وہ زمانہ کہ فارس۔ شام اور مصر مین اسلام کی روشنی پھیلے گی۔ ان ممالک کی فتح کے اسباب جس طرح پیدا ہوئے انکا ذکر آگے آئیگا اسوقت ایران شام اور مصر کے نقشے کھینچ کر موقع کی صورت دکھائی جاتی ہی جو لوگ نقشہ سمجھنے کے عادی نہین ہین وہ پرانی دنیا اور عرب کے نقشے جو ۲ و ۳ صفحون مین ہین انکو دیکھ کر اپنی یادداشتون کو تازہ کر لین۔ کہ ان نقشون کے سمجھنے مین آسانی ہو۔

*ایران کی قدیم حالت*

ایران کی سلطنت بہت قدیم تھی۔ ہندوستان مصر ایران ان تین ملکون کی نسبت کہنا مشکل ہی کہ انمین سے پہلے کس نے ترقی کی۔ تاریخون سے معلوم ہوتا ہی کہ غیر ملک نے ایران پر پہلے کبھی سلطنت نہین کی تھی۔ سکندر اعظم کے وقت مین یونانیون نے ایران پر غلبہ پایا تھا لیکن وہ شخص ایک شعلے کی صورت تھی۔ یونانیون کو ایران پر حکومت کرنا کبھی نصیب نہین ہوئی۔ اسکے بعد رومیون کی ترقی کا زمانہ آیا لیکن یہ لوگ بھی ایران پر غلبہ حاصل نہ کر سکے۔ ترکون سے ایرانیون کا ہمیشہ مقابلہ رہا اور رومیون سے ہمیشہ [illegible] آخر [illegible] ہوئی اور افغانستان ایران کا باج گزار صوبہ ہمیشہ رہا۔ غرضکہ ایران کی سلطنت بہت قدیم اور بڑی زبردست تھی۔ لوگ اسکے نام سے ڈرتے تھے کبھی خیال مین بھی نہین آتا تھا کہ عرب جیسے ایران پر حکومت کر سکتے ہین

*حدود اربعہ*

ایران کے حدود اربعہ۔ اُتر ترکستان اور کیسپین سی (بحیرہ خزر) دکھن خلیج فارس خلیج عمان بحر عرب۔ پورب۔ افغانستان۔ بلوچستان پچھم عراق۔ عرب۔ لیکن جسوقت مسلمانون نے حملہ کیا۔ عراق۔ عرب بھی ایرانیون کے قبضہ مین تھا بلکہ پایۂ تخت بغداد کے قریب مدائن مین تھا۔ اب تو ایران کے حدود اراضی کو ترکی اور روسی سلطنتون نے بہت کم کر دیا

ہین - لیکن مسلمانون کے حملے کے وقت - عراق عرب - عراق عجم - فارس - خراسان - مازندران کرمان - یہ سب ممالک ایرانیون کے قبضہ مین تھے - ایرانیون کو عرب کے لوگ اپنی اصطلاح مین عجمی کہتے تھے اور اُنکے ملک کو ملک عجم بولتے تھے اور کہین کہین مورخون نے ایران کو فارس اور ایرانیون کو اہل فارس بھی لکھا ہی -

وہ ٹکڑہ زمین کا جسکے اوتر بحر اسود - دکن عرب پورب ایران پچھم یوروپ اور بحر میڈیٹرینین واقع ہی اسوقت ترکون کے مقبوضہ ہونے کی وجہ سے ایشیائی ترکی کہلاتا ہے لیکن فی الواقع اسمین ارض مقدس - پلسٹائن - شام - عراق عرب - الجزیرہ - کردستان ارض روم - آرمینیا - ترزبیضد - وغیرہ مختلف مشہور مقامات داخل ہین ایشیائی ترکی کا ایک جدا نقشہ کھینچا جاتا ہی جسمین یہ سب مقامات ظاہر ہوجائین گے -

مسلمانون کے حملے کے وقت یہ تمام زمین کسی قدر مشرقی حصّہ چھوڑکر کہ وہ ایرانیون کے دخل مین تھا عیسائیون کی مقبوضہ تھی - یہان عیسائیون کی مختلف خودمختار ریاستین قایم تھین لیکن مذہبی پیشوائی حیثیت سے ہرقل سب کا سردار سمجھا جاتا تھا - اصلی پایہ تخت تو قسطنطنیہ تھا - لیکن تھوڑے دلون سے انطاکیہ مشرقی مقبوضات کا دارالسلطنت قرار دیا گیا تھا - ہرقل سے بھی بڑا بادشاہ مذہبی خیال سے روم کا پوپ سمجھا جاتا تھا اور اسی لیے عیسائیون کی سلطنت کو بعض مسلمان مورخ رومیون کی سلطنت لکھتے ہین اور شام سے آگے بڑھکر جو فتوحات ہوئین اُنکو فتوح روم سے جابجا تعبیر کرتے ہین - جس طرح آجکل لفرلیق قوم کے لیے گورے اور کالے کا لفظ ہندوستان مین بولتے ہین - اور کالا آدمی تحقیر کے معنون مین ہندوستانیون کے لیے استعمال کیا جاتا ہی - اسی طرح مسلمانون کی ابتدائی فتوحات کے وقت شام اور شام کے شمالی حصّہ کے عیسائی باشندے بنوالاصفر ( زرد آدمی ) بولے جاتے تھے -

آفریقہ کے صحراے کلان کے پورب اور اوتر جو تھوڑی سی آبادی سواحل بحر احمر اور بحر میڈیٹرینین پر واقع ہے اُسی کا نام مصر ہی - لیکن آسانی کے لیے شمالی افریقہ کا پورا نقشہ درج کیا جاتا ہی تاکہ دوسرے مواقع کا بھی پتہ لگے -

ایشیائے ترکی
ایشیائے کوچک
ارض روم
دیار بکر
کردستان
ایران
عمادیہ
موصل
الجزیرہ
بغداد
کربلا
کوفہ
عراق عرب
بصرہ
عرب
شام
دمشق
حمص
روڈس

مشہور ہی کہ یونانیون کے معلم بھی مصری لوگ تھے - مدت سے یہ گروہ آباد تھا اور تہذیب اور شائستگی مین بھی شہرہ آفاق تھا - مصریون کے زوال کے بعد یونانیون کو عروج ہوا - یونان کے بعد روم کا دن پھرا - رومیون کا جب عروج تھا تو ایران اور ترکستان کے سوا جتنے ممالک ہین سب انکے زیر فرمان تھے - رومیون سے یہان مراد ہی اٹلی کی دارالسلطنت روم کے باشندے - رومیون کے عروج کے وقت مصر بھی انکا ایک باج گزار صوبہ ہوگیا تھا لیکن زوال سلطنت کے بعد جب بہت سی خودمختار ریاستین قایم ہوتین وہان مصر بھی آزاد ہوگیا - اور مسلمانون کی چڑھائی کے وقت مصر کا بادشاہ ایک خودمختار عیسائی مقوقس نام تھا

**مصر کی قدیم حالت**

سنہ ۱۲ھ مین بنوشیبان کا ایک رئیس مثنی بن حارثہ مدینہ مین آکر مسلمان ہوا - اور کوفہ پر چڑھائی کرنے کی خواہش ظاہر کی - ابوبکرؓ نے اُسے کوفہ روانہ کیا مثنی کے قبیلہ کے گرد و نواح مین جتنے لوگ تھے وہ سب ایران کی حکومت سے ناخوش تھے سبھون نے مثنی کا ساتھ دیا - مثنی کی کامیابیون کی خبر مدینہ پہنچی لیکن اسکے ساتھ یہ بھی سننے مین آیا کہ دشمنون نے ایک بڑا سامان جنگ کا تیار کیا ہی - یہان سے خالد بھیجے گئے - کہنے کو تو وہ مدد کے لیے گئے لیکن فی الواقع وہی سپہ سالار فوج تھے - فارس - حیرہ اور کوفہ کی فتح کو انکی لیاقت عمل مین آئی اور یہ بھی حکم دیا گیا کہ ان مہمون سے فارغ ہو کر ابلہ کی طرف بھی بڑھنا چاہیے - بیان کیا جاتا ہی کہ جب کوفہ اور عراق عرب مین خالد پہنچے تو انکے ساتھ دس ہزار مسلمانون کا گروہ تھا - پہلے ابن صلوبا حاکم سواد اور پھر ابن زدیب طائی حاکم حیرہ سے مڈبھیڑ ہوئی - ان دونون نے جزیہ دینا قبول کرلیا - اسکے بعد خالد ابلہ کی طرف گئے - وہان کا گورنر خالد کے ہاتھ سے مارا گیا - اور پھر کسریٰ کے حکم سے اہواز کا گورنر قارن پچاس ہزار کی جمعیت سے خالد کے مقابلہ کو چلا - یہ معرکہ بہت سخت تھا - تیس ہزار آدمی دشمن کے مارے گئے اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا - جب خالد نے غنیمت کا خمس مدینہ روانہ کیا تو تمام لوگ دیکھ کر پھڑک گئے اور سب نے خالد کو دعاے خیر دی - اس مال کے ساتھ کچھ قیدی بھی تھے - حضرت حسن بصری کے باپ انھین لوگون مین تھے اسکے بعد کچھ فوج شاہ ایران کی قارن کی کمک کو آئی تھی جس سے ولجہ اور الیس مین مسلمانون سے مقابلہ ہوا اور مسلمان ہی فتح یاب ہوئے - الیس کے مقام پر جو شکست دشمن کو ہوئی اسکی بدولت

**سواد**

**حیرہ**

**اہواز**
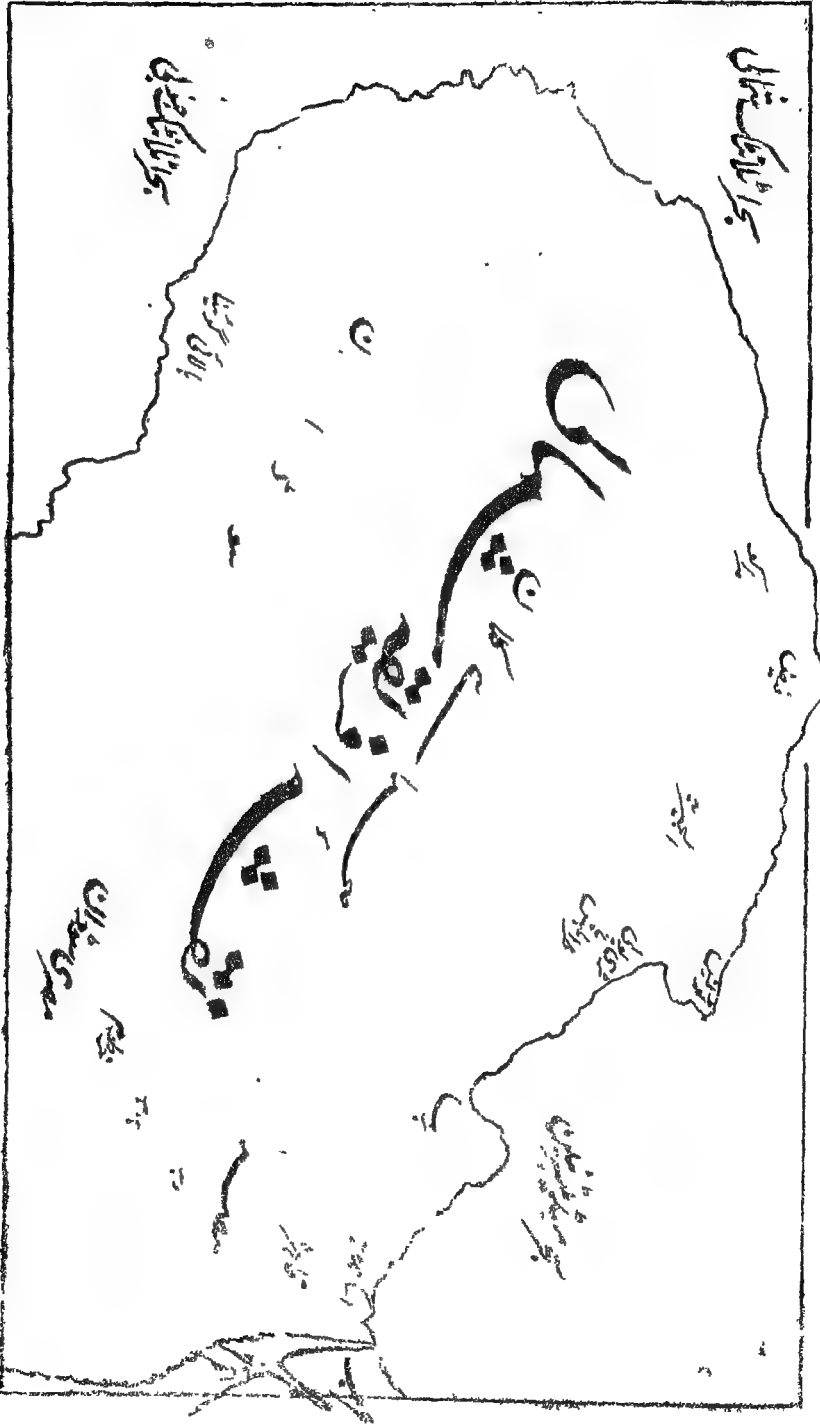
نے لکھا ہی کہ دشمن کا خون پانی کی طرح بہ چلا تھا۔ اسکے بعد انبار، عین التمر اور دومۃ الجندل وغیرہ چند نامی قلعے مسلمانوں نے فتح کیے۔

اردشیر

اسی زمانہ میں اردشیر شاہ (کسریٰ) ایران نے وفات پائی۔ خالد کی طبیعت ان فتوحات سے بہت زیادہ بڑھ گئی تھی اور یوں تبدیل سلطنت بھی خواہ مخواہ ایک انقلاب کی صورت پیدا کر ہی دیتی ہی۔ یہ موقع غنیمت سمجھ کر خالد نے ایک خط کسریٰ کے نام بھیجا۔

مضمون خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خالد کی طرف سے بادشاہ عجم کسریٰ کو لکھا جاتا ہی۔ اللہ جس نے تمھاری جمعیت کو متفرق کردیا اور تمھاری سعادت بخت کو شقاوت سے بدل دیا۔ اسکے شکر اور اسکی تعریف کے بعد لکھا جاتا ہی کہ تم اسلام قبول کرو یا جزیہ دو۔ نہیں تو میں ایسی قوم کو تمھارے پاس بھیجوں گا جو موت کو اسی طرح پسند کرتی ہی جس طرح تم زندگی کو چاہتے ہو۔

یہ خط پڑھ کر کسریٰ کے ہوش جاتے رہے لیکن استقلال کو اسنے ہاتھ سے جانے نہیں دیا خالد کے مقابلہ کے لیے اُسنے فوراً فوج کی درستی کا حکم دیا۔

ایران کی حالت

ایران اور روم کی سلطنتیں بہت قدیم تھیں۔ ایران کے متعلق تو صرف اتنا کہنا کافی ہی کہ یہ ملک نہیں معلوم کس زمانہ سے خودمختار تھا۔ دوسری قوم نے یہاں کبھی حکومت نہیں کی تھی۔ اور نہ ایران کی سلطنت کبھی مستقل طور پر اور ملکوں تک پہنچی تھی۔ ترکستان، شام یا عرب کے بعض صوبوں پر کبھی ایران کی حکومت ہوجاتی تھی لیکن اسکی حیثیت سرحدی نزاعوں سے زیادہ نہ تھی۔ سکندر کے زمانہ میں ایران پر یونانیوں کا قبضہ ہوگیا تھا لیکن وہ زیادہ عرصہ تک قایم نہ رہا۔ ایران میں آتش پرستوں کا مذہب جاری تھا اور وہاں کے بادشاہ کو کسریٰ کہتے تھے جیسا کہ روم کے بادشاہ کو قیصر اور حبشہ کے حاکم کو نجاشی کہتے تھے۔ پیغمبرؐ خدا کے زمانہ میں ایرانیوں اور شامیوں میں کچھ نزاع ہوگئی تھی۔ پہلے ایرانی غالب ہوئے اسکے بعد شامیوں کو غلبہ ہوا عرب کے دو حصے ایرانیوں کے قبضہ میں تھے ایک تو یمن جو آنحضرتؐ کے زمانہ ہی میں مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا اور دوسرا عراق عرب جسمیں خالد بن ولید کی مداخلت ابھی لکھی جاچکی ہی

عراق عرب کے بعد اصل ایران پر مسلمان کا حملہ عمر فاروق کے زمانہ مین ہوا جسکا تذکرہ آیندہ آئے گا۔

رومیون کی سلطنت

رومیون کی سلطنت کا ایک وہ زمانہ تھا کہ باستثنا ہند چین ایران ترکستان اور تاتار کے تمام دنیا پر وہ حکمران تھے۔ سکندر کے زمانہ کا یہ ذکر نہین ہی۔ بلکہ اسوقت کا ذکر ہی جب عیسائیت نے اٹلی کی دارالسلطنت روم مین عروج پکڑا تھا۔ عیسائیون کا یہ زمانہ کامل عروج کا خیال کیا جاتا ہی۔ تمام یورپ مین توانکا زور تھا ہی۔ ایشیا اور افریقہ کے اکثر سواحل بحر بھی انکے قبضہ مین تھے۔ رومیون کی سلطنت کا حال کسی قدر وضاحت سے لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہی۔

سکندر اعظم کے بعد یونانیون کی تہذیب سے اٹلی والون نے فائدہ اٹھاکر جو سلطنت قایم کی اسکا پایہ تخت روم قرار پایا۔ عیسائیت کے پھیلنے سے پہلے ہی سے رومیون کی سلطنت کو پورا عروج ہوچکا تھا۔ عیسوی سنہ کی تیسری چوتھی صدی مین روم کے ایک بادشاہ نے عیسوی دین قبول کیا اس سے عیسائیت کو اسی طرح زور ہوا جیسا دنیادی قوت کے اعتبار سے عربون کے بعد مغلون اور ترکون کے مسلمان ہونے سے اسلام کو قوت پہنچی۔ عیسائی ہونے کے بعد کچھ عرصہ تک رومیون کی سلطنت کا عروج بدستور قایم تھا پھر زوال یا تنزل شروع ہوا۔ باہم خانہ جنگی ہوئی اور اس خانہ جنگی سے رومیون کی سلطنت کے دو حصے ہوگئے۔ شرقی اور غربی۔ غربی حصہ کا دارالسلطنت روم رہا۔ اور شرقی حصہ کے لیے قسطنطنیہ دارالحکومت قرار پایا۔ قسطنطنیہ کو کنسٹن ٹائن اعظم نے بسایا تھا۔ اپنے موقع کے اعتبار سے قسطنطنیہ یورپ کے تمام شہرون مین اچھا سمجھا جاتا تھا اور اب بھی ایسا ہی سمجھا جاتا ہی۔ روم کی سلطنت مغربی یورپ پر حاوی تھی اور قسطنطنیہ کی سلطنت مین وہ تمام حصے یورپ ایشیا کے شامل تھے جو آج کل عثمانی ترکون کے ماتحت ہین اور جسکو ترکش ایمپائر سلطنت ٹرکی کے نام سے یورپین مورخ تعبیر کرتے ہین۔ اور اسکے علاوہ سواحل افریقہ پر بھی بعض بعض جگہ یہ قابض تھے۔

روم اور قسطنطنیہ کی سلطنت مین روز بروز ضعف آتا گیا۔ روم کی سلطنت تاپوزنگ کے

عام ترقیون سے ضعیف ہوگئی۔ صرف مذہبی امور مین وہ ۱۶ وین صدی تک پیشوا سمجھی جاتی تھی لیکن اسکے بعد وہ حالت بھی اسکی زائل ہوئی اور آج وہ یورپین طاقتون کے مقابلہ مین ایک چھوٹی سی ریاست سے زیادہ حیثیت نہین رکھتی۔ رہی قسطنطنیہ کی سلطنت اُسمین اسلام کے پہلے ہی ضعف آگیا تھا۔ اسکے زرخیز حصے شام اور مصر نکل چکے تھے۔ شام کی دارالسلطنت انطاکیہ تھی اسکے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستین تھین لیکن نہ اس طرح کہ شاہ قسطنطنیہ کی مخالف ہون۔ مذہبی اور دنیوی امور مین اُس سے بے نیاز ہون یا یہ کہ اس تقسیم سے عیسائیت یا عیسائی قوت مین کچھ کمی آئی ہو۔ بلکہ ہر ایک بجاے خود ایک مستحکم سلطنت تھی۔ ممکن ہو کہ انہین کسی وقت نفاق رہا ہو۔ لیکن مسلمانون کے حملون نے تو انکے باہمی اتفاق کو بہت کچھ بڑھا دیا تھا اور جس مستقلال اور باہمی اتفاق سے ان لوگون نے مسلمانون کا مقابلہ کیا آیندہ بیان کیا جائیگا۔

شام اور مصر کی سلطنتین عمر خلیفہ دوم کے وقت ہی مین مسلمانون کے قبضہ مین آگئین لیکن ہان قسطنطنیہ کا بادشاہ عرصہ تک مسلمانون سے موافق رہا اور مصلحت وقت کا پابند ہوکر عربون کی سلطنت کے زمانہ کو کسی طرح ٹالتا گیا لیکن بعد کو ترکون کی نمایان فتوحات کا مقابلہ نہ کرسکا یا یہ کہ ترکون نے ایسے عمدہ مقام سے الگ رہنا پسند نہین کیا۔

متصلہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ روم جُدا شی ہے۔ قسطنطنیہ الگ چیز ہے۔ شام کی چھوٹی چھوٹی نیم خودمختار یا باج گزار ریاستین جُدا شی ہین۔ لیکن مسلمان مورخ آسانی کے لحاظ سے ان تمام عیسائیون کو رومی لکھتے ہین اور انکے مقابلہ کو رومیون کا مقابلہ کہتے ہین کیونکہ یہ سب قومین اجزا تھین اس زبردست عیسائی سلطنت کی جو روم (رومتہ الکبری) مین کسی زمانہ مین تھی۔ اور قانون مذہب۔ طرز معاشرت اور اخلاق خلاصہ یہ کہ تمام امور مین یہ لوگ پیرو تھے اُن رومیون کے جنکا زمانہ تاریخی صفحون مین ہمیشہ کے لیے یادگار ہے۔

اندرونی فسادات مٹنے کے بعد ۱۳ھ مین رومیون کے مقابلہ کے لیے ابوبکر نے طیاری کی۔ انطاکیہ کے متعلق جو نیم خودمختار ریاستین یا گورنرون کے رہنے کے بڑے بڑے چار مقامات فلسطین۔ حمص۔ دمشق اور اردن تھے انکے فتح کرنے کو عمرو بن عاص۔ ابوعبیدہ۔ یزید بن ابوسفیان اور شرحبیل ابن حسنہ الگ الگ تعنات کیے گئے اور ہر ایک کا علاقہ

۱۳ھ
۶۳۴ع

کہ اگر اتفاقاً چارون لشکر ایک جگہ جمع ہوجائین تو ابوعبیدہ کو سردار یا سپہ سالار سمجھنا چاہیے ورنہ عام طور پر ہر ایک اپنے لشکر کا امیر ہے۔ یہ لوگ جُدا جُدا جہاد کو روانہ ہوئے ان سب کے ساتھ جتنی فوج تھی اُسکی مجموعی تعداد سات ہزار سے زیادہ نہ تھی جو اتنے بڑے اہم کام کے لیے بمشکل کافی سمجھی جاسکتی تھی۔

عمرو بن عاص جب فلسطین مین پہنچا تو اُسے معلوم ہوا کہ مسلمانون کی خبر پاکر ہرقل شاہ انطاکیہ نے اپنے بھائی تذارق کو مقابلہ کے لیے تعنات کیا ہے اور پچاس ہزار سے زیادہ فوج اُسکے ساتھ ہے۔ جب ابوبکر صدیق کو اس سے اطلاع دی گئی تو اُنھون نے سعد بن ابی وقاص کے بھتیجے ہاشم کو تین ہزار آدمیون کے ساتھ کمک کے لیے روانہ کیا اور پیچھے سے پھر بار بار مسلمان جہاد مین شریک ہونے کو آتے گئے اور اسکے ساتھ ہی خالد بن ولید کو بھی حکم دیا گیا کہ عراق عرب سے شام کی طرف توجہ کرین اور بجاے ابوعبیدہ کے فوج کی امارت اُنکے تعلق رہے۔ چنانچہ خالد نے عراق عرب کی حکومت مثنیٰ بن حارثہ کے تعلق کرکے شام کا قصد کیا۔ عراق عرب کو خالد نے ایسی حالت مین چھوڑا کہ کسریٰ کے پاس خالد کا ایلچی جاچکا تھا اور وہ لڑنے کی طیاری کر رہا تھا۔ اگر ابوبکر کا حکم نہ پہنچتا تو خالد ضرور فارس پر چڑھائی کرتے۔ شام کی لڑائی چھڑ جانے سے اسوقت کسریٰ کا مقابلہ ملتوی رہا۔ خالد شام کی طرف روانہ ہوئے اور راستہ مین چند قلعے فتح کرتے ہوئے بصرے مین ابوعبیدہ سے آملے۔ بصرے والون نے مسلمانون کی کثرت دیکھ کر جزیہ دینے پر صلح کرلی اور اسلیے شام کے ملکون مین سے بصرہ سب کے پہلے مسلمانون کے قبضہ مین آیا۔

بصرے کی فتح

جنگ اجنادین

اب خالد اور ابوعبیدہ آگے بڑھے۔ ایلیا اور بیت جبرین کے قریب اجنادین ایک مقام ہے وہین مسلمانون اور رومیون سے مقابلہ ہوا۔ مسلمانون کے لشکر کی تعداد ۳۲ ہزار تھی اور رومیون کی تعداد بیان کرنے مین مورخان نے اختلاف کیا ہے۔ لیکن اسمین کلام نہین ہے کہ مسلمانون سے ہر حالت مین وہ زیادہ تھے۔ مسلمانون نے جب ایک ساتھ حملہ کیا تو رومیون کے پاؤن اُکھڑ گئے۔ کوئی تین ہزار آدمی دشمنو [illegible] ح ہلاک ہوئے۔ یہ [illegible]

خالد کے ہاتھ رہا [illegible] ہوئے ہیرو [illegible] علی ابن ابی طالب سمجھے جائین تو

اجنادین سے بھاگ کر دشمنون نے گرد و نواح کے قلعون مین پناہ لی۔ مسلمانون نے ان قلعون پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ چنانچہ پہلے دمشق کا محاصرہ کیا گیا جسمین بہت سے عیسائی اجنادین سے بھاگ کر پناہ گیر تھے۔ خالد نے عرصہ تک دمشق کا محاصرہ کیا لیکن اسکے فتح کرنے کی نوبت نہین آئی۔ خالد۔ ابوعبیدہ۔ یزید بن ابی سفیان ہر طرف سے دمشق کو گھیرے تھے اندر جانے کی راہ نہ ملتی تھی اور نہ شہر والے مقابلے کو باہر نکلتے تھے

محاصرۂ دمشق

اسی اثنا مین یہ خبر آئی کہ دمشق والون کی مدد کو ۲۰ ہزار فوج رومیون کی آتی ہے۔ خالد نے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ ہزار پانچسو مارے گئے اور باقی بھاگ گئے۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن دمشق مین گھسنے کی کوئی راہ نہین نکلی۔

اب وہان ہرقل کی یہ کیفیت تھی کہ اجنادین کی لڑائی کا حال سُنکر اُسنے بڑے اہتمام سے فوج فراہم کی اور کوئی تین لاکھ فوج مسلمانون کے مقابلہ کے لیے روانہ کی۔ خالد نے یہ حال دمشق مین سُنا۔ دمشق مین رہکر لڑنا مناسب حال نہ تھا اسلیے دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر خالد آگے بڑھے اور میدان یرموک مین دونون فوجون کا مقابلہ ہوا مسلمانون کی جمعیت تیس چالیس ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ اور دشمنون کی فوج کا تخمینہ تین لاکھ کیا جاتا تھا۔ خالد کو کسی قدر غیر معمولی اہتمام اور استقلال سے کام لینا پڑا۔ انھون نے کہا کہ فتح اور شکست فوج کی قلت اور کثرت پر منحصر نہین ہی بلکہ مشیت ایزدی پر موقوف ہی فوج میں سے ایک ہزار مسلمان ایسے چُنے گئے جو پیغمبر خدا کی صحبت سے بہرہ یاب تھے اور وہ سب کے آگے کیے گئے۔ انہین کوئی سو آدمی درویش صفت تھے وہ خداے تعالی کی درگاہ مین گریہ و گزاری کرنے کو الگ بٹھا دیے گئے۔

جنگ یرموک

خالد فوج کی درستی مین مشغول تھے کہ سامنے سے ایک قاصد مدینہ سے آتا ہوا نظر پڑا۔ خالد کے پاس چُپکے سے آکر ابوبکر کے انتقال کی خبر سُنائی۔ خالد نے کہا کہ یہ خبر کسی کو معلوم نہو۔ ورنہ پھر لڑائی کا رنگ بدل جائیگا۔ قاصد نے کہا بہت اچھا۔ پھر خالد نے پوچھا کہ جاز مقامات کس کس کے سپرد ہین۔ قاصد نے کہا عمر بن خطاب کو۔ خالد کو عمر بن خطاب کی طرف سے ابوعبیدہ۔ زید بن ابوسفیان اور شرحبیل ابن حسنہ معزول کیا ہوگا۔ قاصد نے کہا ہان۔

خالد کی معزولی

خالد نے کہا کچھ پروا نہین - مین خدا کے لیے لڑتا ہون - امارت کا مجھے شوق نہین ہے لیکن یہ خبر مین کسی پر لڑائی ختم ہونے تک ظاہر نہ ہون - لڑائی شروع ہونے پر ایک لاکھ ۳۰ ہزار عیسائی مارے گئے اور تین ہزار مسلمان بھی کام آئے - اخیر مین رومیون کے پاؤن اُکھڑ گئے - میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا - اور بے انتہا نقد و جنس غنیمت مین ملا - لڑائی فتح ہونے کے بعد عمر بن خطاب کا خط ابوعبیدہ کو دیا گیا جسکا ماحصل یہ تھا کہ خالد ایسا شخص ہے جس نے مالک بن نویرہ کو مارا اور جھوٹ بولا - اسکو مسلمانون کی سرداری زیب نہین دیتی - اگر وہ اپنی خطا سے اعتراف کرے تو خیر اپنی جگہ پر رہے ورنہ مین اُسکو معزول کرتا ہون اور ابوعبیدہ کو اُسکا قایم مقام کرتا ہون - ابوعبیدہ بیت المال کا چارج لے لین اور جو دولت

خالد کی معزولی

غنیمت کے ذریعہ سے خالد نے ابتک حاصل کی ہے اُسمین سے نصف بیت المال مین لے لیا جائے اور نصف خالد کو دیدیا جائے - دستور تھا کہ مقتول کا گھوڑا اور ہتھیار تو قاتل کو ملتا تھا باقی مال غنیمت کا ایک جا جمع ہوکر ایک خمس بیت المال خزانہ شاہی کا جزو ہوتا تھا اور بقیہ کا خمس سپہ سالار کو تنہا ملتا تھا اور اسکے بعد جو بچتا تھا وہ فوج مین تقسیم ہوجاتا تھا - خالد نے جرم کا اقبال نہین کیا - فوج کی سرداری سے بخوشی الگ ہونا قبول کیا - اور اپنے مال کا نصف جسکی مقدار چالیس ہزار درہم تھی ابوعبیدہ کے سپرد کردی خالد سرداری سے الگ ہوئے لیکن فوج سے علیحدہ نہین ہوئے جس کوشش اور شوق سے وہ آج تک فوجی کام انجام دیتے آئے تھے مرتے دم تک اسپر قایم رہے - ابوعبیدہ بزرگی اور ورع کے لحاظ سے امیر تھے ورنہ جنگی امور مین خالد کی رائے کو وہ بھی بالا سمجھتے تھے اور تمام فوج کے لوگ خالد کو نائب سپہ سالار سے زیادہ موقر جانتے تھے -

تمام مسلمان خالد کے مداح تھے - فوج والے تو اُنپر جان دیتے تھے - یہ ایک پورے سپاہی اور تجربہ کار جنرل تھے - سپاہیون کو دوست رکھتے تھے - فن جنگ سے بخوبی واقف تھے - ایسے ایسے چُنے ہوئے لوگ اُنکے ساتھ تھے کہ اُنکے حالات جنگ بالتفصیل بیان کیے جائین تو ناول اور فسانہ کا مزا آئے - عربی مورخ تو خالد کے مداح ہین ہی - یورپین مورخون نے بھی انکی بڑی تعریف کی ہے - غزوات احمدیہ کے ہیرو اگر علی ابن ابی طالب سمجھے جائین تو

بالعبد کی لڑائیوں میں خالد بن ولید کو ہیرو ماننا پڑتا ہی۔ جنگی امور میں ان دونوں کے احسانات بہت کچھ مسلمانوں پر ہیں۔ یہ سب سہی لیکن جب عمر کے نزدیک خالد ایک گناہ کبیرہ کے مرتکب تھے اور اسکے ساتھ ہی بظاہر نادم بھی نہ تھے تو وہ فوجی مسلمانوں کے سردار ہونے کے ہرگز قابل نہ تھے

خالد اور عمر

اگر خالد نے اپنے اجتہاد میں مالک کے مارنے میں غلطی نہیں کی تو عمر بھی خالد کے موقوف کرنے میں خطاوار نہیں ٹھہر سکتے۔ خالد کو سب پیار کرتے تھے لیکن پھر بھی عمر کو کسی نے الزام نہیں دیا۔ عمر کی نیک نیتی سب پر ظاہر تھی خصوصاً ایسی حالت میں کہ خالد کا جانشین ایسا شخص تجویز کیا گیا جسپر پیغمبر کی خلافت کا مسئلہ طے کرتے وقت نظریں پڑتی تھیں۔ پہلے لکھا گیا ہی کہ عمر جتنے سخت دل تھے اُتنے ہی نرم دل بھی تھے۔ سختی کے موقع پر سخت تھے اور نرمی کے موقع پر نرم تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی فوج قطاع الطریقوں کا مجمع نہیں ہی بلکہ صالحوں کا ایک گروہ ہی جو اسلام پھیلانے اور سچی راہ بتانے کو اطراف عالم میں بھیجا گیا ہی۔ اسکی امامت کے لیے ایسا شخص لایق ہی جو تمام محاسن اخلاق میں آپ اپنا نظیر ہو اور اپنی خوبی اخلاق سے بھی دلوں کے مسخر کرنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ خالد کے ظاہری اخلاق گو بُرے نہ تھے لیکن پھر بھی ابو عبیدہ سے انکو کوئی نسبت نہ تھی اور ایک بات اور بھی تھی کہ عمر بن خطاب سمجھتے تھے کہ خالد اگر اللہ کے لیے لڑتے ہیں تو سرداری جانے پر بھی وہ بدستور لڑتے رہیں گے اور دنیا کی عزت یا طمع کی وجہ سے وہ شریک جنگ ہیں تو پھر وہ کسی طرح اسلامی فوج کی سپہ سالاری کے قابل نہیں ہیں۔

عراق عرب میں مثنیٰ کو چھوڑ کر خالد تو شام کی طرف چلے آئے اور وہاں کا حال یہ ہوا کہ اردشیر نے وفات پائی اور اسکی جگہ پر اسکا بیٹا شہریار تخت پر بیٹھا۔ ہرمز جادو نام ایک شجاع کو تین ہزار فوج کے ساتھ شہریار نے عراق عجم کی طرف روانہ کیا۔ مثنیٰ نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا۔ دشمنوں کی فوج کے ساتھ ہاتھی بہت تھے جو معرکہ جنگ میں دیوار قلعہ کی طرح کھڑے کیے گئے۔ مسلمانوں کے نیزے سے ہاتھی جو پیچھے بھاگے تو خود وہ ہاتھی دشمنوں کی ہزیمت کے سبب ہو گئے۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اسکے بعد شہریار مر گیا۔ ایرانی سلطنت کا انتظام نابالغ لڑکوں اور شاہی عورتوں کے متعلق ہوا۔ اسلیے پھر کوئی حملہ ایرانیوں

اردشیر کی وفات

شہریار کی وفات

کی طرف سے نہین ہوا۔ لیکن عمر بن خطاب کے زمانہ مین خود مسلمانون نے ایران پر چڑھائی کی اور تمام ملک فتح کر لیا۔ اسکا مفصل بیان آگے آئیگا۔

سنہ ۱۳ ہجری / سنہ ۶۳۴ء / وفات ابوبکر

ابوبکر صدیق نے ۶۵ یا ۶۳ برس کی عمر مین ہجرت کے تیرہوین برس وفات پائی انکی خلافت کی مدت کم و بیش دو برس تھی۔ مرنے کے ۲ ہفتہ پہلے انکو بخار آنے لگا تھا اور کچھ سل کی بھی شکایت شروع ہوگئی۔ بعض مورخون نے لکھا ہو کہ غار حرا مین سانپ نے کاٹا تھا اُسکا زہر اب ظاہر ہوا۔ اور کسی نے لکھا ہو کہ ایک یہودی نے زہر دیدیا تھا اسکا اثر سال بھر کے بعد پورے طور پر نمایان ہوا۔ بہر حال یہ اپنی موت سے مرے اور اپنی حیات مین تحریری وصیت نامہ سے عمر بن خطاب کو اپنی جانشینی کے لیے نامزد کرتے گئے۔ بیان کیا جاتا ہو کہ یہ انتخاب بکثرت رائے سے ہوا حضرت عثمانؓ۔ اور علی ابن ابی طالب نے بھی اپنی رضامندی ظاہر کی تھی۔ ابوبکر نے اپنے کسی عزیز کو نامزد نہین کیا اسلیے انکی نیک نیتی مین کوئی کلام نہین ہوسکتا۔ اور عمر بن خطاب کے زمانہ پر نظر ڈالو تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہو کہ عمر بن خطاب کا انتخاب ابوبکر کے بڑے بڑے اعمال مین شمار کیے جانے کے قابل ہو۔ کیونکہ عمر نے امور سلطنت کو اس لیاقت اور دیانتداری سے انجام دیا کہ پھر اُنکا سا کوئی دوسرا بادشاہ مسلمانون مین آج تک پیدا نہین ہوا

## فصل دویم

### خلافت عمر بن خطاب

سنہ ۶۳۴ء

حضرت عمر بن الخطاب کی کنیت ابوحفصہ تھی اور الفاروق انکا لقب آنحضرتؐ کا دیا ہوا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر کا لقب الصدیق اور حضرت علی کا ابوتراب تھا۔ آنحضرتؐ کے وقت مین یہ رکن اسلام تھے۔ ابوبکر کے زمانہ مین وزیر اعظم اور قاضی القضاۃ تھے اور اب انکے مرنے پر امور دینی کے پیشوا اور عرب۔ شام۔ ایران۔ مصر کے شہنشاہ ہوئے۔

ابوبکر کو لوگ خلیفہ رسول کہتے تھے۔ امیر المومنین کا لقب حضرت عمر کے وقت مین مستعمل ہوا اور پھر اسکے بعد تمام عربی النسل سلاطین خلیفہ اور امیر المومنین کہلائے۔ امیر المومنین کے معنی ہین مسلمانون کا سردار۔ عمرؓ نے ازراہ انکسار اپنے لیے یہ لقب اختیار کیا اور مسلمانون سے کہا کہ خلافت رسولؐ کے لائق تو ابوبکر تھے مین محض تمہارا سردار ہون۔

ریاضت اور عبادت

آپکے مزاج میں پرہیزگاری بہت تھی۔ عیش پسندی بالکل نہ تھی۔ کھانا برا اور تھوڑا کھاتے تھے۔ مزاج میں حلم اور تواضع بہت تھی۔ عبادت اور ریاضت کا بہت شوق تھا اور اسکے ساتھ ہی امور سلطنت کے جزئیات پر بھی خیال رکھتے تھے۔

آپ رات کو مدینہ کی بازارمیں ضعیفوں اور بیماروں کے حالات دریافت کرنے نکلتے تھے اور اُنکی دستگیری کرتے تھے۔ ایک رات کو کوئی عورت اپنے شوہر کی مفارقت کا تذکرہ کر رہی تھی اور عمر فاروق پر الزام دیتی تھی کہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتے ہیں اور میرا شوہر مدت سے فوج کے ساتھ مارا مارا پھرتا ہے۔ عمر فاروق نے دوسرے ہی دن اُسکے شوہر کی طلبی کا خط بھیجا اور عام حکم جاری کردیا کہ کوئی فوجی شخص چھ مہینے سے زیادہ اپنی

زوجین کی مدت مفارقت

بی بی سے الگ نہ رہے کیونکہ اس سے زیادہ عورتوں کو شوہروں کی مفارقت کی برداشت نہیں ہوتی۔ ایک روز اور آپ نے سُنا کہ عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی ہے کہ "دودھ میں پانی ملادے" لڑکی نے انکار کیا ماں نے کہا کہ "اسوقت نہ امیر المومنین ہیں نہ اُسکے اہلکار موجود ہیں تجھے خوف کیا ہے" لڑکی نے کہا یہ مناسب نہیں ہے کہ سامنے تو امیر المومنین کے حکم کی اطاعت کیجائے اور پیچھے اُسکے حکم کا خیال نہ رہے۔ عمر کو یہ بات بہت پسند آئی اور اپنے

عاصم بن عمر کا بیاہ

بیٹے عاصم کی زوجیت کے لیے اُسے پسند کیا۔ اسی لڑکی کی نسل میں یعنی اسکی بیٹی کی بیٹی سے عمر بن عبدالعزیز کی ماں پیدا ہوئی اور اسی لڑکی کے فیض صحبت کا اثر درجہ بدرجہ عمر بن عبدالعزیز پر ایسا پڑا کہ سلسلۂ ازان میں بعد خلفاے اربعہ کے کوئی قابل استناد بادشاہ ہوا تو یہ ہوا۔

ایک مرتبہ کوئی مفلس بڑھیا تنگدستی سے رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ خدا سمجھے گا عمر سے جسکی خلافت میں میرا حال ایسا تنگ ہے اور وہ اپنی رعایا سے اسقدر غافل ہے۔ عمر یہ سنکر آبدیدہ ہوے

ایک بڑھیا کے ساتھ سلوک

اور فوراً واپس آکر کھانے پینے کی چیزیں خود اپنے کاندھے پر لادیں اور بیت المال سے اُسکو ہمیاںک پہنچا دیں۔ بڑھیا اس بہشت اور کرم کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی "اے مرد اجنبی تو خلافت کے لیے عمر سے اولی اور انسب ہے" یہ سنکر حضرت عمر مسکراتے ہوئے گھر چلے آئے۔

صدقہ کا اونٹ گم ہو گیا

ایک مرتبہ آپ دھوپ میں بیٹھے پریشان پھر رہے تھے اور پھرنے کی وجہ یہ تھی کہ کوئی صدقہ کا اونٹ گم ہوگیا تھا کسی نے کہا امیر المومنین یہ کام آپ کے لائق نہیں کسی دوسرے کے سپرد کیجیے

آپ نے کہا حفاظت میرے متعلق ہو اور اسلیے قیامت مین باز پُرس بھی مجھی سے ہوگی۔ اگر کسی دوسرے سے باز پُرس ہوتی تو مین یہ کام اُسکے متعلق کر دیتا۔

ابوبکر صدیق نے بقدر ضرورت بیت المال سے لینا شروع کیا تھا وہ طریقہ عمر فاروق کے وقت مین بھی قایم رہا۔ گھر کا خرچ وہ بیت المال سے چلاتے تھے۔ لیکن اوسط حالت مین نہ تنگدستی مین بسر کرتے تھے اور نہ تنعم مین۔ ایک اوسط درجہ کے قریش کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ میرے اختیار مین بیت المال یعنے خزانہ شاہی اس طرح پر ہو جیسے کسی یتیم کا مال اسکے ولی کے سپرد ہو اگر وہ اور طور پر گزر کر سکتا ہو تو مال یتیم چھونا اسکو روا نہین اور اگر کوئی صورت دوسری نہین ہو تو وہ اپنی گزر اوقات کے لیے کچھ لے سکتا ہو۔ لیکن وہین تک کہ ضرورت مجبور کرے۔ یہی سختی آپ اپنے عاملون کے ساتھ بھی رکھتے تھے۔ جب کوئی عامل آپ تعنات کرتے تو تعناتی کے پروانہ کا یہ مضمون ہوتا تھا کہ تنعم و تجمل اور تزئین سے دور رہنا۔ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا۔ قیمتی اور باریک کپڑا نہ پہننا۔ سیدے کی روٹی نہ کھانا۔ مکان کا دروازہ بند نہ رکھنا اور نہ دروازہ پر حاجب تعنات کرنا کہ لوگون کو تم تک پہنچنے مین دقت ہو۔ اور عاملون سے آپ اسی قسم کا عہد لیتے تھے اور آپکے تمام بڑے بڑے عامل ملازمان متعمدہ سمجھے جاتے تھے۔

جب آپ کوئی نئے طور کی نصیحت کسی کو کرتے تھے تو بالالتزام اپنے گھر والون کو بھی اگر سُنا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ میرے گھر والون کے فعل سے لوگ حجت پکڑین۔

موسم حج مین آپ تمام عمال کو بلا بھیجتے تھے۔ یہ موقع رعایا سے عمال کی کیفیت دریافت کرنے کے لیے بہت اچھا ہوتا تھا اسوقت ہر طرف کے مسلمان جمع ہوتے تھے اور عمال کے چال چلن کی تفتیش شروع ہوتی تھی۔ بدچلن عمال پھر اپنے عہدون پر بحال نہ پاتے تھے۔ اس سالانہ امتحان کا خوف عمال کو جادہ اعتدال سے بڑھنے نہ دیتا تھا۔ عمر فاروق کے وقت کی [illegible] باتین یہ ہین کہ اُنھون نے

(۱) امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔

(۲) قرآن کی تدوین کا حکم دیا۔

امیر المومنین کا خرچ

عاملون پر سختی

گھر والون کی تنبیہ

عمال کی نگرانی

عمر کی یادگار

(۳) نماز تراویح قایم کی۔

(۴) اسّی کوڑے شرابیون کی سزا مقرر کی۔

(۵) رات کو چھپ کر رعایا کے حالات دریافت کرنے کا دستور نکالا۔

(۶) قیدیون کے لیے زندان بنایا۔

(۷) بیت المال کو باقاعدہ مرتب کیا۔

(۸) ہجوگوئی جو عرب مین مدت سے جاری تھی اسپر سختی سے نظر ڈالی۔

(۹) اُن لونڈیون کے بیچنے کی ممانعت کی جنسے لڑکے پیدا ہوجائین۔

(۱۰) نماز جنازہ پر چار تکبیرین معین کردین۔

(۱۱) اسلام مین وقف کا دستور قایم کیا۔

(۱۲) بڑے بڑے شہرون مین جامع مسجدین بنوانے کا حکم دیا۔

(۱۳) تادیب کے لیے دُرّے کا دستور قایم کیا۔

ممالک مفتوحہ

(۱۴) مفصلۂ ذیل مقامات انھون نے فتح کیے یا انکے وقت مین فتح ہوئے۔

کوفہ[۱] بصرہ[۲] سوادعراق[۳] جبال[۴] آذربیجان[۵] بصرہ[۶] اہواز[۷] شام[۸]
فارس[۹] کرمان[۱۰] جزیرہ[۱۱] موصل[۱۲] مرو[۱۳] اسکندریہ[۱۴]۔

عمر کے اہل بیت

آپ کی بیبیون اور اولاد کی تفصیل یون ہے
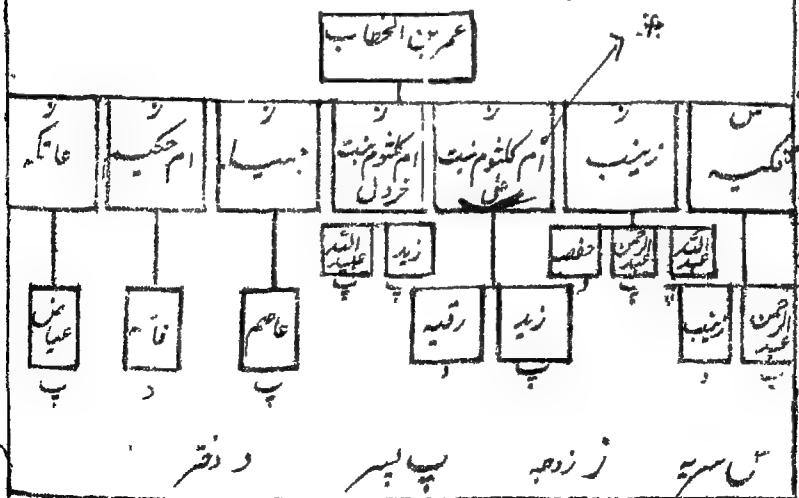
اب کچھ مختصر حال فتوحات اسلام اور پولٹیکل معاملات کا بیان کیا جاتا ہی۔ انکی خلافت کی مدت دس سال اور چار مہینہ تک تھی۔ پیغمبرؐ خدا کے وقت یہ مشیر سلطنت تھے ابوبکرؓ کے زمانہ مین وزیر اعظم تھے اب خود بادشاہ ہوئے یا یون کہ علاوہ اپنی ذاتی قابلیت کے رسول اللہ اور خلیفہ اول کی صحبت سے جو تجربہ حاصل ہوا تھا اُس سے کام لینے کا وقت آیا۔ انکے زمانہ مین اسلام نے بڑی رونق پکڑی۔ ملک بہت زیادہ فتح ہوئے اور ہر جگہ امن رہا۔ عمال کے انتخاب مین آپ کمال لیاقت صرف کرتے تھے اور پھر اُنکی نگرانی مین بڑی بیدار مغزی سے کام لیتے تھے۔ مشہور ہی کہ جب ایام حج مین لوگ ہر طرف سے جمع ہوتے تھے تو عمال (گورنر) بھی آتے تھے اور رعایا سے ہر عمال کے عادات اور حالات کا استفسار کیا جاتا تھا۔ عمال کے لیے یہ سالانہ امتحان بہت سخت تھا جسکے خوف سے وہ جادہ اعتدال سے کبھی بہکتے نہ تھے اور جب کبھی ذرا سا بھی فرق معلوم ہوتا تو پھر انکو گورنری پر جانا نصیب نہ ہوتا۔

پولٹیکل معاملات مین بیدار مغزی

حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے جو پولٹیکل کام کیا وہ خالد کی معزولی تھی جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہی۔ اسکے بعد نجران کے عیسائیون (نصرانیون) کو آپ نے جلاوطن کرنے کا حکم دیا اور مصلحت اسمین یہ سوچی کہ جب تک کل عرب مین ایک مذہب نہ ہوگا قومی اتفاق جو ایک بہت بڑی نعمت ہو پیدا نہ ہوگا۔ لیکن افسوس یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت عثمان کے بعد کیا کیا فتنے برپا ہونگے۔

خالد کی معزولی

نجران کے عیسائیون کی جلاوطنی

حضرت ابوبکرؓ ہی کے وقت مین مثنی عراق عرب سے مدینہ آگیا تھا۔ ابوبکرؓ نے چاہا تھا کہ اسکو جنگ فارس کے لیے روانہ کرین کہ موت نے جلدی کی۔ ابوبکرؓ کی وصیت کے مطابق عمرؓ نے مثنی کے ساتھ کچھ مہاجرین و انصار بھیجنے چاہے۔ خالد کی معزولی سے لوگ بددل ہو رہے تھے۔ عمرؓ کے کہنے پر لوگون کو تامل ہوا۔ اور ابھی عمرؓ کا رعب بھی خوب نہین بندھا تھا اور نہ لوگون پر انکی قابلیت اچھے طور پر ثابت ہوئی تھی۔ ابوعبیدہ بن مسعود کے کہنے سے لوگ آمادہ ہوئے اور اسلیے وہی اس ایک ہزار فوج کا سپہ سالار قرار پایا جو مثنی کے ساتھ مدد کے لیے روانہ کی گئی تھی ایرانیون کی طرف سے پہلے رستم سپہ سالار تھا اور پھر بہمن نئی فوج لیکر آیا۔ پہلے رستم کے وقت مین چھوٹی چھوٹی لڑائیون مین مسلمان کامیاب ہوئے۔ لیکن پھر بہمن کی کمک آنے پر ایک بہت بڑی شکست مسلمانون کو ہوئی جسمین چار ہزار مسلمان مارے گئے بہمن کے ساتھ ایک سفید ہاتھی تھا جسکی

مثنی کی روانگی

سوئند کا ہٹنے کی بدولت ابو عبیدہ بھی شہید ہوا۔ اس لڑائی سے تمام مدینہ مین کھل بل پڑگئی اور لوگون کو اپنے اعزہ کے ضایع جانے کا سخت صدمہ ہوا۔ ایک طور پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس لڑائی مین مسلمان ہی کامیاب ہوئے۔

رستم اور بہمن کی باہمی بے لطفی

رستم اور بہمن کے ساتھیون مین کچھ ایسی بے لطفی پیدا ہوئی کہ وہ باہم دو فرقہ ہوگئے۔ اس سے بہمن جادو کے لشکر مین بے دلی پھیلی اور وہ سب مدائن (پایہ تخت) کو واپس چلے گئے ایرانیون کے انقلاب سلطنت اور آپس کی نااتفاقی نے اور بھی مسلمانون کی ہمتین بڑھادین۔ اسوقت اسکندر (اعظم شاہ یونان) کے حملون کی کیفیت یاد پڑتی ہے کہ اسوقت بھی ایرانیون کے سپہ سالارون ہی کی باہمی نااتفاقیون نے اسکندر کو آسانی سے ایران مین در آنے کا راستہ دیدیا تھا۔

اس لڑائی مین مسلمانون کو پوری کامیابی نہین ہوئی۔ لیکن عراق عرب پر انکا قبضہ مستحکم ہوگیا ابوبکر کے مرنے پر عراق عرب سے مسلمانون کا قبضہ اٹھ چلا تھا۔ تبھی جب ابوعبیدہ کو لیکر آیا تھا تو عراق عرب خطرہ کی حالت مین تھا۔ جابجا لغاوتین اور سازشین پھیل چلی تھین۔ رستم نے باشندون کو ڈرا کر ہموار کرلیا تھا۔ خیر اس لڑائی سے اتنا تو ہوا کہ عراق عرب کا قبضہ مخدوش نہین رہا۔ اس زمانہ مین کوفہ۔ حیرہ (حلہ) تک مسلمانون کی سلطنت پھیل چکی تھی۔ بصرہ پہلے سے کوئی شہر نہین تھا لیکن ۱۴ھ مین وہ حضرت عمر کے حکم سے پولٹیکل مصالح پر نظر ڈال کر آباد کیا گیا اور پھر بہت جلد اسکی آبادی اور رونق مین ترقی ہوئی۔

بصرہ

فتح دمشق

۱۴ھ کی ابتدا مین دمشق فتح ہوا۔ اور یزید ابن ابی سفیان یہان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ مورخون نے فتح دمشق کا بیان یون لکھا ہے کہ خالد کی معزولی سنکر ہرقل کو دلیری ہوئی اور اُسنے مقام یرموک فوجین روانہ کرنا شروع کین۔ اس حال سے خلیفہ دوم (عمر بن الخطاب) کو اطلاع دی گئی یہان سے یہ ہدایت ہوئی کہ مسلمانون کو چاہیے کہ دمشق فتح کرلین۔ اور دمشق کی لڑائی شروع کرنے سے پہلے یہ بندوبست کرلین کہ حموص اور فلسطین سے نصرانیون کی مدد وہان نہ آسکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کچھ لوگ حموص اور فلسطین کے راستون پر تعنات کیے گئے کہ دشمنون کے آنے کو روکین اور باقی لوگ ابوعبیدہ بن جراح اور خالد کے ساتھ دمشق کی طرف بڑھے۔ دمشقیون نے اپنے مین مقابلہ کی طاقت نہ پاکر کچھ نے تو فرار اختیار کیا اور کچھ شہر مین جا چھپے اور شہر پناہ کا دروازہ بند کرلیا۔

مسلمانوں نے عرصہ تک محاصرہ کیا اور اسکے بعد خالد نے کسی حکمت سے شہر کے اندر اپنا گزر کیا اور شہر فتح ہوگیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر خالد پیش دستی نہ کرتے جب بھی وہ شہر فتح ہوتا کہ اہل شہر صلح پر آمادہ تھے۔ بہر حال شہر کا فتح ہونا بزور شمشیر سمجھا گیا اور گرد و نواح کے باشندوں پر مسلمانوں کا خوف طاری ہوا لیکن شہر والوں نے جزیہ دینا قبول کیا اور کچھ مال و متاع لیکر صلحنامہ مرتب ہوا۔ اسی طرح اور بھی کئی شہر فتح ہوئے دمشق کے آس پاس بہت سے قصبے یزید بن ابی سفیان اور معاویہ نے فتح کیے بیسان کو شرحبیل بن حسنہ نے فتح کیا اور ابوالاعور کی طرف طبریہ کی فتح منسوب ہوئی۔ لیکن یہ کل فتوحات نتیجہ تھیں اُس ہیبت کی جو خالد نے بٹھا رکھی تھی۔

فتح طبریہ

اسی سال میں بعلبک کو خالد نے فتح کیا۔ اور شرب خمر پر اجرائے حد کا حکم بھی اسی وقت میں نافذ ہوا۔ خلیفہ دوم نے خود اپنے بیٹے عبید اللہ یا عبدالرحمن پر دُرّے لگائے جسکے صدمہ سے (غالباً) وہ مہینہ کے اندر ہی اندر مر گیا۔ یہ تھی اسلام کی پابندی اور سختی جس سے اسلام نے استحکام کے ساتھ جڑ پکڑی۔

فتح بعلبک

اسی سال میں مثنی بن حارثہ کی مدد کو جریر مع اپنی فوج کے بھیجا گیا۔ اور لکھا گیا کہ جریر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت دیکھے ہوئے ہے اسکی تعظیم مثنی پر لازم ہے۔ اب ایسی حالت میں یہ تمیز کرنا ذرا مشکل تھا کہ آمر لشکر کون قرار پایا۔ بہر حال مثنی اور جریر کی شرکت میں جو لڑائی فارسیوں سے ہوئی اُسمیں فارسیوں کا سردار مہران تیر کھا کر گھوڑے سے گرا اور اُسکے ساتھیوں کا استقلال جاتا رہا۔ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور مال غنیمت اتنا ہاتھ آیا کہ اب تک کسی لڑائی میں نہ ملا تھا۔ اسکے بعد مثنی نے اُس مقام کا رُخ کیا جہاں آج بغداد آباد ہے۔ پہلے یہاں سالانہ بازار یا ایک میلہ لگتا تھا۔ جہاں دور دور سے لوگ آکر جمع ہوتے تھے اور بہت کچھ مال تجارت کا لاتے تھے۔ اس بازار کی لوٹ سے مسلمانوں نے ہزار اونٹ سونے چاندی اور جواہرات اور قیمتی چیزوں سے بھرے ہوئے پائے اور انکے تمول میں اس سے بہت زیادہ ترقی ہوئی۔

بغداد کے قریب سکینہ

ایرانیوں کی اب آنکھیں کھلیں انہیں مشورے ہونے لگے۔ کثرت رائے سے یزدجرد کو جو سلاطین ایران کی اولاد ذکور میں باقی تھا تخت پر بٹھایا گیا اور عربوں سے لڑنے کی فکر ہونے لگی۔ سنہ ۱۴ھ کے اخیر میں یہ خبر عمرؓ کو پہنچی آپ نے بھی طیاری شروع کی۔ تمام عربی نوجوان کو مدینہ کے

ایران پر چڑھائی

سنہ ۶۳۴ء

باہر جمع کیا اور پھر تمام اکابر شہر سے مشورہ شروع کیا۔ بعضون نے یہ راے دی کہ خود خلیفۂ وقت ایرانیون کے مقابلہ مین جانا چاہیے۔ لیکن علی ابن ابی طالب نے اسے خلاف مصلحت سمجھا اور اسی پر کثرت راے قرار پائی۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص لشکر عراق کے سپہ سالار تجویز ہوئے اور کفار عجم سے یہ لڑنے کے لیے روانہ کیے گئے۔ مثنی اور جریر کو حکم ہوا کہ وہ انکی مدد مین کام کرین۔

جنگ قادسیہ

غرضکہ ۱۵ھ کے شروع مین سعد بن ابی وقاص قادسیہ مین پہنچے اور انکی مدد کو برابر مدینہ سے فوج آتی رہی۔ جو کوئی مسلمان مدینہ مین آتا تھا اُسے عمر بن الخطاب سعد کے پاس بھیجتے تھے اس طرح بہت سا لشکر سعد کے پاس جمع ہوگیا۔ ابو عبیدہ بن جراح نے بھی کچھ فوج خلیفۂ وقت کے حکم کے مطابق شام سے بھیجدی۔ علاوہ مثنی اور جریر کے مغیرہ بن شعبہ۔ طلیحہ بن خویلد اسدی۔ عمر بن معدیکرب۔ عاصم بن عمرو۔ شرجیل کندی۔ عاصم بن زرار وغیرہ وغیرہ نامی سردار سعد کے پاس پہنچ گئے تھے بہت سے لوگ تو ایسے تھے جو جنگ یرموک مین شریک رہ چکے تھے۔ یزدجرد نے بھی مسلمانون کا حال سنکر خوب طیاریان کین اور رستم بن فرخ زاد کو امیر لشکر قرار دیکر مسلمانون کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ سعد نے کچھ لوگ رفع حجت کے لیے یزدجرد کے پاس بھیجے یزدجرد سے دو بدو گفتگو ہوئی۔ ان قاصدون نے اپنی پچھلی ذلیل حالت کو تسلیم کرکے شاہ ایران سے کہا کہ محمد رسول اللہ کے فیض صحبت سے اور اسلام کی برکت سے ہم لوگ کچھ سے کچھ ہوگئے آپ اور آپ کی رعایا بھی اس سے فیضیاب ہو ورنہ ہم لوگ ایران کی تمام دولت چھین لینگے اور کافرون کو تباہ کردینگے۔ یزدجرد کو بہت غصہ آیا۔ قاصدون کا قتل کرنا شان سلطنت کے خلاف تھا اسلیے وہ چپکا ہو رہا لیکن عربون کے ان بیباکانہ کلمات سے جو تعجب اُسکو ہوا اور جسکو اُسنے خود اُسی مجلس مین ظاہر کیا وہ اس قطعہ کا مضمون تھا۔

ز شیر شتر خوردن و سوسمار عرب را بجائے رسید است کار

کہ ملک عجم را کنند آرزو تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

رستم مسلمانون سے لڑنے چلا۔ لیکن نہایت مایوسی کی حالت مین۔ علم نجوم سے وہ عربون کی قسمت جان چکا تھا یہ تو بعض مورخون کا قول ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ عربون کی مستعدی اور مستقل مزاجی

رستم کی ہلاکت

اسکی ہمت کھودی ہو۔ اسکی بے دلی کا ایک بڑا ثبوت یہ ہی کہ مدائن (پایۂ تخت) سے قادسیہ تک وہ چار مہینہ مین آیا۔ بہانہ یہ تھا کہ فوج اکٹھا کرنے مین عرصہ ہوتا ہی اور دلی مقصود یہ تھا کہ مسلمان بے لڑے بھڑے واپس چلے جائین تو اچھا۔ خلیفۂ وقت کا حکم تھا کہ مسلمان قادسیہ سے آگے نہ بڑھین اور لڑائی مین ایرانیون کی طرف سے سبقت ہونے دین۔ رستم کب تک ٹال بال مین دن کاٹتا آخر ایرانیون کی فوج عربون کے مقابلہ مین خیمہ زن ہوئی اور لڑائی چھڑ گئی۔ رستم بہت بڑا سردار اور بہادر جنرل تھا۔ جب اُسنے دیکھا کہ لڑے بغیر چارہ نہین ہی۔ عرب پیچھا نہین چھوڑتے تو نہایت مردانگی سے وہ لڑا اور مسلمانون کو بھی معلوم ہوگیا کہ ایرانیون سے لڑنا آسان نہین ہی۔ تین روز تک برابر لڑائی رہی۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوتی تھی۔ طرفین کے لوگ مارے جاتے تھے۔ آخر روز جنگ کا خاتمہ ہوتا تھا۔ دوسرے دن جنگ پھر شروع ہو جاتی تھی۔ اگر لڑائی کا پورا حال لکھا جائے تو ایک داستان ہو جائے۔ خیر یہ تو ایک بڑی لڑائی تھی۔ چھوٹی چھوٹی لڑائیون کے بھی تفصیلی حالات اگر بیان کیے جائین تو فسانہ کا مزا آجائے۔ آیندہ شام اور مصر کی لڑائیان ہوئی ہین ان مین سے ہر ایک لڑائی کی کیفیت شرح وبسط کے ساتھ لکھی جائے تو ناول اور ڈراما کا لطف دکھا جائے لیکن مجبوری ہی کہ اس کتاب مین ان فروعی باتون کے بڑھانے کا موقع نہین ہی۔ مختصر یہ کہ طرفین کے نامی نامی سردار مارے گئے تیسرے یا چوتھے دن رستم کے قتل پر لڑائی کا خاتمہ ہوا بیشمار غنیمت مسلمانون کے ہاتھ لگی۔ اس لڑائی مین کوئی لاکھ کفار (عجمی) مارے گئے اور ساڑھے آٹھ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔

فتوحات ملک روم

اسی سال ابوعبیدہ اور خالد نے مرج الروم[1]۔ حمص[2]۔ لذقیہ[3]۔ قنسرین[4]۔ انطاکیہ[5] اور حلب[6] وغیرہ فتح کیے۔ مختصر بیان ان فتوحات کا یہ ہی کہ اس جنگ کے بعد ابوعبیدہ اور خالد حمص کے فتح کرنے کو آگے بڑھے۔ حمص مین اسوقت ہرقل کا تخت شاہی تھا۔ ہرقل نے خبر سنکر توذر اور اسنش کو مسلمانون کے مقابلہ مین روانہ کیا۔ بمقام مرج الروم دونون فوجون مین مقابلہ ہوا۔ ابوعبیدہ نے اپنے کو اسنش کے مقابلہ مین رکھا اور خالد کو توذر کا حملہ روکنے کو تعینات کیا۔

یہان کسی قدر جغرافیہ لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہی تاکہ سمجھنے مین آسانی ہو۔ دمشق تک

شام کا ملک سمجھا جاتا ہے۔ دمشق فتح کرنے سے گویا شام پر مسلمانون کا قبضہ ہوگیا۔ دمشق سے آگے کوئی ایسی قدرتی تقسیم نہین ہو جس سے اُدھر کوئی نیا ملک سمجھا جائے۔ زبان کا بھی چندان اختلاف نہین تھا۔ لیکن دمشق سے آگے جو حصہ واقع ہو اُسے ارض روم کہتے تھے اور اب اُسکو ترکی ایشیا یا ایشیاے کوچک بولتے ہین جسطرح اب ترکون کے قابض ہونے سے اُسے ترکی کہتے ہین ویسے ہی روم (دارالسلطنت اٹلی جسکو عربی مین روم الکبری بولتے ہین) کی سلطنت جب ان اطراف مین پھیلی تو عرب اور ایران کے لوگ رومیون کی سلطنت کہنے لگے گو اِس لحاظ سے شامیون کا مقابلہ بھی ایک طور سے رومیون ہی کا مقابلہ تھا۔ لیکن عربی مورخون نے دمشق وغیرہ کی لڑائیون کو فتح شام اور اس سے شمال کی لڑائیون کو فتح روم سے تعبیر کرکے ان لڑائیون کو فتوح الشام والروم لکھا ہو۔

فتح مرج الروم

جب ابوعبیدہ اور خالد کی فوجین توذرا اور اسنش کے مقابلہ مین اُتر رہی تو توذر کی راے نے مسلمانون کی قوت تولنے مین غلطی کی۔ اُسنے سوچا کہ اسنش ان دونون کے مقابلہ کو کافی ہو۔ مین ذرا گھوم کر دوسری راہ سے شام کی طرف چلا جاؤن اور وہان کے مقامات جو مسلمانون کے قبضہ مین آگئے ہین چھین لون۔ توذر کے آنے کی خبر سُنکر یزید والی دمشق مقابلہ کو بڑھا اور پیچھے سے خالد بھی آگئے۔ خالد فن جنگ سے بہت واقف تھے ایسے موقع پر وہ چوکنا جانتے ہی نہ تھے۔ توذر پر فتح پاکر خالد مرج الروم مین واپس آگئے اور وہان ابوعبیدہ کے ساتھ ملکر اسنش کو مغلوب کیا اور مرج الروم پر قبضہ کرلیا۔

فتح حمص

اسکے بعد ابوعبیدہ اور خالد حمص کی طرف بڑھے۔ ہرقل نے بطریق (گورنر) حمص کے متعلق مسلمانون کا مقابلہ چھوڑا اور خود رہا مین جاکر فوج جمع کرنے لگا۔ حمص والون نے دوبدو لڑنے کی جرأت نہ کی قلعہ بند ہوگئے اور امید یہ رکھی کہ ہرقل کی مدد پہنچے گی۔ جزائر سے زیادہ امید مدد کی تھی۔ لیکن وہان سعد بن ابی وقاص کی فتوحات نے لوگون کو ایسا سہما دیا تھا کہ وہ خود اپنی فکر مین مبتلا تھے۔ حمصیون کی مدد کو کیا جاتے۔ غرضکہ شہر والون نے دمشقیون کی طرح مصالحت کو اولی سمجھا اور اس طرح حمص بھی مسلمانون کے قبضہ مین آگیا۔ کچھ عرصہ تک حمص مین ابوعبیدہ نے قیام کیا اور پھر اُسکی حکومت عبادہ بن صامت کے متعلق

کرکے وہ آگے بڑھے۔

فتوحات حمص و شیزر و لاذقیہ

حمص اور شیزر بے لڑے بھڑے مسلمانون کے قبضہ مین آگئے۔ ہان لاذقیہ مین کچھ عرصہ ہوتا۔ لڑنے مین نہین بلکہ محاصرہ کی دقت اٹھانے مین لیکن اسکا انتظام یون کیا گیا کہ شہر والون پر مقابلہ سے پہلے مسلمانون کا آنا کھلنے نہ پایا اور پھر مسلمانون کے پہنچ جانے پر نہ انکی لڑنے کی قوت تھی اور نہ دروازہ بند کرنے کا وقت تھا۔ تھوڑی سی لڑائی کے بعد یہ شہر بھی فتح ہوگیا۔

فتح قنسرین

اسکے بعد قنسرین پر چڑھائی کی گئی۔ وہان کے لوگون نے بھی اہل حمص کی طرح مصالحہ کرلیا۔ راستہ مین رومیون سے کچھ لڑنا پڑا تھا اسلیے شرائط صلح مین ذرا سختی رکھی گئی خالد نے ابوعبیدہ سے استصواب رائے کرکے رہا پر جہان ہرقل مقیم تھا فوج کشی کرنا چاہی۔ ہرقل یہ خبر سنکر قسطنطنیہ کی طرف راہی ہوا۔ راستہ مین ہرقل نے لوگون سے مسلمانون کا حال دریافت کیا۔ لوگون نے بیان کیا "کہ یہ دن بھر گھوڑے پر سوار رہتے ہین اور رات بھر خدا کے سامنے ناک رگڑتے ہین"۔ ہرقل نے یہ سنکر نہایت افسوس سے کہا کہ "اگر ایسا ہی ہے تو پھر سب کچھ انھین کا ہے"۔ ہرقل نے قسطنطنیہ پہنچکر اسی دارالسلطنت پر قناعت کی۔ اور حدود روم کے قریب جتنے شہر اجنادین۔ قیساریہ۔ انطاکیہ وغیرہ تھے انکو خوب فوجون سے مستحکم کیا۔

فتح حلب

میدان خالی پاکر ابوعبیدہ نے تھوڑے سے محاصرے کے بعد حلب فتح کرلیا اور نواحی حلب مین مسلمانون کا سکہ بیٹھ گیا۔

قیساریہ کی فتح کو پانچہزار سوار کے ساتھ معاویہ تعنات کیے گئے۔ خلیفہ وقت نے ایسا ہی لکھ بھیجا تھا۔ قیساریہ کے حاکم قیفار کے پاس پچاس ہزار فوج تھی اور اسکے بعد کچھ انطاکیہ سے بھی مدد آئی۔ فتح معاویہ کے ہاتھ رہی اور وہی وہان کے حاکم مقرر کیے گئے۔

فتح اجنادین و غزہ

اسکے بعد امیرالمومنین کے حکم سے ابوعبیدہ نے عمر عاص کو غزّا اور اجنادین فتح کرنے کو روانہ کیا۔ ارطبون حاکم غزّا و اجنادین نے عمر سے شکست کھاکر بیت المقدس کی راہ لی۔

یرموک کی لڑائی خلیفہ اول کے عہد مین لکھی جا چکی ہی۔ مورخون نے خلیفہ دوم کے وقت
جنگ یرموک
مین بھی یرموک کی لڑائی قایم کی ہی۔ ممکن ہی کہ ایک ہی واقعہ غلطی سے دو وقتون سے
منسوب کیا گیا ہو۔ لیکن صحیح یہ ہی کہ یرموک مین ۲ مرتبہ لڑائیان ہوئین۔ جو خلیفہ دوم کے
وقت مین ہوئی وہ بہت سخت تھی۔ ہرقل جب قسطنطنیہ چلا تو شمال شام کا ملک سردارون
کے تعلق کرتا گیا یہ لوگ مذہبی جوش سے اور نیز اس خیال سے کہ اگر مسلمان مغلوب ہوئے
تو شام کی سلطنت ہمین مل جائیگی۔ بہت ہی سامان سے لڑے۔ ماہان اُس لڑائی کا مدار المہام
تھا۔ مسلمان یرموک سے بہت آگے بڑھ گئے تھے لیکن رومیون کی تیاریان دیکھ کر پھر آئے
اور ملک عرب سے بالکل دور جانا کسی قدر خلاف مصلحت سمجھا۔ یہ پست خیالی کسیقدر عمرؓ
بن خطاب کو نا پسند ہوئی لیکن نتیجہ بُرا نہین نکلا۔ اسلیے اسپر کچھ خیال نہین کیا گیا۔

بیان کیا جاتا ہی کہ اس لڑائی مین کئی لاکھ فوج غنیم کی تھی۔ ستر ہزار تو صرف لڑائی
مین مارے گئے۔ مسلمانون کی تعداد صرف چالیس ہزار تھی۔ اس لڑائی مین خالد نے
بڑا کام کیا۔ بیان کیا گیا ہی کہ سات تلوارین اُنکی لڑائی مین ٹوٹین اور سیکڑون آدمی
انھون نے ہلاک کیے۔

جب ارطبون بیت المقدس کی طرف بھاگا۔ عمر عاص نے اُسکا پیچھا کیا۔ ارطبون نے
فتح بیت المقدس
در شہر بند کر لیا اور عمر عاص نے محاصرہ کیا۔ کچھ دلون بعد ارطبون نے عمر عاص کے پاس
کہلا بھیجا کہ تم ناحق کوشش کرتے ہو اس شہر کا فتح کرنا تمکو نصیب نہ ہوگا۔ اس شہر کا فتح ہونا
جس شخص کے ہاتھ سے ہماری کتابون مین لکھا ہی اُسکا حلیہ تم سے نہین ملتا۔ عمر عاص نے
یہ خبر مدینہ کو بھیجی عمر ابن خطاب نے خود بیت المقدس کا ارادہ کیا۔ انکا منشا اس سفر سے
اپنی صورت کا دکھانا تھا یا بیت المقدس کی زیارت اصلی منشا تھا۔ بہرحال وہ خود وہان
پہنچے اور اس طرح پہنچے کہ ایک اونٹ پر بالکل معمولی کپڑا پہنے ہوئے عام لوگون کی طرح سادی
وضع مین در شہر کے سامنے نمودار ہوئے دشمنون کے دلپر خلیفہ وقت کی سادگی کا بہت اثر
پڑا اور اُسکے ساتھ اسلام کے سادے طریقون کی وقعت بھی اُنکے دلون مین قایم ہوئی۔ اکثر
مورخون کے قول کے مطابق اس امر کے بیان کرنے مین جس کوئی مضایقہ نہین ہی کہ دشمنون نے

بیت المقدس کے فاتح کا حلیہ اپنے پیشوایان مذہب کی پیشینگوئیوں کے مطابق پایا۔ ابوعبیدہ،
یزید ابن ابی سفیان اور خالد بھی وہاں آگئے۔ بیت المقدس بے لڑے بھڑے فتح ہو گیا بہت
سے لوگ مسلمان ہوئے۔ اسی سلسلہ میں اور بھی چھوٹے چھوٹے مقامات پر قبضہ ہوا بیت المقدس
کے فتح ہونے کے بعد پورے طور پر شام میں مسلمانوں کا دور دورہ ہو گیا۔ جس طرح عرب کی
حکومت فتح مکہ تک ادھوری تھی ویسے ہی بیت المقدس کی فتح تک شام کی حکومت سے
مسلمان مطمئن نہ تھے۔

فتح مداین بابل ساباط وغیرہ

اب خلیفہ وقت نے سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ تم تمام اہل وعیال لشکر کو قادسیہ میں
چھوڑ کر فتح مدائن کے لیے آگے بڑھو۔ راستے میں نہر سرو برس۔ بابل اور ساباط کو فتح کرتے
ہوئے سعد مدائن کے قریب پہنچ گئے سعد کے پاس ۴۰ ہزار سوار تھے۔ یزدجرد نے دیکھا کہ
اُسکے امراء لڑائی کا بیڑہ نہیں اُٹھاتے۔ مداین کے درمیان میں دجلہ بہہ رہا تھا جسکے ایک طرف
شاہی مکانات تھے اور دوسری طرف عوام کے رہنے کا مقام تھا۔ یزدجرد نے پچھم کا حصہ
مسلمانوں کے لیے خالی کرا دیا خود دریا پار ایوان شاہی میں جا چھپا اور بیچ کا پُل تُڑوا دیا تاکہ
مسلمان عبور نہ کر سکیں۔ گو ان میں اکثر لوگ ایسے تھے جنھوں نے اپنے ملک میں دریا کی صورت بھی
نہ دیکھی تھی۔ پانی سے ڈرنا انکی فطرت کا اقتضا تھا لیکن حوصلے بڑھے ہوئے تھے اور بخت مساعد
تھا۔ پانی کیا آگ کا دریا ہوتا جب بھی یہ لوگ منھ نہ موڑتے۔ اِن سب نے گھوڑے دریا میں ڈال
دیے۔ یزدجرد نے دشمنوں کی یہ جرأت دیکھ کر راہ گریز اختیار کی اور جہانتک ہو سکا کچھ دولت بھی
اپنے ساتھ لے لی۔ عبور دریا میں عربوں کی ایک سوئی بھی ضایع نہیں ہوئی۔ صرف ایک لکڑی
کا پیالہ کسی سپاہی کا بہ گیا تھا جو کنارے پر مِل گیا اور مالک تک پہنچ گیا۔ بعضوں نے اس خصوص
میں عربوں کے استقلال کی تصویر مبالغہ کے ساتھ یوں کھینچی ہے کہ پیالے کے مالک نے خود گھوڑا اتیر اکر
اُس پیالے کو اُٹھا لیا اور کہا کہ "نقد را بہ نسیہ گزاشتن کار خردمندان نیست" کل مورخوں نے
اس دریا کو پایاب نہیں لکھا ہے۔ لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑوں کے ساتھ اونٹ بھی تھے اور اس
سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ کسی کسی جگہ دریا ضرور پایاب تھا۔ یزدجرد بھاگتے وقت یہ کہتا گیا تھا کہ
مقابلہ آدمیوں سے نہیں ہے جنوں سے ہے۔ جب بادشاہ کی یہ حالت تھی تو لڑنے والا کون تھا

مداین کی طرف سے کچھ لوگ بھاگ کر موصل پہنچے۔ وہاں ہرقل کی طرف سے ایک عیسائی حکمران تھا۔ ان عجمیوں نے حاکم موصل سے مل کر مسلمانوں سے لڑنے کا بند وبست کیا۔ عبداللہ ابن معتم نے موصل کو فتح کیا۔ اسی زمانہ میں ضرار بن خطاب نے ماسبذان اور شیروان کو حلوان کے قریب فتح کیا اور اسکے علاوہ بہت سے شہر عیاض ابن غنم اور ابو موسیٰ اشعری نے فتح کیے اور اسی سال میں ابو موسیٰ اشعری کو امارت بصرہ مفوض ہوئی۔

**فتح موصل**

**کوفہ**

سنہ ۱۷ھ میں کوفہ آباد کیا گیا۔ مداین کی آب و ہوا ناموافق تھی اسلیے فوج کے رہنے کے لیے ایک ایسی زمین تلاش کی گئی جسکو عربی زبان میں کوفہ کہتے تھے۔ پہلے وہ لشکر کے رہنے کی جگہ قرار پائی پھر یہاں سعد آکر رہنے لگے اور رفتہ رفتہ یہ شہر بہت آباد ہو گیا۔ سعد نے قصر کسریٰ کے نمونہ پر اپنے لیے ایک بہت بڑا گھر بنوایا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنکر ایک عتابی فرمان بھیجا کہ اتنا بڑا گھر غیر ضروری ہے۔ حاکم کو محکوم کے حالات سے اسمین خبر نہ ہوگی۔ حاجب اور دربان رعایا کی خبر پہنچنے میں مانع ہونگے۔ یہ گھر فوراً جلا دیا جائے اور دوسری جگہ دو نیچے نیچے گھر بنوائے جائیں ایک بیت المال کے لیے اور دوسرا سعد کے لیے۔ اور یہ بھی لکھا کہ اگر بڑے بڑے محلوں میں کوئی خاص برکت ہوتی تو آج مدائن پر عربوں کا قبضہ نہ ہوتا۔ سعد نے حضرت عمرؓ کی نصیحت پر لفظ بلفظ عمل کیا۔ یہ جلا ہوا گھر معاویہ ابن ابی سفیان کے عہد خلافت تک یوہیں ویران پڑا رہا۔ معاویہ کے زمانہ میں جب زیاد گورنر عراق ہوا تو اسنے اس ایوان کو درست کر کے اپنا ایوان قرار دیا اور اسکا نام قصر الامارۃ رکھا۔

**قصر الامارۃ**

**سنہ کا رواج**

حاکم بصرہ نے امیر المومنین کے پاس لکھا کہ اکثر احکام ہمارے پاس ایسے آتے ہیں جو باہم ایک دوسرے کے متضاد ہوتے ہیں مقدم اور موخر معلوم نہ ہونے سے ناسخ اور منسوخ کا پتہ نہیں چلتا۔ اس دقت کے رفع کرنے کو حضرت عمر نے خطوں پر سنہ اور تاریخ لکھنے کا قاعدہ جاری کیا اور سنہ کی ابتدا اُس سال کے محرم سے کی جسمیں پیغمبر خدا نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ سنہ ہجری کی ابتدا یوں ہی قایم ہوئی اور رفتہ رفتہ تمام اسلامی ممالک میں اسکا رواج ہوا۔ ورنہ عربوں میں اسکے پہلے مختلف واقعات سے مختلف سنوں کا شمار کیا جاتا تھا۔ یوں کہنے کو تو کئی سنہ نافذ تھے لیکن لکھنے پڑھنے میں تاریخ اور سنہ کا دستور نہ تھا

ہرقل گو قسطنطنیہ چلا گیا تھا - لیکن عراق اور شام مین مسلمانون کی ترقی دیکھ کر اُسے یہ خیال ہوا کہ مبادا یہ لوگ بڑھتے بڑھتے قسطنطنیہ تک آئین اور اس خیال نے اُسے پھر مسلمانون سے لڑنے پر آمادہ کیا - حمص مین خبر پہنچی کہ ہرقل نے مسلمانون کے لڑنے کو بڑی طیاری کی ہے اور اُسکی فوج آرہی ہے - خالد کی راے سے مسلمان حمص سے نکل کر ہرقل کی فوج کثیر سے مقابل

حمص کی دوسری لڑائی

ہوئے - چار ہزار دشمن مارے گئے اور چار ہزار نے دین اسلام قبول کیا - باقی لوگ منفرد ہوگئے یہ لڑائی بالکل اجنبی ملک مین ہوئی - مسلمانون کے اہل و عیال ساتھ تھے اسلیے ابتدا مین ابو عبیدہ کو بڑا تردد تھا لیکن ختم جنگ ہونے پر پہلے سے زیادہ اطمینان ہوا اور یہ سمجھا گیا کہ اب دشمنون کی ہمتین بالکل قاصر ہوگئین - خالد نے اس جنگ مین بڑا نام پیدا کیا -

اس لڑائی کے فتح ہونے مین جو بہادری خالد نے کی تھی اُسے ایک شاعر نے منظوم کیا اور خالد نے اس قصیدہ مدحیہ کے صلہ مین دس ہزار درہم شاعر کو عطا کیا - یہ خبر امیر المومنین کو پہنچی - امیر المومنین نے فوراً ابو عبیدہ کو لکھا کہ خالد کا عمامہ اُتار کر اُس سے اُسکے بازون کو

خالد کا فوج سے الگ ہونا

باندھو اور میرے پاس بھیجدو - خالد قنسرین سے طلب کیے گئے اور اُنکے ساتھ امیر المومنین کے حکم کے مطابق برتاؤ کیا گیا - بیچارہ نے چپ چاپ گردن نیچی کرلی اور مدینہ چلا آیا - الزام یہ تھا کہ اگر خالد نے بیت المال سے دس ہزار دیا تو خیانت کی اور اپنے پاس سے دیا تو اسراف کیا اور اللہ اسراف کو پسند نہین کرتا (اللہ لا یحب المسرفین) ؎ رموز مملکت خویش خسروان دانند یہ بھی ظاہر ہے کہ خالد کو حضرت عمرؓ اچھا نہین جانتے تھے - بہرحال خالد ایک مرد سپاہی تھا اور فوج والون کو اُنسے کمال اُنس تھا - خالد کی برطرفی نے ایک عام ناراضی پیدا کی اور پھر عمرؓ کو یہ عام طور پر کہنا پڑا کہ مین نے خالد کو الزام خیانت مین برطرف نہین کیا بلکہ مصلحت ملکی پر نظر کرکے مین نے ایسا کیا - لوگون نے حد سے زیادہ اُسکی بڑائی شروع کی - مجھے خوف ہوا کہ جو فتوحات

وسعت مسجد حرام

تائید ایزدی سے حاصل ہوتی ہین لوگ اُسے کہین خالد کی طرف منسوب نہ کرنے لگین -

اس سال امیر المومنین نے کعبہ کی زیارت کی اور مسجد حرام کو وسعت دی - مدینہ سے مکہ تک سرائین اور کنوئین جہانتک ہوسکا بنوا دیے تا سفر مکہ مین مسافرون کو تکلیف نہ ہو -

۱۸ھ مین ابو عبیدہ نے لکھا کہ بعض بعض لوگ شراب پیتے ہین اور منع کرنے سے باز

حد شرابخواری

باز نہین آتے۔ امیرالمومنین نے لکھا کہ شراب کی حرمت مین جاسے شبہ نہین جو اُسے حرام نہ سمجھے۔ اُسکی گردن ماردو کہ وہ مرتد ہوگیا اور برُا سمجھ کر پیتا ہو تو اسپر حد شرع (اسّی تازیانہ) جاری کرد۔ پھر کیا تھا شراب پینا لوگون نے یک لخت ترک کر دیا۔

عام رمادہ قحط مدینہ

اسی سنہ مین مدینہ مین برُا قحط پڑا۔ امیرالمومنین نے گوشت۔ گھی۔ دودھ کھانا چھوڑ دیا۔ اور کہا جب رعایا کو کھانا نہین ملتا تو مجھے اچھی غذا کب روا ہو۔ امیرالمومنین کے حکم پر ابوعبیدہ نے شام سے اور عمر عاص نے مصر سے غلہ بھیجے جب کہین قحط رفع ہوا۔ اس قحط سالی کا نام مورخون نے عام رمادہ لکھا ہی۔

طاعون شام

وفات ابوعبیدہ

مدینہ مین قحط تھا۔ اور شام مین طاعون (وبائی مرض) پھیلا۔ ابوعبیدہ نے اس دنیا سے اسی مرض مین رحلت کی اور مرتے وقت معاذ بن جبل کو اپنا قایم مقام کرتے گئے پھر معاذ نے بھی عمر عاص کو اپنا قایم مقام کرکے وفات کیا۔ یزید بن ابی سفیان اور بہت سے اکابر اس بیماری سے مرے۔ مورخون نے ۲۵ ہزار مسلمانون کا مرنا تخمینہ کیا ہی۔ ابوعبیدہ اور یزید کے مرنے پر امیرالمومنین نے برُا تاسف کیا۔ اور لشکر شام کی امارت یزید کے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کے تعلق کی۔

عمر عاص کا ذکر

ناظرین کو یاد ہوگا کہ جب ابوعبیدہ روانہ ہوئے تھے تو اُنکے ساتھ سعد بن ابی وقاص اور عمر عاص بھی روانہ ہوئے تھے۔ ابوعبیدہ شام کے لیے۔ سعد بن ابی وقاص عراق عجم کے لیے اور عمر عاص مصر کے لیے مامور ہوئے تھے۔ لیکن اسکے ساتھ یہ بھی کہدیا گیا تھا کہ جب تک تینون سردار یکجا رہین امارت ابوعبیدہ کے تعلق رہے گی۔ عراق عرب کی سمت ہی دوسری تھی اسلیے سعد بن ابی وقاص تو بہت جلد الگ ہوگئے لیکن عمر عاص کچھ دنون تک ابوعبیدہ کے ساتھ رہے اور اسی لیے وہ معاویہ کے پہنچنے تک معاذ کے بعد لشکر شام کے امیر تھے۔ لیکن عام رمادہ مین مصر سے عمر عاص کا غلہ بھیجنا یہ بتاتا ہی کہ وہ شروع ہی سے سعد کی طرح علیحدہ ہوگئے تھے۔ ابوعبیدہ کے پاس انکا مصر سے کبھی کبھی آجانا بھی قرین قیاس ہی۔ بہرحال بعض مورخون کی تحریر کے مطابق عمر عاص کے کارنامے سنہ ۲۰ھ سے بیان کیے جائین گے ناظرین کو یہ معلوم رہے کہ مصر کی لڑائی شروع ہونے کے زمانہ مین مورخون نے اختلاف کیا ہی۔

اور ابو عبیدہ اور عمر عاص کا قریب قریب رہنا بس یہی سبب اس اختلاف کا ہی۔

مسجد نبوی کی وسعت

سنہ ۱۹ھ مین عباس اور مروان کے مکانات خرید کرکے مسجد نبوی کی وسعت بڑھائی گئی۔ اور اسی سال مین کوہ لبنان پر ایک قبر نکلی جسکے اندر ایک سونے کی تختی تھی اور تختی سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابراہیم کے پوتے یا پروتے کے زمانہ کی وہ قبر تھی۔ مصریون کے دستور کے مطابق کسی امیر کے مرنے پر بڑے سامان سے اسمین جنازہ دفن کیا گیا تھا اور تختی زرین پر متوفی کی طرف سے ناپائداری زمانہ کا بیان رومی زبان مین لکھا تھا۔

کوہ لبنان پر پرانی قبر

بیت المقدس مین چڑھائی ارطبون (یا ارطفون) کی وجہ سے کیگئی تھی لیکن ارطبون وہان بھی گرفتار یا مقتول نہین ہوا بلکہ بھاگ کر مصر چلا آیا۔ اب امیرالمومنین نے عمر عاص کو مصر مین بھیجا مصر لڑائی سے فتح ہوا اور ارطبون وہان مارا گیا۔ عمر عاص نے رعایا سے بڑے میل کی باتین کین اور کہا کہ ہمارا پیغمبر اسمعیل کی اولاد سے ہو جو بیٹا بادشاہ مصر کا نواسہ تھا۔ اسلیے سلمانوں کو تم لوگون سے ایک خاص قسم کا تعلق ہو۔ مصر کے تمام لوگ مسلمان ہوگئے اور بڑے استحکام سے وہان اسلام کی بنیاد پڑی۔

فتح مصر

فتح سکندریہ

اس واقعہ کو بعض مورخین نے سنہ ۲۰ھ مین بیان کیا ہو جیسا کہ بالتفصیل اوپر لکھا گیا۔ اسکے بعد سکندریہ کو مسلمانون نے صلح سے فتح کیا۔

سعد کی علیحدگی

اسی سنہ مین سعد بن ابی وقاص کوفہ سے بلالیے گئے کسی تہمت سے نہین بلکہ اسلیے کہ لوگ انکے شاکی ہوگئے تھے اور اسلیے انکا وہان رہنا امیرالمومنین کے نزدیک پولیٹکل مصالح کے خلاف تھا۔ سعد کی جگہ پر عمار بن یاسر مقرر ہوئے۔

وفات ہرقل

اسی سنہ مین ہرقل نے وفات پائی اور اسکے بیٹے قسطنطین کو سلطنت ملی قسطنطین کے وقت مین مسلمانون نے رومیون کے ساتھ کیا کیا؟ اسکا حال اپنے محل پر بیان ہوگا۔

جنگ نہاوند

سعد بن ابی وقاص کی معزولی کی خبر سنکر یزدجرد نے پھر ہمت باندھی۔ رے۔ خراسان ہمدان اور نہاوند کے لوگ ڈیڑھ لاکھ کے قریب نہاوند مین جمع ہوئے۔ فیرزان امیر لشکر مقرر کیا گیا۔ امیرالمومنین کو یہ خبر سنکر کسی قدر تشویش ہوئی اور بعد مشورہ کے علیؓ ابن ابی طالب کی راے کے مطابق نعمان ابن مقرن مزنی کوفہ سے مقابلہ کو روانہ کیے گئے۔ کوفہ۔ بصرہ

۳۱ سنہ ھ

اور مدینہ سے فوجیں بھیجی گئیں۔ سنہ ۲۱ ھ میں نعمان نے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور نہایت ہی محنت سے جنگ کی صفیں آراستہ کیں۔ معرکہ عظیم کے بعد فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔ اور فیرزان مارا گیا۔ نعمان بھی شہید ہوئے۔ لیکن آثار فتح دیکھنے کے بعد نعمان کے بعد حذیفہ بن الیمان جیسا کہ امیر المومنین نے ہدایت کی تھی امیر لشکر فارس مقرر ہوا۔ لاکھ آدمی دشمنوں کے مارے گئے۔ اور بہت بڑی ناکامی یزدجرد کو حاصل ہوئی۔ اسکے بعد وہ عراق عجم کی طرف چلا گیا اور اس فتح کا نام مسلمانوں نے فتح الفتوح رکھا۔ کیونکہ اسکے بعد کوئی بڑی لڑائی عجمیوں سے نہیں ہوئی۔ رفتہ رفتہ تمام ملک چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آتا گیا۔

فتح الفتوح

اسکے قبل عجمیوں کا سکہ ملک میں جاری تھا۔ اب حضرت عمرؓ کو اپنا سکہ جاری کرنا پڑا۔ اسطرح چاندی کے سکے ڈھلنے لگے۔ لا الہ الا اللہ۔ الحمد للہ یا سورہ قل ان سکوں پر مضروب ہوتا تھا قل ھو اللہ احد والی اشرفیاں احدیہ کہلاتی تھیں۔

اسلامی سکے

اسی سنہ میں برقہ اور طرابلس (دیار مصر) کو بطریق صلح خود عمرو عاص نے فتح کیا اور عقبہ بن رافع کو بھیجکر زویلہ (صلح سے) فتح کرایا۔

برقہ طرابلس

اسی سال ایران میں اصفہان عبداللہ بن عتبان کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ مکران کا حکم بن عمر۔ کرمان کا سہیل بن عدی اور ناحیہ سیستان کا عاصم بن عمر کے ہاتھ سے فتح ہونا اکثر مورخون نے اسی سنہ کا واقعہ لکھا ہے۔

فتح اصفہان

کوفہ کے لوگوں نے امیر المومنین سے شکایت کی کہ عمار یاسر ارکان نماز عمدہ طور پر ادا نہیں کرتے۔ عمار کو غصہ آیا اور انھوں نے ایسی امارت پسند نہ کی۔ انکے مستعفی ہونے پر مغیرہ بن شعبہ گورنر کوفہ مقرر ہوئے۔

سنہ ۲۲ ھ میں مغیرہ بن شعبہ نے جو لشکر فارس کے ایک سردار تھے بطریق مصالحہ آذربیجان فتح کیا۔ ہمدان والوں نے کچھ تمردی اختیار کی تھی اسپر انکی گوشمالی کی گئی۔ کچھ لوگ وہاں سے رے کی طرف بھاگ گئے تھے۔ مسلمانوں نے انکا پیچھا کیا اور اسی طرح ملک رے پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اور اسی سلسلہ میں قومس اور دامغان بھی ہاتھ آگئے

فتح آذربیجان

اسی سال احنف بن قیس نے امیر المومنینؓ کے حکم سے خراسان پر چڑھائی کی یزدجرد

**فتح خراسان**

وہان سے ترکون کے ملک مین بھاگ گیا اور خراسان پر مسلمان قابض ہو گئے۔ ترکستان کے خاقان نے یزدجرد کا ساتھ دینا چاہا اور خود خراسان تک وہ آیا بھی لیکن مسلمانون سے لڑنے کی ہمت نہ پڑی۔ بے لڑے بھڑے واپس گیا اور یزدجرد بھی اسکے ساتھ ساتھ چلا گیا۔

**مازندران اور طبرستان کا زیر حکم ہونا**

اسی سال والی مازندران نے گرگان و دہستان کا خراج دینا منظور کیا۔ طبرستان والون نے بھی مسلمانون سے مصالحت کی۔ ابوموسی اشعری نے تستر فتح کیا۔

**عسقلان و عموریہ کی فتح**

سنہ ۲۳ھ مین عسقلان اور دیگر بلاد روم عموریہ وغیرہ پر معاویہ نے قبضہ کیا۔

**کرمان اور سیستان مکران (فارس) کی فتوحات**

کرمان سہیل بن عدی کے ہاتھ سے۔ سیستان عاصم بن عمر تمیمی کی مدد سے۔ اور مکران حکم بن عمیرہ کے ذریعہ سے فتح ہوا۔ اسی وقت یہ خبر پہنچی کہ شہرک حاکم فارس کچھ مقابلہ کا سامان کر رہا ہے۔ امیر المومنین نے اسکے مقابلہ کو فوجین بھیجین۔ اسی لڑائی مین توج اور شیراز مسلمانون کے قبضے مین آئے

**توج شیراز قلعہ اصطخر کی فتوحات**

اور قلعہ اصطخر قدیم دار الملک سلیمان پیغمبر پر بھی مسلمانون کا جھنڈا گڑ گیا۔ فسا و دار دارالجرد کی طرف جو فوج امیر المومنین نے بھیجی تھی اُسنے بھی کسی قدر دقت کے ساتھ کامیابی حاصل کی غرضکہ شام عراق۔ عرب۔ مصر اور ملک فارس مین مسلمانون کا تسلط خلیفہ دوم کے وقت مین ہو چکا تھا۔

**حج امہات مومنین**

اسی سنہ مین امیر المومنین نے حج کعبہ کا ارادہ کیا۔ تمام امہات مومنین (ازواج پیغمبر ؐ) ساتھ تھین۔ بڑے وقار سے انکے ہودج روانہ ہوے۔ سب کے آگے عثمان بن عفان اور پیچھے عبدالرحمن بن عوف محافظت کے لیے تعنات تھے۔

**فیروز قاتل خلیفہ دوم**

فیروز نام ایک شخص نہاوند کا رہنے والا لڑائی مین رومیون کی قید مین آکر رومی غلام بنا۔ پھر مسلمانون نے رومیون کی لڑائی مین اُسے قید کر کے مدینہ مین پہنچایا۔ اور یہان وہ اپنی کنیت ابولولو سے مشہور ہوا۔ نہاوند کی لڑائی کے قیدی جب مدینہ مین آئے تو ابولولو ہموطنون سے لپٹ لپٹ کر بہت رویا اور بجاے اسکے کہ وہ مسلمانون کا ممنون ہوتا کہ انکی بدولت اپنے ہموطنون کی اسنے صورت دیکھی۔ مسلمانون کی طرف سے اسکے دلمین گرہ پڑی اور امیر المومنین کی طرف سے تو گویا ایک خاص نفرت اُسے پیدا ہو گئی۔ اسپر طرہ یہ ہوا کہ ایک روز اپنے مدنی آقا کی کچھ شکایت اسنے امیر المومنین کے سامنے پیش کی جسپر امیر المومنین نے کچھ توجہ نہ کی یا یہ کہ اسکے موافق

فیصلہ نہین کیا - ابولولو کے دلمین کدورت بڑھی اور اُسنے امیرالمومنین کے قتل کا مصمم ارادہ کرلیا - اُسنے دو بدگستاخانہ کلمات کہے - ایک طور پر صریح دہمکی رہی اور امیرالمومنین کو اسکی بُرائی کا پتہ بھی چلا - لیکن عجمی یا رومی سلطنت تو تھی نہین کہ وہ توپ دم کردیا جاتا - قتل کیسا اسکے ساتھ کسی قسم کی سختی بھی نہین کیگئی - کچھ دقفہ دیکر ایک دن وہ مسجد مین آیا - ادھر امیرالمومنین نے نماز صبح کی نیت باندھی اور ادھر ابولولو نے اسکے پہلو اور پیٹ مین چاقو مارا - زخم ایسا کاری لگا کہ وہ جانبر نہ ہوسکے - دوا پی تو وہ زخم سے باہر نکل آئی - اسی صدمہ سے اگلے دن امیرالمومنین چہارشنبہ ۲۷ - ذی الحجہ سنہ ۲۳ھ کو بچپاس ساٹھ برس (علی اختلاف المورخین) کی عمر مین وفات پائی -

قتل امیرالمومنین عمر بن خطاب

زنا کی سزا رجم اور شراب خواری کی سزا تازیانہ ان دو باتون پر عمرؓ کی خلافت مین بہت عمل کیا گیا - حالانکہ قرآن مین یہ سزائین صاف درج نہین ہین - عمرؓ نے مرتے وقت نقل رسول سے استدلال کرکے اپنے طرز عمل کے وجوہ لوگون کے ذہن نشین کردیے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ سختی عمر نے بلا وجہ اختیار کی تھی -

رجم اور حد شراب خواری

حجرہ عائشہ مین یہ بھی دفن کیے گئے - محمد رسول اللہ - ابوبکر صدیق - عمر فاروق ان تینون کی قبرین قریب قریب بنین اور پھر اسکے بعد وہان جگہ نہ رہی کہ پھر کوئی دفن ہوتا عمرؓ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ "جاکر عائشہؓ سے پوچھو وہ اپنے حجرہ مین عمرؓ کو جگہ دینگی - امیرالمومنین نہ کہنا کیونکہ مین اب امیرالمومنین نہین رہا حضرت عائشہؓ نے کہا کہ "گو وہ جگہ مین نے اپنے لیے تجویز کی تھی لیکن عمر کو مین ترجیح دیتی ہون"

قبر عمر بن خطاب

حضرت عمرؓ کے مرنے پر بہت بڑا امر خلافت کا پیش آیا - مرتے دم اُنھون نے عثمانؓ بن عفان - علیؓ بن ابی طالب سعدؓ بن ابی وقاص زبیرؓ بن العوام طلحہؓ بن عبداللہ عبدالرحمنؓ بن عوف چھ شخصون کو نامزد کیا اور کہا کہ انھین مین سے ایک شخص خود انکے باہمی شورے سے مقرر کیا جاوے - کسی نے کہا کہ آپ نے اپنے بیٹے کو کیون نامزد نہین کیا - تو حضرت عمر نے بہت بُرا مانا - پھر لوگون نے کہا کہ ان چھ مین سے کسی ایک کو آپ خود کیون نہین نامزد کرتے - اسپر حضرت عمر نے کہا کہ "اتنا بڑا بار اپنے اوپر رکھنا مین پسند نہین

وصیت عمر دربارہ امر خلافت

کرتا۔" ہان ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو مین بے تکلف اُنکو نامزد کرتا کہ اُنکو محمد رسول اللہ نے امین الامت کہا تھا۔ عمر کو معلوم تھا کہ حضرت عثمان یا حضرت علی غالباً نامزد ہونگے اسلیے ان دونون سے حضرت عمرؓ نے بالتخصیص یہ کہا کہ "اگر خلافت تم لوگون مین سے کسی ایک کو ملے تو اپنے اعزہ اور اقربا کا تہبت رسوخ نہ بڑھانا" افسوس کہ عثمانؓ نے اس نصیحت پر عمل نہین کیا اور اس ذراسی بات نہ ماننے سے بے انتہا خرابیان مسلمانون مین پیدا ہوئین جنہین سے کسی قدر اس کتاب مین بھی مذکور ہونگی۔

پھر اسکے بعد عمرؓ نے اپنے جانشین آیندہ کو پندنامہ یا دستور العمل کے طور پر کچھ کلمات نصیحت لکھوائے۔ جسکا سرنامہ یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد من عبد اللہ عمر الی الخلیفۃ بعدہ سلام علیک انی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا اللہ ہو الخ۔ ان باتون سے پتہ چلتا ہی کہ عمر کو حکمرانی کا کیا سلیقہ تھا۔

خلیفہ کے مرنے وقت جو لوگ مختلف مقامات پر گورنر تھے اُنکی تفصیل یہ ہی۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| مکہ | نافع بن عبد الحارث | دمشق | معاویہ بن ابی سفیان |
| یمن | یعلی بن امیہ | حمص | عمیر بن سعد |
| بحرین | عثمان بن ابی العاص | اردن | عمیر بن عتبہ |
| عمان | حذیفہ بن محصن | کوفہ | مغیرہ بن شعبہ |
| طائف | سفیان بن عبد اللہ ثقفی | بصرہ | ابو موسی اشعری |

## فصل سیوم

### خلافت حضرت عثمان

مشورہ دربارہ خلافت

حضرت عمر کے بعد خلافت کا جھگڑا پیش ہوا۔ حضرت عمر کی دانشمندی نے معاملہ کو بہت مختصر کر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی انتخاب کا زمانہ بڑی ہی دشواری کا زمانہ تھا۔ چھؤ آدمی مجلس مین جمع ہوئے عبد الرحمن نے صاف کہدیا کہ مجھے خلافت کی خواہش نہین ہی۔ اسکے بعد زبیرؓ نے حضرت علیؓ کو اور طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کو اور سعد نے عبد الرحمن کو اپنا قائم مقام قرار دیا۔ عبد الرحمن کو تو خواہش خلافت تھی نہین۔ ہان عثمان اور علی یہ دونون خواہشمند تھے۔ اب عبد الرحمن کی رائے پر فیصلہ منحصر

وہی پلّہ بھاری ہو۔ جب عبدالرحمن نے دیکھا کہ خلیفہ بنانا میری رائے پر آرہا تو انھون نے غور کرنے کے لیے دو تین روز کی مہلت چاہی اور اس اثنا مین فریقین (یعنی عثمان اور علی) کے رفقا اپنا اپنا زور لگانے لگے۔ عبدالرحمن عجب پس و پیش مین تھے۔ حضرت عثمان کا حلم حیا۔ جود۔ سخاوت ورع۔ تقوی۔ حسن معاش۔ مدارا مسالمہ اور معاملہ ایک طرف کھینچتا تھا۔ اور حضرت علی کا علم و فضل کیاست فراست۔ قرابت شجاعت۔ جلادت۔ مروت جوانمردی۔ عدالت متانت۔ سنجیدگی اور کرم دوسری طرف دامن دبا رہا تھا۔

عثمان کا انتخاب

بنو ہاشم تو بیشک حضرت علی کی طرف تھے لیکن انکے سوا اور جتنے لوگ تھے انمین کثرت رائے حضرت عثمان کی طرف تھی۔ عثمان کا بار احسان تمام مسلمانون پر تھا۔ اور عمر بن بھی حضرت عثمان پر مائل تھے۔ لیکن باوجود اسکے عثمانیون کو خیال ہوا کہ حضرت علی کے علم و جلادت پر نظر کرکے عبدالرحمن نے انکو پسند کرلیا تو بہت برا ہوگا۔ عمرو عاص ایک ذہین شخص تھا۔ ذہانت کے ساتھ چالاکی اکثر دیکھی گئی ہے۔ لوگون نے عمرو سے استعانت چاہی۔ اسنے ایک جوڑ بیٹھایا کہ جاکر حضرت علی کا خیرخواہ بنا اور کہا کہ "کل عبدالرحمن عثمان اور علی دونون سے پوچھین گے کہ اگر انکو خلافت دیجائیگی تو وہ رسول اور اسکے دونون خلیفون کی پیروی کرینگے؟ بہتر ہے کہ تم انشاءاللہ کی شرط لگانا۔ لوگ یہ نہ سمجھین کہ مارے شوق کے علی اپنے اختیار سے باہر بات کا بھی ذمہ لیتے ہین" اور وہان حضرت عثمان سے جاکر کہا "کہ تم بلا شرط قبول کرلینا"۔ پھر اسکے بعد عبدالرحمن سے جاکر اسنے یون کہا کہ "پہلے ان لوگون سے پوچھو کہ وہ رسول اور اسکے دونون خلیفون کی سنت پر عمل کرنے کو بھی راضی ہین؟" رسول خدا کے طرز عمل مین تو گفتگو ہی نہین ہوسکتی۔ لیکن آپ کے بعد خلیفہ اول اور دوم کا زمانہ اتنا محمود تھا کہ عام طور پر لوگ خوش تھے اور عام خواہش یہی تھی کہ جو امن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے وقت مین تھا وہی قایم رہے۔ اس سے چندان بحث نہین کہ کون صاحب حکومت ہو۔ گو اکثر سردارون کی رائین حضرت عثمان کی طرف تھین۔ لیکن عبدالرحمن کا میلان حضرت علی کی طرف تھا اور اسکا ثبوت یہ تھا کہ انھون نے پہلے حضرت علی ہی سے استفسار کیا کہ تم رسول اور اسکے خلفا کے قدم بقدم چلوگے۔ حضرت علی نے جواب دیا جہانتک ممکن ہوگا۔ اور حضرت عثمان سے پوچھنے پر کہا ہان ضرور۔ ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ عمرو عاص کی تعلیم نہ ہوتی جب بھی حضرت علی یہی [illegible]

کہ جہان تک ممکن ہوگا مین کرونگا - لیکن اسکا مطلب یہ سمجھا گیا کہ حضرت علی کو خلیفہ اول اور دوم کی سنت پر چلنے مین تامل ہی اور حضرت عثمان قدم بہ قدم چلنے کو طیار ہین - مجلس کا رنگ دیکھ کر عبدالرحمن کو لامحالا حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرنا پڑی - اور حضرت عثمان خلیفہ مقرر ہو گئے -

حضرت علی کو پیغمبر کے لیے ہی خلافت کا دعوی تھا - لیکن نہ اسطرح کہ کوئی فساد پیدا کرین - بس یہی کہ وہ اپنے کو احق سمجھتے تھے - حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافتون مین بھی انکو تامل تھا - لیکن اخیر مین انھون نے تسلیم کیا کہ دونون خلافتین بہت اچھی رہین - افسوس کہ حضرت عثمان کا آخری زمانہ نہایت پرشر گزرا اور علاوہ اپنی ناکامی کے اس بات پر بھی حضرت علی کو ہمیشہ افسوس رہا کہ انتخاب برا ہوا - اس افسوس کا یہ مطلب نہین ہی کہ انھون نے موجودہ امن کے اڑنے مین کوئی حصہ لیا کبھی خوشی یا خواہش بھی ظاہر کی - حضرت عثمان کے ورع اور تقوی مین انکو کلام نہ تھا صرف انکی لیاقت حکومت مین انکو تامل تھا اور رفتہ رفتہ اکثر عمائد نے اسکو تجربہ کے بعد تسلیم کیا -

حضرت علی کی ناکامی

اکثر مورخین نے یہ تسلیم کیا ہی کہ رسول خدا کے بعد چار خلیفون تک بادشاہت مکروہات دنیا سے بچی رہی اور رفتہ رفتہ عام بادشاہون کے خصائل خلفاء مابعد مین پیدا ہوتے گئے اور سنت رسول کو چھوڑ کر وہ لوگ ایشیائی بادشاہون کا ڈھنگ اختیار کرتے گئے -

ابوبکر اور عمر کی خلافتین اکثر مورخون کے نزدیک بالکل بے لوث ہین زیادہ سے زیادہ انپر یہ الزام عاید کیا جاتا ہی کہ احق خلافت حضرت علی کے ہوتے ہوئے عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لینا ان دونون کو مناسب نہ تھی - بس اسی قدر - اسکے علاوہ کوئی چبھتی ہوئی بات مخالفین بھی انکے خلاف نہین کہہ سکتے - لیکن عثمان کی خلافت کا وہ زمانہ تھا کہ تمام فتنے اور فساد کے تخم اسی وقت بوئے گئے - اخیر مین عثمان سے فاش پولیٹیکل غلطیان سرزد ہوئین - اگر حالات کی ایک سچی تصویر دکھائی جائے تو عام طور پر یہ رائے قایم ہوگی کہ عثمان ہرگز اُس تعریف کے لائق نہین ہین جو انکی طرف منسوب کیجاتی ہی - لیکن تمام اعتراضات کا جواب صرف یہ دیا جاتا ہی کہ حضرت عثمان نے جو کچھ کیا نیک نیتی سے کیا - معاملات دنیا مین وہ کسی قدر ضعیف الرائے تھے مگر نہ ایسے کہ خلافت کی قابلیت انکی بالکل تسلیم نہ کی جائے انپر سب سے بڑا الزام یہ عاید کیا جاتا ہی کہ انھون نے اپنے زمانہ خلافت مین اعزا اور اقربا کی پاسداریان کین بڑے بڑے عہدے انکو دیے اور انکی معاملات

عثمان کی تائید

ہین اُنکو حصہ لینے دیا۔ اس اعتراض کے دو جواب ہوسکتے ہین۔ ایک یہ کہ اُنمین مروت بہت زیادہ تھی اور بار مروت ڈالنے کا موقع اعزہ کو اسلیے زیادہ ملتا تھا کہ وہ ہر دم اُنکے پاس رہتے تھے۔ پولیٹکل معاملات مین کبھی کبھی ذاتی مروت کو دخل دینا یہ عیب شروع سے انمین تھا یعنی رسول اللہ کو بھی دو ایک مرتبہ اسکا تجربہ ہوا لیکن کچھ خیال نہین کیا گیا۔ دوسرے یہ کہ ابتداے خلافت سے کچھ عزل ونصبون کے آثار پیدا ہو چلے تھے۔ سلطنت دور دور تک پھیل چکی تھی رسول خدا کے اصحاب جنپر زیادہ اعتماد کیا جاتا تھا مر چلے تھے۔ تمام ذمہ داری امیر المومنین ہونے کی وجہ سے حضرت عثمان پر عائد تھی ایسی حالت مین پولیٹکل معاملات مین اپنے اعزہ پر بھروسا کرنا اچھا ہو یا بُرا یہ بھی ایک پہلو تھا۔ اِن تمام تاویلات کو جب ہی گنجایش ہو کہ ہم انکا اعلیٰ صفت کے ساتھ مخلوق ہونا پہلے تسلیم کرلین۔ اور اسلیے مناسب معلوم ہوتا ہو کہ عثمانؓ کے کچھ فضائل حالات خلافت شروع کرنے کے پہلے بیان کردیے جائین۔

عثمان کے اوصاف اور فضائل

(۱) عثمان کو پیغمبر خدا کی دو لڑکیان رقیہ اور ام کلثوم یکے بعد دیگرے بیاہی گئین اور اسی وجہ سے انکو ذوالنورین لقب دیا گیا اگر انکے کمال مین کوئی نقص ہوتا تو رسولؐ اپنی دامادی مین انکو قبول نہ کرتے۔

(۲) عثمان مکہ کے مالدارون مین سے تھے۔ انکے قبل صرف دو تین آدمی ایمان لا چکے تھے دین آبائی چھوڑ کر ابتدائی حالت مین اسلام کا ساتھ دینا انکے لیے کوئی معمولی بات نہین تھی۔

(۳) انکی عبادت مشہور ہی رات رات بھر یہ نماز مین کھڑے رہتے تھے اور برسون روزے پر روزہ رہتے تھے۔

(۴) جیش عشیرہ کا کل سامان عثمانؓ نے اپنے روپیے سے کیا۔ جب مسلمان مدینہ مین آئے تو پانی پینے کے واسطے کوئی کنوان نہ تھا ایک یہودی کا کنوان تھا جسکا پانی وہ بہت گران قیمت پر فروخت کرتا تھا مسلمانون کی ابتدائی حالت پانی کی خریداری کے لائق ہرگز نہ تھی آپ نے وہ کنوان ۳۵ ہزار درم پر خرید کرکے وقف کردیا۔ مسجد نبوی کی وسعت کے لیے عثمان ہی کے روپیے سے زمین خریدی گئی۔

(۵) آپ نے حبشہ کی ہجرت گوارا کی۔ اور پھر مدینہ کی ہجرت قبول کی۔ باوجود تمول کے صرف

اسلام کی محبت مین آپ نے دو دفعہ جلاوطنی اختیار کی اور اسلیے ذوالہجرتین کہلائے۔

(۶) آپ کے مزاج مین انکسار اتنا تھا کہ ایام خلافت مین کبھی کبھی مسجد مین آکر سو رہتے تھے۔ مجلس خلافت مین لوگون کو اچھے اچھے کھانے کھلواتے تھے اور خود روٹی اور سرکہ پر قناعت کرتے تھے۔ ایام خلافت مین بھی اپنے غلام کو خچر پر اپنا ہم ردیف کرتے تھے۔

علاوہ مفصلہ بالا امور کے بہت سی حدیثین عثمانؓ کی شان مین ہین اور چند آیت قرآنی کی شان نزول مین بھی انھین کا نام لیا جاتا ہے۔ لیکن اس حدیث و قرآن کے معاملہ مین مسلمانون کے تمام فرقے متفق نہین ہین اور نہ اس کتاب مین ان باتون کا زیادہ تر لکھنا مرکوز خاطر ہے۔

عثمان خود اپنے منہ سے کبھی کبھی کہا کرتے تھے کہ دس فضیلتین میری ذخیرۂ آخرت ہین۔
(۱) مسلمان ہونے مین باعتبار ترتیب میرا چوتھا نمبر ہے۔ (۲) مین نے کبھی اظہار تمول نہین کیا (۳) مین نے کبھی جھوٹ نہین بولا (۴) جس ہاتھ سے مین نے دست رسول سے مبایعت کی ہے اسکو شرمگاہ پر کبھی نہین رکھا۔ (۵) اسلام قبول کرنے کے بعد کوئی ہفتہ مین نے غلام آزاد کرنے سے نہین چھوڑا الا جب ہوا کہ میرے پاس کوئی غلام نہ تھا (۶) مین نے اپنی عمر مین کبھی زنا نہین کی۔ (۷) اسلام کے پہلے بھی مین نے شراب نہین پی کتابون مین صرف یہی باتین مذکور ہین۔ لیکن مسجد نبوی مین اضافہ کرنا۔ مدینہ مین کنوئین کا خرید کرکے وقف کرنا اور فوج عسیرہ کا تہیہ کرنا شمار کیا جائے تو دسون باتین پوری ہو جاتی ہین۔

عبیداللہ بن عمر پر دعویٰ قصاص

قاتل عمر نے خودکشی کرلی اور اسلیے اُسے سزا دینے کی ضرورت نہین ہوئی۔ اسکے بعد عبداللہ بن عمر نے چار شخصون کو اس گمان سے قتل کیا کہ وہ لوگ شریک سازش تھے۔ عبداللہ کا یہ فعل بیجا ہی تھا اگر عمرؓ زندہ ہوتے تو شاید وہ قتل عبداللہ مین تامل نہ کرتے۔ حضرت عثمان کی خلافت مین پہلا معاملہ یہی پیش ہوا۔ کہ عبداللہ کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے۔ عبداللہ پر جرم ثابت تھا ہی اگر انکے قتل کا حکم امیرالمومنین صادر کرتے تو شاید کچھ غوغا نہ ہوتا۔ لوگون سے مشورہ کرنا ہی غضب ہوگیا۔ رائین مختلف ہوئین۔ کسی نے عبداللہ کو کشتنی تجویز کیا اور بعضون نے مقتولون پر جرم عائد کیا اور یہ بھی نہین سوچا کہ ایک نابالغ لڑکی اور ایک مسلمان بھی مقتولون مین شامل تھا۔ بحث اتنی بڑھی کہ گفتگو اعتدال سے بڑھ چلی۔ عمرو عاص نے یہ رائے پیش کی کہ یہ واقعہ

خلافت عثمان سے پہلے کا ہے۔ حضرت عثمان کو خواہ مخواہ دخل دینا فرض نہیں ہے۔ حضرت عثمان نے پیشتر کارروائی روک دی۔ ممکن ہے کہ اُس وقت کا سکوت باقتضائے حکمت عملی مناسب تھا لیکن اس سے لوگوں کو یہ پتہ چل گیا کہ آئندہ حضرت عثمان کی خلافت کا کیا رنگ رہیگا لیکن عبداللہ بن عمر کو بالکل بُرا بھی نہ سمجھنا چاہیے۔ عثمان بن عفان کے بعد جو فساد برپا ہوئے انہیں انکا شریک نہ ہونا بڑی وقعت انکی پیدا کرتا ہے۔ انکی مغلوب الغیظی پر بھی نظر ڈالنا چاہیے یہ اُس باپ کے بیٹے تھے جسنے محمد رسول اللہ کی وفات پر تلوار نیام سے کھینچ لی تھی کہ جو محمد کا مرنا منہ سے کہیگا اُسکا سر اُڑا دیا جائیگا۔ مغلوب الغیظی کبھی کبھی جنون ۔۔ دورہی کی حد تک بھی پہنچ جاتی ہے اور انسان بالکل مجبور ہو جاتا ہے۔

مہدان اور رے کی بغاوت — خلیفہ دویم کی وفات سے چھ مہینہ بعد اہل ہمدان نے نقض عہد کر کے بغاوت اختیار کی اہل رے نے بھی انکا تتبع کیا۔ مغیرہ بن شعبہ۔ ابوموسی اشعری۔ براء بن عازب اور قرظہ بن کعب کی کوشش سے یہ ممالک خلیفہ سیوم کے وقت میں پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔ اسکندریہ والوں نے بھی کچھ سر اٹھایا تھا لیکن فوراً دبا دیے گئے۔

ولید بن عقبہ کی ترقی — عبداللہ بن مسعود عامل بیت المال کوفہ سے اور سعد سے کچھ رنج بڑھا۔ خلیفہ سیوم نے سعد کو برطرف کر دیا اور اُنکی جگہ پر اپنے رضاعی بھائی ولید بن عقبہ عامل جزیرہ کو مقرر کر دیا۔ ولید ایک مرد فاسق و فاجر تھا اور سعد نہایت شجاع کریم اور زاہد تھے۔ کوفیوں کو یہ انقلاب بہت ناپسند ہوا۔ شروع میں تو ولید نے اپنے کو بہت سنبھالا۔ لیکن اخیر میں جب اسکے خصائل ظاہر ہوئے تو بدمزگیاں پیدا ہوئیں۔ سعد خلیفہ دوم کے وقت میں حکومت کوفہ سے معزول ہو چکے تھے۔ خلیفہ دوم کے مرتے دم کوفہ میں مغیرہ حاکم تھا پھر حضرت عثمان کے وقت میں سعد کا معزول ہونا ایک بے جوڑ بات معلوم ہوتی ہے۔ اور اسلیے یہ فرض کرنا پڑتا ہے کہ شروع خلافت سیوم میں سعد مقرر ہوئے اور پھر آئندہ چل کر معزول کیے گئے۔

آذربیجان اور آرمینیا کی فتح — ولید نے عتبہ بن فرقد کو امارت آذربیجان سے معزول کیا اور اسلیے وہاں فتنہ اور فساد شروع ہوا۔ ولید خود مفسدوں کی سرکوبی کو روانہ ہوا۔ اسکے پہنچنے پر آذربیجان میں پھر مسلمانوں کا تسلط جما اور ملک آرمینیا صلح سے فتح کیا گیا۔ اسی زمانہ میں سلمان بن ربیعہ کو ولید نے معاویہ

بلاد روم کی فتوحات

کی مدد کے لیے شام کی طرف بھیجا اور معاویہ نے بہت سے شہر روم کے فتح کیے۔

بعض مورخون نے لکھا ہے کہ آرمینیا کی فتح کو پہلے معاویہ حاکم شام کی طرف سے حبیب روانہ ہوئے تھے اور خلیفہ سیوم کے حکم سے سلمان کو ولید نے کوفی فوج کے ساتھ مدد کو روانہ کیا تھا۔ حبیب کے لشکر نے فتح پائی ہی تھی کہ سلمان پہنچا۔ سلمان نے مال غنیمت مین حصہ مانگا حبیب نے انکار کیا۔ طرفین سے تلوار چلی اور کچھ لوگ ضایع بھی ہو گئے۔ مسلمانون مین باہم تلوار چلنے کا یہ پہلا واقعہ تھا۔ اخیر مین دونون سردارون نے سمجھ بوجھ کر خلیفہ سے استصواب کیا اور انھون نے دونون فوجون کو حصہ دیا جانا تجویز کیا۔ شامیون اور کوفیون مین اسی وقت عداوت کی بنیاد پڑی جسکے نتائج آگے بیان کیے جائین گے۔ ایسا ہی ایک واقعہ خلیفہ دوم کے وقت مین بھی پیش آیا تھا اور یہی فیصلہ انھون نے بھی صادر کیا تھا۔ لیکن واقعات مین اتنا فرق ہوا کہ اسمین تلوار چلنے کے بعد خلیفہ سے استصواب کی ضرورت معلوم ہوئی اور پہلے یہ سمجھا گیا کہ بلا اجازت حضرت عمر کے کوئی فعل کرنا ہی نہایت برا ہے۔ یہان لکھنا بیموقع نہین ہے کہ خلیفہ دوم صرف بادشاہ نہ تھے بلکہ فوج کی کمانڈری کرتے تھے۔ مدینہ ہی سے بیٹھے بیٹھے وہ یہ لکھا کرتے تھے کہ جنگ مین آگے کون رہے پیچھے کون رہے۔ داہنی طرف کس کی نگرانی رہے اور بائین طرف کون کھڑا ہو۔ بعض بعض لڑائیان انکے حکم سے اس طرح ہوئین گویا شطرنج کی بازی بچھی ہوا ور غائب کھیلنے والا مدینہ سے بیٹھا ہوا مہرون کے بڑھنے کی چالین بتا رہا ہے۔ حضرت عثمان کے وقت مین بھی فتوحات ہوئین لیکن اکثر اہل الراے متفق ہین کہ حضرت عمر کے بعد جو کچھ ہوا وہ زیادہ تر عمر ہی کی باندھی ہوئی دھاک کے ذریعہ سے ہوا۔

حبیب اور سلمان کی ہمسری

اسی سال مین عمر عاص نے عبداللہ ابن سعد کو فوج مصر کے ساتھ ممالک افریقیہ کے فتح کرنے کو بھیجا۔ دور تک جاکر وہ بے نیل مرام لیکن صحیح اور سالم واپس آئے۔

عبداللہ بن سعد

سنہ ۲۶ھ مین حضرت عثمان نے مکہ کی مسجد حرام کو کسی قدر اور وسعت دی اور اسی سال عثمان بن ابی العاص نے شہر گازروم اور قلعہ بحرہ کو سلطنت اسلامی مین شامل کیا۔ اسی سال عبداللہ ابن سعد خراج مصر کا عامل مقرر کیا گیا اور فوجی امارت بدستور عمر ابن عاص کے متعلق رہی۔ ان فوجی اور ملکی حاکمون مین بے لطفیان ہوتی رہین۔ جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ عمر عاص بالکل برطرف کیے گئے

وسعت مسجد حرام

گازروم اور قلعہ بحرہ کی فتح

عمر عاص کی معزولی اور امیر المومنین سے رنجش

اور عبداللہ ابن سعد کو مصر اور اسکندریہ مین پورے اختیارات دیے گئے۔ عمر عاص نے مدینہ مین اکر رہنا اختیار کیا اور خلیفہ سیوم سے خلش پیدا ہوئی۔ خلیفہ سیوم کے حلم نے عمر عاص کو زیادہ تیز کیا۔ عمر عاص نے خلیفہ کی بہن کو اپنی زوجیت سے الگ کر دیا (طلاق دیدیا) اور کھلم کھلا رنجش کا اظہار کرنے لگا۔

افریقہ پر چڑھائی

اسی سال خلیفہ سیوم نے عبداللہ ابن سعد کو پھر افریقہ پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا اور عبداللہ ابن نافع انکی مدد کو بھیجے گئے۔ عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر بھی اس فوج مین تھے۔

طرابلس فتح ہوا

پہلے شہر طرابلس پر مسلمانون نے حملہ کیا پھر افریقہ مین داخل ہوئے اور مختلف مقامات پر لڑائی شروع کر دی۔

افریقہ

جغرافیہ حال مین افریقہ اس بر اعظم غربی کا نام ہے جسمین حبشہ (ابی سنیا) مصر مراکو سوڈان وغیرہ بہت سے ممالک شامل ہین۔ لیکن یہان پر ملک افریقہ سے مسلمان مورخون نے اسکندریہ سے پچھم جانب جو حصہ ملک واقع ہے وہی مراد لیا ہے۔ جغرافیہ مین طرابلس کا پتہ نہین لگتا۔ ٹریپولی ایک شہر ساحل بحر پر واقع ہے۔ کیا عجب ہے اسی کو طرابلس لکھا ہو۔ ملک افریقہ مین برائے نام قیصر روم کی بادشاہت تھی۔ جرجیر نام وہان کے عیسائی حاکم کو خود مختار حکمران سمجھنا چاہیے۔ جرجیر نے بڑی ہمت سے مقابلہ کیا۔ چالیس روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ اخیر مین عبداللہ ابن زبیر بھی مدینہ سے فوج لیکر پہنچے۔ عبداللہ ابن زبیر نے اس لڑائی مین بڑا کام کیا۔ انھون نے دیکھا کہ عبداللہ ابن سعد فوج سے دور دور رہتے ہین

قتل جرجیر و فتح افریقہ

اور وجہ یہ معلوم ہوئی کہ جرجیر نے عبداللہ ابن سعد کے قاتل کو اپنی بیٹی دینے کا وعدہ کیا ہے جسے سنکر عبداللہ بن سعد متخوف رہتے ہین۔ عبداللہ ابن زبیر کی صلاح سے مسلمانون نے بھی مشہور کیا کہ جبر جیر کے مارنے والے کو جرجیر کی لڑکی انعام مین دیجائیگی اور لاکھ دینار سرخ غنیمت سے ملین گے اب جرجیر کے قتل کے لیے مسلمان مستعد ہوئے اور جرجیر نے اپنی فوج سے علیحدگی اختیار کی۔ عاقبۃ الامر جرجیر عبداللہ ابن زبیر ہی کے ہاتھ سے مارا گیا اور جرجیر کی لڑکی عبداللہ ابن زبیر ہی کو دی گئی

مروان کی شہرت سا زعات

مشہور ہے کہ جو خمس افریقہ کی غنیمت کا مدینہ مین آیا اُسے مروان ابن حکم نے پانچ لاکھ پر خرید کیا

قیمت لیتے وقت ایک لاکھ خلیفہ سیوم نے چھوڑ دیا اسپر اہل مدینہ بہت بھڑکے۔ مروان کو خلیفہ سیوم سے کیا تعلق تھا اسکا تذکرہ آگے کیا جائیگا۔

ایک سال تین مہینہ تک عبداللہ ابن سعد افریقہ مین مقیم رہے اور اُسکے بعد امیرالمومنین کے حکم سے افریقہ کی حکومت عبداللہ ابن نافع کو سپرد کرکے خود مصر کو پھر آئے۔

عبداللہ بن نافع حاکم افریقہ

سنہ ۲۷ھ مین عبداللہ ابن نافع کچھ اور پچھم بڑھے اور اندلس پر بھی قبضہ کرلیا۔ خلیفہ سیوم کے وقت مین افریقہ ہی ایک ایسا مقام تھا جسکی غنیمت مدینہ مین زیادہ تر آئی۔ اندلس سے غالباً نفیس اور چیز

جزیرہ سائپرس کی فتح

سنہ ۲۸ھ مین جزیرہ قبرس پر جسکو انگریزی مین سائپرس کہتے ہین امیر معاویہ نے چڑھائی کی اور شاید یہ مسلمانون کی پہلی بحری لڑائی تھی۔ جزیرہ قبرس مصالحت سے فتح ہوا اور اہل جزیرہ سے ایک سالانہ رقم خراج کی مقرر کرالی گئی۔ جزیرہ رودس بھی اسی سلسلہ مین فتح ہوا۔

جزیرہ رودس

سنہ ۲۹ھ مین ابوموسی اشعری اہل بصرہ کی شکایت پر معزول کیا گیا اور اسکی جگہ پر عبداللہ ابن عامر امیرالمومنین کا خالہ زاد بھائی مقرر کیا گیا۔ اسی سال اہل فارس نے عبداللہ ابن معمر کو قتل کرکے بغاوت اختیار کی تھی جسکو عبداللہ بن عامر نے جاکر فرو کیا اور اسی سلسلہ مین قلعہ اصطخر اور جور جس سے غالباً فیروز آباد و شیراز مراد ہے ہاتھ آیا۔

عبداللہ بن عامر حاکم بصرہ

قلعہ اصطخر اور جور کی فتح

اسی سال کے حج مین حضرت عثمانؓ نے بمقام منا خیمہ نصب کروایا۔ عربون نے اسے بدعت سمجھا کیونکہ رسول خدا اور اُنکے بعد دونون خلیفون کے وقت مین ایسا کبھی نہین ہوا تھا۔ اسی سفر مین حضرت عثمانؓ نے ایک بیوہ عورت کو الزام زنا مین رجم کا حکم محض اس ثبوت پر دیا کہ شوہر کے مرنے سے چھ مہینہ پر اسکے بطن سے لڑکا پیدا ہوا تھا۔ لیکن اسکے بعد ہی حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے سمجھانے پر انھون نے تسلیم کیا کہ حمل کی اکثر مدت دو برس اور اقل مدت چھ مہینہ خود قرآن سے مستنبط ہو سکتی ہے۔ لیکن افسوس کہ فیصلہ کی نظر ثانی رجم ہو چکنے کے بعد عمل مین آئی۔

حج

غلطی اجتہاد

اب ولید ابن عقبہ کی شراب خواری بہت بڑھ گئی۔ لوگون نے امیرالمومنین کے پاس اطلاع کی۔ امیرالمومنین کے پاس اطلاع کی۔ امیرالمومنین نے مسامحہ اور مساہلہ کو راہ دیا تو لوگون نے طعن شروع کی۔ آخر مین ولید حکومت کوفہ سے معزول کرکے طلب کیا گیا چالیس

ولید کی معزولی

کوڑے اسپر لگائے گئے اور کوفہ کی حکومت سعد ابن ایلاس کے سپرد ہوئی۔

سعد ابن ایلاس حاکم کوفہ طبرستان اور جرجان کی فتوحات

اسی سال سعد ابن ایلاس نے طبرستان کی طرف فوجکشی کی اور انکے ساتھ حضرت علیؓ کے دونوں بیٹے امام حسنؓ۔ امام حسینؓ۔ عبداللہ ابن عباس۔ عبداللہ ابن عمر۔ عبداللہ ابن زبیر۔ عبداللہ ابن عمرو ابن العاص اور حذیفہ بن الیمان وغیرہ بہت سے صحابہ تھے اور جرجان مصالحت سے فتح کیا گیا۔

اسی سال معاویہ ابن ابی سفیان اور ابوذر غفاری میں ایک شرعی مسئلہ پر نزاع ہوئی ابوذر کو حضرت عثمان نے شام سے طلب کر لیا اور پھر اسے حکم دیا کہ وہ مدینہ سے نکل کر نواح مدینہ میں کسی جگہ سکونت اختیار کریں۔ اسی سال رسول اللہ کی مہر جس سے اب تک ملکی کاغذات پر مہر ہوتی تھی گم ہو گئی اور اتفاق سے مہر کا گم ہونا تھا کہ حضرت عثمان کے لیے فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے۔

سنہ ۳۱ھ میں اہل خراسان نے نقض عہد کیا۔ انکی گوشمالی کو لوگ روانہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ کہستان اور کرمان میں بھی بغاوت ہے۔ ان مقامات کی بغاوتیں رفع ہوئیں اور بہت سے

نیشاپور بلخ وغیرہ کی فتوحات

نئے شہر اسی سلسلہ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ جنمیں انکے ایک مشہور نیشاپور بھی تھا بلخ طخارستان اور جوزجان۔ طالقان بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔ ان فتوحات کی شکر گزاری میں عبداللہ ابن عامر نے زیارت کعبہ کا قصد کیا اور نیشاپور ہی سے احرام باندھا۔

سنہ ۳۱ھ سنہ ۶۵۱ء

اب ۳۱ھ (۶۵۱ء) میں مسلمانوں کے مفتوح ملکوں کی حد شمالی و شرقی دریائے جیحون تک تھی۔ دریا پار کے ٹکڑے کا نام ماوراء النہر (دریا پار) اسی وقت سے مشہور ہوا اسطرح بلخ اور ہندوکش کے سلسلے کے تمام شمالی حصے ممالک مفتوحہ میں داخل ہو گئے اور حد شرقی وہ ناہموار ٹکڑہ قرار پایا جو ہندوکش کے سلسلہ سے سمندر تک شرقاً غرباً پھیلا ہوا تھا۔

یزدجرد کا خاتمہ

یزدجرد نے بیس سال سلطنت کر کے اب وفات پائی۔ چار سال اسکے عیش میں اور سولہ سال مصیبت میں کٹے تھے۔ اسکے نوکر نے خاقان چین سے مل کر اسکو چینی فوج سے گھروا دیا وہ بیچارہ کوٹھے سے کود کر کسی غریب کے مکان میں چھپا جہاں لالچیوں نے

بدن کے کپڑون کی طمع سے اُسکو ہلاک کیا یزدجرد کے مرنے پر مسلمانون کا تسلط خراسان مین مستحکم ہوگیا۔ اور بعض مورخون نے لکھا ہی کہ خراسان کی بغاوت دیکھ کر یزدجرد مقابلہ مین آیا اور مسلمانون کے ہاتھ سے دریاے جیحون (آکسس) کے قریب مارا گیا۔

قسطنطین سے بحری لڑائی

اُسی سال ہرقل کے بیٹے قسطنطین نے مصر۔ اسکندریہ۔ اُندلس[بعض] اور افریقہ کو مسلمانون سے چھین لینے کے مقصد سے بحر کی طرف سے چڑھائی کی۔ عبداللہ ابن سعد کشتی مین بیٹھکر آگے بڑھا۔ دریا کے اندر فریقین مین مقابلہ ہوا۔ پہلے تو مسلمان بہت گھبرائے۔ ایک تو بحری لڑائی جس سے مسلمان کم واقف تھے اور اُسپر طرہ یہ کہ دشمن بڑے سامان سے آئے تھے اور یہان بے سروسامانی تھی۔ بالآخر کشتی سے کشتی ملا کر مسلمانون نے تلوارین مارین اور مسلمانونکو فتح حاصل ہوئی۔ قسطنطین نے ہزیمت اُٹھا کر راجعت اختیار کی۔ اسی لڑائی مین محمد ابن ابوبکر

عبداللہ بن سعد اور محمد کا جھگڑا

اور عبداللہ ابن سعد مین کچھ بے لطفی ہوئی اور بات اتنی بڑھی کہ ابن سعد کے سامنے خلیفہ سیوم کی شان مین بھی بے ادبی کی باتین محمد کے منھ سے نکل گئین۔ محمد نے بہت سی باتین خلیفہ خلیفہ سیوم کی سنت نبوی اور سیرت شیخین کے خلاف ثابت کین۔ عبداللہ بن سعد نے یہ باتین سنکر بہت برا مانا اور محمد کو مع اُنکے ساتھیون کے کشتی سے نکلوا دیا۔

۳۲ھ مین عبدالرحمن ابن ربیعہ نے بلنجر کا محاصرہ کیا اور وہین وہ شہید ہوا۔ جیلان اور جرجان مین بھی بغاوت کے آثار ظاہر ہوئے۔ عبداللہ ابن عامر کے مکہ چلے آنے سے قارن ایک عجمی شخص نے خراسان مین خروج کیا اور اُسی کی دیکھا دیکھی طبسین۔ ہرات۔ بادغیس اور قہستان وغیرہ مین بھی غیر قومون نے خروج کرکے نیشاپور پر چڑھائی کی۔ قیس ابن ہیثم نیشاپور

خراسان مین پورا تسلط

سے بھاگ کر عبداللہ ابن عامر کے پاس خبر دینے چلا۔ عبداللہ ابن حازم بموجب ہدایت عبداللہ ابن عامر کے قارن کے مقابلہ کو بڑھا۔ قارن مع بہت سے ساتھیون کے ہلاک ہوا۔ حازم نے اس فتح کی خبر مع خمس غنیمت کے مدینہ روانہ کی اور اُسی وقت سے عبداللہ ابن حازم حاکم خراسان مقرر ہوا۔ بلخ۔ جوزجان۔ طالقان۔ جبال غور اور گرجستان کی قومون نے بھی جابجا بغاوت کے جھنڈے بلند کیے لیکن اخیر مین احنف بن قیس کی کوششون سے وہ سب ذلیل و خوار ہوئے۔

سنہ ہجری کا تنتیسوان ۳۳ سال شروع ہوا اور مسلمانون کی ترقی ذرا رُکی۔ اس تنتیس ۳۳ برس مین مسلمانون کے جو کارنامے ہین وہ صفحہ دنیا پر اپنا نظیر نہین رکھتے۔ ۳۳ برس پہلے مسلمانون کی وہ حالت یاد کرو کہ مسلمانون کے پیشوا آنحضرت محمد الرسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رہنے کے لیے مکہ مین ایک گز زمین کا ملنا دشوار تھا اور اُنکے اصحاب کی یہ بے سروسامانی تھی کہ اپنے گھرون مین رہنے نہ پاتے تھے اپنے بیگانے بھی دشمن تھے اور اب وہی مسلمان تھے کہ ۳۳ سال کے اخیر تک دُنیا کے اکثر زرخیز حصّے اُنکے قبضے مین تھے۔ جنوب مین یمن اور مغرب مین ساحل افریقہ تک پھیل چکے تھے۔ شمال مین قسطنطنیہ کے قریب تک اور مشرق مین سرحد ہندوستان تک اُنکی حکومت تھی۔ اسکے پہلے رومیون کی سلطنت بہت بڑھی لیکن یہ اقتدار اُنکو کبھی حاصل نہ ہوا کہ ایرانیون کی سلطنت کو وہ اپنے مین شامل کر لیتے۔ مسلمانون کی یہ کمال ترقی تھی کہ رومیون اور ایرانیون کی سلطنتین بھی عرب مین شامل کر لی گئین۔ مسلمانون نے آگے چل کر کے اس سے بھی زیادہ ترقی ترقی کی۔ لیکن یہ بات کہ ایک بادشاہ کل اسلامی مقبوضات پر حکمران ہو پھر نصیب نہ ہوئی عرصہ تک ایسا بھی رہا کہ ایک ہی بادشاہ کی عام حکمرانی تھی۔ لیکن اُس بادشاہ کو مسلمانون کا بادشاہ کہنا صرف دنیوی امور سے تھا۔ یہ لطف کہ محمد الرسول اللہ کا قایم مقام تمام دینی اور دنیاوی امور مین مسلمانان روے زمین کا سردار ہو اور یکسان حکم تمام مسلمانون کے لیے نافذ ہو اور عام مسلمانون کے دل مسخر ہون تینتیسوین ۳۳ سال کے ختم ہونے پر ختم ہو گیا۔ انتظام عالم اس امر کا مقتضی نہین ہو کہ تمام بنی نوع انسانی ایک دل ہو کر بسر کرین ۳۳ سنہ ھ تک خدا کو اپنا نمونہ قدرت دکھانا تھا جو اُسنے دکھا دیا اور اسکے بعد وہی اختلاف شروع ہوا جو ابتدا سے عالم سے چلا آتا ہو اور انتہاے عالم تک چلا جائیگا۔

۳۳ سنہ ھ کے ساتھ جو اختلاف مسلمانون کا ظاہر ہونے لگا وہ عثمان ابن عفان کی سوء تدبیری کی طرف منسوب کیا جائے یا سوء اتفاق زمانہ کی طرف۔ بہرحال اُسکی ابتدا یون ہوئی کہ مالک ابن حارث مشہور بہ مالک اُشتر مع چند سردارون کے کوفے مین عثمان ابن عفان کی سوء تدابیر کا تذکرہ علانیہ کرنے لگا۔ اِن لوگون کے اعتراضات بیجا نہ تھے لیکن عثمان کو پولیٹکل امور پر نظر کر کے یا تو اُنکے اعتراضات کا رفع کرنا تھا یا سختی سے اُنکو دبانا تھا۔ سعید ابن عاص کی تحریر پر خلیفہ سوم نے

مسلمانون مین نفاق

ممالک مفتوحہ

حضرت عثمان کے طرز عمل بحث

بس اتنا ہی کیا کہ اُن لوگون کو کوفہ سے دمشق مین بھیجدیا اور معاویہ کو لکھا کہ اِن لوگون کو سمجھاؤ جب
معاویہ کا سمجھانا کارگر نہوا تو حمص مین عبدالرحمن بن خالد کے پاس بھیجدیا۔ عبدالرحمن نے
انکے ساتھ سخت برتاؤ کیے لیکن اسکا کچھ نتیجہ عمدہ نہوا۔ اور وہ لوگ خود حمص سے کوفہ مین چلے
آسکے یہ وہ زمانہ تھا کہ سعید کوفہ سے حضرت عثمان کے پاس چلا آیا تھا۔ جب یہ پھر واپس چلا تو رستہ
مین معلوم ہوا کہ مالک اُشتر برسر فساد ہے اور وہین سے پھر مدینہ چلا آیا۔ حضرت عثمانؓ نے کچھ سوچ
سمجھ کر ابوموسی اشعری کو پھر کوفہ مین تعنات کیا۔ ابوموسی کے ساتھ وہان کے لوگ بڑی اطاعت سے
پیش آئے اور کہا کہ عثمان کی اطاعت سے ہمین گریز نہین اور نہ تمھاری حکومت مین ہمکو کچھ عذر
ہے۔ سعید کی حکومت ہم پر بار تھی اور بہتر ہوا کہ وہ اُٹھادی گئی۔ خلیفہ سیوم کو کوفہ کی طرف سے
اطمینان ہوا۔ لیکن اسکے سوا اور بھی بہتیرے فتنے تھے جنکے رفع کرنے مین عثمان کو کامیابی نہوئی

سنہ ۳۴ھ مین بعض صحابہ رسولؐ نے مدینہ مین آکر حضرت عثمانؓ کے طرز عمل پر نکتہ چینیان شروع
کین اور اُنکی رائین قرار پائین کہ حضرت علی مرتضی سے جاکر شکایت کیجائے اور اُنکے ذریعے سے
حضرت عثمانؓ کو سمجھایا جائے۔ یہان تک اُن لوگون کی سراسر نیک نیتی تھی۔ حضرت علی نے
جاکر حضرت عثمان کو سمجھایا کہ "تم پر نکتہ چینیان کرنے والے اگر تمھارے درست ہین تو نصیحت و شائستگی
پر عمل کرو۔ اگر تم اُنکو دشمن سمجھتے ہو جب بھی کچھ کردو یا تو اُنکو جھوٹا ثابت کرو۔ یا یہ کوشش کرو کہ دشمنون
کو زبان ہلانے کا موقع نہ ملے" اسکے علاوہ بہت سی باتین مناسب حال نصیحت کے پیرایہ
مین حضرت علیؓ نے بیان کین۔ حضرت عثمان کے جواب سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کی
باتین اُنکو پسند نہ آئین۔ اُنھون نے کہا کہ "علی اگر تم خلیفہ ہوتے اور اقارب کے ساتھ احسان
کرتے تو مین بُرا نہ مانتا۔ مغیرہ بن شعبہ کی خصلتین اچھی نہ تھین اور عمر نے اُسکو بصرہ کی ولایت
عطا کی تھی پھر کوفے کا بھی اُسے والی کیا اور کسی کی مجال نہ ہوئی کہ زبان کھولے۔ پھر عبداللہ ابن عامر
وغیرہ کو مین نے صلہ رحم کے اعتبار سے جگہین دین تو کیا بُرا کیا"۔ حضرت علیؓ نے جواب مین کہا
یہ صحیح ہے کہ حضرت عمر نے بعض لوگون کو حاکم اور امیر مقرر کیا جنسے اچھے موجود تھے لیکن اُسکے ساتھ
وہ ڈانٹ ڈپٹ ایسی رکھتے تھے کہ اُن لوگون کو اعتدال سے متجاوز ہونے کی ہمتین نہوتی تھین
جب کوئی بات اُنکے کان مین پڑتی تھی وہ فوراً ہی تحقیقات شروع کردیتے تھے اور جرم ثابت ہونے پر

عثمانؓ کے طرز عمل پر بحث

سخت سزائیں دیتے تھے۔ تم اسکے برعکس تحقیقات کرنے سے جی چراتے ہو اور سزائیں دینے سے بھاگتے ہو"۔ حضرت عثمان نے کہا۔ "اچھا! معاویہ تو عمر کے وقت سے حاکم شام ہے پھر اسکے بارے میں لوگ مجھپر کیا الزام رکھتے ہیں"۔ حضرت علی نے کہا کہ "حضرت عمر کے وقت میں معاویہ دبتا تھا اور اب وہ تم سے دبتا نہیں۔ بہتیری باتیں اپنے جی سے کرگزرتا ہے اور نام تمہارا لیتا ہے تم سنتے ہو اور کچھ نہیں بولتے"۔ حضرت عثمان نے کچھ جواب نہ دیا اور حضرت علی اُٹھکر اپنے گھر چلے آئے۔ اسکے بعد حضرت عثمانؓ نے جاکر مسجد میں خطبہ پڑھا جسکو دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ دربار عام میں اسپیچ دی۔ جسکا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت عمر سے لوگ دبتے تھے اور انکی سختیوں کو برداشت کرتے تھے۔ میں نے تم لوگون پر نرمی کی۔ میرے تحمل کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگ مجھسے گستاخیاں کرنے لگے۔ بتاؤ تو سہی میں نے تمہارا کیا بگاڑا۔ تمہارے بیت المال سے میں نے کبھی ایک پیسہ نہیں لیا اور ابوبکر اور عمر اپنے اہل و عیال کے بیت المال سے بسر اوقات کرتے تھے۔ اگر تم یہ کہو کہ میں اپنے اعزہ کو زیادہ دیتا ہوں تو کیا سلطان وقت کو بیت المال پر اتنا بھی اختیار نہیں ہے۔ ان باتون سے تم لوگ مجھے رنجیدہ نہ کرو۔

مروان کا تذکرہ

مروان عثمان کا چچیرہ بھائی تھا اور بڑا مفسد تھا۔ رسولؐ خدا نے اسکے باپ کو اسمیت مدینہ سے نکلوا دیا تھا۔ خلیفہ اول اور دوم کے وقت میں بھی یہ آنے نہ پایا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ایک یہ بھی غلطی کی کہ اپنے عہد خلافت میں اُسے بلا بھیجا اور اُسے اپنا عقل کل بنایا۔ صحابہ کبار کو حضرت عثمان سے ایک یہ بھی شکایت تھی۔ حضرت عثمان سے جتنے افعال لائق اعتراض صادر ہوئے وہ اکثر مروان ہی کی تحریک پر مبنی تھے۔ اس موقع پر بھی مروان نے زہر اُگلنا موقوف نہیں کیا۔ حضرت عثمان کے خطبہ ختم ہونے پر مروان کھڑا ہو گیا۔ اور حقارت سے نہایت سخت باتیں کیں۔ گو حضرت عثمان نے اُسے ڈانٹ کر بٹھا دیا لیکن لوگون کے دلون کی حالتیں ان کی تقریر سے کچھ اور ہی رنگتیں پکڑ گئیں۔

عبداللہ بن سبا مخالف عثمان

اسی سال عبداللہ ابن سبا نے حضرت عثمانؓ کی مخالفت پر کمر باندھی۔ یہ صنعاء یمن کا رہنے والا تھا اور حضرت عثمان ہی کے وقت میں مسلمان ہوا تھا۔ کسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کی طرف سے اسکے دل میں خلش پیدا ہوئی۔ یہ ایک قابل شخص تھا اور اپنے مذہب کا متعصب عالم تھا

اسکا سبلان ہونا غالباً ایک منافقانہ فعل تھا۔حضرت عثمان سے دل مین کدورت لیکر یہ یمن سے حجاز۔پھر وہان سے بصرہ۔پھر کوفہ پہنچا۔وہان سے شام اور شام سے مصر داخل ہوا۔ان تمام مقامات پر حضرت عثمانؓ کے خلاف تقریرین کرکے وہ لوگون کو ابھارتا گیا۔مصر کے لوگ عبداللہ بن سعد سے بہت آزردہ تھے۔عبداللہ ابن سعد کی شکایت حضرت عثمان نہ سُنتے تھے اسلیے حضرت عثمان سے بھی وہ لوگ کشیدہ خاطر تھے۔مصر مین ابن سبا کا خوب رنگ جما۔باہم خط و کتابت ہوکر یہ قرار پایا کہ مصر کوفہ۔اور بصرہ سے لوگ مدینہ مین آئین اور خلیفہ سیوم سے مقابلہ کرین۔

مخالفون کا مدینہ مین آنا

یہ لوگ ایک خاص وقت مین مدینہ پہنچ گئے اور حج کا ارادہ ظاہر کیا تاکہ کسی سے شبہہ پیدا نہ ہو۔یہ تینون جماعتین حضرت عثمان کے معزول کرنے مین تو متفق تھین لیکن خلیفہ چہارم کون ہو۔اس امر مین مصریون کی خواہش حضرت علیؓ کو چاہتی تھی۔اہل بصرہ طلحہ کی طرف جھکتے تھے۔کوفی زبیر کے خواہان تھے۔ان تینون گروہون کے سردار اپنے اپنے مطلوب یعنے علی۔طلحہ اور زبیر کے پاس چھپ چھپ کر آکے۔لیکن ان تینون نے ان لوگون کو اس بیجا ارادے سے منع کیا۔

عثمان کی سفارش

حضرت عثمان یہ حال سُنکر بوقت شب حضرت علی کے پاس آئے اُنسے اعانت چاہی اور کہا کہ ان دشمنون کو کسی طرح پھیرنا چاہیے۔حضرت علی نے پوچھا کس طرح حضرت عثمان نے جواب دیا جس طرح مناسب ہو۔حضرت علی نے کہا اب تک تم نے میرا کہنا نہ مانا۔مروان۔سعید۔معاویہ۔عبداللہ ابن ابی سرح کے کہنے پر تم چلے اور انھین کے مشورہ نے یہ فتنہ کھڑا کیا۔حضرت عثمانؓ نے کہا اب انکی رائون سے مین الگ ہوکر تمھارے کہنے پر چلونگا حضرت علی نے دوسرے دن تمام باغیون کو سمجھا بجھا کر پھیر دیا۔

اب جب حضرت عثمان کی خاطر جمع ہوئی تو مروان پھر اپنی چال چلا۔مروان نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ تم نے بالکل مدرعبی کردی۔اب لوگ سمجھتے ہین کہ تم دب گئے حضرت عثمانؓ نے مروان کے اشارے سے ایک خطبہ پڑھا جسکا مطلب یہ تھا۔میرے دشمنون کو معلوم ہوکہ مجھ پر بیجا تہمت لگائی گئی تھی اسلیے پشیمان ہوکر واپس گئے۔عمر عاص بھی اُس مجمع

مین موجود تھا وہ بولا کہ "عثمان خدا سے ڈرو۔ توبہ کرو۔ اِن آدمیون کو تم نے حسن تدبیر سے ٹالا۔ وہ سب پر ظاہر ہے۔ حضرت عثمانؓ نے عمر کو ڈانٹا کہ پہلے تو خود تو توبہ کر لے۔ مصر کی حکومت سے مین نے تجھے معزول کیا وہی رنج تیرے دل مین ہے۔ ایک طرف سے آواز آئی کہ عثمان نادم اور تائب ہو۔ حضرت عثمان نے گردن پھیری کہ بولنے والے کی صورت دیکھنے مین آئے کہ تمام مسجد سے آواز بلند ہوئی کہ "عثمان اللہ سے ڈر اور توبہ کر"۔ لوگ عثمان ہی عثمان کہتے تھے۔ امیر المومنین کوئی نہ کہتا تھا۔ حضرت عثمانؓ یہ حالت دیکھکر گھبرا گئے۔ مومن کو توبہ سے کیا باک ہو سکتا ہے فوراً ہاتھ اُٹھا کر اُنھون نے کہا " اللہم انی اتوب الیک فانی اول تائب" عمر نے اسکے بعد کھلم کھلا حضرت علی، طلحہ اور زبیر سے کہا کہ "عثمان کو خلافت سے الگ کرنا چاہیے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت علی اُن دشمنون کو ہٹا کر آئے تو اُنھون نے حضرت عثمان سے کہا کہ تم مسجد نبوی مین جاکر عام طور پر اظہار کرو کہ آیندہ تمام برائیون کی اصلاح کیجائیگی تاکہ ہر جگہ امن قایم ہو جاوے۔ ورنہ اسی طرح لوگ خروج کرکے آتے رہین گے مجھے بار بار سمجھانا پڑے گا اور ملک مین بدامنی پھیلی رہے گی۔ حضرت عثمانؓ نے ایسا ہی کیا۔ عام طور پر کہا کہ "مین انسان ہون دعوی عصمت نہین کرسکتا۔ آدمی ہی سے خطا ہوتی ہے۔ مین آیندہ اسکی تلافی بہت اچھی طرح سے کرونگا۔ اب مین گھر پر چلتا ہون تمھارے سردار مجھسے ملاقاتین کرین مین اُنکی شکایت رفع کرونگا۔ مروان سے تم لوگ آزردہ ہو مین اب اُسے ملکی معاملات مین دخل نہ دینے دونگا"۔ لوگ خوشی خوشی چلے کہ اب حضرت عثمان کے در سے دربان اُٹھ گیا آسانی سے اپنی حاجتین پیش کرین گے۔ حضرت عثمانؓ کی خوبیون مین کیا کلام تھا۔ اپنی غلطیون پر انکا نادم ہونا لوگون پر بڑا اثر کر گیا۔ حاضرین زار زار رونے لگے۔ حضرت عثمان بھی روتے ہوئے گھر چلے۔

مروان کی شرارت

اس خطبہ کے وقت مروان اور اکثر بنی امیہ غیر حاضر تھے۔ مروان نے گھر پہنچکر حضرت عثمان سے کہا "کہیے مین بھی کچھ اسمین بولون یا نہ بولون"۔ حضرت عثمان کی بی بی نائلہ بڑی دانشمند تھی۔ مروان کی شرارتون کو خوب پہچانتی تھی وہ بول اُٹھی کہ "مروان تمکو بولنے کی ضرورت نہین ہے"۔ وہ کچھ اس طور سے گربہ مسکین ہوکر بیٹھا کہ حضرت عثمان مسمرائز ہوگئے اور وہی کلمات

مین تمام خیالات عثمان کے اُسنے پلٹ دیے وہ بولا کہ "ابوطالب کا لڑکا علی آپ کو لوگون کے سامنے فضیحت کرنا چاہتا تھا اُسکا مطلب حاصل ہو چکا۔ اب بہتر یہ ہو کہ ان لوگون کو آپ اپنے یہان آنے نہ دیجیے۔ یہ آئین اور کچھ بے ادبی کرین تو اور بھی بُرا ہوگا"۔ حضرت عثمانؓ نے کہا ہان مجھے بھی شرم آتی ہی۔ مروان کو اتنا اشارہ کافی تھا۔ اُسنے نہایت رسوائی کے ساتھ اکابر قوم کو حضرت عثمان کے پاس جانے سے روکا۔ لوگ محزون اور ملول واپس گئے۔ اور حضرت علیؓ کو یہ ماجرا سُنا تے گئے۔ حضرت علی نے عبد الرحمن ابن اسود سے کہا "دیکھا مضمون خطبہ کیا تھا اور عملدر آمد کیا ہوا۔ مین عجب کشمکش مین ہون اگر کنارے رہتا ہون تو عثمان کہتے ہین تو مدد نہین کیا اور اگر اُنکے کام مین دخل دیتا ہون تو اُسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ مروان کے سامنے کسی کی چلنے نہین پاتی"۔ حضرت علیؓ نہایت غصہ مین حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور کہا کہ "مروان تمھین پورے طور پر بیوا کیے بغیر نہ چھوڑے گا اور نہ تم مروان کے حکم سے باہر ہوگے۔ آیندہ مین تمھارے کام مین دخل نہ دونگا۔ حضرت علی کے اُٹھ آنے پر نائلہ نے حضرت عثمان کو بہت نشیب فراز سمجھایا اور حضرت علی کی باتون کو اچھا بتایا۔ حضرت عثمانؓ رسیر حضرت علی کے پاس معذرت کرنے آئے لیکن پھر حضرت علیؓ کی ہمت نہ پڑی کہ حضرت عثمانؓ کے کامون مین دخل دیتے۔ جب تک حضرت عثمانؓ زندہ رہے حضرت علیؓ الگ الگ رہے بلکہ جب فساد زیادہ بڑھا تو اُنھون نے اپنے مکان کا دروازہ بند کر لیا کہ دوست یا دشمن کوئی بھی نہ آئے۔

عثمان اور طلحہ کی عداوت

طلحہ اور عثمانؓ مین کھلی کھلی رنجش ہوگئی تھی۔ حضرت عثمانؓ کو یہ خیال تھا کہ طلحہ کے پاس آنکے دشمن جمع ہوتے ہین۔ حضرت عثمانؓ نے علیؓ سے شکایت کی۔ حضرت علیؓ طلحہ کے پاس گئے دیکھا کہ اہل غوغہ جمع ہین۔ حضرت علیؓ کے پوچھنے پر طلحہ نے کہا کہ یہ لوگ میرے اختیار سے باہر ہین۔ حضرت علیؓ نے بیت المال کا خزانہ اُن لوگون پر تقسیم کیا۔ ع زر بر سر فولاد نہی نرم شد۔ وہ لوگ حضرت علی کے پاس جمع ہوئے اور حضرت علیؓ نے اُنکو متفرق کر دیا۔ طلحہ کسی ضرورت سے حضرت عثمانؓ کے پاس آئے تو معذرت کرنے لگے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا "طلحہ تم تائب اور نادم نہین ہو جب مخذول اور مغلوب ہوئے تو کوئی چارہ نہین دیکھا۔

حضرت عثمانؓ ظلم سے مقتول ہوئے۔ صحابہ نے بے شبہ اُنکی مدد مین پہلوتہی کی لیکن وہ

عثمان کی سوء تدبیریاں

پہلوتہی کے وجوہ معقول رکھتے تھے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہو کہ ابتدا میں خلافت عثمان کا رنگ بہت اچھا تھا اور جب تک اُنسے لغزش نہیں ہوئی۔ کسی نے حرف گیری نہیں کی اسکے بعد اُنکی طبیعت کا رنگ بدلا اور اُنکی طبیعت کے ساتھ زمانہ بدل گیا۔ اپنے اقارب کے ساتھ انھون نے طرفداری شروع کی۔ نوجوان بچون کو صحابہ کرام پر ترجیح دیتے تھے اور اپنے اعزہ اور اقربہ کو ملک کی حکومتین سپرد کرتے تھے۔ لوگون کو یہ بات ناگوار گزری اور اسی سے ملک مین فساد پھیلا۔ مثلاً انھون نے عبداللہ ابن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا اُسکے ظلم اور تعدی کی شکایت مدینہ مین پہنچی تو کچھ خیال نہین کیا گیا۔ اسکے پہلے عبداللہ ابن مسعود اور ابوذر غفاریؓ۔ عمار ابن یاسر کی شان مین غیر مناسب باتین ہو چکی تھین اور ان لوگون کے اعزا اور لواحقین کے دل حضرت عثمان سے صاف نہ تھے۔ اسی طرح یہ ہوا کہ ابن ابی سرح کے حالات سے جب حضرت عثمانؓ کو واقفیت ہوئی تو یہان سے عتابی حکم بھیجا گیا۔ ابن ابی سرح نے خلیفہ کے حکم کا کچھ خیال نہین کیا اور جن لوگون نے حضرت عثمان تک شکایتین پہنچائی تھیں اُنپر ابن ابی سرح نے بے حد سختیان کین اور انمین سے ایک کو مار بھی ڈالا۔ سات آدمی مصر سے پھر فریاد لیکر آئے اور ابن ابی سرح کے عزل اور قصاص مقتول کے دعویدار ہوئے۔ حضرت علیؓ حضرت طلحہ اور حضرت عائشہؓ نے حضرت عثمان کو بہت دبایا۔ اسپر حضرت عثمانؓ نے کہا اچھا تمہین کوئی حاکم مصر کے لیے تجویز کرو۔

محمد ابن ابی بکر کے قتل کا اقدام

محمد ابن ابی بکر کو لوگون نے منتخب کیا۔ جب یہ اپنی تقرری اور ابن ابی سرح کی معزولی کا پروانہ لیکر چلے تو راستہ مین حضرت عثمانؓ کا غلام حضرت عثمان کے شتر پر سوار راہ کترا تا ہوا مصر کی جانب اونٹ بھگاتا ہوا نظر آیا محمد کے ساتھیون نے غلام کو روکا اور شبہہ ناشی ہونے پر اُسکی جامہ تلاشی شروع کی۔ بدقسمتی تمام ایک خط حضرت عثمان کا ابن ابی سرح کے نام نکلا جسکا مضمون یہ تھا کہ محمد تمہارے پاس جاتا ہو اسکو اور اسکے ساتھیون کو جس طرح ممکن ہو مار ڈالو اور اپنے کام پر بدستور بحال رہو۔ اور جن لوگون نے تمہاری شکایت مجھ تک پہنچائی ہو اُنسے اچھی طرح سمجھنا۔ یہ خط محمد نے بہت سے انصار اور مہاجرین کے سامنے جو اُنکے ساتھ تھے پایا اور پڑھا۔ بالآخر راستہ سے محمد واپس آئے۔ حضرت علیؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہ اور

سعید کو خط دکھایا۔ حضرت عثمانؓ کی لاعلمی مین تو کسی کو شک نہ ہوا لیکن یہ سب نے سمجھا کہ یہ مروان کی شرارت ہی۔ حضرت عثمانؓ سے کہا گیا کہ وہ مروان کو الگ کرین اور تحقیقات جرم کے لیے ان لوگون کے حوالے کرین۔ مروان نے حضرت عثمان کے دل مین یہ جمایا کہ خط مفسدون نے بنالیا ہی اور مروان اگر حضرت علی۔ طلحہ اور زبیر کے سپرد کیا گیا تو فوراً مار ڈالا جائیگا

**مروان کے قتل پر لوگونکا اصرار**

حضرت عثمانؓ نے مروان کے علیحدہ کرنے مین تامل کیا اور اس تامل نے تمام صحابہ کرام کو حضرت عثمانؓ سے منحرف کردیا۔ لوگ سمجھ گئے کہ مروان نے بطرح حضرت عثمانؓ کے دل مین جگہ پکڑی ہی۔ معزز صحابی عثمان کے دشمن نہین ہوئے لیکن اسقدر ضرور ہوا کہ حضرت عثمان اور اُنکے دشمنون کے درمیان مین صحابیون نے دخل دینا یہ سمجھکر چھوڑ دیا کہ جب وہ کسی کا کہنا نہین مانتے تو پھر جو جی مین آئے خود ہی کیا کرین اور حضرت عثمان نے یہ ٹھان لیا کہ حالت کتنی ہی ردی ہو لیکن مین اپنے وقت مین مسلمانون مین تلوار چلنے کا سبب نہ ہونگا صحابہ کی کنارہ کشی اور عثمان کا سکوت ان دو باتون نے اُن غوغائیون کو اور دلیر کردیا جو حضرت عثمان کو بجبر معزول کرنا چاہتے تھے۔ اسوقت انکے معزول کرنے مین عبداللہ ابن مسعود۔ عمار ابن یاسر ابوذر غفاری اور محمد ابن ابوبکر کے معاون قبیلے بنو زہرہ بنو مخزوم۔ ہذیل۔ بنو تمیم زیادہ تر ساعی تھے اور کچھ لوگ مدینہ کے بھی اُنسے متفق تھے نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگون نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔

**عثمان کے گھر کا محاصرہ**

اور ضد یہ کی کہ وہ خلافت سے الگ ہون یا مروان کو مسلمانون کے سپرد کردین۔ یہ محاصرہ چالیس روز تک قایم رہا اور بعضون نے تو اس سے بہت زیادہ عرصہ تک قایم رہنا اسکا بیان کیا ہی۔ حضرت عثمانؓ اندر سے نکلتے نہ تھے۔ موذن دروازہ پر پکارکے امامت کے لیے کسی کی نسبت اجازت لے لیتا تھا اور پھر یہ بات بھی جاتی رہی اہل غوغا خود ہی امام منتخب کرنے لگے۔

حضرت عثمان خلافت سے دست کش نہ ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ "جو عزت مجھے خدا نے دی مین اُسے کھو نہین سکتا۔" مروان کے حوالے کرنے مین بھی آپ کو کد تھی۔ یہ آپ کے اختیار مین تھا کہ اہل غوغا سے لڑ جاتے انصار نے لڑنے کو کہلا بھیجا تھا آپ کے آزاد کردہ غلام مدینہ مین ہزارون تھے اور وہ ذرا اشارہ پاتے تو دشمنون سے جھپٹ جاتے

**عثمان اپنی رائے پر قائم رہتا ہے**

خود اپنے غیر آزاد غلاموں نے ایک مرتبہ ہتھیار لگاکر دشمنوں سے لڑنا چاہا۔ عثمان نے منع کیا اور انکو اپنے ارادے سے پھرتا ہوا نہ دیکھ کر یہ لالچ دکھایا کہ جو ہتھیار کھول ڈالے گا میری ملکیت سے آزاد ہو جائیگا۔

ایک مرتبہ حضرت عثمان نے کوٹھے پر سے منہ نکال کر کہا کہ تم لوگ عثمان کو اُس کنوئیں کا پانی پینے نہیں دیتے جسکو خود عثمان نے مسلمانوں کے لیے خرید کرکے وقف کردیا۔ اور اُس مسجد میں نماز پڑھنے سے روکتے ہو جسکی وسعت خود اُسکے روپے سے ہوئی ہے۔ لیکن انھوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ محاصرہ کے زمانہ میں کچھ لوگ تو ایسے تھے کہ حضرت عثمانؓ سے بالکل ملتے نہ تھے اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ حضرت عثمان سے ملتے تھے لیکن عاملہ خاص میں عثمان کی ایسی مدد نہ کرتے تھے جس سے اہل غوغا کو کچھ ہراس ہوتا۔ لوگوں کو یہ گمان ہی نہ تھا کہ اس اجتماع کا نتیجہ حضرت عثمان کے قتل تک منجر ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ مروان کی گرفتاری یا علیحدگی سے یہ معاملہ رفع دفع ہو جائیگا۔ ایک مرتبہ حضرت علی کو معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے گھر میں پانی نہیں ہے آپ نے بہت سا پانی بھجوا دیا اور پھر کسی کو یہ مجال نہ ہوئی کہ پانی لیجانے والوں کے مقابلہ میں ہتھیار کرتا۔ اسی طرح اگر بنو ہاشم چاہتے تو بنوامیہ کے ساتھ ملکر حضرت عثمان کی بہت کچھ مدد کر سکتے تھے۔ لیکن مشکل تو یہ تھی کہ محاصرہ والے معاملہ کے بعد بھی مروان حضرت عثمان کے ساتھ رہا اور اس سے ہر شریک بجائے خود ساکت تھا۔

حضرت عثمان محاصرہ کی حالت میں برابر روزہ رکھتے تھے۔ ایک روز انھیں افطار کو پانی نہ ملا بے پانی پیے سو رہے اور دوسرے دن پھر انھوں نے روزہ رکھا۔ پشت مکان سے کچھ لوگ قتل عثمانؓ کے لیے اندر گھس آئے اُنکے ساتھ محمد ابن ابی بکر بھی تھے۔ محمد نے حضرت عثمان کے قتل پر سبقت کی۔ عثمانؓ نے اُنکی طرف دیکھ کر کہا۔ صاحبزادے تم جانتے ہو کہ میں تمھارے باپ کا بڑا دوست ہوں اگر وہ زندہ ہوتے تو آج تم ایسا نہ کرتے" محمد یہ سنکر

قتل عثمان

شرمندہ ہوگئے اور وہان سے چلدیے۔ پھر اسکے بعد دو شخصوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور پھر ایسا مدفعہ نہ ملا کہ قاتلوں کی تفتیش اور سراغ رسانی میں کوشش کیجاتی۔

نائلہ زوجہ عثمان کا زخمی ہونا

نائلہ اپنے شوہر کے بچانے کو بڑھی تھی کہ اُسکی اُنگلیاں قاتلوں کی تلوار سے کٹ گئیں۔ کٹی

تاریخ قتل عثمانؓ

ہوئی انگلیاں حضرت عثمان کے خون آلودہ کرتے کے ساتھ معاویہ کے پاس دمشق تک پہنچائی گئیں۔ روز جمعہ

تیرہوین یا اٹھارہوین ذی الحجہ ۳۵ سنہ کا یہ واقعہ ہے۔

حضرت علی نے اہل غوغا کی سختیون پر نظر کرکے آخر آخر حسنین کو حضرت عثمان کی حفاظت کے لیے تعینات کر دیا تھا۔ طلحہ کے بیٹے محمد اور زبیر کے بیٹے عبداللہ بھی اسی غرض سے عثمان کے گھر کے محافظ بنائے گئے تھے۔ حضرت عثمانؓ کا قتل غفلت سے ہوا۔ تمام لوگ دروازہ پر بیخبر بیٹھے تھے کہ اندر سے صدا آئی "حضرت عثمانؓ مارے گئے"۔ یہ خبر سنتے ہی تمام لوگ جمع ہو گئے اور ایک حشر برپا ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے آکر حسین کو مارا (بعض مورخین کے قول کے مطابق) اور محمد ابن طلحہ اور عبداللہ ابن زبیر کو بھی بھلا برا کہا۔ حضرت علی اسوقت نہایت ہی غصہ مین تھے۔ انکا یہ خیال تھا کہ طلحہ نے بھی اس قتل پر اشارہ کیا ہو تو عجب نہین۔ طلحہ نے علی کے گھر آکر پوچھا تم نے حسینؓ کو بلا وجہ کیون مارا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ کیا تمھارے نزدیک یہ تھوڑی بات تھی کہ عثمان ایسا شخص ظالمون کے ہاتھ سے مارا گیا۔ طلحہ نے کہا کہ مروان کو وہ سپرد کر دیتا تو کچھ نہ ہوتا۔

اسکے بعد غوغائیون نے عثمان کا گھر لوٹ لیا۔ اور پڑوس مین ہونے کی وجہ سے ابوہریرہ وغیرہ کے گھر بھی لوٹے گئے۔ رات کو بارہ آدمیون کی مدد سے عثمان کی لڑکی عائشہ نے عثمانؓ کی نعش دفن کی۔

عثمان کی کل بیبیون اور لڑکون کی تفصیل ذیل مین درج کی جاتی ہے۔ لیکن یہ پتہ نہین چلتا کہ انکے مرنے پر کتنے زندہ تھے۔

**عثمان**

بیبیاں:
1. فاختہ
2. رقیہ بنت رسول
3. ام عمرو
4. فاطمہ بنت ولید
5. ام البنین
6. رملہ
7. نائلہ
8. ہریت

اولاد:
- فاختہ سے: ۱ عبداللہ اکبر
- رقیہ بنت رسول سے: ۲ عبداللہ اصغر
- ام عمرو سے: ۳ عمرو، ۴ ابان، ۵ خالد، ۶ مریم
- فاطمہ بنت ولید سے: ۷ سعید، ۸ ام سعید، ۹ ام عثمان
- ام البنین سے: ۱۰ عبدالملک
- رملہ سے: ۱۱ عائشہ، ۱۲ ام ابان، ۱۳ ام عمرو
- نائلہ سے: ۱۴ ام خالد، ۱۵ اروی، ۱۶ ام ابان صغری
- ہریت سے: ۱۷ بنین

۸ لڑکے اور ۹ لڑکیاں ہوئیں۔ انہیں سے بنین کی نسبت روایت غیر مشہور ہی جو بیبیان بے اولاد تھیں انکا ذکر مورخون نے نہیں لکھا ہی اور اسی وجہ سے رسول اللہ کی دوسری لڑکی جسکی وجہ سے عثمان کو ذوالنورین کہتے ہیں یہان مذکور نہیں ہوئی۔

## فصل چہارم

### خلافت حضرت علی

حضرت عثمان کے خلیفہ مقرر ہونے کے وقت جن لوگون پر نظرین پڑی تھیں اب بھی وہی لوگ مرجع عوام تھے۔ صرف عبدالرحمن ابن عوف شاید مر چکے تھے۔ طلحہ اور زبیر نے اس ہنگامہ بے تمیزی مین امیرالمومنین ہونے کی جرأت نہ کی۔ لامحالہ علی کی طرف سب رجوع ہوئے۔ علیؓ نے پانچ روز تک کسی سے ملاقات نہ کی۔ اسکے بعد جب لوگون نے بہت گھیرا تو یہ راضی ہوئے اور قتل عثمانؓ کے ساتوین دن بروز جمعہ انکے ہاتھ پر لوگون نے بیعت کی بیعت کی ابتدا طلحہ اور زبیر سے ہوئی۔ بہت کم لوگ تھے جنھون نے بیعت نہین کی حضرت عثمانؓ کے مرنے پر تمام مدینہ مین سناٹا تھا۔ تمام صحابہ کبار لب بہ سکوت تھے۔ مالک اشتر نخعی غوغائیون کا سردار تھا اسی کو خلیفہ مقرر کرنے کی زیادہ فکر تھی۔ حضرت علیؓ کی خلافت مین اُسے کچھ دلچسپی نہ تھی۔ لیکن صورت ایسی پیدا ہوگئی کہ خواہ مخواہ عوام کو یہ کہنے کا موقع ہاتھ آیا کہ حضرت عثمان کی معزولی اور قتل مین جو ساعی تھا وہی حضرت علی کی خلافت کا باعث ہوا۔

خلافت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت علی نے مروان کو طلب کیا لیکن اُسکا پتہ نہ چلا۔ نائلہ زوجہ حضرت عثمانؓ سے حضرت عثمانؓ کے قاتلون کا نام پوچھا گیا تو اُسنے ذونا معلوم الاسم شخصون کو بتایا اور محمد کی نسبت بیان اُسنے صاف شہادت دی کہ قتل کے پہلے یہ مکان سے باہر ہو چکے تھے۔ مسلمانون کے قانون مین قصاص کے لیے دعویدار کا ہونا ضرور ہی۔ نائلہ کے سوا دوسرا دعویدار نہ تھا اور نائلہ کسی کا نام بتا سکتی نہ تھی۔ قاتل عثمانؓ کا خود پتہ لگانا حضرت علیؓ کا کام تھا اور حضرت علیؓ نے مختلف مواقع پر یہ ظاہر بھی کیا۔ کہ قاتلان حضرت عثمانؓ سے سخت برتاؤ کیا جائیگا۔ لیکن قاتل عثمانؓ کی سراغ رسانی پر حضرت علی کا دل وجان سے متوجہ ہونا ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ موجودہ فساد کے اور

عثمانؓ کے قتل کی تفتیش

پھیلنے کا سبب ہوتا اسلیئے حضرت علی نے مصلحت وقت پر نظر کرکے کسی دعویدار خون کے پیدا ہونے تک کارروائی روک دی۔

سعد ابن وقاص۔ عبداللہ ابن عمر۔ محمد ابن مسلمہ اور اسامہ ابن زید نے بیعت نہیں کی۔ حضرت علی نے ان لوگون کو طلب کیا۔ عبداللہ ابن عمر نے صاف لفظون مین کہا کہ مسلمانون مین خونریزی کے سامان مہیا ہین۔ سعد ابن وقاص نے کہا کہ مجھے بیعت کرنے مین کوئی تامل نہین ہے لیکن مجھ سے یہ نہوگا کہ تمھارے حکم سے مسلمانون پر تلوار چلاؤں اور اسی کے قریب قریب سب کا جواب تھا۔ حضرت علی نے کہا کہ خلیفہ بغیر چارہ نہین اور خلیفہ کا حکم ماننا بھی ضرور ہے۔ مجھے نہین تو کسی اور کو منتخب کرو۔ یہ سنکر وہ لوگ مجلس سے اٹھ گئے اور زبان حال سے کہتے گئے کہ پھر انھین وقتون سے تو ہم سکوت اور کنارہ کشی اختیار کرتے ہین۔

**علی کی پالیسی**

خلیفہ ہوتے ہی حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے طرفدار حاکمون کو معزول کرنا چاہا۔ لوگون نے سمجھایا کہ یہ امر دانشمندی سے بالکل بعید ہے۔ لیکن حضرت علیؓ نے نہایت سیدھے طور پر اسکا جواب دیا کہ مین امت رسول پر برے لوگون کو حکمران نہین رکھ سکتا۔ اور نہ اپنے ایمان اور یقین کے خلاف کسی حکمت عملی کو قایم رکھ سکتا۔

**طلحہ اور زبیر کی سرکشی**

طلحہ اور زبیر نے بصرہ اور کوفہ کی گورنری کی درخواستین کین۔ حضرت علی کے دل کی بات خدا جانے۔ زبان سے انھون نے یہ کہا کہ اسوقت تم لوگون کا مدینہ سے باہر جانا مناسب حال نہین ہے۔ تم سے یہان مجھے ہر طرح کی مدد ملے گی۔ بات معقول تھی لیکن اُن دونون کو بری معلوم ہوئی۔ طلحہ اور زبیر نے حضرت علیؓ پر یہ اعتراض قایم کیے کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلون کے پتہ لگانے مین حضرت علیؓ بہت تساہل کرتے ہین۔ اور ان لوگون نے یہ بھی کہا کہ ہم نے بہ جبر و اکراہ بیعت کی تھی۔ طلحہ اور زبیر نے جو آگ مدینہ مین بھڑکانا چاہی تھی وہ آسانی سے یون رفع ہو گئی کہ حضرت علی نے جلسۂ عام مین نہایت مستعدی سے کہا کہ کوئی میرے سامنے دعویدار ہو اور قاتلون کا نام لے مین ابھی ابھی تحقیقات کرنے اور سزا دینے کو مستعد ہوتا ہون۔ حضرت علیؓ کے قول سے لوگون کو پوری تسکین ہو گئی۔

ایک بڑے فساد کی بنیاد حضرت عائشہؓ کی ذات سے قایم ہوئی۔ حضرت عائشہ مدینہ سے

واقعہ نہیں درج کیا کہ انہوں نے کس طرح حضرت علی رض کی بیعت کی تھی

حضرت عائشہ کی بے دلی

حج کرنے گئی تھین۔ واپسی مین حضرت عثمانؓ کی شہادت اور حضرت علیؓ کی خلافت کا حال اُنھین معلوم ہوا۔ حضرت عثمانؓ کو وہ بُرا سمجھتی تھین اور حضرت علیؓ کو اچھا۔ لیکن حضرت علیؓ کی طرف سے اُنکو ایک خاص کد تھی جسکی بُنیاد رسولؐ خدا ہی کے وقت مین قایم ہو چُکی تھی۔ آنحضرتؐ عائشہ کو زیادہ پیار کرتے تھے اور اُسکے ساتھ ہی حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ پر بھی از حد فریفتہ تھے عائشہ کو باقتضاے انسانیت اسکا رشک تھا اور وہ رشک مختلف واقعات سے نفرت کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ حضرت عائشہ راستہ سے واپس گئین اور کہتی گئین کہ جب حضرت علی خلیفہ ہو گئے تو مدینہ مین میرا رہنا نہ ہوگا۔ طلحہ اور زبیر نے موقع غنیمت سمجھ کر خود کو حضرت عائشہؓ کے پاس مکہ مین پہنچایا اور عبداللہ ابن عباس یہ تمام خبرین لیکر مکہ سے مدینہ آئے۔ عبداللہ ابن عباس بھی اِن جھگڑون سے کنارہ کرتے تھے لیکن اُنکے مزاج مین نہایت اعتدال تھا۔ جب تک حضرت عثمانؓ زندہ تھے وہ حضرت عثمان کے طرفدار رہے اور حضرت علیؓ کے خلیفہ ہونے پر حضرت علی کے مشیر بنے۔ عبداللہ ابن عباس نے حضرت علی سے کہا کہ آپ نے خلافت اختیار کرنے مین غلطی کی۔ اب مکہ مین جا کر زاویہ نشینی اختیار کیجیے۔ آپ سے اچھا خلیفہ لوگ نہ پائین گے تو تھک کر آپ کی طرف رجوع کرین گے۔ حضرت علی نے جواب دیا اور نہایت مناسب جواب دیا کہ خلافت قبول کرنے کے بعد اب اس رائے پر کیونکر عمل کیا جاسکتا ہی۔ حضرت علی نے عبداللہ ابن عباس کو حکومت دمشق عطا کرنا چاہی لیکن اُنھون نے انکار کیا اور کہا کہ معاویہ سے چھیڑ اچھی نہین۔ اسوقت کسی کو معزول نہ کیجیے جب پورا تسلط ہو جائے تو آہستہ آہستہ ایک ایک کو دار الخلافت مین طلب کر کے تدریج برطرف کر دیجیے گا۔ حضرت علیؓ نے اسکے جواب مین کہا کہ جان بوجھ کر مین ان لوگون کو امت نبی پر کیونکر ظلم کرنے دون۔

حضرت علیؓ کے گورنر

حضرت علیؓ نے حاکمون کا جو انتظام کیا اُسکی تفصیل یہ ہے

| | | | |
|---|---|---|---|
| (۱) عبداللہ ابن عباس | کو | یمن | کا حاکم کیا |
| (۲) سماحہ بن عباس | " | تہامہ | " |
| (۳) عون بن عباس | " | یمامہ | " |
| (۴) سعید بن عباس | " | بحرین | " |

(۵) قثم بن عباس کو مکہ کا حاکم
(۹) عمارہ بن ہشام " کوفہ "
(۱۰) قیس بن سعد بن عبادہ " مصر "
(۱۱) سہل بن حنیف " شام "
(۱۲) عثمان بن حنیف " بصرہ "

اہل نواح شام سے واپس آنا

سہل جب نواح شام میں پہنچا تو اسے معلوم ہو کہ تمام بنوامیہ یعنی حضرت عثمان کے اہل خاندان شام میں جمع ہیں وہ لوگ قاتلان عثمانؓ سے خون کا دعوی رکھتے ہیں اور حضرت علی کی خلافت کو اسلیے تسلیم نہیں کرتے کہ انھوں نے قاتلان عثمان اور انکے معاونوں کو پناہ دی۔ سہل مدینہ میں واپس آیا اور معلوم ہوا کہ معاویہ اور انکے ساتھی چال چل گئے۔

عائشہ کا خروج

طلحہ اور زبیر نے مکہ میں پہنچکر عائشہ کو ترغیب دی کہ وہ حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے کو حضرت علی پر خروج کریں۔ ناظرین کے ذہن میں یہ گذرا ہوگا کہ جب لوگ موافق نہ تھے تو حضرت عثمانؓ کو خلافت سے الگ ہوجانا کیا برا تھا یا خلافت سے دست کش ہونے پر انھیں کیوں اصرار تھا لیکن اب معلوم ہوا کہ معاویہ اور عائشہ کا علی سے منحرف ہونا کتنا برا تھا اور اسوقت حضرت علی کا خلافت سے الگ ہوجانا کیسی کچھ بدنظمی پھیلا دیتا۔ اگر حضرت عثمانؓ اپنے طرز عمل سے خلافت سے دست بردار ہونا یا دوسروں کو تمردی کی اجازت دینا جائز قرار دے جاتے تو آج حضرت علیؓ کی دقتیں دوبالا ہوجاتیں اور مسلمانوں میں بدعملی کی کوئی انتہا نہ ہوتی۔ یہاں یہ ظاہر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے تمام ہاشمیوں کو بڑے بڑے عہدے دینے شروع کردیے تھے۔ بنو ہاشم بیشک ملک پر بہت بڑا حق رکھتے تھے اور تینوں خلافتوں میں انکے حقوق پامال کیے گئے تھے۔ حضرت علی کو کچھ تو تلافی مافات منظور تھی اور کچھ حالت کا اقتضا یہی تھا کہ انہوں پر زیادہ بھروسا کیا جاتا حضرت علی نے جو کچھ کیا برا نہیں کیا۔ اُنپر جو کچھ اعتراض ہوسکتا تھا وہ اسی قدر ہے کہ دنیا جاسے زداری حکمت عملیوں کے بغیر جس سے انکو نفرت تھی کام نہیں چلتا۔ حضرت علی پر تو کوئی جائز اعتراض نہیں ہوسکا لیکن حضرت علی کے وقتوں نے حضرت عثمان کو بہت کچھ الزام سے بری کیا۔ اور جو لوگ جھگڑوں سے الگ تھے انکی راے یہ قایم ہوئی کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ دونوں کا برسرحق ہونا قابل تسلیم ہے۔

جب آیندہ چل کر اسلام کے بُرے دن آئے اور مذاہب کی تفریق سے اسلام کی کمزوری کھانا زمانہ کو مقصود ہوئی تو اہل اعتدال اور اُنکے تابعین اہل سُنت اور جماعت کہلائے۔ حضرت عثمان کے تابعین شامی کہے گئے اور شیعیان علی اہل تشیعہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

معاویہ کے خیالات

معاویہ کے خیالات کو طلحہ۔ زبیر اور عائشہ کے طرز عمل سے زائد تقویت پہنچی۔ اِن لوگوں نے تو غضب ہی کر دیا۔ عبد اللہ ابن عامر بصرہ سے اور یعلی ابن امیہ یمن سے اپنی اپنی معزولیوں کی خبر سُنکر معہ نقد و جنس کے مکہ میں پہنچے۔ حضرت ام سلمہ زوجہ رسولؐ نے تو حضرت عائشہ کی راے بالکل ہی بدل دی تھی۔ لیکن عائشہ کے بھانجے عبد اللہ ابن زبیر کا اصرار حد سے زیادہ بڑھا اور اُدھر عبد اللہ ابن عامر اور یعلی ابن امیہ کی ترغیب نے بھی جوش رُکنے نہ دیا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سب کے سب بصرہ کی طرف چلے اور ارادہ کیا کہ وہان سے حضرت علیؓ پر خروج کیا جائے جمل یعنے اونٹ سواری مین زیادہ تر یعلی نے دیے تھے اسلیے جو لڑائی علی اور عائشہ کے درمیان مین ہوئی اُسکا نام جنگ جمل رکھا گیا۔ عبد اللہ بن خضرمی امیر مکہ بھی اِن لوگون کے ساتھ ہوا اِن لوگون نے پہلے شام چلنے کا ارادہ کیا اور سمجھے یہ کہ معاویہ انکا شریک ہوگا۔ معاویہ کا

معاویہ کا ارادہ

ارادہ دوسرا تھا۔ وہ خود خلیفہ بننا چاہتا تھا۔ بھلا شام مین انکا گھُسنا وہ کب پسند کرتا۔ کسی کے نام ایک چیٹھی اس نے مکہ مین بھجوائی جسکا مضمون تھا کہ "معاویہ ایک بڑا آدمی ہے وہ تم لوگون کا شریک نہ ہوگا۔ اگر شرکت اُسکو منظور ہوتی تو خود حضرت عثمانؓ کی مدد کو وہ مدینہ کیون نہ جاتا۔ تم یہان آگئے تو ناحق آپس مین فساد ہوگا۔ زبیر نے کہا کہ "یہ چیٹھی ضرور معاویہ کی تحریک سے لکھی گئی ہے۔ خیر ہم لوگ شام کی طرف نہ چلین بصرہ کو جائین تو اچھا ہے"۔

عمارہ ابن ہاشم جب کوفہ کے قریب پہنچا تو اُسکو معلوم ہوا کہ ابو موسی اشعری کے سوا اور کسی کے حکومت وہان کے لوگ پسند نہ کرین گے غرض کہ عمارہ بھی ناکام مدینہ مین واپس آگیا۔

مصر کی کیفیت

عبد اللہ ابن سعد ابن ابی سرح عثمان کا برادر رضاعی تھا۔ اہل مصر اُس سے ناراض تھے قتل عثمانؓ کے بعد اُسنے اپنا مصر مین رہنا مناسب نہ سمجھکر شام کا رُخ کیا اور مصر کو یونہی چھوڑ دیا عثمان کے قتل کے بعد عثمانیون سے ایک قسم کی ہمدردی مسلمانون کے دل مین پیدا ہوئی اور اسی بھروسہ پر عبد اللہ ابن عامر کو افواج مصر مین پہنچکر فساد پھیلانے کی جُرأت ہوئی۔ قیس مصر مین

پہنچ گیا اور حکومت بھی اُسکے ہاتھ آئی۔ لیکن تمام لوگون کو اپنی طرف جیسا کہ چاہیے اسنے متوجہ نہین پایا۔ بعض نے تو حضرت علیؓ کے لیے اُسکے ہاتھ پر بیعت کی اور بعض نے عزلت اختیار کی۔ اور بعضون نے یہ کہا کہ حضرت عثمان کے قاتلون کی سزا ہوئے جب بیعت کیجائے گی۔ جب تمام کے حالات حضرت علی کو معلوم ہوئے تو اُنکا اضطراب بڑھا اور بولے "مین پہلے ہی سے کہتا تھا کہ فساد جب بڑھ گیا تو فرو کرنا مشکل ہے" اور یہ بھی کہا کہ "اب بجز اسکے کہ استقلال سے کام لیا جائے کوئی چارہ نہین ہے" حتی الوسع کلمہ گو کے مقابلہ مین تلوار اُٹھانے سے مجھے احتراز ہے لیکن جب اسکے بغیر چارہ نہ ہوگا تو مجبوری ہے۔

علی کی غلطی

حضرت علی ایسا سمجھدار اور ایسی فاش غلطی کرے تعجب ہوتا ہے۔ لیکن ہم اسکو یون سمجھتے ہین کہ آنحضرت محمد رسول اللہ کی وفات کے بعد حضرت علی کو پولٹیکل معاملات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ مسلمانون کے قلوب ویسے ہی ہونگے جیسے آنحضرت کے وقت مین تھے اور اسی بھروسے پر وہ سیدھی سیدھی چال چلے۔ انکو معلوم نہ تھا کہ طبیعتون مین بہت کچھ فرق آگیا ہے۔

عائشہ کا بصرہ جانا

ام سلمہ سے حضرت عائشہ نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلا لینا ضرور ہے۔ اسپر ام سلمہ نے جواب دیا کہ "عائشہ کل تم حضرت عثمان کو امور خلافت کی بابت بُرا بھلا کہتی تھین اور آج اُنکی حامی ہوکر بلا وجہ حضرت علیؓ کے مقابلہ مین خروج کرتی ہو۔ مجھے تم پر سخت تعجب آتا ہے" اسکے بعد حفصہ سے اُنھون نے شرکت کی درخواست کی۔ عبد اللہ ابن عمر نے حفصہ کو دبایا۔ امہات المومنین مین سے جب کسی نے ساتھ نہین دیا تب حضرت عائشہ نے تنہا اپنے ساتھیون کے ساتھ بصرہ کی طرف خروج کیا۔ ام سلمہ نے حضرت علی کو اسکی اطلاع دی اور حضرت علی نے چاہا کہ راستہ مین ان لوگون کو روکا جائے۔ لیکن اہل جمل راہ چھوڑ کر چلے اس طرح کہ ایک طرف حضرت عائشہ کی فوج بصرہ چلی اور دوسری طرف علی نے کوفہ کا ارادہ کیا۔ امام حسنؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ نے میرے نزدیک تین غلطیان کین۔ پہلی غلطی تو یہ تھی کہ جب حضرت عثمان کے محاصرے کا زمانہ تھا مین نے

باپ بیٹے کی گفتگو

آپ سے کہا کہ کہین ہم لوگون کو لیکر باہر نکل چلیے ورنہ آپ کو لوگ متہم کرینگے لیکن آپ نے کچھ خیال نہ کیا۔ اسکے بعد مین نے کہا کہ جب تک تمام لوگ بیعت نہ کرین گھر سے باہر نہ نکلیے۔ لیکن آپ نے اسپر بھی عمل نہ کیا۔ پھر جب لوگ بصرہ چلے تو مین نے کہا کہ انکو انکے حال پر چھوڑ دیجیے جب کسی کو قتل

عثمان سمجھیں گے قتل کریں گے۔ آپ سے کیا تعلق۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ محاصرہ عثمان کے زمانہ میں باہر نکل چلنے کا میرا ارادہ اسلیے نہیں ہوا کہ میں معاملہ کا اس درجہ تک پہنچنا بعید از قیاس سمجھتا تھا۔ بیعت کے معاملہ میں میں گھر سے جب ہی نکلا کہ سب راضی ہو چکے تھے۔ اب بیعت کے بعد کوئی منحرف ہو جائے تو کیا جائے۔ اور تیسرے امر کی نسبت میں خوب جانتا ہوں کہ مخالفوں کو عثمان کے خون کا دعوی نہیں ہے یہ لوگ کچھ اور ہی نیت رکھتے ہیں۔ میں بھلا کس طرح انکو مطلق العنان چھوڑ سکتا ہوں"

طلحہ۔ زبیر اور عائشہ کی رائیں کبھی کبھی بدل جاتی تھیں۔ لیکن یہ لوگ کچھ ایسی حالت میں تھے کہ انکو روگردانی سے چارہ نہ تھا۔ جب قریب بصرہ کے حضرت عائشہ کا لشکر پہنچا تو احنف ابن قیس کو حضرت عائشہ نے بلا بھیجا اور مدد کی درخواست کی۔ احنف نے کہا کہ مجھے یاد ہے کہ "جب حضرت عثمان قریب ہلاکت تھے تو میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ حضرت عثمانؓ مقتول ہوں تو میں کس کی بیعت پر کروں اسوقت آپ نے کہا کہ "حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے بڑھکر دوسرا نہیں ہے" حضرت عائشہ نے کہا کہ "ان باتوں کو تم مجھ سے زیادہ بڑھکر نہیں سمجھ سکتے" احنف نے کہا "کچھ ہی ہو میں آپکی مدد نہیں کر سکتا" یہ کہکر وہ مجلس سے اٹھ گیا۔ اور چار ہزار آدمیوں کی جماعت الگ کر کے بصرہ سے دو فرسخ کے فاصلہ پر مقیم ہوا۔ امیر المومنینؓ نے مناسب سمجھا کہ کوفہ سے بھی کچھ فوج لیجائے اور وہاں کے لوگوں کا ارادہ بھی معلوم کر لیا جائے۔ کوفہ کے قریب امیر المومنین علیؓ ٹھہرے اور عمار یاسر اور اپنے بیٹے امام حسن کو کوفہ بھیجا اور اسکے بعد مالک اشتر کو بھی روانہ کیا۔ ابو موسی اشعری حضرت علی سے مخالف تھے ہی کیونکہ انکی معزولی کا حکم امیر المومنین صادر کر چکے تھے انھوں نے بہت ہی زور مارا کہ لوگ حضرت علی کا ساتھ نہ دیں اور لوگ بھی عرصہ تک تذبذب میں تھے لیکن اخیر کو کوفیوں نے حضرت علی کا ساتھ دیا اور نو ہزار سے کچھ اوپر کوفی فوج آپ کے ساتھ ہوئی۔

راستہ سے امیر المومنین علیؓ نے طلحہ اور زبیر کو خط لکھا اور یہ بھی محقق ہے کہ ایک خط ام المومنین عائشہ کے پاس بھی بھیجا۔ خطوں کے جواب میں کوئی مطلب برآری نہیں ہوئی بلکہ عبد اللہ ابن زبیر نے قاصد کے سامنے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ "علی وہ شخص ہے جس نے تمھارے خلیفہ عثمان کو مارا۔ اور اب تمھارے ساتھیوں کو بہکانے اور تمھارے ہتھیار چھیننے کو

یہان آیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ قول ابن زبیر کا محض فرط جوش مین تھا ورنہ یہ امر متفق علیہ ہے اور اسمین ذرا بھی شُبہ نہین ہے کہ حضرت علیؓ قتل عثمان مین کسی طرح شریک نہ تھے۔ جب یہ خبر حضرت علیؓ کو معلوم ہوئی تو امام حسن نے اُنکے حُکم سے اپنی فوج مین یہ خطبہ پڑھا کہ عبداللہ ابن زبیر علی کو قاتل عثمان کہتا ہے۔ حالانکہ تمام مہاجرین اور انصار پر روشن ہے کہ زبیر ہمیشہ حضرت عثمان کا عیب گیر تھا اور طلحہ ابن عبداللہ بھی قتل عثمان کے پہلے غوغائیون کے ساتھ تھا۔ ہم لوگون کی لڑائی ہرگز انصار عثمان سے نہین ہے بلکہ اہل جمل سے ہے۔

عائشہ اور عثمان بن حنیف کی لڑائی

حضرت عائشہ کے بصرہ پہنچنے سے پہلے عثمان ابن حنیف حضرت علی کی طرف سے وہان کا حاکم ہوچکا تھا۔ عثمان ابن حنیف نے اہل جمل کو رد کا۔ اہل جمل حضرت عائشہ۔ طلحہ اور زبیر کے ساتھ عثمان بن حنیف کے سامنے صف آرا ہوگئے۔ عائشہ۔ طلحہ اور زبیر حضرت عثمان غنی کا خون یاد دلا کر ساتھیون کو جوش دلا رہے تھے۔ اہالی بصرہ نے جب ان لوگون کے مقولات سنے تو انمین سے بعض نے ان تینون کی راے سے اتفاق کیا اور اکثرون نے یہ سمجھ کر کہ انکا اشارہ حضرت علیؓ کی طرف ہے یہ کہا کہ "ایسا ہی تھا تو طلحہ اور زبیر نے امیرالمومنین علی سے بیعت ہی کیون کی۔ پہلے انھون نے بیعت کی اور اب منصب خلافت کی طمع سے خون عثمان کا بہانہ ڈھونڈھتا ہے۔" عثمان ابن حنیف کے بعض ساتھیون نے کہا کہ امیرالمومنین عثمان کے قتل سے یہ امر زیادہ سخت ہے کہ لوگون نے حرم رسولؐ کو یہان حاضر کیا ہے اسکے بعد عثمان ابن حنیف کے لشکر سے حکم ابن جبلہ نے حضرت عائشہ کے لشکر پر حملہ کیا اور شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ دوسرے روز بھی تمام دن لڑائی رہی۔ حضرت عائشہ نے عثمان ابن حنیف سے صلح کرنا چاہی۔ عثمان ابن حنیف نے کہا جب تک طلحہ اور زبیر آپ کے لشکر سے الگ نہ ہونگے صلح نہین ہوسکتی۔ پھر انکو اہل جمل نے عثمان ابن حنیف کے لشکر پر چھاپہ مارا۔ بہتیرے مسلمانون کو جان سے مار ڈالا اور عثمان ابن حنیف کو گرفتار کرلیا۔ عثمان ابن حنیف کے مددگار مدینہ مین بہت تھے اسلیے اُسے جان سے نہین مارا لیکن اُسکے تمام ڈاڑھی۔ مونچھ۔ سر اور ابرو کے بال اُکھیڑ ڈالے اور پھر چھوڑ دیا یہ روتا ہوا مدینہ کی طرف چلا۔ راستہ مین امیرالمومنین علیؓ سے ملاقات ہوئی۔ امیرالمومنین نے پہچانا نہین۔ اُسنے کہا "مین عثمان بن حنیف ہون" آپ نے کہا "یہ تمھارا بڑھاپا لڑکپن سے

کیونکر مبدل ہوگیا" حضرت علیؓ نے جب کل ماجرا سنا تو رنجیدہ ہوئے اور بصرہ کی طرف بڑھے۔ بصرہ میں جب اہل جمل جمع ہوئے تو یہ گفتگو پیش ہوئی کہ امر مذہبی کے انجام دینے کے لیے امام بغیر چارہ نہیں۔ محمد نے اپنے باپ طلحہ اور عبداللہ نے اپنے باپ زبیر کو نامزد کیا۔ جب حضرت عائشہ کو یہ خبر پہنچی تو وہ سمجھ گئیں کہ یہ ایک دوسرا ہی رنگ پیدا ہوا چاہتا ہے۔ انکے حکم سے عبدالرحمن عبدالرحمن ابن اسید۔ عبداللہ ابن زبیر اور محمد ابن طلحہ انہیں سے ایک یا سب باری باری نماز پڑھانے لگے۔ کوئی شخص مسلمانوں کا امام نامزد نہیں ہوا۔

حضرت عائشہ کی سیاسی نابلدی کا یہ ایک ادنا ثبوت ہے

حضرت علی کو مسلمانوں کے مقابلہ میں تلوار اٹھانا ناگوار تھا۔ یہ بار بار صلح کی گفتگو پیش کرتے تھے۔ لیکن کوئی سماعت نہ کرتا تھا۔ جب بصرہ کچھ دور رہ گیا تو آپ نے قعقاع ابن عمرو کو مصالحت کے لیے بھیجا لیکن اس سے بھی کچھ کشود کار نہ ہوئی۔ قعقاع نے طلحہ زبیر اور حضرت عائشہ سے خوب خوب بحثیں کیں۔ لیکن کچھ مطلب نہ نکلا۔ پہلے کچھ امید بندھی۔ حضرت عائشہ نے قعقاع سے کہا کہ "اگر علی چاہیں تو نزاع رفع دفع ہو جائے" قعقاع سے علیؓ نے کہا "ام المومنین نے رسولؐ خدا کی وصیت کے خلاف وطن سے قدم باہر نکالا۔ مجھے طلحہ اور زبیر سے شکایت ہے کہ وہ بیعت کرکے پھر منحرف ہو گئے۔ میرے آنے کی غرض صرف یہ ہے کہ طلحہ اور زبیر کو پھر اپنے عہد پر قایم کروں اور ام مومنین کو باحترام تمام مدینہ پہنچا دوں"۔ اہالی بصرہ جو قعقاع کے ساتھ حضرت علیؓ کے پاس آئے تھے واپس جاکر انھوں نے حضرت علیؓ کی بہت تعریف اپنے ساتھیوں سے کی ان لوگوں میں عاصم بن کلیب ایک سردار تھا جو مع اپنے ساتھیوں کے حضرت علی کا ساتھی ہوگیا

علیؓ کا مصالحت کو تیار رہنا

جب اہالی بصرہ کے قاصد بصرہ کی طرف پھرے تو پیچھے حضرت علی کی فوج بھی بصرہ میں پہنچ گئی امیرالمومنین نے اہل جمل کے قریب پہنچ کر طلحہ اور زبیر کو پکارا جب وہ قریب آئے تو پوچھا کہ "اللہ جل شانہ قیامت کے دن تم سے اس لڑائی کی وجہ پوچھے گا اور ضرور پوچھے گا جیسا کہ کہتا ہے "فوربک لنسئلنہم اجمعین عما کانوا یعملون"۔ سے ظاہر ہوتا ہے تو بتاؤ تم کیا جواب دوگے میرے تمھارے اخوت اور قرابت کے حقوق تو تھے ہی پیغمبرؐ آخرالزمان کی مصاحبت نے جو ہمارے تمھارے درمیان میں رشتہ قایم کیا یہ سب پر بالا ہے پھر تم کیوں ہم سے مقابلہ کرتے ہو انھوں نے کہا" اسلیے کہ قتل عثمان ابن عفان تمھاری تحریک سے ہوا" حضرت علی کو یہ سنکر غصہ آیا اور بگڑ گئے

فوج علی بصرہ میں

کہا آؤ ہم تم مباہلہ کرین۔ قبلہ کی طرف ہاتھ اُٹھائین اور دعا کرین کہ جس نے عثمان کے خون بہانے مین رضا یا ترغیب اہل غوغا کو دی ہو اُسپر خدا کا غضب نازل ہو تاکہ لوگون کو معلوم ہو جائے کہ اسکا داغ ہم مین سے کسکی پیشانی پر ہی۔ اسکا اُن لوگون نے کچھ جواب نہ دیا۔

زبیر ابن عوام بنو ہاشم سے تھے اور حضرت علی کے خالہ زاد بھائی تھے۔ کبھی کبھی انکا میلان حضرت علی کی طرف ہو جاتا تھا۔ طلحہ نے حضرت علیؓ کے لشکر پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ مرجان ابن حکم بھی وہان پہنچ چکا تھا۔ اُسنے فوراً اتفاق کیا۔ لیکن زبیر نے اس رائے کو پسند نہین کیا۔ احنف ابن قیس جسکا ہم حال اوپر لکھ چکے ہین حضرت علی کے پاس آیا اور حضرت علی سے پوچھا کہ اہل بصرہ کو یہ خوف ہی کہ آپ فتحیاب ہونگے تو مردون کو قتل کر ڈالین گے اور عورتون کو لونڈیان بنائین گے۔ حضرت علیؓ نے کہا "بھلا مین مسلمانون کے ساتھ ایسا کر سکتا ہون یمین ظفریاب ہوا تو اپنے دشمنون کے ساتھ نیکیان کرونگا۔ لیکن تو یہ تو بتا کہ تو میرا ساتھی ہی یا میرے دشمنون کا"۔ اُسنے کہا "مین آپ کا مطیع ہون۔ اگر مجھے آپ اپنی طرف بُلائین تو دو سو آدمی کے ساتھ آسکتا ہون۔ اور اگر نہ بلائین تو دشمنون کی جماعت سے چار ہزار آدمی لیکر کنارہ کر سکتا ہون"۔ امیر المومنین نے پچھلی شق پسند کی۔

حضرت علی بصرہ مین

عبداللہ ابن عباس بھی حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ غالباً اہل جمل کی خبر سُنکر وہ اطراف یمن سے چلے آئے تھے۔ جب دونون صفین لشکر کی ایک دوسرے کے مقابل ہوئین۔ تو عبداللہ ابن عباس نے بیچ مین کھڑے ہوکر پیغام مصالحت کا حضرت علیؓ کی طرف سے اہل جمل کو سُنایا اور ابن زبیر کے دل پر کچھ ایسا اثر پہنچایا کہ مصالحت پر غور کرنے کے لیے اُنھون نے رات بھر کی مہلت لی۔ اسمین کلام نہین کہ معاملہ بہت پیچیدار تھا۔ حضرت عثمان کے دشمن حضرت علی کے طرفدار تھے۔ حضرت عثمان کا قتل ایک بڑا ہی اہم واقعہ تھا۔ ممکن ہی اور قیاس بھی یہی چاہتا ہی کہ طلحہ۔ زبیر اور عائشہ ان تینون کی شرکت جنگ جمل مین نیک نیتی سے تھی اور محض غلط فہمیون پر مبنی تھی۔ اخیر مین ہر ایک نے اپنی غلطی تسلیم کرکے کنارہ کشی کی اور مصالحت منظور کی جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔

زبیر کا تذبذب

امیر المومنین نے لوگون کے کہنے سے یہ حکم دیا کہ جو لوگ قتل عثمانؓ کے وقت غوغائیون

مین شریک تھے اُنکی جماعت الگ ہو جائے۔ وہ لوگ الگ تو ہوئے لیکن مصلحت وقت سمجھ نہ سکے۔ خیالات اُنکے پراگندہ ہوئے۔ وہ ڈرے کہ مبادا اس طور سے ہماری جمعیت مین اختلاف پیدا ہو۔ وہ لشکر سے دور جا کر ٹھہرے اور رات کو کچھ سوچ کر اہل جمل پر شب خون مارا

**شب خون**

طلحہ اور زبیر کو یہ گمان ہوا کہ یہ حرکت حضرت علی کے استصواب سے ہوئی ہو اور کچھ رات رہے طلحہ اور زبیر نے کوفیون پر حملہ کر دیا اور چاہا کہ حضرت علی کو سوتے ہوئے گھیر لیا جائے۔ حضرت علی اسوقت تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اُنھون نے جلدی جلدی نماز ختم کر کے فوج کی آراستگی کا حکم دیا اور کہا یہی طلحہ اور زبیر کی بدولت ہے اور اس طرح جنگ شروع ہو گئی

**جنگ جمل**

اہل جمل کی فوج مین حضرت عائشہ کا ہودج اونٹ پر بمنزلۂ لوا نمایان ہوا اور ادھر سے امیر المومنین حضرت علی پیراہن۔ چادر اور دستار کے ساتھ رسول اللہ کے اونٹ دُلدُل پر سوار دونون فوج کے بیچ مین کھڑے ہوئے اور زبیر کو آواز دی۔ زبیر ذرا تامل کر کے آئے۔ حضرت عائشہ نے زبیر کو روکا۔ لوگون نے کہا کچھ ہرج نہین زبیر صلح جاتے ہین اور علی کے پاس ہتھیار نہین ہین۔ علی ابن ابی طالب نے زبیر سے پوچھا کہ تم یہان کیون آئے۔ زبیر نے کہا کہ عثمان کے خون کا بدلہ لینے کو۔ حضرت علی نے کہا کہ تم اور تمھارے دوستون نے اُسے قتل کیا۔ تم کو اپنے نفس سے قصاص طلب کرنا چاہیے۔ اور اسکے بعد پیغمبر خدا کے وقت کی باتین حضرت علی نے یاد دلائین جس سے زبیر کی یہ کیفیت ہوئی کہ گویا اب تک وہ بے حواس تھے اور اب حواس مین آگئے۔ پھر اُنکے ساتھیون نے بہت سمجھایا لیکن وہ اُنکے قابو مین نہ آئے۔ بیٹے سے بھی اسی بات پر تکرار ہو گئی۔ گھوڑے کو دوڑا کر انھون نے مدینہ کا راستہ لیا۔

**زبیر کا عائشہ سے منحرف ہونا**

زبیر نے حضرت عائشہ سے کہا کہ مجھے معلوم نہین ہوتا کہ مین کہان قدم رکھتا ہون لیکن یہ ٹھیک نہین ہے کہ اس جنگ مین رہنا مناسب ہے یا نہین۔ عائشہ نے کہا کہ تم حضرت علی کی تلوار سے ڈر گئے۔ یہ سنکر اور کچھ اپنے بیٹے کی گفتگو سے بھی متاثر ہو کر وہ گھوڑا دوڑا کر حضرت علی کی فوج مین آئے۔ حضرت علی نے کہا انپر کوئی ہتھیار نہ اُٹھائے اور راستہ دیدے۔ یہ گھوڑا اُڑاتے ہوئے لشکر سے گزر گئے اور پھر اسی طرح اپنی طرف آئے نہ اُنپر کسی نے ہتھیار چلایا اور نہ انھون نے کسی پر ہاتھ اُٹھایا۔ زبیر نے حضرت عائشہ اور اپنے بیٹے سے کہا "دیکھا ڈرنے والے کا یہی نشان ہے۔ مین ڈرتا نہین بلکہ سمجھا ہون کہ مین برسرغلط

ہون" یہ کہا اور وہان سے چلے گئے۔

آخر کو حضرت علی بڑھے اور اپنے ایک ساتھی کے ہاتھ مین قرآن دیدیا۔ یہ ایک بات قطع حجت کے لیے اختیار کی گئی تھی کہ ہم لوگ اہل قرآن ہین اور بلا وجہ ہمارا خون بہانا مباح نہین ہی طلحہ دیکھکر بولے کہ ابن ابی طالب کی چالاکی ہی کہ دن کو صلح کرتے ہین اور رات کو شب خون مارتے ہین اور اُنکے اشارے سے قرآن اُٹھانے والے کو ایک جوان نے مار ڈالا اور قرآن ہاتھ سے گر پڑا۔ یہ کیفیت دیکھکر اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب نے اپنی تلوار نیام سے کھینچ لی اور دشمنون پر ٹوٹ پڑے۔ پیغمبر خدا کے بعد اس شخص نے اپنی تلوار چھپا ڈالی تھی۔ آج ۲۵ برس کے بعد یہ پھر نکلی۔ اور جب تک یہ زندہ رہے نکلی ہی رہی۔ حضرت علی کی لڑائی کچھ ایسی ویسی نہ تھی۔ دہنے اور بائین یہ جدھر جھکتی تھی صفائی کر دیتی تھی۔ آپ کی تلوار مین خم آگیا تو آپ نے اپنی ران پر اُسے دبا کر سیدھا کیا۔ لوگون نے مدد دینا چاہی۔ آپ نے کہا مجھے خدا کی خوشی مطلوب ہی مین اس خفیف کام مین کسی سے کیا مدد لون۔

الغرض اہل جمل بہت مارے گئے۔ عائشہ کا لوگ احترام کرتے تھے اور حضرت عائشہ کا اونٹ ہٹتا نہ تھا اور اسوجہ سے لڑائی ختم ہوتی نہ تھی۔ مالک نے حضرت علی کے اشارہ سے مہار شتر اپنے ہاتھ مین لینا چاہی۔ اہل جمل اس موقع پر خوب لڑے ستر آدمی یکے بعد دیگرے مہار پکڑتے گئے گئے اور قتل ہوتے گئے۔ آخر مین مہار شتر ایک کوفی کے ہاتھ مین آگئی لیکن اونٹ جگہ سے ہلتا نہ تھا امیر المومنین کے حکم سے اونٹ کے دونون پاؤن کاٹ دیے گئے اور سینہ کے بل وہ بیٹھ گیا اُسکے بعد ہودج کی رسیان جب کٹین تو ہودج زمین پر گر پڑا۔ ہودج کے گر جانے سے سپاہ بصرہ بیدل ہو گئی اور بھاگ نکلی۔ حضرت علی نے کسی کو اُنکا تعاقب نہ کرنے دیا۔ علی کے حکم سے محمد اپنی بہن عائشہ کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ اُنکو کوئی گزند تو نہین پہنچا معلوم ہوا کہ نہین۔ اسکے بعد عبد اللہ ابن زبیر جنکو عائشہ نے اپنا بیٹا بنا رکھا تھا زخمی ملے۔ حضرت عائشہ کے کہنے سے حضرت علی نے عبد اللہ کو امن دی اور پھر محمد اپنی بہن اور بہن کے ساتھیون کو ہمراہ لیکر شہر بصرہ مین گئے اور ایک مکان مین ان سب کو ٹھہرایا۔

زبیر ابن عوام جو فوج بصرہ سے نکل کر مدینہ کی طرف چلے تھے راستہ مین مقتول ہوئے

جنگ جمل

اس مین کوئی شک نہین کہ آپ کو اسد اللہ کا خطاب دیا گیا تھا یعنی اللہ کا شیر

اہل جمل پر حضرت علی کی فتح

قاتل نے اپنی دانست میں حضرت علی کو خوش کرنے کے لیے ایسا کیا تھا۔ لیکن حضرت علی اس سے بہت ناراض ہوئے اور قاتل کے ہاتھ میں زبیر کی تلوار کو جو قتل زبیر کے بعد اُٹھا لایا تھا دیکھ کر کہا افسوس یہ وہ تلوار ہے جسنے ایک مدت تک رسول خدا کی اعانت کی ہے۔ قاتل نے جب اپنے کام کا یہ صلہ دیکھا تو خودکشی کرلی۔

قتل زبیر

طلحہ میدان جنگ میں مارے گئے اور خود اپنے ساتھی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ حالت جنگ میں یہ ایک طرف کھڑے تھے اور بعضوں کا قول ہے کہ علی کی گفتگو سے متاثر اور اپنے فعل سے نادم ہوکر الگ کھڑے تھے۔ مروان ابن حکم نے انکو دیکھا اور کہا یہ بھی عجیب شخص ہے کہ عوغائیوں میں قتل عثمان کی ترغیب دیتے رہا تھا اور آج تو یہ داروں میں داخل ہوکر خون کا بدلہ چاہتا ہے۔ مروان کے غلام نے مروان کے منھ پر چادر ڈال دی تاکہ اُسے کوئی پہچان نہ سکے مروان نے ایک تیر زہر آلود سے طلحہ کے پاؤں کو نشانہ بنایا۔ طلحہ بعد زخمی ہونے کے فوج سے شہر کی طرف روانہ کیے گئے اور راستہ میں جان بحق تسلیم ہوئے۔ مرنے سے پہلے انھوں نے ایک کوفی سوار کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہا میں علیؑ کے لیے تیرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں"۔ حضرت علی نے یہ سنکر کہا کہ خدا نے نہ چاہا کہ علی کی بیعت حاصل کیے بغیر طلحہ بہشت میں جائے۔

قتل طلحہ

طلحہ کا انجام

عائشہ کو کچھ رنج بھی تھا اور کچھ غصہ بھی تھا لیکن آہستہ آہستہ یہ سب ایتین انفعال سے بدل گئیں۔ حضرت علی نے محمد کے ساتھ انکو مدینہ بھیجا اور بہت سی عورتوں کو مردانہ لباس پہنا کر انکے ساتھ کیا۔ عورتوں کو احترام کی نظر سے ساتھ کیا اور مردانہ لباس انکو اسلیے پہنایا کہ راستہ میں کوئی متعرض ہونے کی جرأت نہ کرے۔ حضرت عائشہ نے چلتے وقت حضرت علی سے کہا کہ معاویہ تمھارا سخت دشمن ہے اور اسکی لڑائی بھی سخت ہے بہتر ہے کہ تم مجھے ساتھ لو کہ میری وجہ سے تمھارے مقابلہ میں مسلمان بہت کم کھڑے ہونگے۔ حضرت عائشہ کی رائے ایک اعتبار سے معقول تھی۔ لیکن حضرت علی عملی حکمتوں کو سچائی کے مقابلہ میں بالکل بے وقعت سمجھتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ زبیر اور طلحہ پر میرا یہی اعتراض تھا کہ وہ اپنی مطلب براری کے لیے حرم رسولؐ کو ساتھ لیے پھرتے ہیں اور بالکل احترام رسول کا خیال نہیں کرتے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جو امر میں نے دوسروں کے لیے پسند نہیں کیا وہ اپنے لیے پسند کروں۔

عائشہ سے صلح

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عمل غلط تھے نہیں بلکہ حق سمجھ کر کیا۔



حضرت عائشہ نے اخیر میں اپنی حرکتوں پر بہت افسوس کیا۔ جب تک وہ زندہ رہیں اپنی حرکت پر نادم رہیں۔ جنگ جمل کے واقعات یاد کرکے وہ اکثر روتی تھیں اور توبہ کرتی تھیں۔

عائشہ۔ طلحہ اور زبیر کو شیعان علی آج تک تبرا کہتے ہیں۔ اہل سنت اور جماعت کا یہ مقولہ ہے کہ الانسان مرکب من الخطا والنسیان۔ خاتمہ ان تینوں کا اچھا ہوا اور اسلیے وہ ایک مہینہ کے لیے جو خطائیں ان لوگوں سے صادر ہوئیں اور جیسے یہ لوگ منفعل بھی ہوئے گیا انکے تمام پچھلے کارناموں پر پانی پھیر دیں گی۔ رسول خدا کے زمانہ میں جو حالتیں ان تینوں کی تھیں وہ اس کتب سے ظاہر ہیں اہل الرائے رائیں قایم کرلیں۔ اور اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ ان لوگوں کی حرکتیں نیک نیتی سے غلط فہمیوں پر مبنی تھیں اور فی الواقع تھا بھی ایسا ہی تو پھر کچھ بھی بحث کی گنجائش نہیں رہتی لیے الاعمال بالنیات"۔

جنگ جمل میں حضرت علی کی طرف بیس ۲۰ ہزار آدمی تھے جنمیں سے ایک ہزار ستر مارے گئے اور عائشہ کی طرف تیس ۳۰ ہزار سے زیادہ تھے جنمیں ۹ ہزار مارے گئے۔

حضرت عائشہ کے نہ ہٹنے سے لوگوں پر بڑا اثر پڑا۔ اگر حضرت عائشہ کے اونٹ کے پاؤں قلم کیے جاتے تو سب کے سب وہیں کھیت رہتے۔ حرم رسول کو چھوڑ کر بھاگ جانا وہ لوگ پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہ بمنزلہ لوا تھیں۔ جنگ میں جب تک لوا قایم رہتا تھا عرب بھاگنا جانتے ہی نہ تھے۔ عائشہ پر کوئی حملہ کرتا نہ تھا اسلیے اخیر تک لوا کا قایم رہنا یقینی تھا اور اس طرح گویا عائشہ کی تمام فوج کا مر کٹ جانا ضروری ہی تھا۔ زبیر اور طلحہ کے چلے جانے سے انکی ہمتیں چھوٹ گئیں۔ اچھی طرح ہتھیار بھی نہ کر سکتے تھے لیکن جان دینے کے لیے پروانہ کی طرح شمع کے گرد کھڑے تھے۔

اسقدر اوپر لکھا جاچکا ہے کہ محمد ابن ابو بکر فوج مصر میں عبد اللہ ابن سعد ابن سرح کے ماتحت تھے اور عبد اللہ ابن سعد ابن سرح سے ناخوش ہوکر مصر سے چلے آئے تھے ناخوشی کی وجہ صرف یہ تھی کہ محمد ابن ابی بکر امیر المومنین عثمان کے طرز عمل پر نکتہ چینیاں کرتے تھے اور عبد اللہ ابن سعد ابن سرح انکو باز رکھتا تھا۔ محمد ابن ابی بکر کا ہم خیال محمد ابن حذیفہ مصر میں باقی رہ گیا تھا۔ امیر المومنین عثمان کی وفات پر جب عبد اللہ ابن سعد ابن سرح مصر سے نکل کر

عائشہ کا انفعال جنگ جمل کے بعد اپنے کیے پر روتی تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عائشہ سخت افسوس ہوا۔ اور ایک دوسرے سے کہا کہ آج سے ۳۰ سال پہلے مر جاتے تو اچھا تھا۔

عض میں سہی بلکہ حقیقت تھی۔

مقتولوں کی تعداد

مصر میں محمد بن ابی حذیفہ

قیس بن سعد

شام کی طرف چلا تو محمد ابن حذیفہ وہان کا حاکم بن بیٹھا۔ اسکے بعد قیس ابن سعد جناب امیرالمومنین علی کی طرف سے مصر مین پہنچا اور حاکم مصر ہوا لیکن لوگ اُسکے مطیع نہ ہوئے۔

معاویہ کی نیت خود خلیفہ ہونے کی تھی اور وہ اپنے ملک مین لوگون سے بیعت لے چکا تھا اور یہ بھی جان چکا تھا کہ علی سے لڑے بغیر چارہ نہ ہوگا۔ قیس ایک مدبر شخص تھا معاویہ نے اُس سے استمالت شروع کی۔ معاویہ کو خوف تھا کہ اگر حضرت علی نے کوفہ سے چڑھائی کی اور مصر سے قیس نے دھاوا کیا تو مین بیچ مین گھر جاؤنگا لیکن قیس اسکے دام مکر مین نہ آیا۔

علی بے قصور

پیغمبر خدا کو مرے ہوئے پچیس برس ہو چکے تھے اُنکے فیض صحبت کا اثر طبیعتون سے زائل ہو چلا تھا۔ جنگ جمل تک کھینچ کھانچ کر نیک نیتی اور غلط فہمی کو کھپایا گیا۔ لیکن اب اسکی گنجایش نہین رہی۔ اب صاف طور پر تسلیم کرنا پڑتا ہو کہ امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ نیک نیتی کے قدم بقدم تھے یعنے دین اور دُنیا دونون کو وہ ساتھ رکھنا چاہتے تھے۔ وہ یہ گوارا نہین کرسکتے تھے کہ اُمت نبوی پر کوئی نااہل حکمران یا امیر ہو۔ اور یہ بھی پسند نہین کرتے تھے کہ جسکو وہ سب سے اچھا سمجھین (یعنے اپنی ذات کو) اسے پولٹیکل معاملات سے الگ رکھین۔ لیکن اسکے ساتھ ہی وہ دین کو دنیا پر مقدم سمجھتے تھے مسلمانون کے مقابلہ مین وہ تلوار بھی اُٹھاتے تو اسلیے کہ بغاوت کا رفع کرنا اور شرارت کو ہنزا دینا ضروریات سے تھا۔ یہ بھلا ہو یا بُرا لیکن اسکے سوا اور کوئی فعل وہ ایسا نہ کرتے تھے جو کسی فریق کے نزدیک مذہب کے خلاف یا اخلاقی خوبیون کے منافی ہوتا۔ مسلمانون کا دوسرا گروہ اُن لوگون کا مجموعہ تھا جو دنیاوی لذتون کو مقدم سمجھتے تھے اور دنیا روز دلا یحصل الا بالزور پر عمل کرنے مین تامل نہ کرتے تھے۔ یہ گروہ دیکھا دیکھی بڑھتا گیا۔ اور سنت نبوی سے الگ ہوکر شام اور عجم کے سلاطین اور انکے اراکین کا رنگ پکڑتا گیا۔ معاویہ اس گروہ کا سردار تھا۔ اتفاق زمانہ نے اسکو سردار بنا دیا یا یون کہیے کہ اسکے ذریعہ سے لوگون کو اپنے مافی الضمیر کے اظہار کا موقع ملا۔

عثمان کے بعد تین گروہ

تیسری قسم مین وہ لوگ داخل تھے جو ان جھگڑون سے الگ ہوکر عزلت گزین ہوگئے امیرالمومنین علی کا ساتھ وہ اسلیے دیتے نہ تھے کہ اُنکے ساتھ ہوکر مسلمانون کے مقابلہ مین تلوار اُٹھانا پڑتی۔ اور معاویہ کے دربار مین اسلیے حاضر نہ ہوتے تھے کہ سنت نبوی سے اُسے خلاف پاتے تھے۔

پہلے اور تیسرے گروہ کا دوسرے سے اچھا ہونا اسمین تو کلام ہی نہین لیکن اسمین گفتگو ہے

کا اول اور سیوم جماعتوں مین سے کسکو ترجیح دی جائے - تیسرا گروہ کہتا تھا کہ ہم مسلمانون پر تلوار نہ اُٹھائین گے اور امیر المومنین علی کے گروہ کا یہ قول تھا کہ مسلمانون کے ملک مین فساد پھیلاے تو اُسکے رفع کرنے مین تلوار سے کام لینا کوئی مضائقہ نہین رکھتا -

معاویہ کے ساتھیون کو مکر کرنے جھوٹ بولنے اور مسلمانون کا خون ناحق بہانے مین کوئی تامل نہ تھا - اور بیچارے علی ابن ابی طالب کو بڑی دقت یہ تھی کہ وہ خود کو احکام شرعی کا پابند رکھتے تھے شرع مین وہ تلوار سے کام نہ لیتے تھے - تلوار جب اُٹھاتے تھے کہ معاملہ اختیار سے باہر ہو جاتا تھا اور اُسپر بھی ایک دقت یہ تھی کہ اُنکے ساتھی بھی کبھی کبھی مسلمانون کے مقابلہ مین تلوار اُٹھانے سے رُک جاتے تھے - اور ممکن ہو کہ معاویہ کے گروہ مین بھی ایسے لوگ ہون جو حضرت عثمانؓ کے قتل ناحق سے متاثر ہو کر نیک نیتی سے شیعان علی کے مخالف بنے ہون - غرض کہ علی کی حالت اپنی خلافت کے زمانہ مین عجب کشمکش مین تھے اور میرے نزدیک رسول اللہ کے صحابیون سے کسی نے بھی حضرت علی کی سی روحانی تکلیف نہین اُٹھائی - لوگ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعہ کو نہایت سخت سمجھتے ہین لیکن میرے نزدیک حضرت علی ابن ابی طالب کی حالت کشمکش زیادہ تر ہمدردی کے لایق ہو - اگر واقعہ کربلا کو طاعون سے نسبت دین تو علی کی دقتون کو عارضہ ضیق النفس سے تشبیہ دیسکتے ہین -

اسقدر تمہید کے بعد اب یہ بیان کیا جاتا ہو کہ معاویہ نے علی ابن ابی طالب کے مقابلہ مین کیونکر کامیابی حاصل کی - بعض کج راے مورخون کا بیان ہو کہ حضرت علی کی خود رائی ناکامی کا سبب ہوئی - لیکن حضرت علی پر خود رائی کا الزام غلط ہو - علم - شجاعت - متانت اور حکمت اُنکے حصہ مین تھی - خود رائی چہ معنی دارد - خود رائی نہین - بلکہ وہ حالات اُنکی ناکامیون کے سبب ہوئے جنکا خلاصہ اوپر بیان کیا گیا -

اوپر لکھا گیا ہو کہ معاویہ نے قیس کو دام مین پھنسانا چاہا تھا جب وہ قابو مین نہ آیا تو معاویہ ایک دوسری چال چلا - یعنے قیس بن سعد کی تعریف اور تذکرے اپنے دربار مین اہل ملک پر شروع کروا دیے کہ گویا وہ علی ابن ابی طالب کا دشمن ہو - امیر المومنین علی کے مخبرون نے یہ خبر کوفہ پہنچائی اور امیر المومنین کو شبہہ ہوا - امیر المومنین نے قیس بن سعد کی جگہ پر محمد ابن

معاویہ اور علی

ابی بکر کو تعنات کیا۔ قیس معزول ہوکر سیدھا مدینہ چلا آیا۔ محمد ابن ابوبکر سے مصر کا انتظام نہو سکا اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ کا تسلط مصر مین جم چلا۔ معاویہ کو وہان لوگ چاہنے لگے تھے۔ لیکن معاویہ کے ساتھیون کا یہ کہنا کہ "علی قاتلان عثمان کا سردار ہے اور خلافت کسی طرح اسکو زیبا نہین ہے۔ دیکھو تمام عثمان کے ہوا خواہ مسلمان معاویہ کی طرف رجوع ہوتے جاتے ہین" جادو کا کام کرتا تھا۔ لوگ اصلی حالات سے تو واقف نہ تھے آسانی سے یہ لوگون کے ذہن نشین کردیا جاتا تھا کہ علی باغیون کا سردار بنا ہے۔

جنگ جمل کے بعد علی ابن ابی طالب کو بڑی قوت ہوگئی تھی۔ شام سے دکھن اور پورب جتنے ممالک تھے وہ سب حضرت علی کے قبضہ مین تھے اور مصر پر بھی ایک طور پر علی ہی کا قبضہ تھا امیر المومنین علی کو یہ خوف ہوا کہ مبادا معاویہ عراق اور فارس پر اپنا تسلط جمالے تو بڑی مشکل ہوگی

کوفہ دارالخلافت علی

اس خیال سے امیر المومنین علی نے کوفہ کو اپنا دارالخلافت قرار دیا۔ معاویہ نے موقع پاکر مروان کو مدینہ بھیجدیا کہ وہ مخبری کرتا رہے اور طبیعتون کو حضرت علی سے مخالف کرتا رہے۔ اس طرح سے اہل مدینہ کی طرف سے امیر المومنین علی کے دل مین اندیشہ پیدا ہونے کی وجہ قایم ہوئی۔ مدینہ پہنچکر قیس کو مروان نے بہت ابھارا لیکن وہ علی سے بدعقیدہ نہین ہوا اور مدینہ سے کوفہ چلا گیا۔

مصر ہی کھلم کھلا علی کے مخالف تھے اور معاویہ کے تو کسی طرح طرفدار نہ تھے۔ قیس تدبیر سے کام لینا چاہتا تھا اور امیر المومنین علی کے دل مین یہ بات جمی تھی کہ قیس کو لڑائی سے گریز ہے محمد ابن ابی بکر نے پہنچتے ہی اُن لوگون سے جو حالت تذبذب مین تھے جنگ شروع کردی۔ اس جنگ نے مخالفین کو ہزیمت دی لیکن اسکے ساتھ ہی حضرت علی کی عداوت اور معاویہ کی محبت کا بیج بھی اُنکے دلون مین بو دیا۔

جب امیر المومنین عثمان کو غوغائیون نے گھیرا تھا تو عمرو ابن عاص مدینہ سے چلا گیا تھا حضرت علی کی خلافت اُسنے پسند نہین کی لیکن اہل جمل کا بھی اُسنے ساتھ نہین دیا۔ وہ کہتا تھا کہ حضرت علی اِن لوگون سے اچھے ہین۔ پھر جب اہل جمل پر حضرت علی کو فتح ہو گئی اور معاویہ کے سر اُٹھانے کی خبرین آنے لگین تو عمرو عاص نے اپنے لڑکون سے مشورہ کیا۔ لوگون نے رائے دی

عاص دمشق مین پہنچا

کہ عمر عاص ایسے باتدبیر شخص کی قدر معاویہ کے دربار مین زیادہ ہوگی۔ حضرت علی خود صاحب حکمت ہین انھین ایسے لوگون کی چندان ضرورت نہین ہے۔ عمر عاص کی طبیعت پولیٹکل مذاق رکھتی تھی یہی تعجب ہے کہ جنگ جمل مین وہ کنارہ کش رہا۔ عمر بن عاص جب دمشق مین پہنچا تو وہان اُسنے سب کو یکدل خون عثمان کا بدلہ لینے پر آمادہ پایا۔ عمر عاص نے بھی اپنا رسوخ بڑھایا اور معاویہ کے خاص مشیرون مین داخل ہوگیا۔ معاویہ کو اگر بادشاہ سمجھین تو یہ وزیر بنا۔ اب تک حضرت عثمان کا خون آلود پیراہن ہر جمعہ کو نکال کر لوگ نالہ و فریاد کرتے تھے۔ عمر عاص نے یہ صلاح دی کہ روز کا رونا رنگ پھیکا کردے گا۔ اسے لگا رکھو کہ خاص خاص وقتون پر اس سے جوش بڑھایا جاوے گا۔ معاویہ نے قیس کی معزولی کی نسبت جو چال اختیار کی تھی وہ عمر عاص ہی کی صلاح کا نتیجہ تھی۔ محمد ابن ابوبکر قتل عثمان مین متہم تھے۔ انکا امیر مصر مقرر کیا جانا معاویہ کو وہ نفع دے گیا جو عمر کے خیال مین بھی نہ تھا۔

ماہوی مرزبان سے صلح

امیر المومنین علی کے وقت مین ماہوی مرزبان جو یزدجرد کے بعد آتش پرستون کا سردار بنا تھا کوفہ مین حاضر ہوا اور علی سے مصالحت کی۔ امیر المومنین علی نے اُسکے ساتھ خالد بن ولید مروہ کو حاکم خراسان مقرر کرکے روانہ کیا۔

جریر قاصد علی

جریر ابن عبداللہ حاکم ہمدان کو حضرت علی نے معاویہ کے پاس بھیجا کہ وہ معاویہ کو بیعت پر آمادہ کرین۔ عمر ابن عاص نے جریر کو تمام شامی لشکر کا معائنہ کرا دیا۔ اور باتون مین وہ جوش انتقام بھی دکھا دیا جو شامیون کے دلون مین تھا۔ جریر کے واپس آنے پر حضرت علی کو معاویہ کے اہتمام کا پورا پتہ چلا اور یہی عمر کی غرض بھی تھی۔ مالک اشتر نے جھلا کر کہا کہ مین جاتا تو باسانی معاویہ کو مطیع کر لیتا۔ امیر المومنین علی نے کہا کہ تم جاتے تو زندہ بھی نہ آتے۔ جریر کی رنجش کی کوئی وجہ نہ تھی لیکن صورت ایسی پیدا ہوگئی کہ وہ ان باتون سے دل گرفتہ ہوگیا اور شیعان علی سے الگ ہوکر کوفہ سے چلا گیا اور پھر اُسکو معاویہ نے خط لکھ کر اپنے پاس بُلا لیا۔

علی کا شام کی طرف چلنا

اب شیعان علی کو معاویہ سے لڑنے کی ضرورت معلوم ہوئی۔ امیر المومنین حضرت علی نے عبداللہ ابن عباس کو بلوایا۔ مکہ اور مدینہ سے فوجین طلب کین۔ ابومسعود انصاری کو کوفہ مین اپنا خلیفہ کرکے امیر المومنین علی شام کی طرف چلے۔ لوگون کی رائے تھی کہ امیر المومنین خود لڑنے

نہ جائیں۔ لیکن امیر المومنین علی نے اپنا ہی جانا قرین مصلحت سمجھا۔
خبر سنکر معاویہ بھی طیار ہوا۔ اسنے عمر ابن عاص کو لشکر سپہ سالار کیا۔ عمر نے پہلے اپنے غلام وردان کو روانہ کیا پھر خود چلا اور سب کے پیچھے معاویہ چلا۔ علی نے مدائن میں پہنچکر لشکر کی روانگی باقاعدہ شروع کی۔ زیاد ابن لفراد شریح ابن حامی کو پہلے روانہ کیا اُسکے بعد مالک کو بھیجا پھر خود چلے۔ دونوں لشکر بمقام صفین جمع ہوئے۔ دشمنوں کا لشکر فرات کے قریب تھا اور امیر المومنین علی کی فوج فرات سے دور تھی۔ حضرت علی نے معاویہ کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم لوگ پانی کے لیے نہیں لڑتے دین کے لیے لڑتے ہیں۔ پانی بند نہ کرو اور پھر لڑو۔ حق اور باطل کا فرق لڑائی سے ظاہر ہوگا۔ حضرت علی کی یہ درخواست عمر عاص کی صلاح سے منظور ہوئی۔ عمر عاص نے یہ مصلحت سوچی کہ علی کے پانی بند ہونے سے ممکن ہو کہ ہماری فوج کے لوگ اُنکی بے بسی پر ترس کھائیں اور اُنکی طرف ہو جائیں۔ فریقین میں صف آرائیاں ہوئیں اور بمقام صفین لڑائی شروع ہو گئی۔ علی نے اپنی فوج کے سات ٹکڑے کیے اور ان ٹکڑوں کے سردار۔ مالک[1] بن اشتر۔ حجر[2] ابن عدی شیث[3] ابن ربعی۔ خالد[4] بن المعم۔ زیاد[5] بن النضر۔ معاویہ[6] بن ریاعی۔ قیس[7] بن سعد بن عبادہ تھے معاویہ نے بھی اپنی فوج کے سات ٹکڑے کیے جنکے سردار عبد[1] الرحمن بن خالد مخذومی۔ ابوالا[2] عور سلمی۔ حبیب[3] بن مسلم فہری۔ ذو الکلام[4] حمیری۔ عبید[5] اللہ بن عمر بن خطاب۔ بشر[6] بن مالک کندی اور حمزہ بن مالک[7] ہمدانی۔ لڑائی میں ایک شخص آتا تھا اور مبارز طلب کرتا تھا اور جب دھوپ سخت ہوتی تھی تو واپس جاتا تھا۔ ذی الحجہ میں مہینہ بھر تک یوہیں لڑائی ہوا کی اور زیادہ لوگ ضائع نہیں ہوئے۔ محرم ۳۷ھ شروع ہوا۔ حضرت علی نے محرم کے احترام سے لڑائی روک لی اور مہینہ بھر تک لڑائی نہیں ہوئی۔ حضرت علی نے موقع پاکر مصالحت کی طرف معاویہ کو راغب کرنا چاہا معاویہ کے دربار میں قاصدوں کے اجتماع سے جو مباحثہ پیش ہوا وہ ٹھیک ایسا ہی تھا جیسا جیسے مسلمان اس زمانہ کے مذہبی مسائل پر بیٹھ کر جھگڑتے ہیں۔ یا ہر شخص کے لیے ہر شخص قران اور حدیث رسول پر تمسک کرنا چاہتا ہے۔ لیکن کوئی بات طے نہیں ہوتی۔ وہاں تو مذہبی نزاع کے ساتھ ملکی نزاع بھی شامل تھی۔ جھگڑوں کا طے ہونا آسان نہ تھا۔ معاویہ کی یہ حجت تھی کہ قاتلان عثمان علی کے لشکر میں ہیں وہ مجھے ملجائیں اور میں اُنکو مار لوں پھر مطیع حاضر ہوں۔ شیعان علی نے کہا کہ تم لوگ عمار ابن یاسر کو

جنگ صفین

شہمت رکھتے ہیں اور وہ یاران پیغمبر اور بہترین اُمت سے ہیں۔ ظاہرا معاویہ کی غرض صرف یہ تھی کہ اس طرح پر علی کے لشکر مین نفاق پھیلے گا اور اس نفاق سے معاویہ فائدہ اُٹھائیگا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُسکی غرض ٹھیک وہی ہو جو الفاظ سے ظاہر ہوتی تھی۔ واللہ اعلم۔ مورخون کو اس سے بحث نہین۔ معاویہ نے یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر علی کو قاتلان عثمان کے سپرد کرنے مین تامل ہے تو مین بزور تیغ اس تامل کو رفع کرونگا۔ اور پھر مسلمانون پر چھوڑ دونگا کہ وہ جسے چاہین خلیفہ منتخب کرین۔ یہ ویسی ہی باتین ہین جیسی غوغائیون نے عثمان ابن عفان کے سامنے پیش کی تھین اور جس طرح امیر المومنین عثمان غوغائیون کی درخواست نہ ماننے مین نیک نیت کہے جاتے ہین اُسی طرح امیر المومنین علی معاویہ کی بات نہ قبول کرنے مین حق بجانب تھے۔

جنگ صفین کا خاتمہ

ماہ محرم گزر جانے کے بعد لڑائی شروع ہو گئی۔ اول صفر ۳۷ھ کو علی اور معاویہ مین خوب لڑائی ہوئی۔ سات روز تک صبح سے شام تک برابر لڑائی ہوا کی اور کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ یہ لڑائیان بھی ہزارون ہی مین الگ الگ ہوتی تھین۔ کچھ کشود کار نہ ہوتی تھی۔ آٹھوین روز حضرت علی نے حکم دیا کہ کل فوج ایک مرتبہ حملہ کرے۔ آپ نے لڑائی کے طریقے فوج والون کو تعلیم کیے۔ قلب لشکر مین کھڑے ہو کر دعا پڑھی اور اسکے بعد لڑائی شروع ہو گئی۔ آٹھوین تاریخ کو شام تک خوب لڑائی ہوئی۔ نوین روز عمرو عاص کے اشارہ سے جو حملہ حضرت علی کی میمنہ فوج پر ہوا تو وہ بھاگ چلی اور امیر المومنین علی کے پکارنے پر کچھ شنوائی نہوئی۔ پھر حضرت علی نے میسرہ اور قلب فوج سے بڑھنے کو کہا لیکن کوئی جگہ سے نہ ہلا۔ حضرت علی کو جلال آیا وہ تنہا تلوار لیکر بڑھے اور پیچھے پیچھے اُنکے بیٹے امام حسن اور امام حسین اور محمد چلے یہ کیفیت دیکھ کر اور لوگ بھی بڑھے اور خوب لڑائی ہوئی۔ حضرت علی کی تلوار اُس روز ویسی ہی بیباک تھی جیسی جنگ جمل مین آخر آخر ہوئی تھی۔ طرفین سے بہت مسلمان مارے گئے۔ حضرت علی کی طرف سے عمار بن یاسر اور معاویہ کی طرف عبیداللہ ابن عمر مقتول ہوئے۔ مالک ابن اشتر اور حضرت علی کا کوئی مقابلہ کرتا نہ تھا یہ جہان پہنچتے تھے میدان صاف کر دیتے تھے۔ حضرت علی نے معاویہ کو دیکھ کر پکارا کہ تم خود میدان مین کیون نہین آتے کہ جلدی سے تصفیہ ہو جائے۔ عمرو نے معاویہ کو ترغیب بھی دی لیکن وہ نہ بڑھا اور کہنے لگا کہ حضرت علی کے سامنے سے کوئی زندہ نہین آتا۔ تاریکی شب نے

حضرت علی کی دلیری

لڑائی روک دی۔ لیکن معاویہ والے اُس روز بہت مایوس میدان سے واپس گئے

دوسرے روز جمعہ کا دن تھا۔ صف آرائی تو صبح ہی سے ہوئی۔ لیکن امیر المومنین علی نے نماز جمعہ کے بعد پورے زور سے حملہ کیا اور معاویہ کی فوج نے بھاگنے کا ارادہ کیا معاویہ کو سخت انتشار ہوا۔ دنیادی امور میں تدبیر کو بھی دخل ہے۔ عمر ابن عاص کا ایک جوڑ یہاں بھی چل گیا۔ نیزہ میں قرآن باندھ کر اُسنے بلند کیا اور یہ آواز دی کہ "مسلمانون میں تم کو دین کی طرف بُلاتا ہون یعنے میری لڑائی شرعی غرض سے ہے۔ تمھین اختیار ہے اسے مانو یا نہ مانو لڑائی سے تم الگ ہوگئے تو تمھین آسایش ملے گی۔" عبد اللہ ابن عباس بھی لڑائی میں تھے۔ قرآن دیکھتے ہی انکے مُنھ سے نکلا۔ لڑائی ختم ہوئی اور مکر شروع ہوا۔ اکثر شیعان علی نے قرآن دیکھ کر تلوار روک لی۔ حضرت علی کتنا ہی چلّاتے رہے کہ یہ بالکل دھوکا ہے ڈر سے حیلہ کیا گیا ہے۔ ذرا جمے رہو ابھی ابھی فتح ہوتی ہے لیکن کسی نے نہین سُنا لوگون نے کہا کہ کتاب اللہ کی طرف ہم بُلائے جاتے ہین ہم کیونکر اجابت نہ کرین مسعود تمیمی اور زید بن حصین بولے کہ "علی تم خدا کی کتاب کو مار نہین سکتے مجھے وہ دین کی طرف بُلاتے ہین اور تم مجھکو باز رکھتے ہو تمھارا خون حلال ہے۔ ہم لوگون نے عثمان کو اسی لیے مار ڈالا کہ اُسنے کتاب اللہ کے خلاف عمل کرنا شروع کیا۔" حضرت علی نے کہا تمھاری خوشی لڑو یا نہ لڑو۔ جو لوگ شیعان علی سے تھے اور پھر منحرف ہوگئے انکو مورخون نے اہل خوارج لکھا ہے۔ خوارج نے حضرت علی سے کہا یہ کچھ نہین مالک ابن اشتر کو بھی روک دو۔ مالک اسوقت بڑی ہی تاک مین تھا۔ دشمنون کے پاؤن اُٹھتے ہوئے گویا دیکھ رہا تھا۔ حضرت علی کے بُلانے پر وہ نہ آیا۔ منتران خوارج نے علی کو گھیر لیا اور کہا کہ مالک کو بلاؤ نہین تو مین تمھین ابھی مارے ڈالتا ہون۔ حضرت علی نے پھر مالک کے پاس آدمی بھیجا مالک نے کہا یہ آنے کا وقت نہین ہے ابھی ابھی فتح ہوجاتی ہے۔ علی نے مالک سے کہلا بھیجا کہ یہان میری جان پر بنی ہے اور تمکو دشمنون کی فکر ہے۔ پھر مالک فوراً چلا آیا۔ مالک نے بھی سمجھایا لیکن منتران خوارج نے ایک نہ مانا۔ مالک نے منترون سے کہا کہ دشمنون نے تمھین ایسا دھوکا دیا ہے کہ تمھین عراق جانا مشکل ہوجائیگا۔ مالک کو غصہ آیا اور زبان پر اُسکا قابو نہ رہا۔ لوگون نے مالک پر حملہ کیا۔ حضرت علی نے سمجھایا کہ "معاویہ سے تم نہین لڑتے نہ لڑو مالک کو کیون مارتے ہو"

قرآن نیزہ پر

غرضکہ لڑائی فرو ہوگئی۔

معاویہ کی طرف سے یہ پیغام آیا کہ دو شخص حکم کیے جائیں اور اُنکا فیصلہ فریقین منظور کریں۔معاویہ کی طرف سے عمر ابن عاص حکم مقرر ہوئے اور حضرت علی کی طرف سے ابوموسی اشعری۔علی نے عبداللہ ابن عباس کو اور درصورت انکار فریق ثانی مالک ابن اشتر کو حکم کرنا چاہا تھا۔لیکن ان زبردست شخصوں کو معاویہ کے طرفداروں نے پسند نہ کیا تجھے سے ابوموسی اشعری کا نام لیا گیا۔ابوموسی معاویہ کے طرفدار نہ تھے لیکن حضرت علی کے ایسے زبردست خیرخواہ بھی نہ تھے کہ عمر عاص کے شریک غالب ہوسکتے۔امیرالمومنین اپنے ساتھیوں کی کم فہمیوں سے بہت بددل تھے۔انھوں نے بزبان حال ع انچہ بادا باد ماکشتی درآب انداختیم۔کہکر اپنی قسمت کا فیصلہ عمر عاص ایسے مکار دشمن اور ابوموسی ایسے سست دوست پر چھوڑ دیا۔

حکمین یعنے دو پنچ مقرر ہوئے

مضمون صلحنامہ

صلحنامہ میں یہ لکھا گیا کہ ابوموسی اور عمر ابن عاص اپنے اپنے گھر پھر جائیں۔آیندہ رمضان میں بمقام دومۃ الجندل یہ دونوں آدمی آئیں۔وہاں چارسو آدمی حضرت علی کی طرف سے اور چارسو معاویہ کی طرف سے جملہ آٹھ سو آدمی اور جمع ہوں۔ابوموسی اور عمر عاص تنہائی میں بحث کریں۔اگر انکی رائیں علی یا معاویہ میں سے کسی ایک کی نسبت قایم ہو تو وہ امیرالمومنین قرار پاوے۔اور اگر دونوں کی رائے کسی ایک پر نہ جمے تو آٹھ سو آدمی جو موجود ہوں اُنکی کثرت رائے سے کوئی دوسرا امیرالمومنین مقرر کیا جاوے۔

خوارج کی سرکشی

جب یہ صلحنامہ ہوگیا تو طرفین کے لوگ میدان جنگ سے روانہ ہونے لگے خوارج نے اس صلح پر بھی شور مچایا کہ "علی نے حکم پر رضامندی ظاہر کی تو وہ مسلمان نہیں رہا جو حکم اللہ دیتا وہی ٹھیک تھا یعنے لڑائی سے فیصلہ کرلیا جاتا۔عمر اور ابوموسی کیا فیصلہ کرینگے علی نے کہا کہ تم لوگوں نے نیزہ پر قرآن دیکھ کر مجھی پر ہاتھ صاف کرنا چاہا تھا۔اور کہتے ہو کہ حکم کیوں مقرر کیے گئے۔کوفہ تک پہنچتے پہنچتے انکی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی اور انھوں نے اپنے گروہ کا ایک امیر مقرر کیا اور حضرت علی سے لڑنے کا ارادہ کیا۔

حضرت علی کو کچھ تو اسلام کا پاس تھا اور کچھ یہ خیال تھا کہ باہمی نفاق کی خبر شایع ہوئی

تو اچھا نہ ہوگا۔ کسی طرح انکو راضی کیا اور سمجھایا کہ گھبرا ؤ مت کچھ دنوں اور صبر کرو انتنے کچھ روپیہ بھی خرچ کے لیے آجاتے ہین اور ہم لوگ سستا بھی لیتے ہین پھر دیکھین گے کہ کیا ظہور مین آتا ہے۔ اگر کتاب اللہ کے موافق ہوا تو ہم سب منظور کرین گے اور نہین تو پھر دیکھا جائیگا غرض بمشکل تمام وہ لوگ رام ہوئے۔

آٹھ مہینے کے بعد رمضان المبارک مین بمقام دومتہ الجندل معاویہ کی طرف سے عمر بن عاص اور امیر المومنین علی کی طرف سے ابو موسیٰ آئے اور انکے علاوہ چار چار سو آدمی طرفین سے اکٹھا ہوئے۔ عجب مقام اور عجب بحث تھی۔ سوا سے سعد ابن ابی وقاص کے کہ وہ معاملات دنیا سے الگ ہوکر جنگل مین بکریان چرا کر گزر کرتے تھے اور تمام صحابی رسول اللہ کے یہان آکر جمع ہوئے۔ ہان ایک محمد بن ابی بکر بھی موجود نہ تھے۔ شاید مصر کے معاملات سے آنیکی فرصت نہ پائی۔ اکثرون کو گمان تھا کہ ابو موسیٰ معاویہ کو پسند نہ کرین گے اور نہ عمر ابن عاص علی کو چاہین گے نتیجہ یہ ہوگا کہ دونون الگ ہون گے اور تیسرا منتخب ہوگا۔ اس انتخاب مین ہر ایک شخص بجاے خود امیدوار تھا۔ جس طرح معاویہ کا عقل کل عمر ابن عاص تھا اسی طرح حضرت علی کی طرف مدار المہام عبد اللہ ابن عباس تھے۔ حضرت علی کی طرح یہ بھی شرعی حدود سے متجاوز نہ ہوتے تھے اور اسیلیے معاویہ اور عمر ابن عاص کی چالون کا جواب دینے والا ادھر کوئی نہ تھا۔

تو جب شرط کے ابو موسیٰ اور عمر ابن عاص ایک خیمہ مین بیٹھے اور بڑی دیر تک گفتگو ہوا کی عمر عاص نے ابو موسیٰ سے کہا کہ آپ کی معلومات بہت بڑھی ہین اور آپ کا درجہ بھی بڑھا ہے پہلے آپ اپنی راے بتائیے۔ انھون نے کہا کہ مسلمانون کی فلاح تو اسمین نظر آتی ہے کہ علی اور معاویہ دونون الگ ہوجائین۔ عمر ابن عاص نے پوچھا معاویہ کیا برے ہین۔ ابو موسیٰ نے جواب دیا کہ یون تو علی معاویہ سے کہین اچھے ہین۔ مین رفع شر چاہتا ہون۔ عمر ابن عاص نے پوچھا کہ اچھا پھر آپ کی نظر کس پر پڑتی ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ عبد اللہ ابن عمر پر کہ وہ کبھی جھگڑون مین شریک نہین ہوئے وہ اپنے باپ کے طریقہ پر چلین گے تو امن قایم ہوجائیگا عمر ابن عاص نے کہا مین انکو پسند نہین کرتا۔ ابو موسیٰ نے کہا اچھا ان دونون کو برطرف کردیا

کر دیا جائے۔ اور پھر شورے سے انتخاب ہو رہے گا۔ عمر عاص نے کہا یہی راے میری بھی ہی
اب دونون آدمی خیمہ سے نکلے اور لوگ فیصلہ سُننے کو ہمہ تن گوش ہوئے۔ عمر نے ابوموسی سے
کہا کہ آپ اپنی راے بیان کیجیے" ابوموسی کہنے کو کھڑے ہوئے اور عبداللہ ابن عباس کو کھٹکا پیدا
ہوا۔ اُنھون نے چُپکے سے ابوموسی کے کان مین کہا کہ "عمر کی باتون مین نہ آجانا" ابوموسی نے کھڑے
ہوکر کہا "ے لوگو گواہ ہو کہ مین نے علی اور معاویہ دونون کو اس کام سے الگ کیا۔ تم لوگ کوئی دوسرا
امام منتخب کرو جیسا کہ عثمانؓ کے مرنے پر انتخاب عمل مین آیا تھا" اسکے بعد عمر کھڑا ہوا اور بولا کہ "ابوموسی
نے علی اور معاویہ دونون کو برطرف کر دیا۔ ابوموسی کی راے سے جہان تک اُسکو علی کی برطرفی سے

حکمین کے فیصلہ کا نتیجہ

تعلق ہی مین اتفاق کرتا ہون اور مین بھی علی کو برطرف کرتا ہون لیکن معاویہ کو مین برطرف نہین کرتا
بلکہ کام خلافت کا مین اُنکے سپرد کرتا ہون کہ وہ عثمانؓ کے ولی ہین اور اُنکے خون کا بدلہ چاہتے
ہین"۔ ابوموسی کو غصہ آیا اور اُنھون نے کہا کہ عمر تم مکار اور جھوٹے ہو ہم لوگون مین ہرگز ایسی
قرارداد نہین ہوئی تھی جیسا تم نے ظاہر کیا۔ غرضکہ شور و غل مین بات جاتی رہی اور عمر عاص نے
یہ معنی نہ دیا کہ بجاے علی اور معاویہ کے کوئی دوسرا شخص منتخب ہوتا بلکہ اس واقعہ سے معاویہ کو
اتنا نفع بھی پہنچ گیا کہ اب تک وہ کچھ نہ تھا اور اب ایک درجہ اُسکے لیے قایم ہو گیا۔ امیرالمومنین نہین
تو امیر معاویہ کہلکر اُسکا پکارا جانا ممتنع نہ رہا۔ اسکے بعد شام کی فوجون نے بڑی خوشیان کین اور معاویہ
کو وہ خلیفہ کہنے لگے اور گویا اسی وقت سے یہ سمجھا جانے لگا کہ علی عراق کے لیے امیرالمومنین ہین
تو معاویہ شام کے لیے ہی۔

خوارج کا حال قابل تذکرہ ہی کہ جب ابوموسی کو حضرت علی نے دومۃ الجندل کی طرف بھیجا
تو خوارج کے جنون دوری سے پھر زور پکڑا اور وہ کہنے لگے "علی تم نے اللہ کے حکم کو چھوڑ کر
دو پنچون کے حکم کو بڑا سمجھا تم نے سخت گناہ کیا جلد توبہ کرو اور فوج جمع کرکے دمشق کی طرف چلو"
حضرت علی نے کہا تمھارے ہی دباؤ سے تو مین نے عہد کیا۔ خیر جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب مین کسی طرح
سے نقض عہد نہین کر سکتا۔ وہ علی سے کہتے تھے "خیر ہم نے معصیت کی اور ہم توبہ کرتے ہین تم بھی
اپنے گناہ کا اقرار اور اُس سے توبہ کرو اور پھر لڑنے کو چلو" حضرت علی کہتے تھے کہ مین نے گناہ
نہین کیا تو اقرار گناہ کیا کرون۔ امیرالمومنین علی کی نرمی نے اُنکو سخت بنا یا۔ یہ لوگ تعداد مین

روز بروز بڑھتے گئے۔ مسجدون مین یہ پکارتے تھے کہ حکم اللہ کا ہی دنیا مین کوئی حاکم یا امیر نہین ہی۔ یہ لوگ علی یا معاویہ کسی کی خلافت تسلیم نہین کرتے تھے۔ چونکہ معاویہ سے لڑنے پر یہ لوگون کو ترغیب دیتے تھے اسلیے شروع شروع انکی سخت کلامیان شیعان علی کو زیادہ شاق نہ گزرتی تھین آخر مین یہ لوگ اعتدال سے بہت زیادہ بڑھ گئے۔ اگر علی طرح نہ دے جاتے تو علی کے مقابل مین تلوار اُٹھانے پر آمادہ تھے۔ امیر المومنین علی ذرا سبقت کرتے تو یہ لوگ لڑ پڑتے۔ جب خوارج کی تعداد ۱۵ ہزار سے کچھ اوپر ہوئی تو انھون نے کوفہ چھوڑ دیا اور یہ کہہ کر باہر نکل گئے کہ کوفہ والے تمام کافر ہین انکے ساتھ رہنا ٹھیک نہین۔

خوارج کا کوفہ چلا جانا

جب یہ لوگ کوفہ سے نکلے تو عبد اللہ ابن وہب کو اِن لوگون نے اپنا سردار مقرر کیا اور انکے انداز رفتہ رفتہ اس طرح کے ہوتے گئے جیسے آج کل یورپ مین نہلسٹ اور انارکسٹ وغیرہ کے فرقے پائے جاتے ہین۔ یہ لوگ جا کر نہروان مین ٹھہرے۔ بصرہ کی حکومت اُسوقت عبد اللہ ابن عباس کے تعلق تھی اور یہ کسی کام کو کوفہ گئے تھے۔ کوفہ مین یہ خبر پہنچی کہ عبد اللہ ابن وہب نے اپنا اثر فوج بصرہ پر بھی پہنچایا ہی۔ عبد اللہ فوراً بصرہ روانہ کیے گئے اور حضرت علی نے کوفیون کے سامنے جنگ شام کا تہیہ کیا اور یہ بیان کیا کہ جب پنچایت کے ذریعہ سے کتاب اللہ کے موافق کوئی فیصلہ نہین ہوا تو اب محلوٖ شامیون پر حملہ کرنے مین کوئی تامل نہین ہی اسی مضمون کا ایک خط عبد اللہ ابن وہب کے پاس نہروان بھیجا گیا۔ اسکے جواب مین اُسنے لکھا کہ ہم لوگون کے کہنے کو تم نے نہین مانا اور پنچ مقرر کرکے تم کافر ہو چکے تم اپنے کفر کا اقرار کرکے مسلمان ہو تو ہم آ سکتے ہین۔ امیر المومنین نے یہ جواب کوفیون کو سنایا اور کہا کہ انکو صرف فساد بڑھانا ہی کچھ کرنا نہین ہی۔

جنگ کی طیاری

اسکے بعد بصرہ مین عبد اللہ ابن عباس کے پاس فوج کے لیے حکم بھیجا گیا۔ عبد اللہ ابن عباس نے بہت زور مارا لیکن ساٹھ ہزار فوج مین سے صرف تین ہزار آدمی لڑائی کے لیے تیار ہوئے۔ امیر المومنین علی نے اہل کوفہ کے سامنے بصریون کی بیوفائی کا تذکرہ کیا ۲۵ ہزار کوفی لڑنے مرنے کو طیار پائے گئے۔ کوفیون نے یہ بھی کہا کہ پہلے نہروان چل کر خوارج سے نبگت لینا چاہیے۔ حضرت علی نے کہا نہین پہلے شامیون سے لڑو کہ انسے زیادہ خطرہ ہی۔

پھر اسکے بعد خبر آئی کہ خوارج نے فساد پھیلا رکھا ہے۔ مسلمانوں کو کافر کہکر بلا وجہ مار ڈالتے ہیں۔ امیر المومنین علی سوچے کہ "ہم شام جاتے ہیں ایسا نہو کہ ہماری غیبت میں خوارج کوفہ پر قابض ہو جائیں"۔ اسلیے بہ مجبوری خوارج سے لڑنے کو آپ نہروان چلے۔ اور خوارج کو لڑائی پر آمادہ پاکر اُنکے مقابلہ میں ہتھیار اُٹھایا۔ پہلے خوارج نے حملہ کیا اُسکے بعد حضرت علی کی فوج نے تمام خوارج کو جنکی مقدار چار ہزار سے زیادہ نہ تھی گھیر لیا اور سب کو تہ تیغ کرکے بے گور و کفن چھوڑ دیا۔

خوارج نہروان کی شکست

اب امیر المومنین علی نے براہ موصل شام چلنے کا ارادہ کیا۔ لیکن سرداران فوج کی یہ رائے ہوئی کہ ہتھیار خراب ہو گئے ہیں۔ کوفہ چل کر نئے ہتھیار لیے جائیں اور پھر وہاں سے شام کا ارادہ کیا جائے۔ کوفہ میں پہنچ کر سپاہیوں نے ہاتھ پاؤں پھیلا دیے جس سے علی نے ارادہ ملتوی کر دیا۔ پھر لوگوں نے امیر المومنین علی سے معذرت کی اور اُنھوں نے بہ مجبوری معذرت قبول کی۔ معذرت قبول نہ کرتے تو اور کیا کرتے۔

التوائے جنگ

جنگ نہروان سنہ ۳۷ھ کا واقعہ ہے۔ سنہ ۳۸ھ کی ابتدا میں پہلے محمد ابن ابوبکر کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ پہلے لکھا گیا ہے کہ قیس کی جگہ محمد کو امیر المومنین علی نے تعنات کیا اور محمد نے دشمنوں کو ہزیمت بھی دی۔ مصر میں امیر المومنین علی کے خلاف سازش کرنے والا معاویہ بن حدیج تھا۔ جنگ صفین کا فیصلہ پنچایت کے بعد جب اسکو معلوم ہوا کہ اہل شام نے معاویہ کو امیر المومنین کا لقب دیدیا تو اُسنے محمد ابن ابی بکر پر خروج کیا۔ محمد نے امیر المومنین علی سے مدد مانگی حضرت علی نے کہا کہ مصر میں مالک بن اشتر اور قیس ابن سعد کے سوا دوسرا کام نہیں کر سکتا۔ قیس نے جانا قبول نہیں کیا۔ مالک کی جگہ قیس حاکم جزیرہ مقرر کیا گیا اور مالک مصر کی طرف بھیجے گئے مالک کوئی معمولی شخص نہ تھا۔ مالک کی خبر سنکر معاویہ کو سخت تشویش ہوئی۔ راستہ میں مالک کو زہر دیا گیا مورخین نے لکھا ہے کہ امیر معاویہ کی سازش سے ایسا ہوا۔ مالک کی موت سے امیر المومنین علی کو سخت صدمہ پہنچا۔ آپ نے محمد کو لکھا کہ "میں نے عبد اللہ ابن عباس کو بھیجنا چاہا۔ اُنھوں نے منظور نہ کیا۔ مالک کو راستہ میں زہر دیا گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ تمہارے لیے کوئی دوسرا مقام تجویز کیا جاتا وہاں تمکو آسانی ہوتی۔ مالک کے مر جانے پر اب کوئی دوسرا نظر نہیں آتا جس طرح ممکن ہو وہاں کا انتظام کرو"

قتل محمد بن ابی بکر

مالک کی موت

اب اسکے بعد عمرو بن عاص شام سے مصر کی طرف چلا۔ معاویہ بن حدیقہ بھی آکر اسکے ساتھ ہو لیا۔ محمد نے خوب مقابلہ کیا۔ معاویہ بن حدیقہ کا بیٹا کنانہ محمد کی فوج کا سپہ سالار تھا اور محمد کے بھائی عبدالرحمن ابن ابی بکر عمرو ابن عاص کے لشکر میں سب سے آگے تھے۔ معاویہ نے اپنے بیٹے کنانہ کو لڑائی میں مار ڈالا اور کہا تو ہی نے امیر المومنین عثمان کے گلے پر چھری پھیری تھی۔ ایک تو محمد کی فوج کم تھی۔ اسکا بھی سپہ سالار مارا گیا تو محمد کے ساتھیوں نے فرار اختیار کیا۔ محمد بھاگ کر جھاڑی میں چھپے اور گرفتار ہوئے۔ محمد کے بھائی عبدالرحمن نے اپنے بھائی کے لیے امان طلب کرنے کا ارادہ کیا لیکن معاویہ نے محمد کے مارنے میں جلدی کی اور کہا کہ جب میں نے اپنے بیٹے کا خیال نہ کیا تو محمد کو کب چھوڑتا ہوں۔ محمد کی نعش کو نہایت برے طور پر جلایا جسکا صدمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت زیادہ ہوا۔ محمد کے مرنے پر مصر کی حکومت سے امیر المومنین علی کو بالکل قطع تعلق ہو گیا۔

عبداللہ ابن عباس زیاد ابن ابی سفیان کو بصرہ میں اپنا قایم مقام کر کے امیر المومنین علی کی دلدہی کو کوفہ میں آئے اور کہا کہ اب میرا آپ سے الگ رہنا مناسب حال نہیں ہے میدان خالی پاکر معاویہ نے کچھ آدمی اپنے بصرہ میں روانہ کیے اور اہل بصرہ نے زیاد سے نافرمانی کی عبداللہ ابن عمر حضرمی کو جو امیر معاویہ کی طرف سے آیا تھا کوفیوں نے آکر شکست دی۔ وہ ایک گھر میں چھپا گھر میں آگ لگا دی گئی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہیں جل گیا۔ اس طرح زیاد کا پھر تسلط شہر بصرہ میں ہوا۔

خوارج نے پھر سر اٹھایا۔ اصفہان۔ کرمان اور سجستان کی طرف زیاد انکی سرکوبی کو روانہ کیا گیا۔ اسوقت حارث خوارج کا سردار تھا۔ دن بھر لڑائی ہوئی اور رات کو دشمن پہاڑ دن میں گھس گئے۔ زیاد بصرہ واپس آیا۔ اور پھر دوسرے لوگ خوارج کی گوشمالی کو تعینات کیے گئے۔ خوارج کا سردار حارث مارا گیا۔ اسکے بعد امیر المومنین نے زیاد کو فارس کی طرف بھیجا۔ زیاد نے نہایت تنجیل سے ملک کا خراج وصول کر کے امیر المومنین علی کے پاس بھیجا اور حضرت علی کو بہت مسرور کیا۔ زیاد نے بہت اچھی طرح سے ملک فارس میں اپنا تسلط کیا۔

زیاد کا عروج

مصر پر قبضہ کر کے امیر معاویہ کو یہ فکر ہوئی کہ مختلف مقامات پر فوجیں بھیجکر امیر المومنین علی کو

رنج کرنا چاہیے۔ معاویہ نے سب کے پہلے نعمان بن بشیر کو عین التمر کی طرف بھیجا جہاں وہ خود امیر المومنین علی سے ہزیمت اٹھا کر واپس آیا۔ حضرت علی کو اس لڑائی میں یہ معلوم ہوا کہ کوفی لڑائی کے وقت بیوفائی کرتے ہیں۔ اسکے بعد امیر معاویہ کی طرف سے کوئی موصل کی طرف چلا اور راستہ میں بہ مقام ہیت امیر المومنین علی کا عامل اشرش بن حسان ملا۔ اسکے ساتھی تو بھاگ گئے۔ لیکن یہ خود تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ میدان میں قایم رہا اور مارا گیا۔

معاویہ کا خونی حملہ پڑتا

حضرت علی نے یہ خبر سنکر تنہا روانگی کا قصد کیا کیونکہ اپنی فوج کی بیوفائی سے وہ بے خبر نہ تھے فوج پر اسکا بڑا اثر ہوا۔ لوگوں نے حضرت علی کو باز رکھا اور انکی جگہ پر سعد ابن قیس کو بھیجا یہ گئے تو دشمنوں سے مقابلہ نہیں ہوا۔ کچھ فوج معاویہ کی عبد اللہ ابن سعدہ کی ماتحتی میں بہ مقام تیما گئی تھی جہاں اُسکو ہزیمت ہوئی۔

اسوقت تک عراق اور فارس کے علاوہ مکہ مدینہ میں بھی حکومت حضرت علی کی تھی امیر معاویہ نے سوچا کہ مسلمانوں کا امیر میں اسوقت تک نہیں ہو سکتا کہ ارکان حج میرے اہتمام سے ہوں۔ معاویہ نے ضحاک ابن قیس کو بڑی فوج کے ساتھ تعینات کیا۔ امیر المومنین علی نے راستہ میں حجاج کی آرام کے لیے جابجا آدمی بٹھا دیے تھے اور کھانے پینے کا سامان مہیا کر دیا تھا۔ ضحاک نے ان سب کو غارت کرنا شروع کیا اور حجاج کو روکا کہ بغیر کسی امیر کے تم حج کیا کروگے۔ امیر المومنین علی نے حجر ابن کندی کے ذریعہ سے ضحاک کو پسپا کیا۔ قثم ابن عباس امیر المومنین علی کی طرف سے مکہ کے امیر تھے اور وہی حج میں پیشوا ہوتے تھے۔ امیر معاویہ کے آدمیوں نے قثم کو پیشوائی سے روکا اور اپنی طرف سے ایک شخص کو پیش کیا نوبت تلوار چلنے کی پہنچی نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے ایک تیسرے شخص یعنے شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کو حج کا پیشوا کیا اور یہی غرض معاویہ کی تھی کہ حضرت علی کی امارت حرمین میں مسلم نہ سمجھی جائے۔

اسی سال معاویہ دجلہ تک آکر واپس گیا حضرت علی یہ خبر سنکر فوراً موقع پر پہنچے اور امیر معاویہ کا مطلب صرف علی کا منتشر کرنا تھا۔ امیر معاویہ نے بسر کو کچھ فوج دیکر مدینہ۔ مکہ۔ حجاز اور یمن کی طرف بیعت لینے کو بھیجا بسر نے مدینہ پر قبضہ کرکے ابوہریرہ کو خلیفہ کیا اور وہاں سے وہ مکہ میں پہنچا امیر المومنین علی کے اکثر ساتھی مسلمانوں پر تلوار چلانا پسند نہیں کرتے تھے اور امیر معاویہ کے لوگ

اس خصوص میں کسی قدر بیباک تھے اور یہی وجہ اسکے فروغ کی تھی۔ حضرت علی نے مجبور ہو کر وہب ابن مسعود کو مدینہ کی طرف بھیجا۔ ابوہریرہ بھاگ گئے اور امیر المومنین علی کا پھر تسلط ہوا۔ حرمین میں یہ بے ترتیبیاں دیکھکر امیر المومنین علی نے امیر معاویہ سے کہلا بھیجا کہ شام کیے حملے عراق پر

عراق اور شام میں حکومت کا تصفیہ

اور عراق کے حملے شام پر کب تک ہوتے رہیں گے۔ بہتر ہے کہ شام میں تم ہو اور عراق میں میری حکومت ہو۔ یہ تحریک کسکی جانب سے ہوئی اسمیں مورخین نے اختلاف کیا ہے لیکن یہ سب نے لکھا ہے کہ یہ بات فریقین نے منظور کی۔ پھر شیر مکہ سے یمن گیا اور امیر المومنین علی کی حیات تک وہ وہیں رہا۔ اخیر اخیر امیر المومنین اور عبداللہ ابن عباس کے باہمی لطف میں بھی شاید کچھ یونہی سا فرق آگیا تھا اسی سال امیر المومنین کے بھائی عقیل بھی امیر معاویہ سے جا ملے۔

قتل علی کرم اللہ وجہہ

رمضان سنہ ۴۰ھ میں بوقت نماز صبح عبدالرحمن ابن ملجم نے علی ابن ابی طالب کو زہر آلود خنجر مارا جسکے صدمہ سے آپ تین روز کے بعد جان بحق تسلیم ہوئے۔ صورت قتل کی یوں ہے کہ خوارج جو آخر آخر کہتے تھے کہ حکم اللہ کا ہے امیر المومنین کی ضرورت نہیں ہے انمیں سے تین شخصوں نے امیر المومنین علی امیر معاویہ اور عمر ابن عاص کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا اور یہ ٹھانا کہ ایک وقت اور ایک تاریخ میں یہ تینوں صفحۂ دنیا سے اٹھا دیے جائیں۔ عبدالرحمن ابن ملجم کوفہ کی مسجد میں بیٹھا۔ مبارک ابن عبداللہ دمشق کی مسجد میں اور عمر ابن ابی بکر مصر کی مسجد میں جا کر چھپا عمر تھی ہینے تو عمر عاص کے دھوکہ میں دوسرے کو مار ڈالا اور مبارک کی تلوار معاویہ پر اوچھی پڑی کچھ دنوں بعد امیر معاویہ اچھے ہوگئے۔ ابن ملجم کی تلوار سے امیر المومنین کو زخم کاری لگا اور وہ جانبر نہ ہو سکے۔ حضرت علی نے زخم کھاتے ہی کہا "فزت ورب الکعبۃ" آپ کی زندگی ایسی ہی کشمکش میں تھی کہ موت کو آپ فائز المرامی سے تعبیر کرتے۔ امیر المومنین علی کو کوفہ میں دفن کیا۔ لیکن غیر معارف مقام پر تاکہ بنو امیہ کے ہوا خواہ یا ان کفار اور یہود کے ورثا جو لڑائی میں آپ کے ہاتھوں سے قتل ہوئے تھے نعش سے بے ادبی نہ کریں۔ مشہور ہے کہ آپ نے اسی مضمون کی وصیت بھی کی تھی۔ مرتے وقت لوگوں نے چاہا کہ امیر المومنین علی اپنے بیٹے حسن کو اپنا خلیفہ کر جائیں۔ حضرت علی نے کہا کہ اتنا بڑا بار میں اپنے سر پر نہیں لے سکتا اور یہ کہا کہ میں خود اپنے حال میں مشغول ہوں تم لوگ جو مناسب سمجھو کرو۔ اس سے ضمناً حضرت علی کی

رضامندی پائی گئی اور حضرت علی ابن ابی طالب کے بعد کو فہ میں حسن امیر المومنین ہوئے

## تفصیل اولاد علی ابن ابی طالب

| نمبر سلسلہ | نام | ماں کا نام | کیفیت |
|---|---|---|---|
| نمبر ۱ | حسن | فاطمہ بنت رسول | انکو زہر دیا گیا۔ |
| نمبر ۲ | حسین | ایضاً | کربلا میں شہید ہوئے۔ |
| نمبر ۳ | محسن | ایضاً | لڑکپن میں مرے۔ |
| نمبر ۴ | عباس | ام بنین | کربلا میں شہید ہوئے |
| نمبر ۵ | جعفر | ایضاً | ایضاً |
| نمبر ۶ | عبید اللہ | ایضاً | ایضاً |
| نمبر ۷ | عثمان | ایضاً | ایضاً |
| نمبر ۸ | عبد اللہ | لیلی | ایضاً |
| نمبر ۹ | ابوبکر | ایضاً | ایضاً |
| نمبر ۱۰ | یحییٰ | اسما | |
| نمبر ۱۱ | عون | ایضاً | |
| نمبر ۱۲ | عمر | ام حبیبہ | |
| نمبر ۱۳ | محمد | حنفیہ | |

انکے علاوہ اٹھارہ لڑکیاں آپ کی اور تھیں۔ تمام عمر میں آپ نے ۹ بیبیاں کی تھیں لیکن فاطمہ کی حیات میں آپ نے کوئی دوسرا عقد نہیں کیا تھا۔

# باب چہارم

## قریشی النسل خلفا

## فصل اول

### بنو امیہ

حسن کا خلافت سے علیحدہ ہونا

امیر المومنین علی کے بعد شیعان علی نے امام حسن ابن علی کے ہاتھ پر بیعت کی حسن رضی اللہ عنہ
باپ کی جگہ پر بیٹھے لیکن انکی طبیعت لڑنے بھڑنے کی طرف مائل نہ تھی۔ جب لوگون نے دیکھا کہ یہ
اس طرف مائل نہین ہوتے اور یہ سمجھے کہ ایک روز معاویہ کا دور دورہ ہوگا تو آہستہ آہستہ لوگ امیر معاویہ
کی طرف جھکنے لگے۔ عبداللہ ابن عباس ایسا شخص بھی معاویہ کی طرف کچھ راغب ہوا۔ حسن نے
لوگون کا رخ دیکھکر اور امیر المومنین علی کیساتھ جو سلوک لوگون نے کیے تھے انھین سوچ کر
امیر معاویہ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور شرط یہ ٹھہری کہ حضرت علی کو کوئی برا نہ کہے۔ حسن کے مدینہ جانے
مین کوئی مزاحم نہ ہو حضرت علی کے اہل بیت تعداد مین بہت زیادہ ہین اونکو فقر و فاقہ سے
بچانے کیلیے عراق اور کوفہ کا خزانہ جسکی مقدار ۵۰ ہزار درم سے زائد نہ تھی امام حسن ساتھ
لیجائین اور [illegible] کے قریب جو ایک شہر "دار آب گرد" ہے اسکا خراج سالانہ گزر اوقات کے لیے
امام حسن کو برابر ملتا رہے۔ امام حسن نے یہ خواہش اسلیے ظاہر کی کہ امیر المومنین علی نے
ورثا کے لیے کوئی مال یا دولت چھوڑی نہ تھی معاویہ نے اس صلح کو بہت ہی غنیمت سمجھا
اور فوراً راضی ہوگیا۔ حسن نے امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور بار خلافت سے اپنا پیچھا چھڑا کر
الگ ہوگئے۔ امام حسن اور امام حسین کی طبیعتون مین فرق تھا حسین نے بھی اسوقت بیعت کی
مگر باکراہ۔ سچ ہے مصرع ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند + معاویہ اصحاب رسول سے ضرور تھا

معاویہ کے حالات

لیکن یہ ظاہر ہے کہ اسکا خاندان شروع مین کیسا دشمن رسول تھا اور اسکے خاندان کا رسول پر ایمان
لانا باکراہ اور بہ مجبوری تھا۔ ابوسفیان ایسا شخص اسکا باپ تھا۔ ہند جسنے حمزہ عم رسول کا کلیجہ
چبایا تھا اسکی مان تھی۔ ابتدا مین معاویہ ایک ادنی سپہ سالار تھا پھر باغی بنا جنگ صفین کے بعد
معاویہ سے امیر معاویہ ہوا پھر عرب یمن۔ شام۔ مصر۔ عراق۔ فارس۔ اور خراسان کا شہنشاہ ٹھہرا
آج ابوسفیان زندہ ہوتا تو دیکھتا کہ رسول کی جن کوششون سے وہ ہمیشہ اختلاف کرتا تھا آج
وہی کوششین ہفت اقلیم کی سلطنت کو اسکے خاندان مین لانے پر منتج ہوئین۔

خلفاء اربعہ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان اور علی سے تو امیر المومنین معاویہ کو کوئی نسبت بھی ہی نہین
لیکن اسکے بعد کے سلاطین پر نظر ڈالکر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جب اس سے کہین برے برے
سلاطین کو لوگون نے بے تکلف امیر المومنین کہا تو اسے کیون نہ امیر المومنین کہین کہ یہ امیر المومنین

یاران رسولؐ کا بھی امیر تھا۔

قیس ابن سعد مطیع ہوا

قیس ابن سعد حسن کے علیحدہ ہونے پر بھی دس ہزار فوج کے ساتھ معاویہ سے منحرف رہا۔ لوگوں نے کہا کہ بلا امیر کے تم کیا جنگ کروگے۔ قیس نے جواب دیا کہ معاویہ ایسے گمراہ امیر کے مطیع ہونے سے بلا کسی امیر کے لڑنا اچھا ہے۔ قیس صاحب تدبیر تھا اسلیے معاویہ نے اسے روپیہ کے زور سے دبا کر اپنی رائے میں کرلیا اور اس سے لڑنا پسند نہ کیا۔

حسن کو زہر دیا گیا

اسماء زوجہ حسن کے ذریعہ سے حسن کو مدینہ میں زہر دیا گیا۔ معاویہ کے اشارہ سے ایسا ہوا یا اسکے بیٹے یزید کے ایما سے یہاں مورخوں کا اختلاف ہے۔ حسن کو مزار رسول اللہ کے قریب لوگوں نے دفن ہونے نہیں دیا اور یہاں بھی مورخوں کا اختلاف ہے کہ اس شخص کے حکم سے جو مدینہ میں معاویہ کے حکم سے تعینات تھا۔ حسین ابن علی امادہ قتال ہوئے لیکن پھر انکو امام حسن کی وصیت یاد آئی کہ مزار رسولؐ کے قریب لوگ جگہ نہ دیں تو کہیں اور مجھے دفن کرنا۔ قبر کھد چکی تھی کہ فساد ہوا امام حسن کے جنازہ پر تیروں کی بارش ہوئی۔ اور وہ مزار رسولؐ کے قریب دفن نہیں ہوئے۔ اس واقعہ سے امام حسین مدول ہو کر مع تمام اہل بیت کے مدینہ سے مکہ چلے آئے۔

زیاد کا عروج

زیاد ابن ابی سفیان جو حضرت علی کی طرف سے خراسان کا گورنر تھا۔ شروع شروع کچھ معاویہ سے منحرف رہا پھر وہ بھی معاویہ کے اختیار میں آگیا۔ اب تک اسے ابن ابی سفیان نہیں کہتے تھے۔ سفیان نے اپنی لونڈی زیاد کی ماں سے ہمبستری کی تھی۔ جب وضع حمل کو تین مہینے رہ گئے تو اسنے مادر زیاد کو الگ کر دیا۔ اس راز سر بستہ سے معاویہ واقف تھا اسنے پولیٹکل مصالح پر نظر ڈال کر کے زیاد کو اپنا بھائی ثابت کیا۔ اسی زمانہ میں عمر ابن عاص مصر میں مرا اور معاویہ نے بجاے عمر عاص کے زیاد کو اپنا قوت بازو سمجھا۔ معاویہ نے زیاد کو بصرہ کا گورنر کیا اور پھر مغیرہ کے مرنے پر کوفہ کی گورنری بھی زیاد کو ملی۔ کوفہ اور بصرہ دونوں جگہ یہ حکمرانی کرتا تھا۔ یہ بہت ہی سخت مزاج تھا اور اسکے ساتھ ہی مدبر بھی تھا۔ کوفہ اور بصرہ کے سرکشوں کو اسنے خوب زیر کیا اسکے بعد خراسان پھر دز۔ کرمان۔ سندھ اور ہند کی حد تک جتنے ممالک مقبوضہ تھے سب اسی کی تولیت کر دیے گئے۔

منبر رسولؐ

معاویہ نے اس سال حج کیا راستہ میں مدینہ پڑا اسنے چاہا کہ مسجد نبوی سے منبر رسول اُٹھا لیجائے۔ لوگ مزاحم ہوئے تو اسنے بات بنا کر دفع الوقتی کر دی۔

زیاد کا حرمین پر قابض ہونا

اسی وقت میں ماوراالنہر اور ترکستان کے چند شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ زیاد کا زور حکومت اور انتظام دیکھ کر معاویہ بہت خوش ہوا۔ زیاد نے لکھا کہ بائیں ہاتھ سے میں یہ کل کام کرتا ہوں۔ داہنا ہاتھ میرا خالی ہے۔ حرمین یعنے مکہ اور مدینہ بھی میرے سپرد ہوں تو یہ میری انتہائی آرزو ہے۔ معاویہ نے اسے بھی منظور کیا اور چھ مہینہ تک معاویہ کے نام کے بعد زیاد کا نام بھی مکہ اور مدینہ کے خطبہ میں لیا گیا۔

زیاد مرا

اسکے بعد زیاد نے انتقال کیا۔ مدینہ کے لوگ اسکے ظلم سے تنگ تھے وہ لوگ اسکے مرنے سے خوش ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ تو اسکے مرنے کی دعا کرتے تھے۔

عبداللہ بن زیاد کا زمانہ

اسکے مرنے پر کوفہ بصرہ عراق اور خراسان اسکے بیٹے عبداللہ کے سپرد کیا گیا۔ مکہ میں سعید ابن ابی العاص مقرر ہوا اور مدینہ میں مروان ابن حکم کی حکومت ہوئی۔ عبداللہ ابن زیاد کو ۲۵ برس کی عمر میں حکومت ملی یہ اپنے باپ زیاد سے بھی زیادہ سنگدل تھا۔ کربلا کا معرکہ اسی کی سنگدلی کا نتیجہ ہے۔ اسی عبداللہ کے وقت میں ترکوں کا ایک شہر بیکند مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور بعضوں کے نزدیک یہ فتح اسکے عہد میں نہیں ہوئی۔

فتح بیکند

سنہ ۵۶ھ میں امیر المومنین معاویہ دشمنوں کی طرف سے بالکل مطمئن ہوگیا اور اسنے یہ چاہا کہ روم اور عجم کی طرح میری سلطنت خاندانی میراث ہوجائے۔ اُسکا بیٹا یزید اسلامی حیثیت سے بالکل نااہل تھا۔ امیر المومنین معاویہ نے چاہا کہ اُسی کو ولیعہد مقرر کرے۔ اور اس غرض سے اُسنے یزید کے لیے بیعت لینا شروع کردی۔ معاویہ کے دربار میں لوگ ایسے نہ تھے کہ اُنکو بیعت میں تامل ہوتا۔ زمانہ کا رنگ دیکھ کر سب نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُسکے بعد تمام بلاد اسلام میں بیعت ہونے لگی۔

یزید کیلئے بیعت

محمد ابن ابی بکر مصر میں قتل کر دیئے گئے

حسین ابن علی۔ عبداللہ ابن عباس۔ ~~محمد ابن ابی بکر~~ عبداللہ ابن عمرؓ۔ عبداللہ ابن زبیر ان چار شخصوں نے بیعت نہ کی۔ انکا بیعت نکرنا فرط اتقا کی وجہ سے تھا یا محض اسلیے کہ معاویہ کے بعد طریقہ انتخاب جاری رہنے کی حالت میں وہ اپنے کو بھی امیدوار خلافت سمجھنے کی وجہ رکھتے تھے۔ مورخوں کا اجماع

یزید کے مخالف

اسی پر ہو کہ یزید ایسے گمراہ کو اپنا امیر کہنا یہ لوگ اپنا ننگ جانتے تھے۔ سعید ابن عثمانؓ نے یزید سے بیعت کرلی تھی۔ لیکن ان چارون کا انکار سنکر وہ بھی پشیمان ہوئے تو خراسان کی حکومت دیکر معاویہ نے انھیں راضی کرلیا۔

مکہ میں یزید کے لیے بیعت

یہ تحصیل حکمت عملی بھی تھوڑے دنون کے لیے تھی پھر خراسان عبداللہ کے سپرد کردیا گیا۔ جب خراسان کی طرف سعید روانہ ہوئے تو عمرہ کے بہانے سے معاویہ مکہ میں آیا اور ان چارون آدمیون پر بیعت یزید کے لیے بہت زور ڈالا لیکن وہ راضی نہ ہوئے۔ اسی زمانہ مین معاویہ نے ولید بن عقبہ بن ابی سفیان کو مکہ کا عامل کیا۔ عبیداللہ ابن زیاد سے کوفہ نکال لیا ضحاک بن

انتظام ملکی

قیس کو مصر کا حاکم کیا۔ اور کوفہ اپنے بھانجے عبدالرحمن بن ربیعہ کے سپرد کیا پھر ابن ربیعہ سے بھی کوفہ نکال کر خراسان اُنکے متعلق کیا۔ زیاد کے دوسرے بیٹے عباد کو سیستان کا امیر کیا۔

معاویہ کی موت یزید کی تخت نشینی

رجب سنہ ٦٠ھ مین معاویہ بیمار ہوکر مرا اور اُسکا بیٹا یزید اُسکے بعد تخت سلطنت پر کہ اب بجائے خلافت نبوت کے تخت سلطنت سے خلافت کا تعبیر کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہی۔ یزید جلوہ افروز ہوا۔

اصول انتخاب

بادشاہ کے جیتے جی یا کم سے کم اُسکے مرنے کے پہلے جانشین مابعد کا معین ہو جانا بہت اچھا ہوتا ہی۔ حضرت ابوبکر کے مرتے وقت حضرت عمر کا نامزد ہو جانا کیسا اچھا ہوا۔ حضرت عمر نے کسی کو نامزد نہین کیا لیکن پھر بھی اتنا بتادیا کہ انھین چھ مین سے ایک ہو۔ بالکل نامزد نہ کرنے سے تو یہ اچھا ہوا۔ لیکن کوئی شخص اُنکے سامنے ہی معین ہو جاتا تو اور بھی اچھا ہوتا۔ حضرت عثمان کی خلافت مین جو فساد اُٹھے اُنمین کسی قدر لوگون کے اس خیال کو بھی گنجایش تھی کہ جو عزت عوام نے دی ہو اُسے عوام واپس بھی لے سکتے ہین۔ حضرت عثمان ابن عفان نے انتظام مابعد کی نسبت کچھ مہلت نہین پائی اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ اور علی کے جیتے جی یہ امر طے نہ ہوسکا کہ امیرالمومنین کسکو کہا جائے۔ معاویہ نے اپنے جیتے جی جانشین مابعد کی فکر کی اسمین کوئی عیب نہین تھا لیکن بڑا عیب تھا کہ اُسنے ایسے شخص کو نامزد کیا جو کسی طرح مومنون کے امیر ہونے کے لائق نہ تھا۔

یزید سے مخالفت

جو لوگ معاویہ کے جیتے جی یزید کی بیعت سے مُنکر تھے وہ اب بھی مُنکر رہے اُنکی حجت یہ تھی کہ تقرر امیر کا انتخاب سے ہونا چاہیے معاویہ خود ایسا نہ تھا کہ اُسکا انتخاب پسند ہوتا اور اُسپر طرہ یہ کہ اُسنے خودغرضی [illegible]

بیعت کرنے کے یہ معنی ہین کہ جسکے ہاتھ پر بیعت کی گئی اُس سے گویا یہ قول و قرار ہوا کہ ہم تمھارے حکم کے پابند ہونگے۔ کوئی سمجھدار شخص جب تک کہ وہ اپنے ایمان پر قایم ہے کسی نااہل سے یہ اقرار نہین کرسکتا کہ مین تمھاری اطاعت کرونگا۔ انھین معنون مین بعض لوگون نے جنپر یزید کا خارجی دباؤ نہین پہنچ سکتا تھا یا جو اپنے ایمان کے سامنے رفتار زمانہ کی کچھ پروا نہین کرتے تھے بیعت یزید سے انکار کیا۔

اس زمانہ مین بادشاہ وقت سے منحرف ہونا بغاوت کہا جاتا ہے۔ اور بغاوت اسوقت بہت بڑا اخلاقی جرم ہے۔ لیکن جس زمانہ کا یہ ذکر کیا جاتا ہے اُس زمانہ کو زمانہ حال پر قیاس کرنا بڑی غلطی ہے اور پھر یون بھی سمجھو کہ اگر کوئی نااہل مستقل بادشاہ ہوجائے تو سمجھدارون کے لیے بیشک یہ کہا ہے

ناسزائے را چو بینے باختیار عاقلان تسلیم کردند اختیار

پر عمل کرین۔ لیکن وہان یہ بات بھی نہ تھی۔ نااہل لوگون نے شور مچاکر اپنا زور قایم کرنا چاہا اور سپاہیون کے اس خیال سے کہ وہ مسلمانون سے لڑنا پسند نہ کرینگے اپنی ناجائز غرض مین انھون نے اعانت چاہی۔ تو کیا ایسی حالت مین نالایقون کی کامیابیون کا مزاحم ہونا بغاوت کہا جائیگا۔ ہرگز نہین۔ معاویہ تک تو خیریت تھی کہ وہ بیعت نہ کرنے والون پر دباؤ نہین ڈالتا تھا۔ لوگ لالچ سے۔ طمع سے فریب اور دھوکے مین پڑکر یا مصلحت وقت دیکھکر اُسکے گرد جمع ہوتے تھے۔ یزید نے تو یہ غضب کیا کہ بیعت نہ کرنے والون کا خون مباح کردیا۔ وہ اس امر کی مہلت نہ دیتا تھا کہ لوگ ہان یا نہین پر غور بھی کرلیں۔

یزید کی زیادتی

ناظرین سمجھتے ہون گے کہ اُسوقت کے مسلمان کیسے سخت اور کیسے وحشی تھے رسول اللہ کے اعزہ پر ظلم کرتے تھے آپسمین مین لڑتے تھے اور پھر مسلمانون کا یہ عقیدہ ہے کہ اُسوقت سے اچھے مسلمان اس زمانہ مین موجود نہیت ہین۔ اس شبہہ کے رفع کرنے کے لیے چند امور بیان کیے جاتے ہین۔

آجکل ہندوستان مین کسی کے پاس ہتھیار نہین ہین لڑنا کیسا۔ لڑنے والون کی صورت بنانا بھی جرم ہے۔ دو چار آدمی ہمین اکٹھا ہوسکتے نہین کہ مجمع خلاف قانون ہوگیا۔ لڑنا اور بلا اجازت کسی کو تادیب بھی جائز نہین ہے جہان ایسے صلح کل لوگ ہون یا خلقی طبیعتین

ایسی کبھی ہوئی ہون وہ فی الواقع اپنے جھگڑے کو بد ترین اعمال سمجھین گے۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ لڑنا بھڑنا اتنا برا اخلاقی جرم نہین ہے جیسا سمجھا جاتا ہے۔ راستی اور بہادری کی ایک شان ہے کہ ہتھیار کے ذریعہ سے دل کا غبار نکال لیا جائے۔ یورپ کے بعض شہرون مین ڈوئیل لڑنا اب تک جرم نہین

جنگ کی نوعیت

نہ تیج مین اپنا آپس مین تلوار سے فیصلہ کر لیا کرتے ہین۔ دو شخصون مین بغض ہوا دونون نے ہتھیار اٹھائے اور کہا آو قسمت کا فیصلہ کر لین۔ گورنمنٹ ان لڑائیون مین مزاحم نہین ہوتی۔ جتنی لڑائیان حضرت علی کے زمانہ مین تھین انہین سے اکثر اسی قبیل کی تھین۔ ایک گروہ دوسرے گروہ کو خطا وار کہتا تھا اور چاہتا تھا کہ تلوار حق و باطل کا فیصلہ کر دے۔ ہان معاویہ کے بعد یزید نے کچھ اسپر ستم زاد کیا۔ بنیا دظلم در جہان اندک بود + ہر کہ آمد بران مزید کرد + پھر بھی تعاملِ کرام تک اور انکے لعبا انکے فیض صحبت سے کئی نسلون تک بہت اچھا زمانہ گذرا۔ صحابہ کے زمانہ مین ناجائز خونریزیان بھی ہوئین لیکن نا آئیندہ زمانہ غنیمت نہ سمجھا جائے۔ تاریخ دنیا کے صفحے اولٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی لڑائیون مین ایسے ایسے ظلم اور خونریزیان ہوئی ہین کہ سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان ظالمون کے دل درندہ جانورون سے بدل لیے گئے تھے۔ صحابہ تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ پھر بھی لاکھ غنیمت معلوم ہوتا ہے

ایک بات اور بھی لکھنے کی ہے کہ رسول خدا نے اپنے طرز عمل سے لوگون کو یہ باور کرا دیا تھا کہ تمام مسلمان انکی نظر مین یکسان ہین۔ رسول اللہ کے اعزا جتنا اپنے کو رسول خدا کی خدمت مین مقرب سمجھتے تھے اتنا ہی تقرب ان تمام مسلمانون کو تھا جو دائرہ اسلام مین داخل ہو کر تمام اصحاب رسول سے اخوت قایم کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ کی ازواج امہات مومنین کہلاتے تھے۔ رسول اللہ کو لوگ باپ اور انکی بیبیون کو مائین سمجھتے تھے عقد ثانی مین کوئی کسی قسم کا عیب یا اسمین کسی قسم کی سبکی عربون کے نزدیک نہ تھی ہوگا ان رسول کا دوبارہ عقد محض اسلیے نہین ہوا کہ ماؤن کے ساتھ بیٹون کا عقد کیونکر ہوتا۔

ایک خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ مین غیر قومون نے ممالک مفتوحہ کو مسلمانون کے قبضہ سے چھین کیون نہین لیا۔ اسکا جواب صرف اسقدر ہے کہ حضرت علی اور معاویہ کا نفاق ایسا نہ تھا جو اسلام کی ملکی قوت کے ضعف کا سبب ہوتا۔ آپس مین انکے

مجاہد بنے تھے لیکن وہ اتفاق جو رسولِ عربی نے مسلمانون مین قائم کیا تھا غیر قومون کے
مقابلہ مین اسوقت بھی باقی تھا - حضرت علی کے ساتھی معاویہ یا خوارج کے مقابلہ مین تلوار
اُٹھانے سے کبھی کبھی رُک جاتے تھے - یہ اُنکے اجتہاد کی غلطی تھی یا اس نازک معاملہ مین جو
اُنکو پس و پیش تھا یہ اُسکا نتیجہ تھا - کافرون کے مقابلہ مین جان مارنے پر غازی اور مرنے پر
اپنی دانست مین یقیناً شہید ہوتے - وہ لوگ ویسے ہی امیر المومنین کے فرمان بردار تھے
جیسے کہ حضرت عثمان کے وقت تک تھے -

عبد اللہ ابن عباس
بیعت کے لیے یزید کی سختی

یزید نے ولید ابن عتبہ والی مدینہ کو لکھا کہ حسین ابن علی - عبد اللہ ابن زبیر اور عبد الرحمن
ابن ابی بکر اور عبد اللہ ابن عمر سے جلد بیعت لو - ولید نے مروان سے مشورہ کیا - مروان نے
یہ مشورہ دیا کہ اگر یہ لوگ راضی نہ ہون تو انکے سر قلم کرڈالو - ولید نے امام حسین کو بلایا لیکن
اُنھون نے غور کرنے کی مہلت چاہی ولید کے پاس سے اُٹھ کر چلے آئے اور پھر ہاتھ نہ آئے
ولید نے مروان کے کہنے کے مطابق سختی نہ کی اسلیے وہ مدینہ سے بُلالیا گیا - لیکن اسکے سامنے
ہی تمام اہل مدینہ نے بہ خوشی یا بجبر یزید کے واسطے بیعت کرلی تھی -

عبد اللہ بن زبیر مکہ مین

عبد اللہ ابن زبیر اور حسین مکہ چلے گئے - عبد اللہ ابن زبیر مکہ مین پہنچکر حارث نامی
حاکم مکہ کو نکالدیا اور اپنے کو پیشوا بنایا - امام حسین مکہ مین تھے لیکن عزلت گزین تھے - عبد اللہ
ابن زبیر کی سرکوبی کو انکے بھائی عمر تعینات کیے گئے - عمر کو ہزیمت ہوئی اور تیسرے بھائی
عبیدہ نے جو پولیٹکل معاملات سے الگ تھا اُسکو اپنے گھر مین امان دی - اب عبد اللہ
ابن زبیر کا پورا تسلط مکہ مین ہوگیا سب نے اُنکے ہاتھ پر بیعت کی - لیکن حسین ابن علی
الگ رہے - عبد اللہ کے ہاتھ پر خود اُنکے اہل بیت نے بھی بیعت نہ کی اور نہ اُنھون نے
اصرار کیا - یہ واقعہ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ کا ہے - کوفی لوگ عبید اللہ ابن زیاد سے تنگ تھے
اور یون تو خود اُنمین بیوفائی اور سرکشی کا مادہ تھا - جب اُنھون نے سُنا کہ عبد اللہ ابن زبیر نے
یزید کی بیعت سے انکار کیا - لیکن حسین نے ابھی تک عبد اللہ سے بیعت نہین کی ہے تو کوفہ
والون کے خیالات پاگندہ ہوگئے اور اُنھون نے چاہا کہ حسین کو مکہ سے بُلاکر اُنکے ہاتھ پر
بیعت کی جائے اور وہی امیر مقرر کیے جائین - معاویہ کی سلطنت بہت مستحکم تھی - وہ زندہ

سنہ ۶۰ھ
عبد اللہ ابن زبیر کے ہاتھ پر بیعت

ہوتا تو کسی کو سر اٹھانے کی مجال نہ ہوتی۔ لیکن یزید کا امیر المومنین ہونا صریح بیجا بات تھی۔
اور اسلیے جا بجا طبیعتوں میں تحریک پیدا ہو گئی۔

کوفیوں کا خط حسین کے نام

حسین کے پاس کوفیوں کا خط آیا۔ حسین نے دریافت حال کے لیے اپنے چچازاد
بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ کوفہ میں خبر ہوئی کہ حسین کے بھائی مسلم آئے ہیں اور
پیچھے حسین بھی آتے ہیں یا آئیں گے۔ اسپر کوئی بارہ ہزار آدمیوں نے مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی
مسلم نے نہایت خوشی سے حسین ابن علی کو مطلع کیا۔ حسین نے کوفہ کا ارادہ کر دیا۔ حسین کو
جو ذرا توقف ہوا تو پے در پے طلبی کے خطوط آئے۔ کوفہ والوں کی جلدی حق بجانب تھی مسلم
کو بیعت لینا مناسب نہ تھی انکو چاہیے تھا کہ عندیہ دریافت کر کے واپس چلے آتے۔ اور جب وہ
بیعت لے چکے تھے تو حسین کو جانا ہی مناسب تھا کہ فوج بے سردار کیا کرتی۔ یزید کی اطاعت
سے وہ لوگ الگ ہو چکے اور یہاں کوئی دوسرا شخص نہیں جسکے سہارے سے وہ قوت پکڑتے

مسلم کوفہ میں

مسلم سے بیعت کرنے کی خبر منتشر ہوئی تو ہوا خواہوں نے یزید کو مطلع کیا اور لکھا کہ کوفہ میں حسین کا
آنا روکا جائے۔ ورنہ غضب ہو جائیگا۔ یزید اب تک زیاد اور اسکے لڑکوں سے کشیدہ خاطر تھا۔
معاویہ نے جو انکو نسل ابوسفیان میں داخل کر لیا تھا اسکا اسکو رنج تھا اور اسی وجہ سے یزید
کی ابتدائے حکومت میں کوفہ کی حکومت نعمان کے تعلق تھی۔ ابن زیاد کے قبضہ میں صرف بصرہ
تھا۔ لوگوں کی صلاح سے یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو بصرہ اور کوفہ کا گورنر کیا اور اسکو حسین سے
مقابلہ کرنے کا حکم بھیجا۔ عبید اللہ ابن زیاد کے کوفہ پہنچنے کے قبل کوفہ کی یہ حالت تھی کہ نعمان
بن بشیر کی واقفیت میں لوگ مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے اور وہ سکوت کرتا تھا۔ رسولؐ کے
نواسے کا احترام اسے مزاحمت سے روکتا تھا۔

عبید اللہ رات کے وقت تنہا اونٹ پر سوار امام حسین کا سا لباس پہنے کوفہ میں پہنچا
اور سیدھا نعمان کے گھر کی طرف چلا۔ تمام خلقت عبید اللہ کے پیچھے ہولی عبید اللہ نعمان کے
دروازہ پہ جا کر خاموش کھڑا ہوا نعمان نے دروازہ کھولنے میں تامل کیا۔ لوگوں نے نعمان سے
کہا کہ رسول اللہ کا نواسہ کھڑا ہے اور تم دروازہ نہیں کھولتے۔ نعمان نے کہا کہ "میں یہ نہیں چاہتا
کہ میرا وقت حسینؓ کے قتل سے بدنام کیا جائے۔ حسین آپ واپس جائیے یزید پر آپ غالب ہونگے

اسکے بعد جب معلوم ہوا کہ حسین کی جگہ پر عبید اللہ کھڑا ہی تو نعمان نے دروازہ کھول دیا اور اسی وقت سے حلقت کا رنگ بدل گیا کسی کو یہ جرأت نہ تھی کہ عبید اللہ کے پہنچ جانے پر اپنے کو حسینی کہتا۔

مسلم چھپے

یہ حالت دیکھ کر ہانی بن عروہ کے مکان میں مسلم چھپے اور انکی تلاش ہونے لگی جب ہانی کی جان پر بنی تو مسلم باہر نکلے اور لوگوں سے کہا کہ اب میرا چھپنا ممکن نہیں اور عبید اللہ مجھے قتل کیے بغیر نہ چھوڑے گا۔ لوگوں نے کہا کہ بلا حسینؑ کے ہم تمھارا ساتھ نہیں دے سکتے چار ہزار آدمی مسلم کے ہمدرد بھی ہوئے تو وہ کون تھے درویش بے سلاح۔ کوئی فوجی آدمی انکا ساتھی نہیں تھا۔ ان چار ہزار آدمیوں کے ساتھ مسلم دارالامارت میں پہنچے۔ جمیعت دیکھ کر عبید اللہ چھپ گیا۔ طرفین سے تیر کی بارش شروع ہوئی ایک دن تک تو محاصرہ قایم رہا۔ گھر سے کھانا آتا تھا اور لوگ کھا لیتے تھے۔ دوسرے دن صورت دگرگون ہوئی۔ عورتیں آکر اپنے مردوں کو کھانا کھلانے کے لیے گھر سے جاتی تھیں اور پھر وہ کھانا کھا کر واپس آتے تھے۔ شام تک مسلم تنہا رہ گئے رات کو یہ پھر کسی کے گھر میں چھپے۔ لوگوں نے گھر گھیرا۔ تو ہانی کے گھر کی طرح انھوں نے اس گھر کو بھی چھوڑا اور شمشیر بکف باہر نکل آئے۔ لیکن ابکے انکو دھوکا ہوا لڑنے کی نوبت نہیں آئی۔ لوگوں نے کہا کہ تم امیر کے پاس چلو ہم تمھیں امان دلوا دینگے جب یہ آئے تو ہانی کے ساتھ قید کیے گئے۔ دوسرے دن اُن دس ہزار آدمیوں کو غیرت آئی جنھوں نے حسین کے بیعت کی تھی۔ لیکن اُنکی غیرت ناپائدار تھی۔ لوگوں کا مجمع دیکھ کر عبید اللہ نے ہانی اور مسلم کو کوٹھے پر قتل کیا اور اُنکے سر نیچے پھینک دیے۔ فوج والوں نے دیکھ کر گریہ کیا۔ اُنکے آنسوؤں کے ساتھ غیرت غصہ اور رنج سب بہ گیا اور پھر وہ اپنے اپنے گھر چلے آئے پھر کیا تھا عبید اللہ کا رنگ جم گیا اور کوفہ میں کوئی حسین کا نام بھی لینے والا نہیں رہا۔

قتل مسلم

حسینؑ کا مکہ سے چلنا

مسلم کے قتل کا حال حسین کو مکہ میں معلوم نہیں ہوا بلکہ کوفہ کے قریب پہنچکر معلوم ہوا جس روز مسلم قتل ہوئے اسی روز حسینؑ مکہ سے روانہ ہوئے۔ عبد اللہ ابن عباس نے بہت منع کیا عبد اللہ ابن زبیر بھی مانع ہوئے اور کہنے لگے کہ " یہ سفر تمھیں سزاوار ہونا نظر نہیں آتا۔ لوگ کہنے لگے کہ عبد اللہ ابن زبیر نے اپنی خلافت کو قوت پہنچانے کے لیے حسین کو فریب دیکر مکہ سے باہر کر دیا

اگر تم کو خواہش ہو تو مین تمھارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہون تم یہین رہو" حسین سے غلطی ہوئی کہ وہ اپنے کنبہ سمیت چلے اپنی غلطی پر امام حسین بھی متنبہ ہوئے لیکن کوفہ کے قریب پہنچ کر امام حسینؑ کی راے لوگون کے سمجھانے سے بدل جاتی لیکن دقت یہ تھی کہ جب ہزار دل آدمیون نے انکے لیے یزید سے مخالفت کی۔ لوگون کو یہ زبان دے چکے۔ لوگ انکے منتظر تھے۔ تو پھر یہ کیا مناسب تھا کہ یہ اُن مسلمانون کو دھوکا دیکر کہین کا نہ رکھتے۔ یہ امام حسینؑ کے خیالات تھے انکو یہ خبر کہان تھی کہ کوفہ مین نہ اب کوئی میرا ساتھی ہے اور نہ کوئی میرا منتظر ہے۔

امام حسین تو مکہ سے کوفہ چلے اور وہان عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ کے انتظا[illegible] [illegible] کے بعد یہ فکر ہوئی کہ حسین کو راستہ مین روکنا چاہیے۔ عمر ابن سعد ابن ابی وقاص کو رے کی حکومت کا پروانہ ابھی ابھی ملا تھا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے اسی کو منتخب کیا۔ عمر ابن سعد نے کہا کہ حسینؑ سے مزاحمت کرنے کا کام میرے سپرد نہ ہو تو اچھا۔ لیکن جب حکومت رے معرض زوال مین نظر آئی تو یہ راضی ہو گیا اور مکہ کی راہ چلا۔ عمر ابن سعد کے لشکر مین ایک شخص یزید تمیمی کا بیٹا حر نام تھا یہ لشکر سے آگے آگے چلتا تھا۔ آگے بڑھ کر امام حسین سے اسکی ملاقات ہوئی اور یہ ملاقات نواح کوفہ مین ہوئی جہان امام حسینؑ بالکل بے بس تھے۔ حر کو آل علی سے انس تھا۔ اسنے تمام خبر حسینؑ کو سنائی۔ حسینؑ کے ساتھ کل چالیس سوار اور سو پیادے ہتھیار چلانے کے لائق تھے حر سے یہ حالات سنکر امام حسینؑ متفکر ہوئے۔ نہ جاے ماندن نہ پاے رفتن۔ تنہا ہوتے تو کہین چھپ جاتے۔ اہل وعیال پاؤن کی بیڑی تھے۔ حر نے یہ صلاح دی کہ راستہ چھوڑ کر آپ غیر متعارف راہ سے مکہ واپس جائین۔ آپ نے اسپر عمل بھی کیا لیکن کوئی فائدہ نہ نکلا۔ آپ کربلا تک پہنچنے نہ پائے تھے کہ عمر ابن سعد کا لشکر آ گیا اور انکو بہ مجبوری سینہ سپر ہونا پڑا۔ عمر سعد نے حسین کو سمجھایا اور کہا کہ گو تمھین لوگ احق ہو لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور نہین ہے۔ علی سے زیادہ تم لڑ نہین سکتے۔ علی نے کتنی کوششین کین لیکن انکو کامیابی نہ ہوئی اور مرتے دم تک وہ مصیبت مین رہے تم اس جھگڑے سے الگ رہو تو زندگی آرام سے کٹے گی اور اگر الگ نہ رہو گے تو معلوم نہین کون مارا جاے گے۔ امام حسینؑ نے کہا اگر تم چاہو تو مین مکہ پھر جاؤن اور اللہ کی عبادت کرتا رہون یا یزید کے پاس شام چلا چلون۔ عمر ابن سعد نے عبید اللہ

واقعہ کربلا

ابن زیاد کے پاس خط بھیجا۔ عبید اللہ نے لکھا حسین کو میرے پاس آنا چاہیے میں اُنکو یزید کے
پاس بھیجوں گا۔ امام حسین نے کہا "میں خود یزید کے پاس چلوں گا کسی کو میرے ساتھ کر دو"۔
عبید اللہ نے اپنی بات پر اصرار کیا اور کہا "نہیں حسین کو میرے پاس آنا ہوگا"۔ لیکن علماے
شیعہ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ نے کبھی یزید کے پاس جانا قبول نہیں کیا۔ خط و کتابت کا سلسلہ ایک
ہفتہ تک رہا اور اس اثنا میں پہلی محرم سے حسین ابن علی سےالت رجاو ہیم کربلا میں مقیم یا قشلن
میں محصور رہتے۔ عبید اللہ ابن زیاد نے عمر ابن سعد کو نرم دل سمجھ کر جویرہ اور شمر ذی الجوشن کو
تعینات کیا اور یہ حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو حسین کو زندہ یا مردہ میرے پاس لاؤ۔ یہ صورت
دیکھکر عمر ابن سعد تیز ہوا اور ۹۔ محرم کو اُسنے خیمہ میں کے پاس آکر کہا کہ "میں نے بہت چاہا کہ
خونریزی نہ ہو لیکن مجبوری ہے۔ جو تم کہتے ہو امیر یعنے عبید اللہ ابن زیاد نہیں مانتا اور جو وہ کہتا ہے
تم نہیں مانتے۔ دیکھو یہ قاصد آیا ہے اور پیغام لایا ہے کہ عمر ابن سعد کو لڑائی میں تامل ہو تو اُسے
قید کر کے جویرہ سردار فوج بنے اور لڑائی کرے۔ فی الواقع جویرہ کے ساتھ عبید اللہ نے
ایسا ہی حکم بھیجا تھا اور اُسکے بعد شمر کو اُسنے یہ سمجھکر بھیجا کہ مبادا جویرہ اور ابن سعد کی غلطی
سے حسین کو کوئی فائدہ پہنچ جائے۔ مسلم کے ساتھ عبید اللہ ابن زیاد نے جو کچھ کیا وہ ظاہر تھا
اسی لیے حسین اُسکے پاس جانے میں تامل کرتے تھے۔

۹۔ محرم کی لڑائی حسین کی درخواست پر ملتوی رہی۔ دوسرے دن صبح سے لڑائی شروع
ہوئی اور عبید اللہ کے حکم کے مطابق نہر فرات کا پانی بھی لڑنے شب سے بند کر دیا گیا۔ پانی
بند ہونے کا حال حسین کے ساتھیوں کو پہلے سے معلوم نہ تھا اور اسلیے ضرورت سے زیادہ پانی
انکے پاس نہ تھا۔ صحیح ہے، بے پیاس شروع ہوئی اسپر سے دھوپ کی سختی نہایت تکلیف دہ تھی
لیکن کیا کیا جاتا۔ لڑنا لابدی تھا۔ بے بس ہوکر جان دینے سے تو لڑ کر مرنا اچھا تھا۔

جو لوگ اہل بیت حسینؑ سے نہ تھے اُنسے امام حسینؑ نے کہا کہ لوگ تمہارے دشمن نہیں ہیں
تم واپس جاؤ میں مرنے پر طیار ہوں۔ اُن لوگوں نے کہا کہ ہم اہل بیت رسولؐ کو میدان جنگ
میں تنہا چھوڑ کر جا نہیں سکتے۔ کسی نے حسینؑ کو یہ صلاح دی کہ لوگوں کو چھوڑ کر آپ تنہا نکل جایئے
جب اور لوگ یہاں ہونگے تب آپ کے چلے جانے کا پتہ نہ لگے گا۔ حسینؑ نے جواب دیا کہ میں

اُن لوگوں کو کیونکر تنہا چھوڑ دوں جو اپنی جان بچانے کے لیے مجھے تنہا چھوڑنا ناپسند نہیں کرتے۔

دونوں صفوں کے درمیان میں جو خطبہ امام حسینؑ نے پڑھا وہ بہت ہی پُراثر تھا۔ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ حسینؑ کا صرف یہ قصور تھا کہ وہ ایک گمراہ (یزید) کو اپنا رہنما بنانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اِس قصور پر لوگ اُنکے خون کے پیاسے کھڑے تھے۔ یہ سب اپنے کو مسلمان بھی کہتے تھے۔ دُنیا کو چھوڑ دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اُس پُراثر خطبہ نے بجز حُرؑ کے کسی کے دل پر اثر کیا۔ حُر امام حسینؑ کی طرف چلا آیا اور آپ پر جان نثار ہو گیا۔ حسینؑ کے ساتھیوں نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ بہت سے دشمن مارے گئے۔ حسینؑ کے ساتھیوں نے دکھا دیا کہ بنو ہاشم کے بازو میں کتنی قوت تھی۔ امام حسینؑ کو تو کبھی لڑنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا آج ہی معلوم ہوا کہ (الولد سر لابیہ) علیؑ کی طرح انکی لڑائی بھی بہت سخت تھی۔ یہ جدھر پہنچ جاتے تھے میدان صاف کر دیتے تھے۔ لیکن یہ بیچارے ہزاروں کا مقابلہ کہاں تک کرتے۔ وہ گر پڑتے تو پھر پیس جاتے۔ بالآخر امام حسینؑ مع اپنے تمام ساتھیوں کے شہید ہوئے۔ کوئی شیر خوار بچہ بھی نہیں بچا۔ امام حسینؑ کی نسل کا قائم رہنا تھا صرف علی ابن حسین جنکا لقب آئندہ چل کر زین العابدین ہوا خیمہ کے اندر بیمار پڑے رہنے سے بچ گئے۔ حسینؑ کے ساتھ ۸۸ یا ۱۴۰ آدمی شہید ہوئے۔ عمر ابن سعد سب کو دفن کر کے کوفہ چلا۔ اور اپنے ساتھ علی ابن حسین کو اور اُنکے ساتھ کی سب عورتوں کو لیتا گیا۔ علی اپنے گھر کی عورتوں سمیت پہلے ابن زیاد کے پاس کوفہ پہنچائے گئے۔ پھر وہاں سے یزید کے سامنے دمشق پہنچائے گئے ان عورتوں کے ساتھ بجز اسکے اور کوئی روایت نہیں ہے کہ یہ لونڈیاں نہیں بنائی گئیں۔ امام حسینؑ کا سر بھی نیزہ پر اِن آفت زدوں کے ساتھ ساتھ دمشق تک تھا جس سے اِن قیدیوں کی مصیبتیں روز بروز بڑھتی جاتی تھیں۔ یہ بڑا سخت واقعہ تھا۔ علی ابن حسین جب تک زندہ رہے اس سے متاثر رہے۔

اہل بیت حسینؑ کے ساتھ سلوک

امیر المومنین علی تک مذہبی اور مُلکی پیشوا ایک ہوتا تھا۔ لیکن انکے معاویہ کے وقت میں کچھ کیا بہت کچھ گڑبڑ شروع ہوا۔ یزید کے وقت سے تو یہ دو فرقے الگ الگ ہو گئے۔ یزید اور اُسکے بعد کے سلاطین بھی اپنے کو خواہ مخواہ امیر المومنین کہلاتے تھے۔ لیکن بعض سچے مسلمان جو سنت نبوی کے پیرو تھے اُنسے دور رہتے تھے۔ اس کتاب میں صرف پولیٹکل معاملات کی تصویر دکھائی گئی ہے ناظرین

علی بن حسین

یہ نہ سمجھیں کہ بس ایسے ہی لوگ مسلمانوں کے پیشوا تھے اور انھیں پر مسلمانوں کو ناز ہے۔ اس کتاب
مین صرف جنگی اور ملکی آدمیوں کے تذکرے ہیں۔ عابد زاہد خدا ترس جنکی ذات سے دین قائم
رہا جو رکن دین تھے اور سنت نبوی پر چلنے والے تھے اُنکے قصے دوسرے ہیں۔ یزید کے
بعد سچے مسلمانوں کا فرقہ کھلم کھلا الگ ہو گیا۔ وہ مسلمان بادشاہوں کے سامنے جانا معیوب
سمجھنے لگے۔ حدیث نبوی جمع کرتے تھے قرآن کی تفسیرین لکھتے تھے فقہ کی تدوین کرتے تھے
اسماء الرجال کی ترتیب دیتے تھے۔ عبادت کرتے تھے۔ تجارت کرتے تھے۔ لوگون کے ساتھ نیک
سلوک کرتے تھے۔ ابنائے جنس کو اچھا نمونہ دکھاتے تھے اور اخلاق کے لیے عمدہ ذخیرہ چھوڑ
تے تھے۔ جہان جہان ملکی مسلمان تلوار لیکر پہنچتے تھے وہان یہ لوگ مصلیٰ سجادہ لیکر پہنچتے تھے۔ اہل فوج
جہان سو آدمیون کو بزور تلوار اپنا مطیع کرتے تھے وہان یہ لوگ لاکھون کو اپنے طرز عمل سے سنت
نبوی کا نمونہ دکھا کر اسلام کے دام محبت مین پھنساتے تھے۔

جب مسائل شرعی کے تدوین کی ضرورت ہوئی تو آرا مین اختلاف واقع ہوا۔ ابو حنیفہ
امام شافعی احمد بن حنبل امام مالک یہ چار بڑے بڑے مقنن (فقیہ) گزرے ہین جنھون نے
قرآن اور سنت نبوی سے دینی اور دنیاوی اخلاقی اور ملکی قانون کے لیے مجموعۂ قواعد مرتب
کیا۔ ان چار شخصون کو حدیث دریافت کرنے مین اُن مسلمانون کی تلاش ہوئی جنکا دامن
ملکی معاملات سے کبھی اسطرح ملبس نہین ہوا کہ اُنکے فعل نظاہر بہت بڑی خطاؤن کی حد تک
پہنچے ہون۔ باعتبار فقہ کے شافعی مذہب قریب قریب اہل تشیع کے مذہب کے ہے۔ لیکن چونکہ
ایک بہت بڑے اہم امر مین انکو اختلاف ہے اسلیے پہلے مسلمانون کی دو تقسیمین کی جاتی ہین۔
ایک سنی یعنے اہل سنت وجماعت دوسرے اہل تشیع یعنے شیعہ۔ سنیون کی تقسیم باعتبار اختلاف
آرا کے چار گروہ مین ہے۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی اور مالکی۔ لیکن اسمین سے ایک گروہ دوسرے
گروہ کو برا نہین کہتا۔ انکی مثال ایسی ہے جیسے ہائیکورٹ کے جج باہم مختلف الراے ہوتے
ہین۔ یون تو ہر ایک اپنی راے کو باوقعت سمجھتا ہے لیکن دوسرے کی راے کو ذلیل نہین جانتا
اہل تشیع مین ضمنی تقسیمین بھی ہین۔ جنمین سے دو اثنا عشریہ اور اسمعیلیہ زیادہ مشہور ہین۔ وہ
بڑا امر جسمین سنیون اور شیعون مین اختلاف ہے یہ ہے کہ سنی اُن تمام صحابہ رسول کے ذریعہ سے

مسلمانوں کے فرقے

پیغمبر خدا کی حدیثیں لیتے ہین جنکو اپنے نزدیک کسی وجہ سے ناقابل وثوق نہیں سمجھتے
اور اہل تشیع زیادہ تر اہل بیت رسول کے ذریعہ سے جو حدیثیں منقول ہین انھین کو صحیح
مانتے ہین اور حجت یہ کرتے ہین کہ اہل بیت کو ذریعہ واقفیت زیادہ تھا اور یہ بھی کہتے ہین
کہ علی وصی رسول تھے - جب صحابہ کبار نے وصیت رسول کا خیال نہ کیا تو ان آفتاب
پر خاک ڈالنے والون کا کیا اعتبار کیا جائے -

حضرت علی کے بعد خلافت معاویہ اور یزید کی طرف منتقل ہوا - لیکن شیعان علی نے
(جو ایک ... اپنے خیال مین زیادہ مستقل نہ تھے کیونکہ حضرت علی کی شہادت کے
بعد شیعان علی مین استقلال ہوتا تو امام حسن خلافت ہی سے کیون دست بردار ہوتے)
دینی امور مین اپنا پیشوا حسنین کو سمجھا اور حسنین کے بعد انکو جو انکی اولاد مین سب سے زیادہ باوقعت نکلے
اہل تشیع کے نزدیک حضرت علی امام حسن اور امام حسین کے علاوہ آٹھ آدمی انکی نسل مین اپنے اخلاق
کی وجہ سے بہت زیادہ برگزیدہ ہوئے آٹھ اور تین گیارہ ہو گئے - اور انکا خیال ہے (جسمے
سُنّی بھی چندان مخالف نہین ہین) کہ اسی نسل سے ایک بارھوان امام کسی زمانہ مین غالباً قیامت
کے قریب پیدا ہوکر راہ راست کی ہدایت کریگا - یہ اصلیت ہے اس مقولہ کی جو عام طور پر مشہور ہے کہ شیعان
علی سواے رسول اور فاطمہ کے بارہ شخصون کو مذہبی پیشوا مانتے ہین - یہ بارہ امام اہل سنت اور
جماعت کے نزدیک بھی بہت ہی باوقعت ہین - رسول خدا کو تو سب افضل جانتے ہین -
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت بھی سبھون کا یہ خیال ہے کہ اپنے عہد کی تمام بیبیون مین وہ اچھی ہین
بلکہ اُن چار بیبیون مین ہین جنسے افضل کوئی دوسری عورت نہین ہوئی اور جنکا تذکرہ اوپر لکھا گیا ہے
اہل سنت اور جماعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو باعتبار خلافت کے چوتھے درجہ مین مانتے ہین
لیکن بعض سُنّی ایسے بھی ہین جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعض خصایل مین تمام صحابہ رسول پر ترجیح
دیتے ہین - اُن تمام بزرگان دین کے حالات لکھنے کی تو گنجایش نہین ہے جنکو اہل سنت و جماعت مذہبی
امور مین اپنا مقتدا مانتے ہین یا دوسرے لفظون مین جنکی بدولت آج تک دنیا مین مسلمانون کی صورت
دکھی جاتی ہے لیکن بارہ امام جنکو دونون فریق بزرگ سمجھتے ہین اور اسمین شک نہین کہ مذہبی امور
مین ان لوگون کے بہت کچھ احسانات مسلمانون کی گردن پر ہین اُنکے نام نامی اس کتاب مین درج کیے جاتے ہین

بارہ امام

| نمبر | نام | لقب | کنیت | باپ کا نام | پیدائش | فوت | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | علی | مرتضیٰ | ابوتراب | ابی طالب | | سنہ ۴۱ھ سنہ ۴۰ھ | |
| ۲ | حسن | | ابومحمد | علی | سنہ ۳ھ | سنہ ۵۰ھ | مدینہ میں انکو زہر دیا گیا اور وہیں فوت ہوئے |
| ۳ | حسین | سید الشہداء | ابو عبداللہ | علی | سنہ ۴ھ | سنہ ۶۱ھ | کوفہ کے قریب کربلا میں شہید ہوئے اور وہیں لاش دفن ہوا سر دمشق بھیجا گیا |
| ۴ | علی | عابد یا زین العابدین | ابومحمد | حسین | سنہ ۳۸ھ سنہ ۳۷ھ | سنہ ۹۵ھ | بڑے عابد تھے یزید [illegible] عبدالملک کے عہد خلافت میں تھے لیکن پولیٹکل معاملات سے دور۔ |
| ۵ | محمد | باقر | ابوجعفر | علی | سنہ ۵۷ھ | سنہ ۱۱۴ھ سنہ ۱۱۷ھ | یہ بڑے ذی علم تھے اور اسی لیے باقر لقب ہوا |
| ۶ | جعفر | صادق | ابو عبداللہ | محمد | سنہ ۸۰ھ سنہ ۸۳ھ | سنہ ۱۴۸ھ | منصور کے وقت میں تھے۔ خلقت انکی طرف بہت گرویدہ تھی۔ |
| ۷ | موسیٰ | کاظم | ابوابراہیم | جعفر | سنہ ۱۲۸ھ | سنہ ۱۸۳ھ | انکو کبھی غصہ نہ آیا اسلیے کاظم الغیظ کی رعایت سے کاظم انکا لقب ہے ہارون رشید انکی بڑی قدر کرتا تھا لیکن سلطنت کے حسد سے انکو زہر دیا۔ |
| ۸ | علی | رضا | ابوالحسن | موسیٰ | سنہ ۱۴۸ھ | سنہ ۲۰۳ھ | مامون رشید انکی بڑی قدر کرتا تھا بلکہ انکو اپنا ولیعہد بھی مقرر کیا تھا لیکن بسبب دوستاہی کے حسد سے انکو زہر دیا |
| ۹ | محمد | تقی جواد | ابوجعفر ثانی | علی | سنہ ۱۹۵ھ | سنہ ۲۲۰ھ | مامون رشید کے داماد تھے یہ قصہ مشہور ہے کہ انکی بی بی نے اپنے باپ بادشاہ وقت سے شکایت کی کہ محمد نے دوسری عورت سے شرعی تعلق قایم کر لیا ہے مامون نے جواب دیا کہ تمہاری خاطر میں یہ حکم نہیں دے سکتا کہ جو شے اللہ نے محمد پر |

| نمبر | نام | لقب | کنیت | باپ کا نام | پیدائش | فوت | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | | | | | | | حلال کی ہو وہ اُسکو حرام سمجھیں |
| ۱۰ | علی | ہادی | ابو الحسن | محمد | سنہ ۲۱۴ھ سنہ ۲۱۳ھ | سنہ ۲۵۴ھ | متوکل کے زمانہ مین یہ تھے منتصر کے عہد مین اپنی موت سے مرے۔ |
| ۱۱ | حسن | زکی یا عسکری | ابو محمد | علی | سنہ ۲۳۲ھ | سنہ ۲۶۰ھ | |
| ۱۲ | محمد | مہدی | • | • | • | • | انکو مہدی آخر الزمان کہتے ہین یہ پیدا نہین ہوئے لیکن اکثر مسلمانونکا خیال ہو کہ یہ پیدا ہونگے اور مسلمانون کی اصلاح کرینگے |

نیز یہ بھی ذکر کیا جانا مناسب ہو کہ مذہب کی تقسیم یزید کے بعد بہت دنون تک ظاہر نہین ہوئی یہ تقسیمین اسوقت ظاہر ہوئین جب مذہب اسلام کے دن بُرے آئے اور بجز تو تو مین مین کے انکے پاس کچھ نہ رہا اور زیادہ تر سُنیون اور شیعون کی تفریق ایران کے خاندان صفوی کی بدولت عمل مین آئی جسنے بعض مورخون کے نزدیک شیعون کو سُنیون سے الگ کرکے اپنا پولیٹکل رنگ جمانا چاہا۔ اب بھی بعض بعض سمجھدار مسلمان ایسے ہین جو اپنے کو محمدی کہتے ہین سُنی۔ شیعہ حنفی یا شافعی وغیرہ فرقون کے ساتھ آپکو موسوم کرنا عیب جانتے ہین۔ لیکن اکثر ایسے بھی ہین جو انس کفر قے کے ساتھ اپنے نام کا ظاہر کرنا شعار اسلام سمجھتے ہین۔

یزید کے بعد ہی مذہبی فرقون کے الگ نہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ یزید کے بعد ابھی مسلمانون کو دنیاوی ترقی کرنا باقی تھی۔ یہ مذہبی تقسیم یعنے نفاق کی بو اقبال سندی کے زمانہ مین کیون قریب آئی۔ قومین جب آپسمین تلوار سے (زبان سے نہین) لڑتی ہین تو انکا زور کبھی بڑھ جاتا ہو۔ دیکھو درخت چھٹنے سے اور بڑھتے ہین۔ دُنیا کی تاریخین بھی ایسی بہت سی مثالین رکھتی ہین۔ فرانس مین پہلے اندرونی خونریزیون کی حد نہی تھی تب وہان کے بادشاہ نپولین نے ہفت اقلیم مین فرانس کا جھنڈا گاڑا پہلے دیکھو قریش آپسمین مین کسطرح لڑے۔ لیکن جب آپسمین لڑ چکے تو دس ہی پندرہ برس مین تمام عرب

مصر۔ شام اور ایران پر قابض ہو گئے۔ ممکن تھا کہ اب مسلمان عیش و عشرت میں مبتلا ہو کر خراب ہو جاتے لیکن زمانہ انکو اور ترقی دینا چاہتا تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد یہ عبد الملک بن مروان تک آپس میں لڑتے رہے اور کچھ کچھ برائے نام غیر قوموں کو دباتے رہے۔ لیکن عبد اللہ بن زبیر کے مرنے پر جب اندرونی فساد رفع ہوا تو انکی تلوار جو باہمی لڑائیوں میں تیز ہو چکی تھی پھر غیر قوموں پر برق کی طرح جا چکی اور یورپ سے چین۔ ادھر جانب مسلمانی فتوحات پھر شروع ہو گئیں۔ ہاں اتنا ہوا کہ جو فتوحات اس زمانہ میں ہوئے انمیں صحابہ رسول شریک نہ تھے اور اسلیے جو ممالک اب مفتوح ہوئے انپر وہ اعلی درجہ کی اخلاقی بھلائیاں جو اصحاب رسول کے فیض صحبت سے پہنچتی تھیں نہ پہنچ سکیں۔

عبد اللہ ابن زبیر اور یزید

امام حسین کی شہادت کے بعد یزید نے سمجھا کہ میری حکومت میں اب کوئی خدشہ نہیں ہے لیکن اسکے بعد ہی اُسے یہ معلوم ہوا کہ عبد اللہ ابن زبیر امام حسن سے کہیں زیادہ سخت دشمن اسکا مدینہ میں موجود ہے۔ عبد اللہ ابن زبیر نے امام حسنؓ کے بعد کچھ قدم آگے بڑھایا۔ یزید خود فاسق اور فاجر تھا ہی اُسپر سے قتل حسینؓ کا الزام جو اسپر عاید ہوا تو ابن زبیر کو یزید کے خلاف سازش قائم کرنا آسان ہو گئی اور یزید نے سمجھا کہ امام حسین کے قتل کرنے میں عبید اللہ ابن زیاد سے سخت غلطی ہوئی عبید اللہ ابن زیاد کو یہ توقع تھی کہ سر حسین کے صلہ میں خراسان کی حکومت اُسے ملجائیگی۔ لیکن یزید نے اُسکا کوئی درجہ نہیں بڑھایا۔

عبید اللہ ابن زیاد کی بے دلی

اسی زمانہ میں سلم بن زیاد نے خراسان کی حکومت یزید سے پائی۔ سمرقند اور خوارزم وغیرہ اُسنے مفتوح کیے۔ یزید کے مرنے تک سلم خراسان میں تھا اور سلم کی طرف سے سیستان طلحہ کے تعلق تھا۔ عبید اللہ بن زیاد خراسان کا خواہان تھا۔ سلم کا وہاں تعینات ہونا اور بھی عبید اللہ بن زیاد کے رنج کا باعث ہوا۔

یہاں عبد اللہ ابن زبیر نے لوگوں سے علانیہ مکہ میں بیعت لینا شروع کر دی۔ ولید ابن عتبہ یزید کی طرف سے مدینہ میں حاکم تھا۔ ولید کی طرف سے جو شخص مکہ میں خلیفہ تھا اُسے عبد اللہ ابن زبیر نے مکہ سے نکال دیا اور اپنے کو مکہ کا حاکم بنایا۔ عبد اللہ ابن زبیر کے ساتھی الگ نماز پڑھتے تھے اور یزید کے ہوا خواہوں کی الگ جماعت ہوتی تھی۔

ولید کی جگہ پر عثمان ابن محمد بن ابی سفیان مدینہ میں تعینات ہوا۔ عثمان ابن محمد نے دس آدمیوں کو یزید کے پاس روانہ کیا۔ یزید نے اُنکے ساتھ بہت کچھ لطف و حسن سے سلوک کیا اور امید یہ رکھی کہ وہ لوگ مدینہ میں واپس آکر یزید کے مداح ہونگے۔ لیکن نتیجہ برعکس ہوا۔ وہ لوگ جو واپس آئے تو عام طور پر یزید کی شراب خواری اور بد اطواری کا اظہار کیا۔ اور عثمان ابن محمد کی اطاعت سے منحرف ہوکر اُسے قید کرلیا۔ باستثنار عبد الملک ابن مروان کے کہ وہ ہر وقت مسجد میں عبادت کرتا تھا اور علم فقہ پڑھتا تھا اور تمام بنی امیہ مع مروان کے عثمان کے ساتھ قید کیے گئے۔ یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو لکھا کہ مدینہ کی جلد خبر لو۔ یزید سے ابن زیاد آزردہ تھا ہی اُسنے پہلو تہی کی اور لکھا کہ میں نے آل رسول کو قتل کیا اب خانہ رسول کی بربادی کسی دوسرے کے تعلق کیجیے۔ دونون کام مجھی سے مناسب نہین۔ مدینہ کے سرکشون کا سردار پہلے علی ابن حسین کے پاس آیا جب اُنکو متوجہ نہ پایا تو عبد اللہ ابن زبیر کے ہاتھ پر سب لوگون نے بیعت کی۔ یہ خبر سُنکر یزید نے مسلم بن عقبہ کو روانہ کیا۔ لیکن حرمین کا اتنا احترام کیا یا مصالح ملکی پر نظر کر کے یہ ہدایت کی کہ حتی الوسع خونریزی نہ کرنا اور جب چارہ نہ ہو تو در لیغ بھی نہ کرنا۔ جب مسلم بن عقبہ کا لشکر قریب پہنچا تو قیدیان بنی امیہ بھی کسی طرح اُن تک پہنچ گئے۔ عبد اللہ ابن حنظلہ مدنیون کا سردار مارا گیا۔ اور مسلم نے غلبہ پاکر شہر والوں کو بڑی تکلیف پہنچائی۔ تین روز تک شامیون نے مدینہ والون کا خون حلال رکھا اور یاران رسول غارون مین چھپے چھپے پھرتے تھے۔

یزید کے فسق و فجور کا اعلان

مدنیوں پر آفت

عبد اللہ بن زبیر کے مقابلہ کو پہلے اُنکا بھائی عمر بن زبیر یزید کی طرف سے تعینات ہوکر آیا عمر بن زبیر کو ہزیمت ہوئی۔ عبد اللہ بن زبیر اس اثنا میں بہت قوت پکڑ گئے تھے ممکن تھا کہ وہ مدینہ میں آکر شامیون کا مقابلہ کرتے لیکن امام حسین کے واقعہ نے اُنہین ایسا سبق دیا تھا کہ وہ مکہ سے باہر نکلنے پر کبھی جرأت نہ کرتے تھے۔

سنہ ۶۲ھ میں حج عبد اللہ ابن زبیر نے کیا۔ اور یہ اُنکے مکہ میں امیر ہونے کا پورا ثبوت تھا مسلم بن عقبہ عبد اللہ ابن زبیر کے دبانے کو مدینہ سے مکہ آیا اور راستے بیمار ہو جانے سے حصین ابن نمیر کو شامیون کا سپہ سالار کیا۔ دو مہینہ تک شامیوں نے مکہ کا محاصرہ قایم رکھا سپاہ شام جسمین بعض کافر حبشی بھی تھے سے شہر مین پتھر برساتے تھے مسجد کعبہ کو

خانہ کعبہ جلا

منجنیق اور اسکے بعد روئی میں گندھک بھر کر شامیوں نے اس طرح پھینکی کہ خانہ کعبہ کے پردہ میں آگ لگ گئی اور تمام دیوارین سیاہ ہوگئیں۔

مورخون نے لکھا ہے کہ خانہ کعبہ میں آگ لگنے اور یزید کے مرنے کی ایک تاریخ ہے۔ سپاہ شام نے مکہ سے لوٹ جانے کا ارادہ کیا اتنے میں یزید کے مرنے کی خبر شایع ہوئی حصین نے سُنا کہ یزید کا بیٹا معاویہ گدی پر بیٹھا ہے حصین نے عبداللہ ابن زبیر کو یہ راے دی کہ وہ شام چلیں اور مسلمانون سے بیعت لیں۔ حصین کی یہ تقریر بظاہر نیک نیتی سے تھی۔ لیکن عبداللہ ابن زبیر واقعہ کربلا سے ایسے متاثر تھے کہ باہر جانے کی قسم کھائی تھی۔ عبداللہ ابن زبیر نے کہا کہ مین شام کیون جانے لگا۔ مین اہل مدینہ کے خون کا بدلا شامیون سے لینے والا ہون۔ حصین نے کہا تم لڑکے ہو مین تمکو شہنشاہ بنانے کا بندوبست کرتا ہون اور تم اہل مدینہ کی حمایت کی فکر مین ہو مجھے تمھاری عقل کا اندازہ مل گیا۔ اس عقل پر تم بادشاہی نہین کر سکتے اسکے بعد حصین نے علی ابن حسین سے کہا کہ تم مستعد ہو کہ تمھارے سوا کوئی دوسرا خلافت کے لائق نہین ہے۔ پانچہزار آدمی تو ابھی آپ کی بیعت کرتے ہین۔ پھر آگے بڑھیے تمام اہل شام آپ کے مطیع ہونگے لیکن علی ابن حسین نے منظور نہین کیا۔

یزید کی موت

یزید کی موت ۳۹ برس کی عمر مین ہوئی۔ تین سال آٹھ مہینے تک اسنے بادشاہی کی تمام لوگون نے یزید کی وصیت کے مطابق یزید کے مرنے پر اسکے بیٹے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ عمر ابن معصوم نے معاویہ سے کہا کہ اگر عمرؓ اور ابوبکرؓ کی طرح سے تم انصاف کروگے تو سب کچھ ہے اور نہین تو دوزخ تمھاری جگہ ہے۔ معاویہ یہ سُنکر ممبر پر چڑھا اور بولا "مین اپنے کو اس کام مین کمزور پاتا ہون ابوبکر اور عمر سا تم کسی کو ڈھونڈھو مین الگ ہوتا ہون"۔ یہ کہکر وہ ممبر سے اترا گھر مین گھس گیا اور کیواڑ اندر سے بند کر لیے۔ اسکے بعد وہ چالیس روز تک زندہ رہا اور پھر مر گیا

معاویہ بن یزید

چالیس روز تک شامیون نے کسی دوسرے کو خلیفہ کرنا نہین چاہا معاویہ سے اصرار کرتے تھے۔ وہ ہاتھ مین عنان حکومت لینا پسند نہین کرتا تھا۔ لیکن اسکی حیات مین کوئی خلیفہ نہین کیا گیا اسلیے یہ کہہ سکتے ہین کہ معاویہ ابن یزید کی خلافت ۴۰ روز تک تھی۔

معاویہ کے مرنے پر خلیفہ بنانے کی فکر شامیون کو پیدا ہوئی۔ عثمان بن عتبہ بن ابی سفیان

کی طرف لوگ رجوع ہوئے لیکن اُسنے انکار کیا اور کہا کہ مین اس شرط پر خلیفہ ہوتا ہون کہ کسی سے
نہ لڑونگا۔ ظاہر تھا کہ ایسا شخص کسی طرح خلیفہ نہین ہوسکتا تھا۔ اسکے بعد عثمان عبد اللہ ابن زبیر کے
پاس مکہ چلا آیا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے معاویہ کے لیے بیعت حاصل کرنے مین کچھ کامیابی
حاصل کی تھی کہ معاویہ کے مرنے کی خبر آئی۔ عبید اللہ ابن زیاد نے موقع پاکر کوفہ کا خزانہ چھپادیا۔
ابن مسعود اور عبد اللہ ابن حارث بن نوفل بن حرب بن عبد المطلب اور انکے علاوہ اور بھی بہت سے
لوگ جابجا خلافت کی خواہشین کرنے لگے۔ عبد اللہ ابن زبیر نے تو خوب ہی موقع پایا اب عام
طور پر یا امیر المومنین ہونے جانے لگے۔ حجاز، مکہ اور مدینہ مین انکا پورا تسلط ہوگیا۔ لوگ شام مین
انکو بلاتے تھے۔ لیکن یہ کہتے تھے کہ مین مکہ سے باہر نہین جاسکتا۔ کوفہ اور بصرہ مین بھی عبد اللہ
ابن زبیر کی طرف سے حاکم پہنچ گئے تھے۔

عبد اللہ ابن زبیر کا عروج

مختصر یہ کہ ۶۵ھ تک عبد اللہ ابن زبیر کی خلافت تمام ممالک شرقی اور جنوبی مین قایم
ہوچکی تھی۔

جب عراق مین عبد اللہ ابن زبیر کی حکومت جم چکی تو شامیون نے انکو شام مین بلایا لیکن انھون نے
پھر بھی مکہ چھوڑنا پسند نہین کیا۔ ایک حاکم اپنا انھون نے مصر مین بھی بھیجا۔ عبد اللہ ابن زبیر نے
تمام بنو امیہ کو مدینہ سے شام بھیجدیا۔ شام مین مختلف لوگون کے نام لیے جاتے تھے۔ عبد اللہ ابن زبیر
پر بھی لوگون کی خواہش تھی جنھین نے شامیون سے یہ کہا کہ عبد اللہ ابن زبیر شام مین نہ آئین گے۔
مین نے بیعت کی لیکن وہ مکہ چھوڑنا پسند نہین کرتے اور شامی یہ چاہتے تھے کہ جو خلیفہ ہو وہ دمشق
مین رہے۔

آخر مین لوگون کا خیال خالد ابن یزید کی طرف رجوع ہوا اتنے مین مروان ابن حکم مدینہ سے دمشق
پہنچا اور لوگون کے دلمین یہ جمانا چاہا کہ خالد ۱۶ برس کا لڑکا خلافت کا کام نہین کرسکتا۔ اس کام کے

مروان کی چال

لیے کوئی تجربہ کار بوڑھا آدمی مناسب ہے۔ ابھی تک مروان کی طرف کسی کا بھی خیال نہ تھا۔ عبد اللہ ابن زبیر
کا عروج کوفہ مین دیکھ کر عبید اللہ ابن زیاد شام مین پہنچا۔ آخر آخر اسے یزید سے رنج آگیا تھا۔ یزید کے
خاندان مین سلطنت کا رہنا اسے پسند نہ تھا اسلیے یہ اُن کوششون مین ساعی ہوا جو مروان

مروان خلیفہ

کو خلیفہ بنانا چاہتی تھین۔ مروان اس اقرار سے خلیفہ ہوا کہ اُسکے مرنے پر سلطنت خالد کو ملے لیکن

اُسنے آیندہ چل کر ایسا نہین کیا بلکہ اپنے بیٹے عبد الملک کو نامزد کیا جسکی کیفیت آگے بیان کی جائیگی۔

مروان جب تخت پر بیٹھا علاوہ عبد اللہ ابن زبیر کے بہت سے دعویدار پیدا تھے۔ اکثر لوگ حسین ابن علی کے خون کی دعویداری سے اپنا رنگ جمانا چاہتے تھے۔ ان خروج کرنے والون سے عبد اللہ ابن زبیر ایک طرف لڑتے تھے۔ اور دوسری طرف مروان اور اُسکا بیٹا عبد الملک پے درپے لڑتا رہا۔ اور اسلیے مروان یا اُسکے بیٹے عبد الملک کو عبد اللہ ابن زبیر سے لڑنے کا موقع عرصہ تک نہین آیا۔

اہل خروج

جن لوگون سے مروان بن عبد الملک اور عبد اللہ ابن زبیر کو لڑنا پڑا تھا انھین مختار ایک شخص قابل تذکرہ ہے۔ اصل وجہ تحریک تو خواہش سلطنت تھی۔ لیکن حیلہ اسنے امام حسین کے خون کے عوض لینے کا کیا جس سے بہت سے مسلمانون کو یہ اپنا ہم زبان کر سکا۔

مختار

مختار ابن عبیدہ بن مسعود۔ اسوقت جب کہ عمر ابن زبیر نے چڑھائی کی تھی عبد اللہ ابن زبیر کا ساتھی تھا۔ حصین کے محاصرہ کے وقت بھی یہ عبد اللہ ابن زبیر کے ساتھ تھا۔ عبد اللہ ابن زبیر نے کوفہ اور بصرہ پر قبضہ کیا تو مختار کی خواہش کے مطابق عبد اللہ ابن زبیر سے سلوک نہ ہو سکا۔ مختار بے دل ہو کر مدینہ سے کوفہ چلا گیا اور وہان یزید کے خلاف سازش کرنے مین قید ہوا۔ اسکے بعد قید سے چھوٹا تو عبد اللہ ابن زبیر کے خلاف سازش کرنے مین پھر قید ہوا۔ اور پھر چھوٹا تو عبد الملک ابن مروان کے زمانہ مین مختار کے مقابلہ کو عبید اللہ ابن زیاد بھیجا گیا۔ یہ ۶۶ سنہ ھ کا واقعہ ہے۔ مختار نے اپنے کو محمد ابن علیؓ کا خلیفہ قرار دیکر شیعان علی سے مدد مانگنا شروع کی۔ محمد ابن علی پر ابن زبیر نے سختی کی تھی۔ مختار کے حالات سنکر دباؤ ڈالنے سے یہ بھاگ کر دمشق چلے۔ پھر راستہ سے واپس آ گئے۔ مختار نے عبید اللہ ابن زیاد کو شکست دی اور اُسکو مار ڈالا اور پھر اُسنے اُن تمام لوگون کو چن چن کر مارا جو قتل امام حسینؓ مین شریک تھے یا اُنکے خلاف سازش مین ذرا بھی متہم تھے۔ ابن زبیر کے لشکر سے مقابلہ ہوا تو مختار مارا گیا۔ مختار کے مارے جانے سے ابن زبیر کی خلافت بہت زیادہ رونق پکڑ گئی اسکے بعد عبد الملک بن مروان نے حجاج ابن یوسف کو زبیر کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا جسکا تذکرہ آگے آئیگا۔

مختار

قاتلان حسین کی بربادی

عثمانؓ ۔ مروان اور معاویہ یہ تینون اشخاص امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف کی نسل سے تھے جیسا کہ ذیل کے شجرہ سے ظاہر ہوتا ہو ۔ عبد مناف کے بیٹے ہاشم سے بنو ہاشم کا سلسلہ چلا جسمین رسول اللہ کا خاندان شامل ہو اور دوسرے بیٹے عبدالشمس سے بنو امیہ کا خاندان شروع ہوا ۔
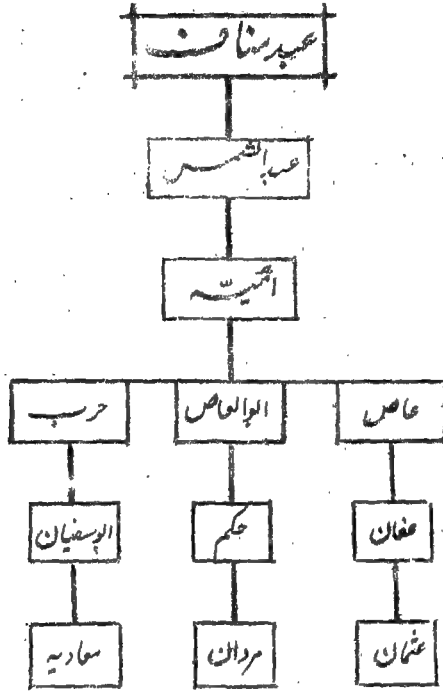
شجرۂ خاندان بنو امیہ

سمجھانے کے لیے صرف اتنے ہی نام لکھدیے گئے ۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ امیہ کی صرف اتنی ہی اولاد تھی ۔

عثمان بن عفان سے لیکر ابراہیم بن ولید تک جو زمانہ گزرتا ہو یہ سلطنت بنو امیہ کا زمانہ کہا جا سکتا ہو ۔ لیکن مورخوں نے عثمان ابن عفان کو خلفاے اربعہ مین شمار کر کے معاویہ سے سلاطین بنو امیہ کا شمار کیا ہو کیونکہ یہ سب کے سب امیہ کی نسل سے تھے ۔ لیکن مروان سے لیکر ابراہیم بن ولید تک اگر مروانیون کی سلطنت کہی جائے جب بھی مناسب ہو ۔

مروان کی موت

مروان صرف دس مہینہ تک سلطنت پر بیٹھا اُسکے بعد خالد ابن یزید کی ماں نے اُسکو زہر دیا زہر دینے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہو کہ مروان نے اُسکو اپنی زوجیت مین داخل کر لیا تھا جب مروان نے

معاہدہ کے خلاف عبدالملک کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو خالد نے اپنی ماں سے گلہ کیا۔ ماں کو اس بدعہدی
پر غصہ آیا اور اُسنے مروان کو مار ڈالا۔ بعضون نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسنے زہر پلا کر نہین مارا بلکہ سوتے
مین گلا گھونٹ دیا۔ مروان کی سلطنت کا زمانہ ۹ مہینے سے کم نہین تھا لیکن چونکہ ابن زبیر
دعویدار خلافت موجود تھا اسلیے اسکو امیر المومنین یعنی کل مسلمانون کا بادشاہ نہین کہہ سکتے
ہان شام مین اسکی خودمختار حکومت ضرور تھی۔

سنہ ۶۵ھ
عبدالملک بن مروان
۲۱ سال

عبدالملک بن مروان اپنے باپ مروان کے بعد تخت پر بیٹھا اسکے حکم سے حجاج بن یوسف
نے مکہ کا محاصرہ کیا۔ لوگ محاصرہ کی تکلیف سے گھبرا کر باہر نکل گئے۔ عبداللہ ابن زبیر تھوڑے سے
آدمیون کے ساتھ لڑا اور مارا گیا۔ اس لڑائی مین حرم کعبہ بھی خون سے آلودہ ہوا۔ مسلمان اس
لڑائی کو بہت سخت سمجھتے ہین۔ اس کارگزاری کے صلہ مین عبدالملک نے حجاج کو کوفہ کی گورنری
عطا کی اور پھر تمام ممالک شرقی اسی کے تعلق کر دیا۔ زیاد اور ابن زیاد سے کہین زیادہ حجاج
نے ظلم کیا۔ ابن زبیر کے قتل کے بعد عبدالملک نے اپنے کو کل بلاد اسلام کا سلطان سمجھا۔ اور
جو لوگ وقتاً فوقتاً مختلف مقامات سے خروج کرتے رہے اُنکی پروا کچھ اسنے نہ کی۔ ابن زبیر کا
قتل سنہ ۷۳ھ مین ہوا۔ اسی وقت سے عبدالملک کو سلطان سمجھنا چاہیے اور یون تخت نشینی
کے وقت سے شمار کیا جائے تو ۲۱ برس تک اسنے سلطنت کی۔ سنہ ۶۵ھ مین یہ تخت پر بیٹھا
اور سنہ ۸۶ھ مین مرا۔ اسکے کوٹھے کی کھڑکی کھلی تھی اسکی نظر ایک دھوبی پر پڑی تو اسنے کہا کہ کاش
مین دھوبی ہوتا اور اسی طرح کپڑا کپڑا دھوتا تو سلطانی محل مین مرنے سے اچھا ہوتا۔ یہ بڑا
ادیب اور فقیہ تھا۔ مدت تک اسنے مسجد نبوی مین عام لوگون کی طرح تحصیل علم کی تھی اسکے
عہد تک کچھ کچھ عربون کا رنگ دربار مین تھا پھر اسکے بعد سلاطین عجم و شام کی تقلید شروع ہوئی۔

سنہ ۸۶ھ
ولید بن عبدالملک
۹ سال ۷ ماہ

ولید بن عبدالملک اپنے باپ کے مرنے پر تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا ظالم بادشاہ تھا۔ اسکے عہد
مین فتوحات بہت ہوئی۔ ترکستان کا بہت حصہ فتح ہوا۔ اندلس (اسپین) مین مسلمان اسی کے وقت
مین پہنچے۔ محمد قاسم نے اسی کے عہد مین کچھ حصہ ہندوستان کا فتح کیا تھا اور ماوراء النہر سے خراسان
تک اور کابل سے ملتان تک اسنے سلطنت کو وسعت دی۔ اسکے پہلے دربار خلافت مین ہر
شخص بول سکتا تھا۔ اسی نے یا اسکے باپ عبدالملک نے یہ حکم دیا کہ بلا اذن بادشاہ کے

کوئی لب نہ ہلا سکے۔ حجاج کا ظلم اسکے وقت مین اور بھی ترقی پکڑ گیا تھا۔ اسکا عہد مسلمانون مین زیادہ اسلیے مشہور ہی کہ دمشق کی مشہور جامع مسجد اسی کے وقت مین بنی۔ مدینہ مین اسنے مسجد نبوی کو وسعت دی اور بیت المقدس مین مسجد اقصیٰ بنوائی۔ مشہور ہی کہ اسی کے عہد مین حجاج نے قرآن کے لیے زیر۔ زبر۔ پیش (اعراب) ایجاد کیا تا عربی زبان نہ جاننے والے بھی اُسے صحت سے پڑھ سکین۔ حجاج اسی کے عہد مین ۹۵ھ مین اپنی موت سے مرا۔

۹۶ھ
سلیمان بن عبد الملک
۲ سال ۸ ماہ

سلیمان بن عبد الملک اپنے بھائی کے مرنے پر تخت نشین ہوا اسکے مزاج مین اعتدال تھا۔ حجاج اور اُسکے ساتھیون کے مظالم سے یہ واقف تھا۔ حجاج تو مر چکا تھا لیکن اسکے ساتھی زندہ تھے جنکے ساتھ اسکا برتاؤ بہت سخت رہا۔ حجاج کے بعد یزید ابن مہلب کوفہ کا گورنر ہوا۔ خراسان اور جرجان مین اسنے بہت فتحین کین۔ اسکے حکم سے مسلمہ بن عبد الملک نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔ شاہ قسطنطنیہ شہر مین چھپا اور مسلمہ نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا اور اہل شہر کو بہت عاجز کیا۔ یہ بادشاہ نیک نیت تھا اسکی نیک نیتی کا ایک ثبوت یہ بھی ہی کہ اپنے بھتیجے عمر بن عبد العزیز ایسے برگزیدہ شخص کو اسنے اپنا ولیعہد کیا۔ عمر کے ولیعہد قرار پانے کی رسم یون ادا ہوئی کہ ایک کاغذ پر انکا نام لکھ گیا اور کاغذ موڑ دیا گیا۔ کاغذ پر لوگون نے بیعت کی۔ کاغذ پر نام کسکا تھا اسکی شہرت سلیمان کے مرنے پر ہوئی۔ سلیمان نے اسمین مصلحت کیا سوچی تھی؟ معلوم نہین۔ اسکے عہد مین کچھ لوگ نواح سندھ (ہندوستان) کے مسلمان ہوئے تھے لیکن وہ ہشام کے وقت مین مرتد ہو گئے۔

۹۹ھ
عمر بن عبد العزیز بن عبد الملک
۲ سال ۵ ماہ

عمر بن عبد العزیز بعد سلیمان کے تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا ہی عمدہ بادشاہ گزرا ہی۔ مسلمانون کا خیال ہی اور بہت سچا خیال ہی کہ بعد خلفاے اربعہ کے پھر اس سے اچھا کوئی مسلمان بادشاہ نہین ہوا۔ جب اسے لوگ تخت پر بٹھانے کو لائے تو تزک اور احتشام سے یہ نہین آیا۔ اپنے معمولی گھوڑے پر آیا۔ اور جب تک سلیمان کے لڑکے بالے اپنی خوشی سے ایوان شاہی سے الگ نہین ہوئے اسنے ایوان شاہی مین قدم نہین رکھا۔ ۲ درہم روزانہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے خرچ کو یہ بیت المال سے لیتا تھا اور جتنی دولت اسکے پاس پہلے سے تھی خلیفہ ہوتے ہی اسنے بیت المال مین داخل کر دی۔ ایک نقل اسکی عقل اور اعتدال کی سنا چاہیے۔ مسلمہ کو اسنے قسطنطنیہ سے بُلا بھیجا تو اُسکو

معلوم ہوا کہ مسلمہ کے مطبخ میں ایک ہزار درہم روز خرچ ہوتا ہے۔ مسلمہ کو عمر نے ایک دن مدعو کیا۔ اور باتوں میں اتنی دیر کی کہ مسلمہ بھوک سے بیتاب ہوا۔ دیر کے بعد مسور کی دال ابلی ہوئی اسکے سامنے پیش کیگئی۔ مسلمہ نے خوب پیٹ بھر کے کھالیا اسکے بعد عمدہ عمدہ کھانے پیش کیے گئے تو مسلمہ نے سیر شکم ہونے کا عذر پیش کیا۔ عمر نے کہا۔ مسور کی دال ہی سے تمہارا شکم سیر ہوگیا تو ہزار درہم روزانہ مطبخ کا خرچ رکھکر تم کیوں مسرف بنتے ہو۔ مسلمہ نے یہ نصیحت نہایت خوشی سے سنی۔ معاویہ کے وقت سے یہ دستور تھا کہ خطبہ کے بعد حضرت علی کو برا کہا کرتے تھے۔ اور غرض اس سے صرف حفظ سلطنت تھی کہ لوگ آل علی کی طرف رجوع نہ کریں۔ عمر نے اس دستور کو مٹایا اور حضرت علی کو برا کہنے کی جگہ یہ "ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان" اور ایک روایت کے مطابق آیۃ "ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی" داخل کیا۔ یزید مہلب والی خراسان کو اس بادشاہ نے نااہل سمجھکر حکومت خراسان سے معزول کیا۔ باغ فدک کو حضرت ابوبکر صدیق کے وقت میں فاطمہ زہرا بنت رسول نے ارث پیغمبر کی بنیاد پر طلب کیا تھا خلیفہ اول نے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ پیغمبر کی کوئی ملکیت نہ تھی جسپر ارث جاری ہو۔ مشہور ہے کہ عمر نے ورثاے فاطمہؓ کو بلاکر باغ فدک حوالے کردیا۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ خلیفہ اول سے عمر نے مخالفت کی۔ یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اب مسلمانوں کے دن ایسے تھے کہ لاکھوں کروڑوں روپیہ فضول لوگوں کو دیدیا جاتا تھا۔ آل رسول کو ایک باغ اگر بلاوجہ بھی دیدیا گیا تو نہ دیے جانے سے کہیں اچھا ہوا۔"

سنہ ۱۰۱ھ
یزید بن عبدالملک
۴ سال

یزید بن عبدالملک بعد عمر کے تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا شہوت پرست تھا۔ کھانے پینے اور عورتوں سے اسے بڑا انس تھا۔ چنانچہ یہ مشہور ہے کہ ولید کو عمارت سے زیادہ شوق تھا تو اسکے وقت میں بھی چرچا اراکین سلطنت میں ہوتا تھا۔ عمر کے وقت روزے نماز کا ذکر اکثر رہتا تھا۔ یزید کے وقت میں کھانے پینے اور نکاح کے متعلق ہر وقت لوگ رائیں دیا کرتے تھے۔ عمر سے اسکو کوئی نسبت نہ تھی۔ کچھ اوپر چار سال تک اسنے سلطنت کی۔

سنہ ۱۰۵ھ
ہشام بن عبدالملک
۱۹ سال ۹ ماہ ۲۰ یوم

ہشام بن عبدالملک بعد اپنے بھائی کے تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ کفایت شعار اور منتظم تھا۔ اسکے وقت میں آذربائیجان اور آرمینیہ پر مسلمانوں کا پورا تسلط ہوا۔ اسکے عہد میں سبب سے نہر خراسان کے

فتح ہوئے۔ اور شاہ ترکستان کو ہزیمت ہوئی۔ زید بن علی بن حسین نے اسی کے وقت مین خروج کیا اور بالآخر وہ مارے گئے۔

ولید بن یزید بن عبدالملک ۱۲۵ھ — ایک سال

ولید بن یزید بن عبدالملک بعد ہشام کے خلیفہ ہوا۔ اسکے وقت مین زید بن علی کے بیٹے یحیی بڑی بیرحمی سے مارے گئے۔ ولید کو لوگون نے مارڈالا۔

یزید بن ولید ۱۲۶ھ — ۶ ماہ

یزید بن ولید اپنے باپ کے بعد گدی پر بیٹھا۔ صرف چھ مہینے تک اسنے بادشاہت کی اور پھر اپنی موت سے مرا۔

ابراہیم بن ولید برادر یزید ۱۲۷ھ — ۲ ماہ

ابراہیم بن ولید اپنے بھائی یزید کے بعد تخت پر بیٹھا۔ اسکی سلطنت صرف ۲ مہینہ تک تھی مروان بن محمد دعویدار تخت۔ ابراہیم کی خلافت کے وقت آذربائیجان مین تھا یہ سنتے ہی چڑھ دوڑا۔ راستہ مین مزاحمت کرنے والون کو شکست ہوئی۔ اور دمشق کے قریب پہنچنے پر خود ابراہیم نے مروان کی خلافت تسلیم کرلی۔

۱۲۷ھ سے ۱۳۲ھ — مروان بن محمد ۵ سال ۱۰ ماہ

مروان بن محمد دمشق مین پہنچا اور ابراہیم کو تخت سے اوتار کر خود سریرآرا ہوا۔ اسنے ۵ سال ۱۰ مہینے تک سلطنت کی لیکن نہایت ضعف کے ساتھ۔ اور اسکے بعد بنوامیہ کی خلافت کا زمانہ ختم ہوا اور بنو عباس (بنو ہاشم) کی بادشاہت کا زمانہ آیا۔ شورش کی ابتدا تو آرمینیہ اور آذربائیجان کے خوارج نے کی۔ لیکن وہ خروج جسنے بنوامیّہ کا تخت اولٹ دیا خراسان سے شروع ہوا اور کوفہ تک پہنچتے پہنچتے عباسیون نے اس گروہ کی سرداری خود لیکر اپنا نام بلند کیا۔ مروان کا قتل اور بنوامیّہ کی تباہی آگے چلکر بیان کی جاتی ہے۔

## فصل دوئم

## بنو عبّاس

خلافت کے خیالات

عمر ابن عبدالعزیز کے زمانہ مین ایک شخص محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس عم رسول ؐ کو دعوی خلافت کا ایک خیال سا پیدا ہوا۔ اسی زمانہ مین ابو مسلم نام ایک آزاد غلام جسکا دماغ پولیٹکل خیالات سے بھرا ہوا تھا حج کرنے کی غرض سے مکہ آیا۔ وہان محمد ابن علی سے یہ اتفاقاً ملا۔ رسم ملاقات بڑھنے پر محمد نے اپنے خیالات سے ابو مسلم کو آگاہ کیا اور کہا کہ ایک صدی کے

محمد بن علی اور ابو مسلم

بعد زمانہ کو پلٹا کھانا چاہیے۔ بنوامیّہ کی سلطنت کی پہلی صدی ختم ہونے کو آئی اور اغلباً اس

خاندان کی تباہی کا زمانہ آجائیگا - بنو امیّہ کی تباہی کے بعد ظاہر یہ معلوم ہوتا ہو کہ بنو ہاشم کو ترقی ہوگی - بنو ہاشم مین اسوقت زیادہ تر مین اپنے خاندان کو پولیٹکل معاملات مین بظاہر قوی پاتا ہون - اگر یہ نوبت پہنچی تو تم میرے لڑکون کی مدد کرنا - یہ خیال کوئی نیا نہ تھا بنو امیّہ کے وقت مین اور اُسکے بعد بنو عبّاس کے وقت مین بھی اس قسم کے بہت سے لوگ مسلمانون مین پیدا ہوئے اور اپنے سر اپنے خیالات کی نذر کر گئے - لیکن کچھ عجب اتفاق ہو کہ اس خیال سے واقعہ کو مطابق ہونا تھا - اسکے بعد ابو مسلم خراسان مین چلا آیا - اور یہان محمد مر گیا - لیکن جو خیالات ابو مسلم کے ذہن مین جم چکے تھے وہ محو نہین ہوئے ۔

[illegible] کے بعد خراسان مین ایک صورت یہ پیدا ہوئی کہ مروان کے گورنر نصر سیار نے طرح طرح کی [illegible] رعایا کے دلون مین ناراضمندی پھیلا دی [illegible] ناراضمند گروہ کا سردار یوسف کرمانی مقابلہ کیلئے کھڑا ہوا اور نصر کو شکست ہوئی - یہ کیفیت دیکھکر ابو مسلم کو محمد کا قول یاد آیا - اور وہ یوسف کرمانی کا شریک حال ہوا - یوسف کرمانی کو اُسکے دشمنون نے دھوکے سے مار ڈالا اور اس طرح اُس گروہ کی سرداری ابو مسلم کو ملی - ابو مسلم نے اپنی فوج کے لیے سیاہ لباس اختیار کیا اور اسکے بعد یہی رنگ بنو عباس کے زمانہ مین برابر مقبول رہا - سیاہ رنگ ہیبت پھیلانے کے لیے اختیار کیا گیا یا اسلیے اختیار کیا گیا کہ بنو امیّہ کا رنگ سبز تھا اور مقصود یہ تھا کہ اُسکے خلاف کوئی رنگ پیدا کیا جاوے - اور یہ بھی ممکن ہو کہ زید اور یحییٰ کی عزاداری مین سیاہ رنگ اختیار کیا گیا کہ رسولؐ اور آل رسول کے محبون پر ایک خاص پولیٹکل اثر پہنچے -

مرو تک ابو مسلم نے نصر کا تعاقب کیا - پھر وہ خود وہین ٹھہر گیا اور اُسکا سپہ سالار قحطبہ نصر کے تعاقب مین چلا - گرگان - بکرکان - اصفہان تک قبضہ کرتا ہوا وہ نصر کے تعاقب مین چلا گیا اصفہان مین شامیون نے مقابلہ کیا اور ہزیمت اُٹھائی - سردار فوج عامر کا سر ابو مسلم کے پاس بھیجا گیا - اسکے پہلے نصر مرگ ناگہانی سے مر چکا تھا - خراسانیون کے لیے میدان صاف ہو گیا - اصفہان کے قریب قحطبہ اتفاقاً دریا مین ڈوب کر مر گیا - اور اپنے بیٹے حسن کو اپنا ہی سا جانباز قایم مقام چھوڑ تا گیا - حسن جب کوفہ مین پہنچا تو ابو مسلمہ ایک باتدبیر شخص جو محبان خاندان رسولؐ سے تھا اُسکا مشیر بنا - اب تک تو ایک طوفان بے تمیزی کا رنگ تھا - اب خراسانیون کو

خراسان

نصر اور کرمانی

یہ فکر پیدا ہوئی کہ شامیوں سے مقابلہ کے لیے کوئی ہمسر کھڑا کرنا چاہیے - قریش میں بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں بنو عباس اور بنو عباس میں محمد کا خاندان اسکے لائق ثابت ہوا - اور لوگوں نے محمد کے بیٹے ابوالعباس سفاح کو خلیفہ بنایا -

ابوالعباس سفاح ۱۳۲ھ میں مقام کوفہ خلافت کے لیے منتخب ہوا -

۱۳۲ھ

کوفہ میں معلوم ہوا کہ مروان ابن محمد (بنو امیہ کا اخیر خلیفہ) مقابلہ کو چلا ہے تو ابوالعباس کا بھائی عبداللہ ابن علی مقابلہ کو روانہ ہوا - لڑنے میں شامیوں سے کچھ ایسی بے ترتیبی ہوئی کہ غلطیوں سے مروان ابن محمد کی فوج پسپا ہوئی - مروان بھاگا اور عبداللہ نے تعاقب کیا - دمشق میں پہنچکر مروان نے دیکھا کہ اکثر لوگ اُسکے مخالف ہیں - نہایت حیرت سے اُسنے یہ رنگ دیکھا اور مصر کا راستہ پکڑا - عبداللہ کے پہنچنے پر مروان کے ہواخواہوں نے کچھ مقابلہ کیا - لیکن بے سود ہوا - عبداللہ نے دمشق پر قبضہ کیا اور مروان کے تعاقب میں عامر ابن مروان کو روانہ کیا - مروان ملا اور محاربہ کرکے مقتول ہوا - مروان کے مرنے پر ابوالعباس امیر المومنین ہوا - حرمین یعنے مکہ اور مدینہ کی ولایت اپنے چچا داؤد ابن علی کے تعلق کی - داؤد نے اور عبداللہ ابن علی نے امیر المومنین ابوالعباس کے حکم سے بنو امیہ کا خون مباح سمجھا کوشش یہ کیگئی کہ بنو امیہ میں کوئی ایسا باقی نہ رہے جو کسی وقت سر اُٹھا سکے - دمشق میں تو بنو امیہ کی قبریں کھودی گئیں اور مروان کی ہڈیاں جلائی گئیں - مشہور ہے کہ معاویہ کی قبر سے صرف خاک نکلی تھی - یزید ابن معاویہ کی قبر سے ہڈیاں نکلیں لیکن سیاہ اور بوسیدہ - ان خونریزیوں سے ابوالعباس کو سفاح لقب ملا - لیکن اسکا ظلم بنو امیہ کے ساتھ جنکے مظالم سے زمانہ تاریک تھا محدود تھا -

امیر المومنین ابوالعباس کے وقت کی ایک حکایت مشہور ہے کہ ابوالعباس کے سامنے شام کے چند مشائخ آئے - ابوالعباس نے پوچھا کہ تم لوگ بنو امیہ کے ہواخواہ رہے - کبھی بنو ہاشم کے پاس تک نہیں آئے - تم نے کبھی یہ نہیں سمجھا کہ بنو ہاشم رسول اللہ کے اہل بیت ہیں اور اس اعتبار سے تمام عالم پر انکو فضیلت ہے - ان مشائخ نے قسم کھاکر کہا کہ ہمکو آج تک یہ معلوم نہیں تھا کہ بنو ہاشم رسول کے یگانہ ہیں ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ جو کچھ ہیں بنو امیہ ہیں - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں معاویہ اور مابعد سلاطین نے

عوام کے سامنے کتنا رسوخ قایم کرلیا تھا اور کس کس طرح سے امر حق کے چھپانے مین کوشش کی تھی ۔

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ بنو امیہ کی تباہی کا سبب ابو مسلم تھا ابتدا مین اُسے خیال بھی نہ تھا کہ اُسکی تحریک بنو امیہ کی گڑی ہوئی ہڈیون کو بھی جلوا چھوڑے گی ۔ اور نہ ابو العباس کی خلافت مین کچھ آسنے کوشش کی یا اُسے اس بات کا علم تھا کہ میری کوششین ابو العباس کی خلافت تک منجر ہونگی ۔ ابو مسلم سے کوئی فعل خلاف نہین ظاہر ہوا ۔ لیکن کوفہ اور دمشق پر پورا تسلط حاصل کر لینے کے بعد امیر المومنین ابو العباس نے خراسان کی خبر لینا چاہی اور اپنے بھائی ابو جعفر کو اس کام کے لیے تعنات کیا ۔ ابو جعفر مرو تک پہنچا تھا کہ ابو مسلم پیشوائی کو حاضر ہوا اور ابو جعفر کے ہاتھ پر ابو العباس امیر المومنین کے لیے بیعت کی ۔ ابو مسلم اسکے بعد حج کرنے کو چلا گیا ۔

ابو مسلم کا انجام

تین سال سے کچھ زیادہ ابو العباس نے سلطنت کی اور مرتے وقت ابو جعفر کو ولیعہد مقرر کر گیا ۔ ابو العباس تک بنو عباس اور علوی (آل علی) کی غرض مشترک تھی یعنے بنو امیہ کا تباہ کرنا لیکن اسکے بعد جب ابو جعفر منصور کو پورا عروج ہوچکا اور بنو امیہ کے مظالم دلون سے محو ہو گئے تو بنو ہاشم مین بھی تفریق ہوئی ۔ بنو عباس اور بنو علی مین وہ خلوص باقی نہ رہا جو پہلے تھا

بنو عباس اور بنو علی

ابو جعفر منصور دو انقی اپنے بھائی کے مرنے پر خلیفہ ہوا اُسکا چچا عبد اللہ ابن علی دمشق پر حاکم تھا اور اسی کی کوشش نے مروانیون کا خاتمہ کیا تھا اور اُسکا یہ بھی بیان تھا کہ ابو العباس نے دمشق فتح کرنے کے صلہ مین مجھے اپنا جانشین مابعد مقرر کیا تھا ۔ عبد اللہ نے ابو جعفر سے سرتابی کی ابو جعفر نے ابو مسلم کو اسکے مقابلہ کے لیے روانہ کیا ۔ عبد اللہ کو ابو مسلم نے قتل کیا اور مشہور ہو کہ ابو مسلم کو کسی حیلہ سے ابو جعفر نے مروا ڈالا کیونکہ کچھ سرکشی کے آثار اُس سے نمایان ہو چلے تھے ۔ ۲۲ سال تک ابو جعفر منصور نے سلطنت کی ۱۵۸ھ مین حج سے پھرتے ہوئے اثنار راہ مین مرا ۔ کوفہ کو پُر آشوب سمجھکر اسنے مدائن کے قریب ایک نیا شہر بغداد بسایا اور اسی کو دار السلطنت قرار دیا یہ شہر ۱۴۵ھ مین طیار ہوا تھا ۔ یہ بادشاہ بہر دلعزیز اور منتظم تھا ۔ خالد برمکی اسکا وزیر تھا ۔

ابو جعفر منصور دوانقی ۱۳۶ تا ۱۵۸ ــ ۲۲ سال

مہدی ابن منصور اپنے باپ ابو جعفر منصور کے مرنے پر ۱۵۸ھ مین بمقام بغداد تخت خلافت پر بیٹھا تخت پر بیٹھتے ہی اُسنے اُن تمام قیدیون کو جو حق العباد یا خدا کی علت مین قید

مہدی ابن منصور ۱۵۸ تا ۱۶۹ ــ ۱۱ سال

تھے چھوڑ دیا۔ اسی کے زمانہ مین ابن مقنع نے بمقام ماورالنہر خروج کیا۔ یہ ایک ذی علم شخص تھا اپنی علمی کراماتین دکھا کر لوگون سے کہتا تھا کہ مین خدا کا اوتار ہون۔ چاہ نخشب اسی نے بنایا تھا۔ جس سے مصنوعی مہتاب نکل کر دو فرسخ تک روشنی پھیلاتا تھا۔ جب مہدی کی فوج سے عاجز آکر یہ اپنے قلعہ مین بند ہوا تو اپنے تمام ساتھیون کو اُسنے تیزاب مین گلا دیا اور خود بھی ناند مین تیزاب بھر کر کود پڑا۔ اسکی لونڈی نے جو چھپ کر بچ رہی تھی اس راز سے لوگون کو واقف کیا۔ ورنہ بعض جاہلون کا یہ خیال تھا کہ وہ خدا تھا اور اپنے ساتھیون سمیت آسمان پر چلا گیا۔ اور یہی خیال پیدا کرنے کو اُسنے تیزاب مین کودنے کی تدبیر سوچی تھی۔

ابن مقنع
چاہ نخشب

سنہ ۱۶۹ھ مین گیارہ سال سلطنت کرکے اس خلیفہ نے وفات پائی۔ اس بادشاہ نے اپنے باپ کا تمام خزانہ اُڑا دیا۔ اسکے وقت کا یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ یہ شکار مین اپنے لشکر سے الگ ہوکر تنہا ایک اعرابی کا مہمان ہوا۔ کھانے کے بعد دور ساغر چلنے لگا۔ پینے کے بعد اسنے کہا کہ مین ایک امیر کا نوکر ہون۔ اعرابی نے کہا تمھین یہ نوکری مبارک ہو۔ دوسرا ساغر پی کر مہدی نے کہا مین نوکر نہین ہون بلکہ اراکین دولت مین سے ہون اور امیر ہون۔ اعرابی نے کہا اور بھی اچھا۔ تیسرا ساغر پی کر مہدی نے کہا کہ مین امیر نہین بلکہ امیر المومنین خلیفہ وقت ہون۔ اعرابی نے یہ دیکھ کر بادہ کا ساغر ہٹا دیا اور کہا بس۔ زیادہ نہین۔ چوتھا ساغر پیوگے تو کہنے لگوگے کہ مین رسول اللہ ہون اس حکایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب بڑے لوگ کہین چھوٹون سے ملتے ہین تو اپنے درجہ کا چھپانا پسند کرتے ہین۔ لیکن بادہ ناب ہر وقت اسکے برعکس خیال کو بلند رکھنے کی تحریک کرتا ہے اور راز دل چھپنے نہین دیتا۔ اور اسی حکایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین بنو امیہ کی طرح بنو عباس کے زمانہ مین بھی میخواری شروع ہو گئی تھی۔ پہلے صحابہ رسول اور اُنکے تابعین کا زمانہ تھا اسلیے لوگ اس سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن اب زمانہ اور ہوا۔ ہرچہ سلطان بہ پسندد ہنر است۔ ہارون کے زمانہ مین تو اسکو اور بھی ترقی ہوئی علما اور فقہا تو اس سے الگ رہے لیکن اراکین دولت کو کوئی باک نہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ اراکین دولت سے مذہبی خیال کے لوگ اجتناب کرتے تھے۔

اعرابی کی گفتگو

موسیٰ ابن مہدی اپنے باپ مہدی کے مرنے پر تخت پر بیٹھا۔ لوگ اسکو ہادی کہتے تھے اسکے وقت مین حسین ابن علی حسینی نے عباسیون کے مقابلہ مین کچھ سرکشی کی تھی جب حسین کا سر ہادی کے

موسیٰ ابن مہدی
۱۷۰ھ
ایک سال تین ماہ

دربار مین مکہ سے لایا گیا تو لوگ انعام کے خواہان ہوئے اور اظہار مسرت کرنے لگے - ہادی نے یہ سنکر غصہ کیا اور کہا کہ ترک اور دیلم کے کسی بادشاہ کا یہ سر نہین ہو کہ تم لوگ خوشی کرتے ہو بلکہ اولاد رسولؐ مین سے یہ ایک کا سر ہی - انتظام ملکی نے مجبور کیا جو ایسا ہوا مسرت کا کوئی مقام نہین ہو - اسنے چاہا کہ اپنے چھوٹے بھائی ہارون کی حق تلفی کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولیعہد کرے - خالد برمکی کا بیٹا یحیی اسوقت وزیر تھا اسنے ہادی کو رد کا ہادی نے یحیی کو قید مین بھیجدیا - بعض مورخون نے لکھا ہو کہ یحیی کو پھر اسنے قید سے رہا کیا اور بعضون نے لکھا ہو کہ ہادی کے مرنے پر یحیی نے رہائی پائی - ہادی کی مان بھی ہادی سے نالان تھی - اسکی خلافت کا زمانہ ایک سال ۳ ماہ ہو - مرگ مفاجات سے یہ مرا - سبب صاف ظاہر نہین ہوتا - یہ بادشاہ نہایت قسی القلب تھا اور شریر تھا - اسی بادشاہ کے وقت مین مسلمانون کا ایک فرقہ دہریہ نکلا تھا جسکو مورخین زنادقہ لکھتے ہین ان لوگون کا قلع و قمع اسی کے عہد مین ہو گیا -

(۵ ہارون سنہ ۱۷۰ - ۱۹۳ھ ۲۳ سال)

ہارون رشید ابن مہدی اپنے بھائی کے مرنے پر سنہ ۱۷۰ھ مین ۲۲ برس کی عمر مین خلیفہ ہوا - ہارون نے اپنی وزارت یحیی کے تعلق کی - تمام سفید و سیاہ یحیی کے ہاتھ مین تھا - اسکے چار بیٹے فضل - جعفر - محمد - موسی ایک سے ایک بڑھکر لائق اور فیاض تھے - عرصہ تک زمام حکومت انھین لوگون کے خاندان مین تھی - یہ لوگ حد سے زیادہ سخی تھے - تمام بلاد اسلام مین انکی سخاوت سے فائدہ اٹھانے والے پھیلے ہوئے تھے - یہ برامکہ کہلاتے تھے - برامکہ کے عروج کا یہی زمانہ ہے -

(برامکہ)

لیکن ہارون ہی کے وقت مین یہ خاندان مٹ بھی گیا - بادشاہ کے دل مین چند در چند شکایتین پیدا ہوئین جس سے جعفر قتل ہوا اور باقی امرا اُسکے زندان مین بھیجے گئے - اسی زمانہ مین عبدالرحمن اندلس کے بادشاہ نے انتقال کیا - مسلمانان اندلس کے حالات آیندہ بیان کیے جائینگے -

(وسعت سلطنت)

ہارون نے اپنے ذو لعہدون امین اور مامون مین سلطنت تقسیم کی - شرقی حصہ جسمین کرمان - نہاوند - قم - کاشان - اصفہان - رے - کومس - طبرستان - خراسان - زابل - کابل - ہندوستان - ماورالنہر - ترکستان تھا مامون کو دیا - اور مرو کو اسکا تخت گاہ قرار دیا -

بغداد - واسط - بصرہ - کوفہ - شامات - عراق - موصل - جزیرہ - حجاز مصر اسکے سے مغرب تک امین کو دیا اور وصیت کی میرے مرنے پر امین بغداد مین اور مامون مرو مین سریر آرا

تقسیم سلطنت بیٹون مین

سلطنت سہل اور آپسمین ہرگز نہ لڑین۔ اِن لڑکون سے اس تقسیم نامہ پر حلف لیا اور نوشتہ
کو مزید اہتمام کے لیے در کعبہ پر لٹکا دیا۔ اس بادشاہ نے بڑے اہتمام سے حج کیا اور حرمین مین
بہت کچھ روپیہ خرچ کیا۔ طوس مین یہ بادشاہ ۲۳ برس تک سلطنت کر کے سنہ ۱۹۳ھ مین مرا
یہ بادشاہ بڑا نیک اور فیاض تھا۔ کئی بار یہ حج کرنے گیا۔ شاعرون اور عالمون اور درویشون کی
یہ بڑی قدر کرتا تھا۔

درویش سے گفتگو

ایک روز ایک درویش نے ہارون سے کہا کہ رشید تم اللہ سے ڈرا کرو۔ رشید نے اُس درویش کو
بُلا کر پوچھا کہ مین فرعون سے بدتر ہون۔ درویش نے کہا نہین۔ پھر ہارون نے پوچھا کہ تم موسیٰ سے
بڑھ کر ہو۔ درویش نے کہا ہرگز نہین۔ ہارون رشید نے کہا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ موسیٰ نے
فرعون سے نرمی سے گفتگو کی تھی پھر تم نے میرے ساتھ کیون سخت کلامی کی۔ درویش نے معذرت
کی اور معافی چاہی۔ ہارون نے ۸ ہزار درہم درویش کو دینا چاہا اُسنے لینے سے انکار کیا۔ اسمین سے
ایک وزیر بولا جاہل تو بادشاہی انعام سے انکار کرتا ہے۔ بادشاہ نے اُس امیر کو کہا چُپ رہ باتین مجھسے
ہوتی ہین۔ تجھ سے نہین۔ بادشاہ نے درویش سے کہا کہ مین تمکو محتاج نہین سمجھتا۔ خلفا کا دستور ہے
کہ ایسے لوگون کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہین۔ تمکو جسقدر احتیاج ہو لے لو۔ فقیر نے دو ہزار درہم
اسمین سے لیے اور وہین لوگون مین تقسیم کر دیے۔

محمد امین سنہ ۱۹۳-۱۹۸ھ ۴ سال ۸ ماہ

محمد امین بن ہارون رشید اپنے باپ کے مرنے پر سنہ ۱۹۳ھ مین تخت نشین ہوا اور وہان
عبد اللہ مامون مرو مین حکمران ہوا۔ ہارون رشید کی ایک وصیت یہ بھی تھی ایک بھائی کے مرنے
پر دوسرا بھائی کل بلاد اسلام پر قابض ہو۔ امین اپنے بیٹے موسیٰ کو ولیعہد کرنا چاہتا تھا اور اسلیے مامون
کا استیصال اُسنے واجب سمجھا۔ باپ کی وصیت کا خیال دل سے محو کر کے اُسنے مامون کے قتل کا
ارادہ کیا اور حیلہ سے اُسکے بُلانے کو قاصد بھیجا۔ فضل ابن سہل ایک بڑے عالم اور مدبر شخص کی
صلاح پر عمل کر کے مامون نے آنے سے انکار کیا۔ اور یہان امین نے مامون کی گرفتاری کے

بھائیون مین لڑائی

لیے علی ابن عیسیٰ کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ مرو کی طرف بھیجا۔ مامون کی طرف سے طاہر مقابلہ
کے لیے روانہ کیا گیا۔ طاہر نے علی کو ہزیمت دی اور بغداد کی طرف بڑھا۔
امین بڑا نازک اندام اور لہو و لعب کا شائق تھا۔ شراب بہت پیتا تھا اور عیش مین بسر کرتا تھا

علی کے مارے جانے کی خبر امین کے پاس اسوقت آئی کہ وہ مچھلی کا شکار کھیل رہا تھا۔ قاصد سے امین بولا ٹھہرو۔ کوثر نے دو مچھلیاں پھنسائیں اور مین نے ابھی تک ایک بھی نہیں۔ مچھلی نہ پھنسنے کا اسلئے افسوس تھا۔ لیکن اپنی فوج کی شکست کا کچھ غم نہیں ہوا کچھ لوگ بغداد سے اور گئے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ مامون کی فوج نے بغداد کا محاصرہ کیا۔ بغداد فتح کیا گیا اور امین کا سر مامون کے پاس روانہ کیا گیا۔ امین کا زمانہ خلافت ۴ سال ۸ ماہ ہے۔

مامون ۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ ۲۰ سال

مامون عبداللہ بن ہارون اپنے بھائی امین کے مرنے پر ۱۹۸ھ میں خلیفہ ہوا اور بدستور مرو میں کچھ دنوں تک مقیم رہا۔ فضل وزیر ہوا۔ اور لوگ فضل سے حسد کرنے لگے۔ مامون نے امام علی ابن موسیٰ رضا کو اپنا ولیعہد مقرر کیا اور انکے بیٹے محمد کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کی۔ امام موسیٰ رضا کو عباسیوں نے ہلاک کیا اور فضل کو اُسکے دشمنوں نے مار ڈالا اور بعض کہتے ہیں کہ ان دونوں امروں میں بادشاہ کا اشارہ تھا۔ ابن موسیٰ رضا کے زندہ رہنے میں بادشاہ کو عباسیوں کی سرکشی کا ڈر تھا اور فضل کی وجہ سے عربوں کے دل مامون سے پھر چلے تھے لیکن اسمیں کچھ شک نہیں ہے کہ مامون کو اولاد علی کرم اللہ وجہہ سے ایک خاص انس تھا۔

علی بن موسیٰ رضا

ابراہیم کا خروج

اسی زمانہ میں ابراہیم ابن مہدی عباسی نے بغداد میں لوگوں سے بیعت لینا شروع کر دی۔ مامون کو اب بغداد میں آنا اور اسکو اپنا دار الحکومت قرار دینا مناسب معلوم ہوا۔ مامون کے آنے پر ابراہیم چھپا اور ابراہیم کے پکڑنے کا انعامی اشتہار دیا گیا۔ ابراہیم عورتوں کے لباس میں پھرتا تھا تاکہ کوئی اسے پہچان نہ سکے بالآخر پکڑا گیا۔ مامون نے اسکا قصور معاف کر کے اپنے مصاحبین میں اسکو داخل کیا۔

ممالک روم کی فتح

مامون کے وقت میں ممالک روم کے ۱۲ قلعے فتح ہوئے۔ اسکے وقت میں یونان کے علوم عربی میں ترجمہ کیے گئے۔ عالموں۔ ۔ روشنیوں اور شاعروں کا بڑا قدردان تھا عفو تقصیر میں اسے بڑا ہی لطف آتا تھا۔ اپنے باپ ہارون کی طرح یہ بھی نیک نام بادشاہ سمجھا جاتا ہے۔ کچھ کم ساڑھے بیس سال سلطنت کر کے ۲۱۸ھ میں اسنے عمر ۴۸ سال دنیا سے رحلت کی۔ مرنے کے وقت "یامن لا یموت ارحم من یموت" اسکی زبان پر تھا۔

المعتصم باللہ ابو محمد اسحاق ابن ہارون رشید اپنے بھائی مامون کے مرنے پر تخت نشین ہوا

معتصم باللہ ہارون ۲۱۸ھ

مامون کے بیٹے عباس نے بھی خوشی سے اپنے چچا کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اسنے بغداد کی سکونت چھوڑ کر قاطون کے قریب سُرّمن رای نام ایک شہر بسایا (جو کثرت استعمال سے سامرہ ہو گیا) اور اسی مین وہ زیادہ رہتا تھا لیکن بغداد برابر دار الخلافت بنا رہا۔ بابک نام ایک زبردست شخص اسکے وقت مین بغاوت کے الزام مین قتل ہوا۔ فتوحات اسلامی مین اسکے وقت مین بھی ترقی ہوئی۔ ہندوستان سے کسی راجہ نے بھی اسکی خدمت مین تحفے بھیجے تھے جنمین ایک بڑا ہاتھی تھا۔ معتصم ایک شجاع اور باہمت شخص تھا۔

معتصم باللہ کے بعد جتنے خلفا ہین انکا تذکرہ سلاطین معصر کے ساتھ دوسرے مقامات پر کیا جائیگا یہان بالاختصار انکے حالات درج ہوتے ہین۔

| نمبر | نام | باپ کا نام | سنہ جلوس | مدت سلطنت | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|
| ۹ | واثق باللہ | معتصم | ۲۲۷ | ۵ سال | یہ علما اور سادات کی بڑی خاطر کرتا تھا سخاوت نے اسے ہر دل عزیز بنا رکھا تھا۔ |
| ۱۰ | متوکل باللہ | معتصم | ۲۳۲ | ۱۴ سال | یہ بادشاہ متعصب تھا اور نشہ شراب مین بڑی خفیف الحرکتی کرتا تھا۔ پھر بھی رعایا اس سے خوش تھی۔ ترکی خادمون نے اسکے بیٹے منتصر کے اشارہ سے اسے مارا۔ |
| ۱۱ | منتصر باللہ | متوکل | ۲۴۷ | ۶ ماہ | لوگ اس سے راضی رہے۔ سرسام مین مرا اور بعضون نے لکھا ہے کہ ترکون نے کچھ زہر کا اثر فصاد کے ذریعہ سے اسکے بدن مین پہنچا دیا تھا۔ ان خلفا کے وقت مین ترک بہت زیادہ مداخل ہو گئے تھے۔ |
| ۱۲ | مستعین باللہ | منتصر باللہ | ۲۴۸ | ۳ برس ۹ ماہ | اسکو ارکین دربار نے جو اکثر ترک تھے تخت پر بٹھایا اسکے چچا معتضد باللہ نے اسکو قتل کرایا۔ |
| ۱۳ | معتز باللہ | متوکل | ۲۵۱ | ۳ برس ۷ ماہ | اسکو ارکین دولت نے جنمین اکثر ترک تھے تخت سے اُتار کر قید کیا اور مہتدی باللہ کو تخت پر بٹھایا۔ |

| نمبر | نام | باپ کا نام | سنہ جلوس | مدت سلطنت | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱۴ | مہتدی باللہ | واثق | ۲۵۵ | ایک سال | یہ بالکل عمر بن عبدالعزیز کا پیرو تھا اسکے تخت پر بیٹھنے سے خلافت کا رنگ بالکل بدل گیا زمانہ پرشور تھا ایسے خلیفہ کی قدر کون کرتا۔ لوگون نے اسکو مار ڈالا۔ |
| ۱۵ | معتمد باللہ | متوکل | ۲۵۶ | ۲۳ سال | سلطنت بالکل اسکے وزیر کے ہاتھ مین تھی اسے عیش وعشرت سے فرصت نہ ملتی تھی یہ اپنی موت سے مرا۔ |
| ۱۶ | معتضد باللہ | متوکل | ۲۷۹ | ۹ سال ۹ ماہ | یہ بادشاہ شجاع اور کفایت شعار تھا۔ |
| ۱۷ | مکتفی باللہ | معتضد | سنہ ۲۸۹ھ | ۶ سال ۷ ماہ | یہ بھی مال جمع کرنے میں اپنے باپ کی طرح حریص تھا |
| ۱۸ | مقتدر باللہ | معتضد | سنہ ۲۹۵ھ | ۲۴ سال ۱۱ ماہ | بڑا ہی فضول خرچ تھا لوگون نے تخت سے اُتارنے کی غرض سے اسکو قتل کیا۔ |
| ۱۹ | قاہر باللہ | معتضد | سنہ ۳۱۹ھ | ایک سال ۶ ماہ | یہ بڑا ظالم بادشاہ تھا اسکو لوگون نے اندھا کر کے تخت سے اوتار دیا۔ |
| ۲۰ | راضی باللہ | مقتدر | ۳۲۲ | ۶ سال ۱۰ ماہ | اخیر مین قاہر باللہ پر یہ مہربان ہوا لیکن ظاہر ہے اسے پھر خفا کر دیا۔ |
| ۲۱ | متقی باللہ | مقتدر | سنہ ۳۲۹ھ | ۳ سال ۱۱ ماہ | اسکی آنکھ مین بھی سلائی پھیری گئی اور یہ تخت سے اُتار دیا گیا۔ مقتدر سے متقی تک ترکی امرا کے ہاتھ مین زمام سلطنت تھی اور پھر ترکی امرا کو نکال کر دیالمہ نے زور پکڑا۔ قادر کی تخت نشینی تک دیالمہ کا زور تھا۔ پھر وہ جاتا رہا۔ |
| ۲۲ | مستکفی باللہ | مکتفی باللہ | ۳۳۳ | ۱ سال ۴ ماہ | اسکی آنکھ مین بھی سلائی پھیری گئی اور تخت سے اُتارا گیا۔ |

| نمبر | نام | باپ کا نام | سنہ جلوس | مدت سلطنت | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|
| ۲۳ | مطیع باللہ | مقتدر | سنہ ۳۳۴ھ | ۲۹ سال ۵ ماہ | یہ خلیفہ کٹھ پتلی کی طرح وزیروں کے ہاتھ میں تھا اور اسی لیے اتنے روز تک رہنے بھی پایا تھا۔ فالج کے عارضہ میں مبتلا ہونے سے یہ خلافت سے علیحدہ ہوگیا۔ |
| ۲۴ | طائع باللہ | مطیع | سنہ ۳۶۳ھ | ۱۷ سال ۹ ماہ | اسکو بہار الدولہ نے تخت سے اُتار کر قادر باللہ کو بٹھایا۔ |
| ۲۵ | قادر باللہ | اسحٰق بن مقتدر | سنہ ۳۸۱ھ | ۴۱ سال ۳ ماہ | یہ بادشاہ متقی اور پرہیزگار تھا اسکی صفت یہ بھی تھی کہ اپنے جانشین سابق طائع کو اسنے اپنا مصاحب بنایا اسکو کچھ ایذا نہیں دی۔ اسکے وقت میں دیالمہ کا جو بادشاہ کو کھیل سمجھتے تھے زور جاتا رہا اور اسنے عباسیہ خاندان کو گویا نئے سر سے زندگی دی۔ |
| ۲۶ | قائم بامر اللہ | قادر باللہ | سنہ ۴۲۲ھ | ۴۴ سال ۸ ماہ | اسکے وقت میں بڑے بڑے انقلاب ہوئے دیالمہ کا خاندان بالکل تباہ ہوا جس سے خلافت میں طاقت آئی طغرل بیگ سلجوقی کو عروج ہوا لیکن وہ خلافت کا منشا ناپسند نہیں کرتا تھا۔ مستنصر باللہ علوی کی مدد سے بساسیری نے اس خلیفہ کو مغلوب کرکے قید کر لیا اور سال بھر تک بغداد میں مستنصر کا خطبہ پڑھا گیا۔ طغرل نے آکر علویوں کو بھگایا اور نہایت تعظیم سے اسکو تخت خلافت پر بٹھایا۔ |
| ۲۷ | مقتدی باللہ | قائم بامر اللہ | سنہ ۴۶۷ھ | ۱۹ سال ۵ ماہ | دختر ملک شاہ سلجوقی سے اسنے نکاح کیا اور بڑا |

| نمبر | نام | باپ کا نام | سنہ جلوس | مدت سلطنت | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|
| | | | | | جشن کیا - شرع کا یہ بڑا پابند تھا - |
| ۲۸ | مستظہر باللہ | مقتدی باللہ | سنہ ۴۸۷ھ | ۲۵ سال | کیارق بن ملک شاہ سلجوقی نے بھی اسکے ہاتھ پر بیعت کی تھی - |
| ۲۹ | مسترشد باللہ | مستظہر | سنہ ۵۱۲ھ | ۱۷ سال | سلطان مسعود سلجوقی پر اسنے لوگون کی ترغیب سے چڑھائی کی - لڑائی مین ہزیمت ہوئی اور یہ گرفتار ہوا اسنے سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا اور رہائی ہونے کو تھی کہ اور لوگون نے سلطان مسعود کی لاعلمی مین اسکو مار ڈالا - |
| ۳۰ | راشد باللہ | مسترشد باللہ | سنہ ۵۲۹ھ | ایک سال | مسترشد کے مرنے کی خبر بغداد مین آئی تو اُسکا بیٹا راشد تخت پر بیٹھا - |
| ۳۱ | مقتفی باللہ | مستظہر باللہ | سنہ ۵۳۰ھ | ۲۴ سال ۳ ماہ | یہ بادشاہ عادل - نیک اور ہیدار مغز تھا - دیالمہ کے وقت سے اب تک بگڑا سکے اور کوئی ایسا بادشاہ نہین ہوا تھا - اسنے خاندان عباسیہ کو رونق دی |
| ۳۲ | مستنجد باللہ | مقتفی باللہ | سنہ ۵۵۵ھ | ۱۱ سال ۱ ماہ | بڑا سمجھدار خلیفہ تھا - |
| ۳۳ | مستضی بنور اللہ | مستنجد باللہ | سنہ ۵۶۶ھ | ۹ سال ۱ ماہ | یہ بادشاہ بڑا سخی اور عادل تھا - |
| ۳۴ | ناصر لدین اللہ | مستضی بنور اللہ | سنہ ۵۷۵ھ | ۴۶ سال ۱ ماہ ۲ یوم | مزاج کا سخت اور بیدار مغز بادشاہ تھا - سلطان محمد شاہ خوارزم نے بغداد پر چڑھائی کی اور نسل امام حسین سے سید علاء الدین کو تخت پر بٹھانا چاہا مگر فوج برف باری سے تباہ ہوئی اور وہ واپس گیا اور اسکے بعد ہی چنگیز خان کے حملے شروع ہوگئے اور خوارزم شاہیون کی بیخ کنی ہوگئی - |
| ۳۵ | ظاہر باللہ | ناصر لدین اللہ | سنہ ۶۲۲ھ | ۹ ماہ ۱۴ یوم | بڑا رحیم المزاج اور نیک نیت بادشاہ تھا - |

| نمبر | نام | باپ کا نام | سنہ جلوس | مدت سلطنت | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|
| ۳۶ | مستنصر باللہ | ظاہر | سنہ ۶۲۳ھ | ۱۶ سال ۱۱ ماہ ۱ یوم | باپ کی طرح یہ بھی خیر و برکت کا بادشاہ تھا نیک نیت اور سخی تھا علمی مدرسہ میں اسکی ذات سے بڑی رونق ہوئی ۔ |
| ۳۷ | مستعصم باللہ | مستنصر | سنہ ۶۴۰ھ | ۱۶ سال | عباس عم رسول سے ۳۵ وین درجہ میں تھا اور عباسیوں کا سینتیسواں خلیفہ تھا سنہ ۶۵۶ھ میں ہلاکو خان نے رکن الدین خورشاہ اسمعیلی کو شکست دیکر بغداد پر چڑھائی کی خلیفہ کو مع اسکے لڑکوں اور ہزاروں عباسیوں کے قتل کیا اور اسی کے ساتھ خلفا سے عباسیہ کا خاتمہ بھی ہوگیا - یہ بڑا سخت واقعہ تھا سعدی شیرازی کہتے ہیں ؎<br>آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین<br>بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین<br>لیکن خلفا کی عظمت سلاطین ترکی خروج تک مصر میں قایم تھی جسکا ذکر آیندہ کیا جائیگا ۔ |

عباسیوں کی خلافت پر سرسری نظر

عباسیہ خاندان سنہ ۱۳۲ھ (۷۴۹ء) سے سنہ ۶۵۶ھ (۱۲۵۸ء) تک حکمران رہا - ابو العباس سفاح سے ابتدا ہوئی اور مستعصم پر خاتمہ ہوا - کل زمانہ خلافت کا سوا پانسو برس ہوتا ہے - جو حکومت ان خلفا کی منصور ہارون اور مامون کے وقت میں یا زیادہ سے زیادہ تیسری صدی تک تھی وہ پھر بعد کو قایم نہین رہی - یورپ میں جو حصہ اسپین کا ولید بن عبد الملک کے عہد میں فتح ہوا تھا اسمین تو منصور کے وقت میں ایک جدا اسلامی سلطنت قایم ہو چکی تھی - لیکن اور ممالک میں برابر خلفا سے عباسیہ کی عظمت اخیر تک تسلیم کی جاتی تھی - کچھ دنوں تک تو سلطان اعظم ہونے کی حیثیت سے اور پھر اسکے بعد پیشوا سے مذہب قابض حرمین شریفین اور اولاد عم رسول ہونے کے لحاظ سے تین صدی

کے بعد عرصہ تک ترکی اراکین کے قبضہ میں یہ خلفا رہے۔ پھر برائے نام انکی عظمت ایشیا اور افریقہ میں قایم رہی۔ اخیر اخیر جیسی رومن کیتھولک کے پوپ اعظم کی عزت عیسائیوں میں تھی ویسی ہی مسلمانوں میں خلفاے عباسیہ کی حیثیت تھی۔ تیرھوین صدی عیسوی کے طوفان مغل گردی نے خلافت کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو بھی گل کردیا۔ حرمین پر قابض رہنے سے اب بھی سلاطین ترکی مسلمانوں میں امید کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں لیکن خلافت کا لفظ بنو ہاشم پر ختم ہوگیا دوسرے کے لیے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

اسپین کی خود مختار سلطنت سب سے پہلے منصور خلیفہ بغداد سے الگ ہوئی۔ لیکن خلفاے مابعد کی فتوحات نے اس کمی کو پورا کردیا۔ مامون رشید کے بعد جا بجا خود مختار سلطنتیں قایم ہوگئیں جنکا تذکرہ آیندہ باب پنجم میں کیا جائیگا۔

# باب پنجم

## سلاطین مابعد

## فصل اول

### اندلس (اسپین) میں اسلام

حدود اربعہ

اسپین یورپ کا ایک مغربی و جنوبی جزیرہ نما ہے۔ ہر طرف اسکے سمندر ہے۔ صرف گوشہ شمال و مشرق میں یہ ذرا فرانس سے ملا ہوا ہے۔ افریقہ شمالی کے شمالی ساحل پر جبل الطارق کے قریب یہ افریقہ سے بھی اتصال پاتا ہے لیکن درمیان بیچ میں ابنائے بحر روم کے حائل ہونے سے خشکی کا راستہ نہیں ہے۔

پیداوار

اس جزیرہ کی آب و ہوا بہت اچھی ہے۔ زمین زرخیز ہے۔ میوے ہر قسم کے ہوتے ہیں۔ شام اور عرب کے درخت بھی یہاں عربوں کے عہد میں کامیابی کے ساتھ لگائے گئے۔

اندلس

اسپین کے جنوبی حصہ سے مسلمانوں کو زیادہ تعلق رہا اور اسی حصہ کو وہ اندلس کہنے لگے مسلمانوں کے عہد میں اندلس نے بڑی رونق پکڑی۔ یونان اور اٹلی کے زوال کے بعد یہی ملک تمام یورپ کی جان سمجھا جاتا تھا۔ یہاں کی علمی یونیورسٹی میں تمام یورپ کے لوگ آکر پڑھتے تھے اور عربی زبان میں علوم سیکھتے تھے۔ جو علوم یونان اور روم کے برباد ہونے سے نیست ہو چلے تھے وہ مسلمانوں کے

عہد میں سچ شجی زاہد یہاں زندہ رکھے گئے۔ یورپ میں عام تہذیب پھیلنے کے قبل یہاں کے مسلمان

علوم

تمام علوم اور فنون کا بار اپنے سر پر لیے ہوئے گویا اس انتظار میں کھڑے تھے کہ قسام ازل کی یہ ودیعت

اہل یورپ کے نذر کرکے ہم اس مقام کو خیرباد کہیں۔ مسلمانوں کا قول کہ انھوں نے اہل یورپ

کو تہذیب سکھائی اسکا مطلب یہی ہو کہ اندلس کی یونیورسٹی میں عربوں سے اہالی یورپ نے علوم

اور فنون پڑھے مسلمانوں نے اسپین کے ساتھ کیا کیا سلوک کیے اور پھر اسپین نے مسلمانوں کے

ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ اسکا تذکرہ آیندہ آئیگا۔ پہلے یہ ظاہر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہو کہ ابتدا سے اسلام

میں اسپین کی تمدنی اور پولیٹکل حالت کیسی تھی۔

یورپ
فرانس
اسپین
پرتگال
طلیطلہ
اندلس
قرطبہ
غرناطہ
جبل طارق
بحر اٹلانٹک
طارقیہ
بحر میڈیٹرینین
ٹونس
افریقہ

فرانس = گال
اسپین = ہسپانیہ
طلیطلہ = ٹولیڈو
قرطبہ = کارڈووا
غرناطہ = گرناڈا
جبل طارق = جبرالٹر

پولیٹیکل حالت
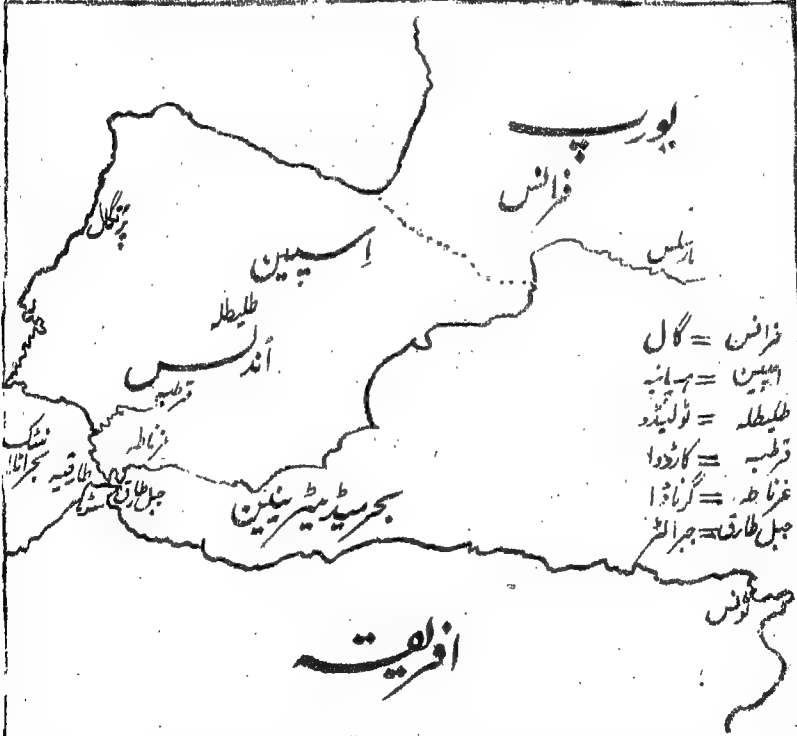
رومیوں کو جب عروج تھا تب اسپین بھی انکے زیر حکم تھا اور جب تنزل ہوا تو ایک مسیحی قوم

ویزی گاتھ اسپین پر قابض ہوگئی۔ مسلمانوں کی چڑھائی کے وقت تک اسپین میں انکی حکومت کو

ڈھائی سو برس پورے ہو چکے تھے۔ شام۔ مصر اور افریقہ کے سواحل شمالی اور مغربی پر رومیوں کی سلطنت تھی

جسکا پایۂ تخت قسطنطنیہ تھا۔ لیکن اسپین والون کو بجز اخوت مذہبی کے اور کوئی تعلق رومیون سے نہ تھا۔ کل اسپین ایک بادشاہ کے زیر حکومت نہ تھا بلکہ کئی خودمختار ریاستون پر وہ منقسم تھا۔ ہان اُسکا جنوبی حصہ جو ہر امور مین زیادہ باوقعت سمجھا جاتا تھا رازرق (راڈرک) کے زیر فرمان تھا اور ابھی حال ہی مین شاہ ذیزا کو تخت سے اُتار کر اسنے عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی تھی۔

قومی حالت

اسپین کے باشندے تین حصون پر منقسم تھے۔ اول اراکین دولت دوسرے کاشتکار تیسری ان دونون کی درمیانی جماعت جسکو زمیندار کے لفظ سے بآسانی سمجھ سکتے ہین۔ کاشتکارون کی حیثیت غلامون سے کہین بدتر تھی۔ کاشتکارون سے زمیندار فی الجملہ اچھے تھے۔ لیکن اراکین دولت کے عیش و نشاط کے خرچ بہم پہنچانے کا سارا بار انکی گردن پر تھا۔ غرضکہ ملک کی حالت ایسی ردی تھی کہ ایک کو دوسرے سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ اس حالت کو اندلس ہی کے ساتھ تخصیص نہ تھی بلکہ یہ بلا پارسیون اور رومیون کے ملکون مین بھی نازل تھی۔ رعایا پر ظلم اور تعدی کی کوئی حد نہ رہی تھی۔ یہ قدرت نے عربون کو بیکسون کی دستگیری کے لیے جسطرح ہر جگہ پہنچایا اُسی طرح اسپین مین بھی انکو داخل کیا۔

طارق فاتح اندلس

افریقہ کے شمالی ساحل پر قلعہ سوٹا مین قریب اسپین کے رومیون کا گورنر رہتا تھا۔ جب مسلمانون کے حملون سے رومی خود اپنی بلا مین مبتلا ہوگئے تو اُنکو اتنی دور قلعہ سوٹا کی محافظت مشکل معلوم ہوئی اور اسلیے قلعہ سوٹا کی حفاظت رازرق کے تعلق کردی گئی۔ مسلمان یہان تک پہنچ چکے تھے اور اسپین کے خواہشمند تھے کہ اسی اثنا مین رازرق شاہ اسپین اور جولین گورنر سوٹا مین بےلطفی ہوئی۔ اس بےلطفی سے مسلمانون نے فائدہ اُٹھایا۔ عربی اور بربری فوج کا ایک چھوٹا سا سپہ سالار طارق نامی تھوڑی فوج لیکر ۷۱۰ء مین جنوبی اسپین مین کشتی سے اُترا اور کچھ مختصر مال غنیمت کے ساتھ واپس آگیا جس ساحل پر یہ سپہ سالار جہاز سے اُترا تھا وہ اسکے نام سے طارقیہ موسوم ہوا۔ موسی ابن نامر گورنر افریقہ نے طارق کے بڑھنے کی خبر ولید ابن عبدالملک کے پاس دمشق مین بھیجی۔ خلیفہ دمشق نے دریائی سفر کی جوکھون مین فوج کا ڈالنا پسند نہین کیا۔ لیکن طارق کا جوش کسی طرح کم نہین ہوا ۷۱۱ء مین اسنے دوسرا حملہ کرکے بہت کچھ کامیابی حاصل کی۔ اس دوسرے حملہ مین وہ جس پہاڑ کے کنارہ

کشتی سے اُترا اُسکا نام جبل الطارق ہوا جو انگریزی لفظ مین جبرالٹر کہا جاتا ہی۔

طلسمی مکان

اُسوقت طلیطلہ (ٹولیڈو) اسپین کا دارالخلافت تھا اور وہان پرانے وقت کا ایک طلسمی مکان بنا ہوا تھا جسکے کھولنے کی بادشاہون کو اجازت نہ تھی اور یہ کہا جاتا تھا کہ اسکے کھولنے والے بادشاہ پر اسپین کی عیسائی سلطنت کا خاتمہ ہوجائیگا۔ رازرق نے اُس مکان کو اپنی خودرائی سے کھولا۔ اُس مکان مین عربون کی تصویرین دکھائی دین اور یہ لکھا ہوا دیکھا گیا کہ عنقریب یہ لوگ ملک پر مسلط ہوا چاہتے ہین یہ واقعہ مسلمانون کے حملہ سے کچھ ہی پہلے گذرا تھا۔ اور اسپین والے اس سے بہت ہی بے دل ہوئے۔ اس واقعہ کو انگریزی اور عربی دونون مورخون نے لکھا ہی صحت مین کسی کو تامل نہین بلکہ اسکے ساتھ اور بھی بہت سے دلچسپ حالات بیان کیے جاتے ہین۔ فتوحات اسلام مین ہزارون واقعات ایک سے ایک زیادہ عجیب و غریب بھرے پڑے ہین۔ اس کتاب مین یہ التزام کیا گیا ہی کہ ایسے عجائبات ذکر نہ کیے جائین یہی وجہ ہی کہ یہان اسکی مزید تفصیل نہین کی جاتی۔

رازرق کی ہزیمت

اُس دوسرے حملہ مین رازرق کا مقابلہ ہوا اور اسکو ہزیمت ہوئی۔ وہ میدان سے بھاگا اور پھر مفقود الخبر ہوگیا۔ اکثرون کا یہ خیال ہی کہ وہ دریا مین ڈوب کر مر گیا۔

موسی کا رشک

طارق اور اُسکے بارہ ہزار دلاورون نے صرف ایک لڑائی سے تمام جزیرہ نما فتح کرلیا۔ موسی گورنر افریقیہ کو اسپر کسی قدر رشک آیا وہ خود اسپین مین پہنچا اور جو کسر باقی تھی وہ اسکے پہنچنے سے نکل گئی۔ طارق نے حملہ کے لیے موسی سے اجازت نہین لی تھی۔ خودرائی کا الزام لگاکر موسی نے طارق کو قید کرادیا۔ اور اصلی غرض اسکی یہ تھی کہ اسپین کی فتح اُسکی طرف منسوب ہو۔ لیکن جب پوری خبر خلیفہ ولید کے پاس پہنچائی گئی تو اُسنے موسی کو دمشق بلالیا اور طارق کو پھر بدستور اسپین کا حاکم کردیا۔

جنوبی فرانس مین مسلمان

سنہ ۷۱۹ء مین ایک عربی سپہ سالار نے فرانس کے جنوبی حصہ پر مستقل طور پر قابض ہوکر پچھم طرف برگنڈی اور اکیوٹینیا پر حملے شروع کردیے اور پورب جانب مارسلس تک وہ پہنچ گئے۔ گو فرانس پر مسلمانون کا پورا تسلط کبھی نہین ہوا لیکن اُسکے بعض حصون پر قابض ہوجانا اور فرانس کو اضطراب مین ڈال دینا اسوقت بالکل مسلمانون کے اختیار مین تھا۔

اتفاق سے سنہ ۷۳۲ء مین چارلس مارٹل شاہ فرانس کے مقابلہ مین بمقام پائٹا کرز اور ٹورز مسلمانون نے شکست کھائی اور پھر اسکے بعد عربون مین وہ جوش باقی نرہا جو بلاد کی آب وہوا کے اثر نے اور صحبت رسولؐ کے فیض نے اُنکے باپ دادا۔ کے دلون مین پیدا کیا تھا اب وہ لوگ ممالک مفتوحہ پر قانع ہوکر اسکی محافظت اور تہذیب مین اپنی کوشش صرف کرنے لگے۔ سنہ ۷۳۲ء کی لڑائی نے مسلمانون کی آیندہ ترقی کو روک دیا اور اسلیے یورپین مورخ اس لڑائی کو بہت اہم سمجھتے ہین۔ اس جنگ کو معرکہ ٹورز کہتے ہین اور دنیا کی پندرہ اہم فیصلہ کرنے والی لڑائیون مین اسکو شمار کرتے ہین۔ مسلمانون کے قانون نے تمام رعایا کو مسلمانون کا فریفتہ بنا دیا مسلمانون کا مذہب بھی لوگ اختیار کرنے لگے لیکن مسلمانون کو کوئی مذہبی تعصب نہین تھا اور نہ یہان مسلمانون کو اپنے دین پھیلانے کی کبھی کوشش ہوئی۔ مسلمان اپنی اس بے تعصبی سے عیسائی مورخون کے نزدیک ضرور ممدوح ٹھہرے لیکن اس پولٹیکل غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ نوسو برس کے بعد وہ اسپین سے اس طرح نکالے گئے جس طرح دودھ سے مکھی۔ اگر اور ممالک مفتوحہ کی طرح یہان بھی سب مسلمان ہی مسلمان ہوتے تو عربون کی نسل کو جلا وطنی کی تکلیف ہرگز اُٹھانا نہ پڑتی۔

مسلمانون کی فتوحات رُک گئے

سنہ ۷۵۰ء تک یعنی خلافت بنوامیہ کے اختتام تک اسپین خلفاے دمشق کا ایک صوبہ تھا لیکن دمشق کی حکومت اسپین مین برائے نام تھی۔ اتنی دور کا انتظام بالکل بادشاہ کی مرضی پر منحصر نہین ہوسکتا تھا۔ اور اُسپر طرہ یہ ہوا کہ عربون اور بربری نومسلمون مین بھی مخالفت شروع ہوگئی— اسپین مین مستقل اسلامی سلطنت کی ابتدا عبدالرحمن بن ہشام شہزادہ دمشق نے ڈالی۔ جب ابوالعباس سفاح کے وقت مین بنوامیہ ڈھونڈ ڈھونڈھ کر قتل کیے جاتے تھے اسوقت یہ شاہزادہ دمشق سے بھاگ کر بہزار خرابی اندلس مین پہنچا اور زور توڑ لگاکر کل اسپین کا بادشاہ بن بیٹھا۔ یہ عبدالرحمن خلیفہ منصور کا ہمعصر تھا۔ جس طرح منصور بغداد کا بادشاہ تھا ویسا ہی عبدالرحمن اسپین مین بمقام قرطبہ (کارڈوا) سریر آراے سلطنت تھا اور یہ پہلا موقع ہے کہ بلاد اسلامی مین دو بادشاہ الگ الگ حکمران ہوئے۔ عبدالرحمن کا اندلس پہنچنا کوئی معمولی بات نہ تھی اسے دنیا کے عجائبات سے کہنا چاہیے فسانہ کا مزا آتا ہے جب مفصل طور پر سنا جائے کہ کس طرح اُسنے اپنی جان بچائی اور پھر کس طرح خودمختار بادشاہ بنا۔ منصور کے وقت مین عباسیون کی فوج نے اندلس پر چڑھائی کی تھی عبدالرحمن

عبدالرحمن اسپین کی خودمختار سلطنت

تاب مقاومت نہ لاکر قلعہ بند ہوگیا۔ پھر ایک روز موقع پاکر اُسنے رات کو چھاپہ مارا اور عباسی فوج کے تمام سردارون کے سر کاٹ کر بطور تحفہ کے بغداد بھیجدیے۔ اسکے بعد عباسیون نے پھر کبھی ادھر توجہ نہین کی۔ اُنکی توجہ یا تو خانگی معاملات مین مصروف رہی یا ممالک شرقی و شمالی کی فتوحات کی طرف مائل رہی عبدالرحمن نے عیسائیون کے مقابلہ مین بھی بہت سی لڑائیان لڑین اور آخر مین اُسکا دباؤ شمالی عیسائیون نے بھی تسلیم کیا۔

ہشام بن عبدالرحمن سنہ ۷۸۸ء

عبدالرحمن کے مرنے پر اُسکا بیٹا ہشام سنہ ۷۸۸ء مین باپ کا جانشین ہوا۔ یہ بادشاہ نہایت کریم النفس رحم دل اور بیدار مغز تھا۔ اسکے وقت مین فقہاے اسلام اراکین دولت کے خلاف ہوگئے یہ فقہا خلفاے اربعہ کا نمونہ دیکھنا چاہتے تھے اور یہان سلطنت کا رنگ خلفاے عباسیہ کی طرح سلاطین عجم کے دربار کی صورت پکڑ چلا تھا۔

حکم بن ہشام سنہ ۷۹۶ء

سنہ ۷۹۶ء ہشام کا بیٹا حکم تخت پر بیٹھا۔ اسکے وقت مین متعصب مسلمان مُلک سے نکل کر افریقہ کے سواحل مغربی پر آباد ہونے چلے گئے۔

عبدالرحمن ثانی بن حکم

حکم کے بعد اُسکا بیٹا عبدالرحمن ثانی تخت پر بیٹھا۔ متعصب مسلمون کے چلے جانے پر شہداے مسیحی (عیسائیون کے خیال کے مطابق) نے زور پکڑا۔ متعصب عیسائی دربار شاہی مین قصداً جان دینے آتے تھے یعنی قاضی کے سامنے ایسے حرکات کرتے تھے جس سے لامحالہ قاضی کو اُنکی موت کا فتوی دینا ناگزیر ہوتا تھا اور فتوی ہی سُنکر وہ لوگ خوش ہوتے تھے اور کہتے کہ یہی ہماری مراد تھی لیکن خیریت یہ تھی کہ ان مسیحی شہدا سے کوئی پولیٹکل پیچیدگی نہین پیدا ہوئی۔ خود سمجھدار عیسائی ان مذہبی شہدا کو دیوانہ سمجھتے تھے۔ عبدالرحمن ثانی کے وقت مین قرطبہ کو وہی رونق تھی جو ہارون کے وقت مین بغداد کو یا شاہجہان کے وقت مین ایک زمانہ کے بعد دہلی کو نصیب ہوئی۔ اسکے وقت مین خوشنما باغ لگائے گئے عالیشان مساجد خوبصورت عمارات اور مضبوط پلون سے قرطبہ کی زینت بڑھائی گئی۔ اسکے زمانہ کے چار شخص مشہور ہین۔ ۱ یحیی مشہور فقیہ۔ ۲ زریاب فن موسیقی کا استاد۔ ۳ طروب سلطان کی دلربا ملکہ۔ ۴ نصر ایک حبشی غلام۔

شہداے مسیحی

محمد بن عبدالرحمن

عبدالرحمن کے مرنے پر اُسکا بیٹا محمد تخت پر بیٹھا۔ اسکے زمانہ کے بعد ہی شہداے مسیحی کی ہڈیان فرانس کے راہب ایک جہاز مین بھر کر اپنے ملک کو لے گئے غرض اُنکی صرف لوگون کو

مسلمانوں کے خلاف ابھار نا تھی۔ اسپر عیسائیوں نے کچھ زور بھی دکھایا لیکن مسلمانوں کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچا۔

سلطنت کا ضعف

محمد کے بعد منذر حکمران ہوا۔ یہ ایک بہادر دانشمند شخص تھا لیکن اُسکا بھائی عبداللہ اُسکے قتل کا سبب ہوا۔ اور عبداللہ میں یہ لیاقت نہ تھی کہ وہ ملک کا بوجھ اُٹھا سکتا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی خود مختار ریاستیں مسلمانوں کی قائم ہوگئیں اور عیسائیوں کی سلطنتوں نے بھی جابجا زور پکڑا۔ لیکن خیریت یہ ہوئی کہ مسلمانوں کی ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے ملک کی تہذیب اور ترقی پر کچھ برا اثر نہیں کیا شاعر۔ ادیب۔ اہل فن ہر دربار میں موجود رہتے تھے۔ ملکی حرفت اور صنعت میں بھی کچھ انحطاط نہ تھا۔

عبدالرحمٰن ثالث

اسکے بعد عبدالرحمٰن ثالث ۲۱ برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا اور اُسوقت سلطنت قرطبہ کی حکومت قرطبہ کے حدود ہی میں محدود تھی۔ اس نوجوان اولوالعزم خلیفہ نے ملک کا بندوبست کرنے کی غرض سے اپنے کو فوج کے آگے رکھا۔ اسکی جرأت دیکھ کر پہلے مسلمانی ریاستیں اُسکی تابع ہوئیں۔ پھر مسیحی ریاستوں کا مقابلہ شروع ہوا۔ ۱۸ برس تک عبدالرحمٰن اپنے اسلاف کے نقصانوں کی تلافی میں مشغول رہا اسکے بعد اسنے افریقیہ کے مشہور قلعہ سیوٹا پر اپنا قبضہ جمایا۔ فاطمیوں نے (سلاطین اسماعیلیہ مصر) اسنے بحیرہ روم کے لیے لڑائیاں کیں۔ فاطمی سے مراد وہ مسلمان بادشاہ ہیں جو فاطمہ بنت رسول اللہ کی نسل میں تھے اور خلافت بغداد کی کمزوری کے زمانہ میں ایک جدا سلطنت اُنکی مصر میں قائم ہوگئی تھی۔ یہ سب تو تھا ہی عیسائیوں کے مقابلہ میں اسکا بہت وقت صرف ہوا۔ خیر قرطبہ کی گئی ہوئی سلطنت پھر اسکے وقت میں رونق پکڑ گئی۔ یہ بڑا شخص گزرا ہے مسلمانوں نے اسکے وقت میں بہت زور پکڑا۔

مسلمانوں کا زور

قسطنطنیہ۔ فرانس۔ جرمنی۔ اٹلی کے بادشاہ اظہار اخلاص مندی کے لیے اسکے دربار میں اپنے سفیر بھیجتے تھے یہ علم کا شوقین اور عالموں کا سرپرست تھا اور اسکے ساتھ ہی یہ بہت بڑا فوجی کمانڈر بھی تھا۔ اب تک سلاطین اندلس کو امیر۔ سلطان یا ابن الخلائف کہتے تھے اور خلیفہ کا لقب صرف خلفاء بغداد کے لیے مناسب سمجھا جاتا تھا۔ خلفاء بغداد کی حالت یہ تھی کہ انکا اقتدار بغداد کے باہر نہ تھا اسلیے اسنے بے تکلف اپنے لیے خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر ومن اللہ کا خطاب اختیار کیا اور کہا کہ خلیفہ کا لقب عباسیوں سے زیادہ مجھے زیب دیتا ہے۔ ۵۰ برس تک اُسنے بڑے زور سے

سلطنت کی اور ستر برس کی عمر میں جاکر لحد میں سویا۔ یہ انتظامی امور میں سلطان صلاح الدین
سنجر کے مشابہ تھا جسکا ذکر آگے آئیگا اور بعض امور میں عالمگیر شاہ ہند سے بھی اسکو نسبت دے
سکتے ہیں۔ قرطبہ کو اس بادشاہ کے وقت میں بڑی رونق تھی۔ شہر کی لمبائی کسی طرح دس میل سے
کم نہ تھی گویا اس زمانہ کے لندن کی لمبائی تھی۔ قصر الازہار۔ قصر العاشقین۔ قصر الکسرو۔ قصر التاج
دمشق شاہی محلوں کے نام تھے۔ ۱۵ ہزار سے زیادہ ملازمین گورنمنٹ کے مکان تھے۔ عام خانہ شماری
مکان کی ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ ۷ سو مسجدیں تھیں۔ ۹ سو حمام ایسے تھے جنمیں ہر خاص و عام
غسل کر سکتے تھے۔ قرطبہ کی جامع مسجد کی بنیاد ۷۸۴ء میں عبد الرحمن اول نے رکھی تھی اور اسکے بعد ہر
خلیفہ کے وقت میں کچھ نہ کچھ تعمیر ہوتی ہی رہی۔ مجموعی اعتبارات سے یہ مسجد ایک عجیب چیز تھی۔ ۱۰ ہزار
بتیاں اسمیں روز روشن ہوتی تھیں۔ تین سو آدمی صرف روشنی اور خوشبو کے اہتمام کے لیے
مقرر تھے۔ خلیفہ کی بی بی زہرہ کے نام پر مدینۃ الزہرہ ایک شہر قرطبہ کے قریب آباد کیا گیا تھا۔
اور اسمیں شاہی محل کا نام قصر الزہرہ رکھا گیا تھا۔ جسوقت ۹۴۹ء میں سفیر یونان سے خلیفہ اعظم
عبد الرحمن ثالث نے ملاقات کی۔ تو سفیر دربار شاہی کی عظمت دیکھکر ششدر ہوگیا۔ یوں تو تمام
اندلس میں صنعت و حرفت کی ترقی تھی لیکن قرطبہ کو ان سب میں فوق تھا۔ مشہور ہے کہ ایک لاکھ
۳۰ ہزار صرف اس شہر میں ریشم باف تھے۔

حمام
مسجدیں
جامع مسجد
شاہی محل

لیکن خلیفہ عبد الرحمن کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد سلطنت اسلامی میں ضعف شروع ہوگیا
المنصور وزیر نے کچھ سنبھالا لیکن اسکو پائداری نہ ہوئی۔ جس طرح ہند میں عالمگیر کے بعد مغلیہ سلطنت کا
زور گھٹا اسی طرح اندلس میں خلیفہ عبد الرحمن کے بعد سلطنت اسلامی میں ضعف شروع ہوا
اور ہشام ثالث پر خاندان بنو امیہ کا تین سو برس کی حکمرانی کے بعد ۱۰۳۱ء میں خاتمہ ہوگیا۔

جس طرح دلی کے بعد لکھنؤ کی بادشاہت مسلمانوں کے آنسو پونچھتی رہی اسی طرح قرطبہ کی سلطنت
کے بعد ایک چھوٹی سی غرناطہ کی سلطنت قائم ہوگئی اور ڈھائی سو برس تک یعنی ۱۴۹۲ء تک قائم رہی۔ مسلمانوں کو
اس زمانہ میں بھی بڑا عروج تھا اور بہت کچھ تہذیب اور ترقی کا چرچہ تھا۔ اس سلطنت کو عیسائی مذہب والے
عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مگر ان بادشاہوں کو وہ بات کہاں نصیب تھی جو خلیفہ عبد الرحمن
یا اسکے بعد منصور وزیر کو حاصل تھی۔

حکم ثانی ۹۶۱ء — ہشام ثانی ۹۷۶ء

خلیفہ عبدالرحمن کے بعد اسکا بیٹا حکم اور حکم کے بعد اسکا بیٹا ہشام ثانی تخت نشین ہوا۔ یہ دونوں کتابوں کے کیڑے تھے اور سلطنت کے لائق ہرگز نہ تھے۔ حکم نے اپنے وزیر منصور کی مکمل اطاعت کی اور ہشام نے تو صاف طور پر منصور کی جانشینی تسلیم کر کے اپنے کو الگ کر لیا۔ حکم کے زمانہ میں شاہی کتب خانہ میں چار لاکھ کتابیں جمع ہو گئی تھیں۔ [illegible] کل کتابیں حکم کی دیکھی ہوئی تھیں۔ اور اکثر [illegible] پر اُسکا حاشیہ تھا جس سے بعد کے علما بہت کچھ مستفید ہوئے۔

منصور ۹۷۸ء

المنصور محض ایک معمولی شخص تھا جو ترقی کرتے کرتے وزارت اور پھر بادشاہت کے منصب تک پہنچ گیا۔ یہ بڑا ہی ہوشیار مدبر تھا تمام محکموں کی نگرانی خود اپنے ذمہ رکھتا تھا۔ اسکو اس خاندان کا ہیرو کہہ سکتے تھے اگرچہ یہ اموی خاندان سے نہ تھے۔ اندلس کو جو اقبال۔ دولت۔ عزت اور عظمت اسکے وقت میں حاصل ہوئی وہ خلیفہ اعظم کے وقت میں بھی نہ تھی۔ اسکے وقت میں اندلس کی سلطنت دور تک وسیع ہو گئی تھی۔ عیسائیوں پر بھی اسنے خوب حملے کیے۔ سینٹ جیمس کی درگاہ اسکے وقت میں منہدم ہوتے ہوتے رہ گئی۔ منصور کے مرنے پر چھ برس تک اسکے بیٹے مظفر نے بھی سلطنت کو خوب سنبھالا۔

مظفر بن منصور ۱۰۰۲ء

خلیفہ عبدالرحمن کی تخت نشینی یعنی ۹۱۲ء سے مظفر کی موت یعنی ۱۰۰۲ء تک تخمیناً سو برس تک مسلمانوں کا اندلس میں پورا عروج تھا۔ تمام یورپ کی سلطنتیں اسپر رشک کرتی تھیں۔ اسکے بعد سے گڑبڑ شروع ہوئی۔ بربر کے نومسلم آزاد شدہ مسلمان غلام اور عرب کے مختلف قبائل کے سردار باری باری جسے چاہتے تھے شطرنج کی طرح تخت پر بٹھا دیتے تھے۔ بہت سے بادشاہ قرطبہ کے تخت پر بٹھائے گئے اور اتارے گئے۔ خود ہشام ثانی جو ابھی تک زندہ تھا دو دفعہ تخت پر بیٹھا اور معزول کیا گیا۔ یہ طوفان بے تمیزی دو دو برس تک قائم رہا اور اسی میں خاندان بنو امیہ کے ساتھ منصور وزیر کا خاندان بھی برباد ہو گیا۔ پھر اسکے بعد خود مختار سلطنتیں جا بجا قائم ہو گئیں اور ملک میں طوائف الملوکی پھیل گئی لیکن علم و ہنر، حرفت اور صنعت پر اب بھی کوئی اثر نہ پڑا۔ جب تک صرف مسلمانوں کا باہمی نفاق تھا بربر کے مسلمان چپ بیٹھے رہے لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ عیسائیوں نے کچھ زور پکڑنا چاہا ہے تو وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کو آئے۔ یوسف ابن تاشفین انکے لشکر کا سپہ سالار تھا جو بربر سے ۱۰۸۶ء میں اندلس کے مسلمانوں کی مدد کو آیا تھا اسنے تمام

طوائف الملوکی

یوسف بن تاشفین ۱۰۸۶ء

اندلس سے عیسائیوں کا زور گھٹایا اور اپنی فوج حفاظت کے لیے اندلس میں چھوڑ کر وطن واپس گیا اسطرح گو عیسائی سلطنتیں مغلوب ہوئیں لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۱۷۰ء میں اندلس مرابطون کی سلطنت افریقہ کا ایک باجگزار صوبہ قرار پا گیا جب مرابطون کی بربری سلطنت پر زوال آیا اور اندلس کے حصے بھی افریقہ کے ساحل مغربی کے ساتھ عیسائیوں کے قبضہ میں آنے لگے تو اندلس کے مسلمان پھر کچھ سنبھلے اور انکی مختار ریاستیں یہاں جا بجا قایم ہو گئیں۔

بنو مروان

اسکے بعد بنو المہدی مسلمانوں کے ایک متشرع فرقہ نے جسکو اس کتاب میں شاہان علویہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور جسکا ذکر آگے آئیگا بنو مروان پر بربر میں غلبہ پایا۔ ان تحیین بربر کو اندلس کی فکر ہوئی ان خود مختار ریاستوں میں جو ابھی ابھی قایم ہوئیں تھیں کیا دم تھا یہی بہت تھا کہ یہ اب تک عیسائین سے بچی رہیں۔ ان حملہ آور مسلمانوں نے سنہ ۱۱۴۶ء تک کئی حملوں کے بعد قرطبہ کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا لیکن یہ لوگ بھی بنو مروان کی طرح افریقہ ہی میں بیٹھ کر حکمرانی کرنا چاہتے تھے۔ مگر انکو سے انھیں حکومت کرنے کو یہاں آنا ہوتا تھا۔ اس طرح کہیں سلطنت کو استحکام ہوا ہے؟ عیسائیوں نے موقع پا کر لڑائی شروع کر دی سنہ ۱۱۹۵ء میں شمالی عیسائیوں کو ایک بہت بڑی شکست بنو مہدی نے دی لیکن افسوس کہ اسکے بعد سنہ ۱۲۱۲ء میں بنو مہدی کو بڑی ہی سخت ہزیمت عیسائیوں کے مقابلہ میں ہوئی اور اسی وقت سے دولت مہدی کو زوال شروع ہوا۔ آخر اخیر دولت مہدوی کی کچھ ایسی نازک حالت ہو گئی کہ انکو خود اپنے قدیم ملک کی حفاظت دشوار ہو گئی اور اندلس کی حکومت سے انھوں نے سنہ ۱۲۳۵ء میں اپنے کو الگ کر لیا اور عنان حکومت بنو نصر کے قبضہ میں آئی جسکی نسل کے سلاطین کو شاہان غرناطہ کہتے ہیں۔

بنو مہدی سنہ ۱۱۴۶ء

بنو مہدی علیحدہ ہوے سنہ ۱۲۳۵ء

بنو نصر کا عہد اندلس میں مسلمانوں کا آخری زمانہ تھا۔ انکے قبضہ سے ملک نکلنے لگا اور سنہ ۱۲۶۰ء تک صرف صوبہ غرناطہ (گرناڈہ) باقی رہ گیا۔ اس تنگ سرزمین میں محدود ہو کر ڈھائی سو برس تک اور مسلمانوں نے اندلس کی حکومت کی۔ گو یہ ہر طرف مسیحی دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے لیکن انکی جنگجو طبعیتیں کبھی اپنے ہمسایوں سے دب کر نہیں رہیں۔ اسلام کے دلاور سپاہی جو اپنے مسیحی فاتحوں سے بیدل تھے ہر طرف سے سمٹ کر غرناطہ میں آ گئے اور اسلیے اپنی متفقہ کوشش سے وہ لوگ بہت زور کے ساتھ رہے۔ بنو نصر کے زمانہ میں بھی بہت زیادہ علمی ترقی

تھی اور حرفت وصنعت کا بڑا زور رہا ۔

بنو نصر

خاندان بنو نصر کا بانی ابن الاحمر عرب کی نسل سے تھا اسنے بہت زور مارا لیکن اپنے عیسائی حریفون کو جو تمام اسپین مین پھیلے ہوئے تھے دبا نہ سکا ۔ اسکے بعد جو زمانہ گذرا وہ امن کا تھا ۔ عرب اپنی حالت پر قانع تھے اور عیسائی بھی چھیڑ چھاڑ پسند نہ کرتے تھے ۔

غرناطہ

مابعد کی دو صدیون مین بالکل امن و امان رہی ۔ علمی اور کسبی کمالات اور شریفانہ طرز معاشرت مین غرناطہ رشک قرطبہ بن گیا ۔ غرناطہ کا قصر الاحمر آج تک سیاحان یورپ کو حیرت مین ڈالتا ہے ۔ دو سو برس جو سلطان غرناطہ کی حکومت کے گذرے انھین بہت غنیمت سمجھنا چاہیے ۔ یورپ کے شمالی حصہ مین جسطرح اب سلطان ٹرکی ۲۳ دانت مین ایک زبان ہو رہی کیفیت یورپ کے جنوبی حصہ مین سلاطین غرناطہ کی تھی ۔

الوالحسن مولوی یا علی

سنہ ۱۴۷۵ء مین شمال کی عیسائی سلطنتین آپسمین متفق ہوئین اور انکا اتفاق مسلمانون کی بنیاد اُکھڑنے کا سبب ہوا ۔ الوالحسن نے جو مولوی علی بھی مشہور تھا کچھ چھیڑ کی ابتدا کی اور پھر عیسائیون کی متفقہ قوت نے اُسے سنبھلنے نہین دیا ۔ الوالحسن نے ۱۴۸۱ء مین پیشدستی کی اور ایک قریب کے قلعہ پر شبخون مارا ۔ اس حملہ مین الوالحسن کو کامیابی ہوئی ۔ اسکے بعد عیسائیون نے حملے شروع کیے اور ہر طرف سے مسلمانون پر ٹوٹ پڑے ۔ مسلمانون نے بھی خوب مقابلہ کیا ۔ ملک ان لڑائیون مین زیادہ تباہ ہوا عیسائیون کو بھی بڑی بڑی زحمتین اُٹھانا پڑین اسی اثنا مین الوالحسن کا بیٹا الوعبداللہ باپ کو معزول کرکے تخت پر بیٹھنے کی فکر میں ہوا اور پھر لڑائی مین ایک موقع پر عیسائیون کے ہاتھ گرفتار ہوگیا ۔ الوعبداللہ کی گرفتاری نے مسلمانون کو اور بھی کمزور کردیا جب الوعبداللہ فرڈننڈ شاہ قرطبہ کے سامنے لایا گیا تو عیسائی بادشاہ نے اُسکے ساتھ انسانیت کا برتاؤ کیا اور تاج قرطبہ کی ہواخواہی پر اُس سے معاہدہ لیکر اُسے چھوڑ دیا ۔ اب الوعبداللہ جو واپس آیا تو اپنے باپ الوالحسن سے لڑنے لگا ۔ الوالحسن اپنے بیٹے الوعبداللہ سے بھاگ کہین پناہ گزین ہوا اور پھر ضعف بصارت سے بیکار ہوگیا ۔

الزاجل

الوالحسن کے مرنے پر اُسکے بھائی الزاجل کی فکر الوعبداللہ کو لاحق ہوئی اور دونو چچا بھتیجا باہمی فکر کرنے لگے ۔ الزاجل ایک بہادر شخص تھا اُسنے آخر آخر عیسائیون کو خوب شکستین دین لیکن باہمی

نااتفاقی کا نتیجہ تھا۔ الزاجل کی ساری کوششیں ناکامیابی پر منتج ہوئیں۔ الزاجل نے اپنے شہر
کے بہادروں کے ساتھ عیسائیوں کے مقابلہ میں ہزیمت پائی تو لوگ اس سے منحرف ہو گئے
ابوعبداللہ
اور ابوعبداللہ کو پھر بادشاہ بنایا۔ آخر نتیجہ ان بے لطفیوں کا یہ ہوا کہ عیسائیوں نے الزاجل کو محصور
کیا۔ محاصرہ میں کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن شہر والے فاقہ کشی سے گھبرا کر آخر میں قلعہ کا دروازہ کھول دیا
مسلمانوں کی سلطنت ہشت صد سالہ کا خاتمہ قریب پہنچا۔ اسکے بعد الزاجل اندلس چھوڑ کر
فیض میں چلا گیا۔ وہاں کے بادشاہ نے اسکی آنکھیں نکلوالیں اور آخر میں وہ گداگری سے بسر اوقات
کرنے لگا۔ اسکے پرانے عبا پر موتیوں سے یہ کڑھا ہوا تھا "میں ہوں اندلس کا کم نصیب بادشاہ
جیسے عبرت لوٹ" الزاجل کے شہر بدر ہونے پر صرف ابوعبداللہ رہ گیا اور شہر غرناطہ رہ گیا۔ الزاجل
کے چلے جانے پر مسلمانوں کا باہمی اتفاق تو کم ہو گیا لیکن عیسائیوں کی بلا پھر بدستور قائم رہی۔ ۱۴۹۱ء
میں شاہ فرڈی نینڈ ملکہ ازابلہ کے ساتھ جہاد کے سالانہ دورہ پر اٹھا اور عہد کیا کہ اب کی غرناطہ
فتح کیے بغیر واپس نہ آئیں گے۔ ابوعبداللہ کا مقابلہ کرنا لیکن اسکے سپہ سالار موسیٰ نے فوج
کی کمانڈ کی۔ موسیٰ نے خوب مردانگی سے مقابلہ کیا لیکن فرڈی نینڈ نے شہر کے قریب ایک نیا
ٹاؤن اپنی فوج کے لیے بسا لیا اور یہ عہد کیا کہ غرناطہ فتح کیے بغیر واپس نہ جائیگا۔ موسیٰ کی موت
پر ابوعبداللہ نے بالکل ہمت ہار دی اور شہر خالی کرنے کے لیے ایک مہلت لی۔ اور سلطان ترکی اور
ہند وغیرہ سے مدد مانگی۔ ان لوگوں نے جب کچھ خبر نہ لی تو آخیر دسمبر ۱۴۹۱ء میں شہر غرناطہ کو ابوعبداللہ
نے خالی کر دیا اور اسی کے ساتھ مسلمانوں کی وہ سلطنت جو ۷۱۱ء میں قائم ہوئی تھی معدوم ہو گئی
اسکے بعد قرطبہ کے عیسائی بادشاہ نے یہ قانون نافذ کیا کہ مسلمان عیسائی مذہب اختیار
عیسائیوں کا مذہبی تعصب
نہ کریں تو ملک سے باہر کر دیے جائیں۔ ۱۵۶۷ء میں اس پر سختی سے عملدرآمد ہوا۔ اس سختی سے
مسلمانوں کو کچھ غیرت آئی اور عرصہ تک وہ بے کسی بادشاہ کے مسیحیوں سے لڑتے رہے دشمنوں
کو مارتے تھے اور خود بھی مرتے تھے۔ آہستہ آہستہ ۱۶۱۰ء تک کوئی ۳۰ لاکھ مسلمان شہر سے جلاوطن
مسلمانوں کی جلاوطنی
ہوئے۔ ۵ لاکھ تو ایسے تھے جنکو اسپین کے عیسائی بادشاہ ہنری ہفتم نے خود مستعد ہو کر ملک سے
باہر نکال دیا۔ تمام مسجدیں گرجا ہو گئیں۔ حمام گروا دیے گئے۔ نشانات مٹا دیے گئے۔ اب کہیں سے
پتہ نہیں لگتا کہ اندلس میں آٹھ سو برس تک مسلمانوں کی عملداری تھی۔ ایک ہزار برس تک اسلام کا چرچا

اور عربی زبان وہاں قریب قریب مادری زبان کے ہو چلی تھی۔ قرآن میں لکھا ہی کہ عاد اور ثمود وغیرہ قومیں دُنیا میں سب سے بڑھ کر ہوئیں اور پھر وہ اس طرح مٹیں کہ پتہ نہ لگا۔ اس آیتہ کا مفہوم تاریخ اُندلس پڑھنے سے بخوبی ظاہر ہوتا ہی کہ قوم یوں معدوم ہوتی ہی۔

مسلمانوں کی جلاوطنی سے تمام علمی برکتیں بھی ملک سے جاتی رہیں کیونکہ زیادہ تر یہی لوگ اُستاد فن تھے۔ اسپین کے عیسائیوں نے اس بیرحمی سے اپنا مُلکی نقصان بھی کیا یعنے وہ اسپین جو مسلمانوں کی بدولت تمام یورپ کا دارالعلم تھا آج وہ یورپین ملکوں میں نیم وحشی ملکوں میں شمار کیا جاتا اور اہل یورپ سے کمتر سمجھا جاتا ہی۔

## فصل دوم

## ملوک طاہریہ

اندلس کے حالات نے ناظرین کو ١٧ صدی عیسوی تک پہنچا دیا اور ابھی مسلمانوں کے درمیانی حالات کا عشر عشیر بھی نہیں بیان کیا گیا۔ یہ اوپر لکھا جا چکا ہی کہ منصور خلیفہ عباس کے وقت میں اندلس میں جُدا سلطنت اسلامی قایم ہو گئی لیکن سوا اندلس کے اور دیگر بلاد اسلام پر عرصہ تک بنو عباس قابض رہے۔ بنو عباس کی سلطنت کا حال اوپر لکھا گیا ہی لیکن نہایت اختصار کے ساتھ۔ اختصار کی وجہ یہ ہی کہ بنو عباس کے زمانہ میں جُدا جُدا سلطنتیں قایم ہوتی گئیں اور جنکی وجہ سے سلطنت بغداد روز بروز کمزور ہوتی گئی اُنکے حالات الگ لکھے جائیں گے اور اُنکے ذیل میں خلفاے عباسیہ کے تذکرے بار بار آئیں گے۔

جو نقشہ ایران کا باب سیوم میں دیا گیا ہی اُسکے علاوہ خراسان - افغانستان - بلوچستان وغیرہ مقامات بھی ایسے ہیں جو حضرت عثمان کے زمانہ تک پورے طور پر فتح ہو چکے تھے اگر ان مقامات کے نقشے ابتدائی فتوحات کے سلسلہ میں درج کیے جاتے تو نامناسب نہ ہوتا۔ لیکن اس لحاظ سے کہ وہاں ان مقامات سے زیادہ دلچسپی دیتی یہ نقشے لگا رکھے گئے تھے اور اب درج کیے جاتے ہیں۔

خلفاے عباسیہ کی حکومت سب کے پہلے خراسان میں ضعیف ہوئی۔ یہاں ملوک طاہریہ کا ایک خاندان قایم ہوا جسکا پایہ تخت نیشاپور اور قوشنج قرار پایا۔ ملوک طاہریہ کو خلفاے عباسیہ کا خود سر گورنر سمجھنا چاہیے۔ یہ لوگ خلفاے بغداد سے منحرف نہ تھے لیکن اُنکے خاندان میں سے نسلاً بعد نسل ولایت

تمہید

ملوک طاہریہ خراسان میں

ہونا خاندان کی قوت کا ثبوت دیتا ہے۔ اور اس سے خلفائے عباسیہ کی کمزوری خواہ مخواہ لازم آتی ہے۔

طاہر

ملوک طاہریہ کی بنیاد یوں پڑی کہ طاہر بن حسین قاتل امین گو بظاہر مامون کا بہی خواہ تھا لیکن مامون اپنی عالی منشی کو کیا کرتا کہ وہ اپنے بھائی کے قاتل کو کسی طرح دل سے پسند نہیں کرتا تھا۔ مامون نے اپنے دلی خیالات کو بہت چھپایا لیکن طاہر پر ظاہر ہی ہو گیا اور وہ کسی طرح خراسان کی گورنری کا پروانہ لیکر مامون کی خدمت سے الگ ہو گیا۔

خراسان پہنچکر طاہر نے ایک روز مامون کا نام خطبہ جمعہ میں نہیں لیا اور یہی ابتدائی بغاوت تھی لیکن اتفاق سے دوسرے ہی دن وہ مرگیا اور اسکے بعد طلحہ بن طاہر۔ علی بن طلحہ۔ عبد اللہ بن طاہر طاہر بن عبد اللہ۔ محمد بن طاہر بن عبد اللہ۔ پے درپے یہ پانچ والی خلفائے بغداد کے حکم سے مقرر ہوتے رہے اور برابر مطیع خلفا رہے۔ محمد بن طاہر کو حسن بن زید علوی کے خروج سے بہت تکلیف پہنچی اور اخیر میں وہ یعقوب بن لیث کے ہاتھ گرفتار ہوا اور ملوک طاہریہ کا اسیر خاتمہ ہو گیا۔

## فصل سیوم

### ملوک صفاریہ

ملوک صفاریہ

یعقوب بن لیث

یعقوب بن لیث صفار ابتدا میں ایک مزدور تھا۔ پھر لٹیروں کی ایک جماعت کا سردار ہو گیا۔ رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا۔ خراسان۔ کابل۔ بلخ اور طبرستان پر قابض ہو گیا۔ محمد بن طاہر کو قید کیا اور اسکے مدمقابل حسن بن زید علوی کو بھی شکست دی۔ یہ زمانہ معتمد باللہ کی خلافت کا تھا۔ معتمد کو یہ اعتراض تھا کہ میرے گورنر کو یعقوب نے کیوں قید کیا۔ اور یعقوب نے بڑھ کر فارس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اب خلیفہ نے دبکر فارس اور خراسان کی ولایت خوشی سے یعقوب کو دینا چاہی۔ لیکن اسکو تو تاج خلافت کی دھن تھی یہ کب مانتا تھا۔ پہلی لڑائی میں خلیفہ کے بھائی موفق نے کسی حیلہ سے یعقوب کو بھگایا اور جب دوبارہ یعقوب نے طیاری کے ساتھ چڑھائی کی تو درد قولنج نے اسے فرصت نہیں دی۔ یعقوب بڑا مستقل مزاج اور بہادر تھا۔ زندہ رہتا تو خلافت بغداد بڑے خطرہ میں رہتی۔ خلیفہ کا ایلچی جب فارس اور خراسان کی ولایت کا پروانہ لیکر صلح کا پیغام لایا تو اسنے سامنے تلوار۔ نان خشک اور پیاز رکھ کر کہا کہ میں تلوار سے سلطنت لونگا۔ خلیفہ کا مطیع ہونا مجھے منظور نہیں ہے اور اگر تلوار نے میری مدد نہ کی تو

سوکھی روٹی اور ایک پیاز کی گٹھی مجھے بہت ہے۔ یعقوب کی اس گفتگو سے اسکے خیالات اور استقلال کا بخوبی پتہ چل سکتا ہے۔

عمرو بن لیث

یعقوب کے مرنے پر اسکا بھائی عمرو بن لیث خراسان کا والی ہوا اسنے خود خلیفہ کی خدمت مین اظہار اطاعت کا خط بھیجا اور وہان سے عراق۔ عجم۔ فارس اور خراسان کی حکومت اسکو عطا ہوئی۔ درمیان مین خلیفہ بغداد اس سے ناخوش ہو گیا تھا لیکن اس اثنا مین رافع بن ہرثمہ نے خروج کرکے اپنے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ عمرو نے رافع کو شکست دی اور اسکا سر کاٹ کر بغداد بھیج دیا۔ اس کارگزاری سے خلیفہ کے دل مین عمرو نے پھر جگہ کر لی۔ عمرو نے خلیفہ معتضد کے وقت مین جو تحائف اور ہدایا خراسان سے بغداد بھیجے تھے وہ بہت قیمتی بیان کیے جاتے ہین۔ بہرحال عمرو کی حالت ایک گورنر کی تھی لیکن ایسا گورنر جسکو بادشاہ موقوف کرنے کی جرأت نہ کرے اور نہ گورنر بادشاہ کے حکم سے عدول کرنے کی ہمت کرے۔ حجاج کے سامنے خلیفہ نے ماوراء النہر۔ خراسان۔ فارس۔ کرمان اور سجستان کی حکومت کا عمرو بن لیث کو دی جانا ظاہر کیا۔ اس سے عمرو بن لیث کا دل بڑھا اور اسنے ماوراء النہر کے حاکم اسمعیل سامانی سے مقابلہ کیا جہان وہ اتفاقاً گرفتار ہو گیا اور بغداد بھیجا گیا۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ خلیفہ بغداد کے ایما سے اسمعیل نے ایسا کیا۔ عمرو لیث بغداد ہی مین بحالت قید مرا۔ اسمعیل سامانی کون تھا؟ اسکا بیان آگے آئیگا۔

پھر اسی خاندان کے کئی اشخاص طاہر ابن محمد۔ لیث ابن علی۔ عمرو ابن یعقوب۔ خلف ابن احمد یکے بعد دیگرے سیستان کے حاکم ہوئے۔ سامانیون سے انکا برابر مقابلہ رہا۔ اخیر مین یہ دونون خاندان تباہ ہوئے یعنی دولت صفاریہ اور ملوک سامانیہ کا ایک ساتھ خاتمہ ہوا۔ خلف ابن احمد دولت صفاریہ کا اخیر بادشاہ بہت نیک نام سمجھا جاتا ہے۔ طاہر ابن محمد اور لیث ابن علی کو گرفتار کرکے دشمنون نے بغداد بھیج دیا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ تک سیستان مین خلفاء بغداد کی قوت کی نوعیت کیا تھی۔

## فصل چہارم

### ملوک سامانی

بہرام چوبین کی نسل سے اسد بن سامان ایک شخص تھا جسکا اعزاز کی وجہ سے مامون بست

محترم سمجھا تھا اسکے بہت سے لڑکے تھے جنھون نے دارالخلافت مین مامون کے وقت مین تربیت پائی اور پھر انکو سرداریون کے عہدے دیے گئے اور عرصہ تک اس نسل کی حکومت رہی کبھی تو ملوک طاہریہ کی طرف سے انکو حکومت ملتی تھی اور کبھی خلفاے بغداد کی طرف سے یہ مقرر کیے جاتے تھے۔ بادشاہی لقب اس خاندان مین اسمعیل ابن احمد سامانی کے وقت سے استعمال کیا گیا جو ایک خودمختار بادشاہ ہوا اور خلیفہ بغداد کی جو کچھ اسنے خدمت کی وہ جزاً بطور اطاعت اور جزاً بطور سلوک تھی۔

اسمعیل سامانی نے بہت بڑی فتح ترکستان مین حاصل کی۔ شاہ ترکستان کو مع اسکی خاتون کے گرفتار کرکے سمرقند لایا اور پھر جیحون سے عبور کرکے عمرابن لیث کو گرفتار کیا جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہی ان دو فتوحات نے اسے مستقل بادشاہ بنادیا۔ شروع شروع اسنے ماوراء النہر مین زور پکڑا اور یہین سمرقند اسکا پایہ تخت ہوا۔ عمرلیث کو اسنے قید کرکے بغداد بھیجا تو وہان سے اسکو سیستان۔ خراسان۔ مازندران۔ رے اور اصفہان کی حکومت عطا ہوئی۔ اسنے محمد بن زید علوی کو جسنے طبرستان مین خروج کیا تھا شکست دی یہ بادشاہ بڑا عادل اور نیک نام تھا۔

اسمعیل کے بعد آٹھ بادشاہ خاندان سامانی کے اور ہوئے جنکی تفصیل ذیل مین ہی۔

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| ۲ | احمد بن اسمعیل | | خلیفہ بغداد نے اسکو عہدنامہ اور لوا بھیجا اسکا پایہ تخت بخارا تھا یہ بہادر اور کج خلق تھا۔ اراکین دولت کے ہاتھ سے یہ قتل کیا گیا۔ چھ سال تک یہ بادشاہ رہا۔ |
| ۳ | ابوالحسن نصر بن احمد | | نہایت خردسالی مین یہ تخت پر بیٹھا۔ اسکے خاندان والے اس سے منحرف رہے اور مغلوب ہوگئے۔ ہوش سنبھالنے پر یہ بڑا نامور بادشاہ ہوا ۳۳۱ھ مین ۲۸ سال حکومت کرکے ۳۸ برس کی عمر مین اسنے انتقال کیا۔ اپنی کریم النفسی سے اسکا لقب امیر سعید ہوا۔ |
| ۴ | نوح بن نصر بن احمد | سنہ ۳۳۱ھ | اسکو سلاطین دیالمہ سے بنا پر مقابلہ رہا۔ آیندہ لکھا جائیگا کہ سلطنت |

سنہ ۳۳۱ھ

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | دیالمہ کون تھے۔ اکثر یہ غالب رہا۔ ۳۴۳ھ میں یہ مرا۔ |
| ۵ | عبدالملک بن نوح | ۳۴۳ھ | رے اور خراسان کی بابت یہ بھی اپنے باپ کی طرح دیالمہ سے برابر لڑتا رہا۔ اخیر میں کچھ مصالحت ہو گئی تھی اور اسی اثنا میں چوگان کھیلنے میں گھوڑے سے گر کر یہ ۳۵۰ھ میں مر گیا۔ لوگ اسکو موید اور موفق بھی کہتے تھے۔ |
| ۶ | منصور بن نوح بن نصر | ۳۵۰ھ | اپنے بھائی عبدالملک کے مرنے پر خراسان اور ماوراء النہر کا بادشاہ ہوا۔ الپتگین سپہ سالار خراسان اسکی تخت نشینی کے خلاف تھا اسلیے اسکی تخت نشینی کی خبر سنکر وہ غزنی بھاگ آیا اور یہاں اسی کے غلام سبکتگین کی ذات سے سلطنت کی بنیاد پڑی جسکا ذکر آگے آئیگا۔ رکن الدولہ دیلمی پر یہ بادشاہ غالب آیا اور اس سے کچھ سالانہ خراج مقرر کرا لیا۔ پندرہ سال حکومت کر کے ۳۶۵ھ میں یہ مرا۔ لوگ اسکو امیر سوید اور امیر سدید بھی کہتے تھے۔ |
| ۷ | نوح بن منصور بن نوح | ۳۶۵ھ | الپتگین کے غلام سلطان سبکتگین کا یہ ہمعصر تھا۔ اسکے وقت میں عضد الدولہ بن رکن الدولہ دیلمی تمام عراقین پر قابض ہو گیا تھا۔ اور شمس المعالی قابوس بن وشمگیر جرجان اور طبرستان پر قابض تھا اسکے وقت میں بڑے بڑے معرکے ہوئے اور بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ کئی مرتبہ تو یہ فخر الدولہ کی حمایت میں عضد الدولہ دیلمی سے لڑا پھر بغرا خان گورنر خراسان ابوعلی کی سازش سے ترکستان سے بخارا آیا اور ماوراء النہر پر قابض ہو گیا۔ امیر نوح تاب مقابلہ نہ لا کر مفرور ہو گیا۔ ابوعلی خراسان کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ بغرا خان بیمار ہو کر اپنے وطن کو واپس چلا اور راہ میں مر گیا۔ اس طرح نوح پھر ماوراء النہر کا بادشاہ ہوا۔ لیکن ابوعلی اور فائق نے |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | لڑائی کی دھمکی دی تو وہ گھبرایا۔ سبکتگین کا شمار اب تک سلاطین میں نہ تھا۔ سپہ سالاروں کی طرح ہندوستان میں کچھ اسنے غزوات کیے تھے جس سے اسکا نام روشن ہو چلا تھا۔ نوح نے اس سے مدد مانگی جسے اسنے اپنا فخر سمجھا۔ سبکتگین اور اسکے بیٹے محمود نے ابوعلی کو شکست دی جسکے صلہ میں امیر نوح نے سبکتگین کو ناصر الدین اور محمود کو سیف الدولہ کا خطاب عطا کیا۔ پھر اسکے بعد کئی مرتبہ سبکتگین اور محمود نے نوح کی طرف سے لڑائیاں کیں۔ نوح کے گورنر اور ملازم اکثر نمک حرام تھے اسلیے اسکو بڑی دقتیں پیدا ہوئیں۔ ۳۸۷ھ میں یہ اپنی موت سے مرا۔ |
| ۸ | منصور بن نوح بن منصور | ۳۸۷ھ | درباریوں کا حال تو بگڑا تھا ہی انھوں نے سیف الدولہ ایسے خیر خواہ دولت سے منصور کو لڑوانا چاہا لیکن محمود بچ گیا اسکے بعد خود ارکین نے منصور کی آنکھ میں سلائی پھیر کر تخت سے اُتار دیا اور اسکے بھائی عبد الملک کو تخت پر بٹھایا۔ |
| ۹ | عبد الملک بن نوح | | عبد الملک بن نوح کو بھی لوگوں نے محمود سے لڑوانا چاہا۔ محمود کب تک صبر کرتا یہ لڑ پڑا۔ عبد الملک بھاگ کر بخارا اپنی دار السلطنت کی طرف گیا وہاں ایلک خان ترک کاشغر سے آکر قابض ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عبد الملک گرفتار ہو گیا اور دولت سامانیہ کا خاتمہ ہوا۔ منتصر بن نوح سامانی نے کچھ سر اٹھایا بلکہ ایلک خان سے خوب خوب لڑا۔ لیکن آخر ہزیمت پائی اور ۳۹۵ھ میں آل سامان کا خاتمہ ہو گیا۔ |

## فصل پنجم

### ملوک غزنی

ابو اسحٰق الپتگین سپہ سالار کا خراسان سے غزنی میں جا کر حکومت کرنا منصور بن نوح سامانی کے حال میں مذکور ہو چکا ہے۔ وہاں اسکا ترکی غلام سبکتگین ۳۶۶ھ میں اسکے مرنے پر جانشین ہوا اور سلطنت کا خیال اُسکو پیدا ہوا۔ ہندوستان کے مختلف حصے اُسنے فتح کیے اور والی سیستان پر غلبہ پانے کے بعد یہ سلطان مشہور ہوا۔ کفار سے بہت لڑا۔ نوح بن منصور سامانی نے اسے ناصر الدین خطاب دیا جیسا کہ نوح بن منصور سامانی کے حال میں مذکور ہو چکا ہے ۳۸۷ھ میں یہ نیکنام بادشاہ دنیا سے اٹھ گیا۔ ملوک غزنویہ کا سلسلہ اسی کی ذات سے قایم ہوا۔

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۲ | امیر اسمٰعیل بن ناصر الدین سبکتگین | ۳۸۷ھ | اپنے باپ کے مرنے پر تخت نشین ہوا۔ اپنے بھائی محمود سے یہ لڑا اور مغلوب ہوا۔ |
| ۳ | سلطان محمود بن ناصر الدین | ۳۸۸ھ | اپنے بھائی اسمٰعیل کو تخت سے اُتار کر یہ تخت پر بیٹھا۔ سیف الدولہ کا لقب ایام شاہزادگی میں نوح بن منصور سے اسنے پایا تھا۔ اب بادشاہ ہونے پر جب اسکی شہرت اور بڑھی تو خلیفہ بغداد قادر باللہ نے اسکو امین الملۃ اور یمین الدولہ کا خطاب دیا اور بہت قیمتی خلعت اسکے پاس بھیجے۔ ایلق خان یا ایلک خان بن بغراخان کو مغلوب کر کے اسنے جیحون کے پار بھگا دیا اور اسکے مرنے پر طغا خان بن ایلق خان کو شکست دیکر ما وراء النہر پر بھی محمود قابض ہوا۔ اسکی سلطنت کی حد بحر کسپین تک پہنچی۔ خراسان اور سیستان تو اسکے باپ کے وقت سے مقبوضات میں شامل تھا۔ ابو علی بن مامون سے اسنے ولایت خوارزم بھی چھین لی۔ ہندوستان میں اسنے متعدد حملے کر کے تمام ہندوستان کو قریب قریب فتح کر لیا۔ مجد الدولہ بن فخر الدولہ دیلمی کو گرفتار کر کے اسنے رے اور اصفہان پر بھی قبضہ کیا۔ ملک غور بھی اسنے فتح کیا۔ غزنویوں کے مزید حال دریافت کرنے کے لیے "الاسلام فی الہند" دیکھو۔ غزنویوں کا خاندان اسلیے زیادہ مشہور ہے |

۳۸۸ھ
۹۹۸ء

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | کو غزنی کی سلطنت انھین لوگون نے غارت کی اور ہندوستان مین مستقل اسلامی سلطنت انھین لوگون نے قایم کی۔ سلطان عربی لفظ ہے اسکے معنی ہین بادشاہ۔ لیکن سب سے پہلے محمود نے یہ لفظ اپنے لیے اختیار کیا۔ اسکے پہلے کسی مسلمان بادشاہ کو سلطان نہین کہتے تھے۔ ۴۲۱ھ مین سل کی بیماری مین مرا اور مرنے سے پہلے اسنے ممالک مفتوحہ کو یون تقسیم کیا کہ ایک بیٹے محمد کو خراسان ماوراءالنہر غزنی اور ہند دیا۔ اصفہان اور رے دوسرے بیٹے مسعود کے متعلق کیا۔ اس تقسیم سے اسکی سلطنت کی وسعت ظاہر ہوتی ہے۔ خلافت بغداد کی کمزوری کے بعد اس سے بڑا کوئی دوسرا مسلمان بادشاہ نہین ہوا۔ یہ بادشاہ حریص اور منتظم تھا۔ مذہب کا متعصب نہ تھا لیکن متعصب مشہور ہوگیا۔ دولت اسکے پاس بہت تھی۔ مرنے سے دو دن پہلے اسنے اپنی دولت اور مال کا معائنہ بڑی حسرت سے کیا۔ فردوسی طوسی اسکے وقت کا نامی شاعر ہے اور شاہنامہ اسی کے حکم سے لکھا گیا تھا۔ |
| ۴ | محمد بن محمود | ۴۲۱ھ | آپ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق غزنی کے تخت پر بیٹھا۔ اسکے ساتھ اسکے بھائی مسعود نے وہی سلوک کیا جو محمود نے اپنے بھائی اسمعیل کے ساتھ کیا تھا فرق اتنا تھا کہ محمود نے اتنی سختی روا نہ رکھی تھی جتنی مسعود نے کی۔ |
| ۵ | مسعود بن محمود | ۴۲۲ھ | آپ اپنے بھائی محمد کی آنکھین پھوڑ کر یہ تخت پر بیٹھا۔ اتنی بڑی سلطنت کا انتظام اس سے نہ ہوسکا۔ رے اور ماوراءالنہر مین بغاوتین شروع ہوئین۔ سلجوقیون نے خراسان سے اسے بالکل بیدخل کردیا۔ پھر بھی ہندوستان مین یہ کئی مرتبہ آیا۔ سلجوقیون سے شکست کھا کر |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | جب یہ غزنی مین آیا تو اپنے امرا پر بڑی سختی کی۔ اسکے نزدیک شکست انھین امرا کی کم ہمتی سے ہوئی تھی۔ اسکے بعد وہ ہندوستان کی طرف چلا۔ سندھ پار ہوا ہی تھا کہ اسکے محمد کو پھر لوگون نے زبردستی تخت پر بٹھایا۔ مسعود یہ سنکر لوٹا۔ راہ مین لڑائی ہوئی اور گرفتار ہوا لیکن محمد نے انسانیت کو راہ دیا۔ اسکی آنکھین پھوڑنے یا قتل کرنے کا اُسنے حکم نہین دیا۔ لوگون نے اسے قید کیا اور پھر کسی وجہ سے مار ڈالا۔ محمود کی جمع کی ہوئی دولت اسنے خوب اڑائی اسی لیے اہل کمال نے اسکی بڑی تعریفین لکھی ہین۔ |
| ۶ | مودود بن مسعود | سنہ ۴۳۵ھ | یہ اپنے چچا محمد مکحول سے کچھ دنون تک لڑتا رہا پھر اُسپر غالب آکر سنہ ۴۳۵ھ مین غزنی کا مستقل بادشاہ ہوا۔ سلجوقیون سے اسنے بھی شکست کھائی اور صرف غزنی ماوراء النہر اور ہند پر اسکی حکومت محدود رہگئی۔ پہلے سلاطین غزنی ہند کی سلطنت کو حقیر سمجھتے تھے لیکن اب وہی مایہ ناز رہگئی۔ |
| ۷<br>۸ | علی بن مودود<br>عبدالرشید | سنہ ۴۴۱ھ<br>سنہ ۴۴۳ھ | یہ دونون بادشاہ یکے بعد دیگرے تخت پر اسے نام بیٹھے۔ عبدالرشید کو مار کر طغرل ایک غیر شخص تخت نشین ہوگیا۔ پھر طغرل کو قتل کرکے لوگون نے فرخ زاد بن مسعود کو تخت پر بٹھایا۔ |
| ۹ | فرخ زاد بن مسعود | سنہ ۴۴۴ھ | اُسنے کچھ ہاتھ پاؤن سنبھالے تھے کہ الب ارسلان سلجوقی نے اسکو بالکل دبا دیا۔ |
| ۱۰ | ابراہیم بن مسعود | سنہ ۴۵۰ھ | اُسنے سلجوقیون سے صلح کرلی تاکہ ایک کو دوسرے سے کچھ ڈر نہ رہے۔ گویا اسی وقت سے سلجوقیون کا سردار خراسان کا مستقل بادشاہ ہوا۔ سلجوقیون سے مطمئن ہوکر یہ ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ بادشاہ بڑا عادل۔ عابد اور زاہد تھا۔ |

سنہ ۴۵۰ھ / سنہ ۱۰۵۸ء

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | ہند میں اسنے بہت فتوحات کیے۔ ہندوؤں سے برابر لڑتا رہا ۴۲ برس تک اسنے بادشاہی کی۔ |
| ۱۱ | مسعود بن ابراہیم | سنہ ۴۹۲ھ | اس بادشاہ نے ۱۶ برس تک سلطنت کی۔ اسکے وقت میں لاہور کچھ دنوں کے لیے تخت گاہ تھا۔ |
| ۱۲ | ارسلان بن مسعود بن ابراہیم | سنہ ۵۰۹ھ | یہ بادشاہ صرف تین برس تک بادشاہ رہا پھر اسکے بعد شاہ سنجر سلجوقی نے غزنین کو فتح کرکے ارسلان کے بھائی ابراہیم کو تخت نشین کیا۔ |
| ۱۳ | بہرام بن مسعود بن ابراہیم | سنہ ۵۱۱ھ | یہ نیک نام بادشاہ ہوا ہے اسکے وقت میں ذی علم بہت جمع تھے کلیلہ دمنہ اور خمسہ نظامی اسکے عہد کی تصنیفیں ہیں۔ ہند میں اسکا بھی زور رہا ۳۵ سال تک اسنے سلطنت کی۔ نظامی نے اسکی خاطر سے یہ کتاب تصنیف کی تھی۔ غوریوں سے جو لڑائیاں اس نے کیں وہ "الاسلام فی الہند" میں مذکور ہونگی۔ |
| ۱۴ | خسرو شاہ بن بہرام شاہ | سنہ ۵۴۷ھ | علاءالدین غوری جہان سوز نے اسکو غزنی سے بھگا دیا۔ لاہور میں جاکر یہ مقیم ہوا پھر وہاں سے آیا لیکن غزنی میں یہ رہ نہ سکا لاہور ہی میں جاکر رہا اور وہیں مرا۔ آٹھ سال یہ حکمران رہا۔ |
| ۱۵ | خسرو ملک بن خسرو شاہ | سنہ ۵۵۵ھ | اپنے باپ کے مرنے پر یہ لاہور کے تخت پر بیٹھا غیاث الدین محمد شاہ غوری غزنین کے تخت پر بیٹھکر برابر ہندوستان پر حملہ کرتا رہا۔ بالاخر سنہ ۵۸۳ھ میں لاہور پر بھی اسکا قبضہ ہوگیا اور خاندان سبکتگین (ملوک غزنی) کا خاتمہ ہوگیا۔ |

## فصل ششم

### سلاطین دہلی

اب تک جتنے خاندان مذکور ہوئے یہ سب بغداد سے دور تھے۔ بغداد اور نواحی بغداد پر جس

خاندان نے اپنا اثر ڈالا اسکو خاندان دیالمہ کہتے ہین - سلاطین دیالمہ کو مورخ بہرام گور کی نسل سے بتاتے ہین اور بعض لکھتے ہین کہ یہ لوگ یزدجرد بن شہریار آخر ملوک عجم کی نسل سے تھے دیالمہ جمع ہے دیلم کی - دیلم بقام کا نام ہے - اور بعضون کے نزدیک اس خاندان مین ایک شخص کا نام بھی دیلم تھا - ابو شجاع بویہ ایک معمولی حیثیت کا آدمی تھا جس کے تین بیٹے علی - حسن - احمد - بڑھتے بڑھتے شاہی درجہ تک پہنچے اور خلفاے بغداد کی طرف سے عماد الدولہ - رکن الدولہ اور معز الدولہ کے لقب سے ملقب ہوئے - فارس اور کرمان کی زبردست سلطنت انکی اور انکی نسل کے ہاتھ مین عرصہ تک رہی - خلفاے بغداد انکے عروج - کے پہلے کچھ دنون سے اراکین ترک کے ہاتھ مین تھے اب انسے نکل کر انکے ہاتھ مین آگئے - یہ لوگ خلفاے عباسیہ کا احترام کرتے تھے - لیکن محض مصلحت ملکی پر نظر ڈال کر خلفا بھی انکی مدد سے کسی طرح بے نیاز نہ تھے - خلیفہ مقتدر کے زمانہ (سنہ ۳۲۰ھ) مین اس خاندان کی ابتدا ہوئی - محمود غزنوی کے عہد مین زوال شروع ہوا اور سلجوقیون کے عہد مین ابو منصور پر اسکا خاتمہ ہوگیا -

اجمالی حالات

اس خاندان مین ۱۶ بادشاہ ہوئے جنکی مختصر کیفیت ذیل مین درج کیجاتی ہے - ان لوگون کا کوئی مستقل پایہ تخت نہ تھا مختلف مقامات پر یہ لوگ رہتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایک ہی وقت مین اس خاندان کے دو تین اشخاص کی جدا جدا خود مختار حکومتین قایم رہین - لیکن ایک مستقل سلسلہ انھین لوگون کا ہے جو خلفاے بغداد پر حاوی تھے اور دوسرے وہ سلاطین ہین جو بغداد سے الگ اصفہان - کرمان اور فارس مین رہے - ان دونون گروہ کا بیان یکجا کیا جاتا ہے - ناظرین پڑھتے وقت اسکا لحاظ رکھین تاکہ غلط مبحث سے غلط فہمی نہ ہو -

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱ | عماد الدولہ | سنہ ۳۲۰ھ | خلیفہ مقتدر کے گورنر یاقوت کو شکست دیکر اسنے چار صدی کی ابتدا مین فارس پر قبضہ کرلیا اور اپنے بھائی رکن الدولہ کو بھیجکر عراق فتح کیا اور معز الدولہ کو کرمان بھیجا جو کرمان فتح کرکے بغداد پر بھی مستولی ہوگیا - |
| ۲ | رکن الدولہ | سنہ ۳۱۸ھ | اسکی حکومت کا زمانہ بہت کم تھا - عماد الدولہ تو اسکے بیٹے عضد الدولہ |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | کو اپنا ولیعہد کر گیا تھا۔ لیکن معلوم نہین کیونکہ یہ شخص انتہا درجہ گیا ظاہر الرسکے سنے باپ سے لڑنا پسند نہین کیا مرتے دم اس نے کرمان۔ اہواز۔ فارس عضدالدولہ کو دیا۔ ہمدان۔ رے اور طبرستان کی حکومت اپنے دوسرے بیٹے فخرالدولہ کو اور اصفہان کی حکومت اپنے تیسرے بیٹے موئدالدولہ کو دیکر ان دونون کو تاکید کی کہ یہ عضدالدولہ کے ہمیشہ مطیع رہین۔ |
| ۳ | معزالدولہ | سنہ ۳۲۲ھ | معزالدولہ کو جب اسکے بھائی عمادالدولہ نے فتح کرمان کے لیے بھیجا تو اسنے کرمان فتح کیا اور اسکے بعد بغداد کے حاکم سے اہواز چھین لیا۔ بغداد پر بھی تین مرتبہ حملے کرنے کے بعد اسنے قبضہ کرلیا۔ خلیفہ کا امیرالامرا توزون جب تک زندہ رہا معزالدولہ کو کامیابی نہ ہوئی اسکے مرنے پر ابن شیرزاد اسکا قایم مقام تاب مقابلہ نہ لاسکا۔ خلیفہ مکتفی کی مجلس مین آکر اسنے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے اور اپنے دونون بھائیون کے لیے معزالدولہ عمادالدولہ اور رکن الدولہ کے خطاب حاصل کیے۔ لیکن بیعت اور خطاب کی عجیب نوعیت تھی کہ بظاہر اسکی ضرورت کچھ نہ تھی لیکن اسکے حاصل کرنے کو محمود ایسے سلطان نے بھی اپنا فخر سمجھا تو سلاطین دیالمہ مقابلہ اسکے کس شمار مین تھے۔ خطاب اور بیعت کے بعد معزالدولہ نے خلیفہ مکتفی کے لیے پانچ ہزار درہم یومیہ خرچ مقرر کرکے اسکو درجہ معطل کردیا اور تھوڑے دنون بعد مکتفی باللہ کو تخت خلافت سے اتار کر مطیع باللہ کو شاہ شطرنج کی طرح بٹھا دیا اخیر مین بصرہ پر بھی قابض ہوگیا تھا۔ اسکا قیام بغداد میں بطور سپہ سالار خلیفہ رہا لیکن ایسا سپہ سالار جو سلطنت سے سپہ سالاری کو کہین اچھا سمجھے |

پیغمبر خدا کے مرنے کے بعد ہی سے بنو ہاشم کو غیر قبایہ میں خلافت کا جانا یعنے ابوبکر صدیق کا خلیفہ اول ہونا کسی قدر ناگوار ہوا لیکن اسمین شبہ نہیں کہ دونوں خلفا کے حسن انتظام نے عام طور پر اس خیال کو کھو دیا۔ حضرت عثمان کے وقت کے جھگڑون نے اس مضمون کو پھر تازہ کر دیا لیکن اس طور پر کہ یہ کوئی مذہبی رکن قرار پا جائے۔ معاویہ کے ساتھی شیعان علی کو اور شیعان علی کے ساتھی اصحاب معاویہ کو علانیہ اور بالالتزام تبرا کہتے تھے لیکن یہ ایک پولیٹکل بحث تھی مذہبی بات نہ تھی۔ خلفاے عباسیہ نے شروع شروع بنو امیہ کی بہت کچھ توہین کی لیکن محض پولیٹکل خیال سے۔ علویین سے انکا برتاؤ اچھا بھی رہا۔ جب جیسا موقع ہوا ویسا کیا گیا۔ سنیون اور شیعون کی جیسی تفریق اب ہے تین صدی تک نہ تھی اسکی ابتدا خاندان دیالمہ سے پڑی۔ چنانچہ اخیر اخیر معز الدولہ نے تمام مساجد بغداد کے دروازون پر حکم دیا کہ عبارت ذیل کندہ کی جائے۔

شیعون کا امتیاز

"لعن اللہ معاویہ ابن ابی سفیان لعن اللہ من غصب من فاطمہ علیہا السلام فدکاً و لعن من منع من ان یدفن الحسن عند قبر جدہ صلی اللہ علیہ وسلم و من نفی ابا ذر الغفاری و من اخرج العباس عن الشوری"

جسکا ماحصل یہ ہے کہ معاویہ ابوبکر عائشہ عثمان اور عمر پر لعنت ہو۔ اس عبارت سے شہر میں بڑا شور و غل پیدا ہوا معز الدولہ سے خلیفہ دبتا تھا اور معز الدولہ کو اپنے فعل پر اصرار تھا۔ بہر حال وزیر محمد بن مہدی کی حکمت عملی سے سواے معاویہ کے اور سب عبارت نکال دی گئی مجملاً لکھدیا گیا کہ "معاویہ اور آل رسول پر ظلم کرنے والے ملعون"

یہ تو ظاہر ہے کہ بادشاہون کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ پولیٹکل مصلحت۔ لیکن عموماً یہی مذہب سلاطین ہے۔ اسمین شک نہیں کہ آل رسول میں ایک تو فیض صحبت رسول کا اثر نسلاً بعد نسلاً عرصہ تک قایم رہا۔ دوسرے انکا مظلوم رہنا اور سلطنت کے لہو و لعب سے دور رہنا اور بھی کام دیگیا۔ اپنے اخلاق کی وجہ سے مسلمانون کی نظرون میں اولاد علی کرم اللہ وجہہ نے بڑی وقعت پیدا کی۔ دینی امور میں بس یہی لوگ ممتاز رہ گئے۔ پیغمبر خدا کے بعد مسلمانون میں جو وقعت حسنین کی تھی اس سے کہیں بڑھ کر وقعت عام مسلمانون کی نظرون میں اولاد حسنین نے دو صدیون کے بعد پیدا کی جسکا اثر اب تک (زمانہ تالیف کتاب) چلا جاتا ہے۔ دیالمہ نے بنو عباس پر فوق حاصل کرنے کی یہ حکمت سوچی کہ آل علی کا اپنے کو شیدا ظاہر کیا کسی کی ذاتی عقیدت سے یہان بحث کرنا نہیں ہے محض اسقدر ظاہر

کیا جاتا ہے کہ خلافت کے جھگڑے کو جزو ایمان قرار دینا اور اہل تشیع کے مذہب کو اہل سنت و جماعت سے الگ کرکے دکھانا یعنی مذہب اسلام کو یون دو مستقل حصوں مین تفریق کرنا۔ اس بدعت کا بانی معز الدولہ ہوا اور اسی خیال کے مؤید اکثر سلاطین دیالمہ تھے۔ ورنہ اسکے پہلے یہ باتین مسائل جزئیہ کی طرح مافی الذہن رہتی تھین اپنے مخالف خیال والے کو کوئی مذہبی طور پر جدا نہین سمجھتا تھا بعد دیالمہ کے فارس کے صفوی خاندان نے بھی اس جزوی مسئلہ کو خوب رونق دی اور رفتہ رفتہ سنیون اور شیعون مین وہ تفرقہ پیدا ہوا جو فی زمانہ موجود ہے اور جو سمجھداروں کے نزدیک نہایت حیرت اور افسوس سے دیکھا جاتا ہے۔

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۴ | عضد الدولہ بن رکن الدولہ | سنہ ۳۳۸ھ | یہ اپنے چچا کی جگہ فارس اور کرمان کا بادشاہ ہوا۔ اسنے نجف مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تربت بنا کر ایک عالیشان عمارت اسپر قایم کی اور اُسکو زیارت گاہ قرار دیا۔ اسنے [illegible] قیصر روم سے اپنے لیے ہدیہ او تحفہ منگوایا اور اس طرح اپنے کو عام نظرون مین معزز ثابت کیا۔ یہ نہایت زبردست بادشاہ ہوا ہے۔ شہر بغداد کی اسنے بہت کچھ قدر و منزلت کی۔ بغداد اور مکہ کی راہ مین جتنے کنوئین خراب ہو گئے تھے سب کو اسنے درست کرا دیا۔ مکہ مدینہ نجف اور کربلا مین اسنے غربا کے لیے روپے بھیجے۔ اسکا وزیر نصر بن ہارون نصرانی تھا۔ چنانچہ ۱۳ برس تک اسکی سلطنت رہی۔ اسکے مرنے پر خلیفہ طائع اسکی ماتم پرسی تعزیت مین شریک ہوا تھا۔ اپنی وصیت کے مطابق یہ نجف مین دفن کیا گیا۔ سلاطین دیالمہ مین یہ سب سے بڑا بادشاہ تھا۔ |
| ۵ | مؤید الدولہ بن رکن الدولہ | سنہ ۳۷۲ھ | یہ اپنے بھائی عضد الدولہ کے وقت مین اصفہان کا حاکم تھا اور عضد الدولہ کا مطیع تھا۔ عضد الدولہ کے مرنے کے تھوڑے ہی دنون [illegible] یہ بھی مر گیا۔ اسنے صرف اپنے بھائی فخر الدولہ [illegible] |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | تھی - اسلیے کہ عضد الدولہ سے وہ سرتابی کرکے خراسان چلا گیا تھا اور وہان سے سامانیون کی مدد سے موئید الدولہ کے مقابلہ کو آیا تھا جیسا کہ نوح بن منصور سامانی کے حال مین لکھا گیا ہی - اسکی حکومت کا زمانہ تو بہت پہلے سے شروع ہوا لیکن بادشاہت سنہ ٣٧٢ھ مین ہوئی کہ یہی عضد الدولہ کی فوت کا زمانہ ہی - |
| ٦ | فخر الدولہ بن رکن الدولہ | سنہ ٣٧٣ھ | دونون بھائیون کے مرنے پہ امرا دولت نے اسکو خراسان سے (جہان یہ بھائیون کے خوف سے جا چھپا تھا) بلاکر تخت پر بٹھایا اسکے لیے صمصام الدولہ نے خلیفہ بغداد سے خلعت بھجوائی اور اس طرح ایک مدت کے بعد ملک موروثی پر بآسانی قابض ہوگیا - |
| ٧ | صمصام الدولہ بن عضد الدولہ | سنہ ٣٧٢ھ | عضد الدولہ کے مرنے پر صمصام الدولہ بغداد کا امیر الامرا بنا اُسکو اُتارکر شرف الدولہ نے اپنے کو امیر الامرا بنایا اور دو برس کے بعد اپنی موت سے مر گیا - |
| ٨ | شرف الدولہ بن عضد الدولہ | | |
| ٩ | بہاء الدولہ بن عضد الدولہ | سنہ ٣٧٩ھ | شرف الدولہ کے مرنے پر یہ امیر بغداد ہوا خلیفہ طائع باللہ کو اسنے تخت سے اُتارکر قادر باللہ کو بٹھایا سنہ ٤٠٣ھ مین یہ مرا اور اسکا تابوت مشہد امام علیہ السلام مین بھیجا گیا - |
| ١٠ | مجد الدولہ بن فخر الدولہ | سنہ ٣٨٧ھ | فخر الدولہ کے بعد اسکا نابالغ بیٹا مجد الدولہ تخت پر بیٹھا - لیکن انتظام سلطنت اسکی (مجد الدولہ کی) مان کرتی تھی - اور اپنی زندگی تک سلطنت دیلمی کی رونق اسنے قایم رکھی محمود غزنوی نے اسپر چڑھائی کرنی چاہی تھی اسنے کہلا بھیجا کہ بیوہ پر فتحیابی سے محمود کا کیا نام ہوگا اور اگر کہین شکست ہوئی تو ذلت تو ہی ہوگی - محمود نے پھر اسکی زندگی بھر ادھر توجہ نہ کی - |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | لیکن اسکے مرتے ہی محمود نے رے پر چڑھائی کرکے اور مجد الدولہ کو گرفتار کرکے غزنی بھیجدیا اور خلیفہ قادر باللہ کو لکھا کہ مجد الدولہ کا چلن شرع محمدی کے خلاف تھا اسلیے مین نے ایسا کیا۔ |
| ۱۱ | سلطان الدولہ بن بہاء الدولہ | سنہ ۴۰۳ھ | آپنے باپ کے بعد یہ فارس اور بغداد مین حکمران ہوا اسکے ملک کو زیادہ تر محمود غزنوی نے کمزور کیا اور کچھ خانہ جنگیون نے خراب کیا۔ |
| ۱۲ | شرف الدولہ بن بہاء الدولہ | سنہ ۴۱۱ھ | سنہ ۴۱۱ھ مین شرف الدولہ کا نام بغداد کے خطبہ مین داخل ہوا اور سلطان الدولہ کا نام ترک ہوا۔ |
| ۱۳<br>۱۴<br>۱۵ | ابوکالنجار بن سلطان الدولہ<br>جلال الدین بن بہاء الدولہ<br>قوام الدولہ بن بہاء الدولہ | | محمود کا زور بغداد پر ترکون کے حملے۔ دیالمہ کی باہمی لڑائیان اسپر طرہ یہ کہ یہ تین بادشاہ باہم لڑنے جھگڑنے مین مشغول ہوئے جس سے دشمنون کو اور قوت ہوئی۔ آٹھ نو خلفاے عباسی برابر شطرنج کے بادشاہ کی طرح بے کسی اختیار کے تخت خلافت پر بیٹھتے چلے آتے تھے۔ دیالمہ کی کمزوری سے قادر باللہ کو ذرا موقع مل گیا کہ وہ خلافت کی گئی گزری حالت کو کچھ سنبھال سکے لیکن یہ سنبھالنا صرف یہ تھا کہ دیالمہ کے مقابلہ مین خلیفہ کی رونق بڑھ چلی ورنہ عام طور پر تمام ملک مین بدامنی تھی۔ سلطنت دیالمہ کے ضعف کے ساتھ خلافت کو بھی ضعف تھا اسلیے سلاطین دیالمہ سے ملک کو فوجی تقویت تھی اور خلفا سے درباری عزت تھی۔ فوجی وقعت مین کمی ہوئی تو درباری عزت کیا خاک قایم رہ سکتی قوام الدولہ کے وقت مین قایم بامر اللہ خلیفہ تھے انکی خلافت مین ترکون نے پھر زور پکڑا اور بجاے ملوک غزنی کے سلجوقیون کا زور شروع ہوا جسکا اثر بغداد تک پہنچا۔ |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۶ | خسرو بن فیروز بن ابوکالیجار | | اس بادشاہ کا لقب ملک رحیم تھا۔ اسکے وقت مین دیالمہ نے چاہا کہ متفقہ طاقت سے وہ اپنے کو سنبھال لین لیکن سنبھال نہ سکے۔ خلیفہ نے بھی انکی عزت کم کردی۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ ملک رحیم کے بدلے طغرل بیگ کا نام خطبہ مین پڑھا جائے۔ یہ تو تھا ہی طغرل بیگ خلیفہ کی اجازت سے حج کو چلا۔ راہ مین وہ خلیفہ سے ملنے کو ٹھہرا۔ دیالمہ اپنی غلط فہمی سے طغرل بیگ کے ساتھی ترکون سے لڑ پڑے اور مغلوب ہوئے۔ تمام شہر مین لوٹ مار ہوئی جنکو طغرل قید کرکے لیگیا لیکن ابو منصور بن ابوکالیجار کو ایک موقع مل گیا کہ وہ کچھ دنون کے لیے فارس کا بادشاہ ہوگیا اور پھر اپنے سپہ سالار فضل بن حسن کے ہاتھ سے جسکی نسل کو مورخ فضلویہ کہتے ہین۔ سنہ ۴۴۸ھ مین مارا گیا اور اُسکے ساتھ دیالمہ کا خاتمہ ہوگیا۔ فضلویہ کو بھی تھوڑے ہی دنون مین ملک قاذر سلجوقی نے بھگا کر اپنا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ |

## فصل ہشتم

### سلاطین علویہ اسماعلیہ

تیسری صدی کے اخیر مین ایک بڑی زبردست سلطنت علویون کی مغرب مین قایم ہوئی بنو امیہ اور عباسیون کے بعد حدود ارضی کے اعتبار سے اور نیز اس لحاظ سے کہ عرصہ تک بادشاہت قایم رہی۔ علوی سلطنت تیسرے درجہ مین شمار ہوتی ہے۔ بغداد سے پچھم اندلس تک علویون کی بادشاہت تھی۔ کچھ دنون تک شام۔ مکہ اور مدینہ مین بھی علویون کا زور تھا۔ سال بھر تک خطبہ بغداد مین مستنصر علوی کا نام لیا گیا۔ اندلس ایسی مستقل اور زبردست سلطنت اسلامی عرصہ تک علویون کا ایک صوبہ رہی جیسا کہ سلاطین اندلس کے حال مین ذکر کیا گیا۔ سلاطین علویہ باعتبار خلفاے عباسیہ کے زیادہ پابند احکام شرعی تھے لہو و لعب سے انکو پرہیز تھا اسلیے علیا کی مورخون نے

براہ تعصب علویوں کو متعصب لکھا ہے۔

ابتدا اس سلطنت کی محمد بن عبداللہ سے ہوئی جسنے اپنا لقب مہدی رکھا اور ظاہر کیا کہ پیغمبر خدا نے میرے لیے پیشینگوئی کی ہے۔ امام جعفر صادق کے بیٹے اسماعیل کی نسل سے یہ تھا اسلیے جو خاندان مہدی کی ذات سے قایم ہوا اُسکو علویہ۔ اسماعلیہ اور فاطمیہ کہتے ہین اور بعض مورخ بنو مہدی بھی کہتے ہین۔ لیکن بعضون کا خیال ہے کہ مہدی حضرت علی کی نسل سے نہ تھا۔ بلکہ مصالح پر نظر ڈال کر ادعائی علوی بن گیا تھا۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

ڈھائی سو برس سے کچھ زیادہ عرصہ تک یہ خاندان قایم رہا۔ چودھویں بادشاہ عاضد پر (سنہ ۵۶۷ھ میں) اسکا خاتمہ ہوا۔ سلاطین علویہ کے مختصر حالات ذیل میں درج ہین۔

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱ | مہدی | سنہ ۲۹۶ھ | ابتدا اس سلطنت یون ہوئی کہ مہدی نے افریقیہ مین خروج کیا سلطنت عباسی مین ضعف تھا کسی سے مہدی کی مزاحمت نہو سکی اسنے قیروان مین ایک نہایت مضبوط قلعہ مہدیہ نام بنایا اور اسے اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ اندلس۔ قیروان اور طرابلس کو فتح کرکے مصر کی فتح کو آیا۔ یہان خلیفہ مقتدر عباسی کی طرف سے مونس خادم مقابلہ کو آیا لیکن مہدی کا بول بالا بلند رہا۔ ۲۵ برس سلطنت کرکے یہ حصار مہدیہ مین مرا۔ |
| ۱ | قایم بامر اللہ بن مہدی | سنہ ۳۲۲ھ | باپ کے مرنے پر یہ تخت نشین ہوا اور خلفاے عباسی کے طرز پر اسنے اپنا لقب قایم بامر اللہ قرار دیا اور اسکے جانشینون نے بھی اس خصوص مین اسکی تقلید کی۔ ابو یزید ایک معمولی مدرس نے قایم پر خروج کیا اور اُسکو مہدیہ مین محصور کرکے قیروان سے بے دخل کر دیا۔ حالت محاصرہ مین یہ حصار مہدیہ مین بیمار رہا اور وہین مرا۔ |
| ۳ | منصور باللہ بن قایم | سنہ ۳۳۴ھ | یہ بڑا شجاع تھا۔ تخت پر بیٹھکر اسنے ابو یزید کو بھگا یا اور خود اسکے |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | تعاقب مین سوڈان تک گیا بالآخر ابو یزید گرفتار ہوا اور ذلت سے مارا گیا۔ |
| ۴ | معز لدین اللہ بن منصور | ۳۴۱ھ | سلطنت نے اسکے زمانہ مین عروج پکڑا۔ مصر۔ اسکندریہ۔ مکہ اور مدینہ تمام مقامات عباسیون کے تصرف سے نکل کر اسکی سلطنت مین شامل ہوئے۔ شام پر بھی اسکا دخل ہوگیا۔ قاہرہ اسکا آباد کیا ہوا شہر اب تک مصر کا دار الخلافہ ہے۔ اس بادشاہ نے مصر کو اپنا دار الخلافہ قرار دیا اور پھر برابر سلاطین اسماعیلیہ کا یہی دار الحکومت رہا |
| ۵ | عزیز باللہ بن معز | ۳۶۵ھ | عضد الدولہ دیلمی سے اسنے مراسلت جاری کی۔ شام سے اندلس تک تمام ممالک عربی پر اسکا قبضہ تھا۔ اسنے ایک یہودی گورنر شام مین تعنات کیا اور ایک مسیحی حاکم مصر کے لیے مقرر کیا لیکن پھر اپنی غلطی پر متنبہ ہوا۔ |
| ۶ | حاکم باللہ بن عزیز | ۳۸۶ھ | یہ بڑا متشرع بادشاہ تھا۔ اسنے عورتون کے پردے مین سختی کی۔ مسکرات کی خرید و فروخت بند کرادی اسکے وقت مین انتظام شہر بھی اچھا تھا۔ قاہرہ مین مسجد ازہر اسی کی بنائی ہوئی ہے۔ لیکن بعض مورخ اسکو فرعون ثانی لکھتے ہین اور اسکی سختیون کو حدود شرعی سے متجاوز بتاتے ہین۔ واللہ اعلم۔ |
| ۷ | ظاہر لدین اللہ بن حاکم | ۴۱۱ھ | یہ بادشاہ بڑا نیکنام تھا۔ اسکی نیکنامی سنکر عمائد خراسان حج کرکے لوٹے تو مصر سے ہوتے آئے اور وہان سے خلعت لائے۔ محمود سبکتگین کو اسکی خبر لگ گئی۔ اسنے فوراً خلیفہ بغداد قادر باللہ کو مطلع کیا۔ حجاز ابھی مصر سے لوٹ کر بغدادہی مین ٹھہرے تھے کہ خلیفہ نے اُنسے بازپرس کی اور خلعت کے کپڑے جلائے گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود سبکتگین کو بھی علویون سے خوف تھا۔ |

| کیفیت | سنہ جلوس | نام | نمبر |
|---|---|---|---|
| اور یہین سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دیالمہ ملوک غزنی سیلجوقی وغیرہ یہ سب خلفاے بغداد کی خاطر اسلیے بھی کرتے تھے کہ سلاطین علویہ سے دوبدو مقابلہ کرنے کو وہ مصلحت کے خلاف جانتے تھے۔ سلاطین علویہ کو زور بازو کے علاوہ جو عزت خاص بعام نظرون مین حاصل تھی وہ ان غیر قریشی النسل سلاطین کے لیے بہت زیادہ خوف کی تھی | | | |
| قایم باللہ خلیفہ عباسی نے والی افریقیہ سے سازش کرکے اسکو نقصان پہنچانا چاہا لیکن اسکی حکمت کارگر نہ ہوئی اور اسکے بدلہ مین مستنصر کے اشارہ سے بساسیری نے قایم کو بغداد مین قید کرکے سال بھر تک مستنصر کا نام بغداد کے خطبہ مین قایم رکھا مستنصر کے عہد مین عباسیون کا خاتمہ ہو جاتا لیکن طغرل بیگ نے آکر بساسیری کو مغلوب کیا اور قایم باللہ کو بڑے اعزاز سے پھر تخت پر بٹھایا اور اسی صلہ مین اپنے لیے رکن الدین خطاب حاصل کیا۔ | سنہ ۴۲۷ھ | مستنصر باللہ بن ظاہر | ۸ |
| سات سال حکومت کرکے یہ قتل کیا گیا۔ | سنہ ۴۸۷ھ | مستعلی باللہ بن مستنصر | ۹ |
| اسکے وقت مین شمالی عیسائیون سے بڑی لڑائی ہوئی اور مسلمان غالب رہے۔ ان شمالی عیسائیون کو مسلمان مورخ اہل فرنگ لکھتے ہین۔ اسکے وقت مین شام مین ایک خاندان نزاریہ نام صاحب حکومت ہوا اور کچھ ملک علویون کا اس خاندان کے قبضہ مین آگیا اسکی کوئی اولاد نہ تھی اسلیے اپنے چچا حافظ کو اسنے ولیعہد مقرر کیا | سنہ ۴۹۵ھ | آمر باحکام اللہ بن مستعلی | ۱۰ |
| شامیون پر اسنے بھی غلبہ نہ پایا اور زوال سلطنت علویہ شروع ہوا۔ | سنہ ۵۲۴ھ | حافظ لدین اللہ بن مستنصر | ۱۱ |
| اسکے وزیر نے اسکو اسلیے قتل کیا کہ یہ خفیف الحرکت تھا۔ | سنہ ۵۴۴ھ | ظافر باللہ بن حافظ | |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۳ | فائز بنصر اللہ بن ظافر | سنہ ۵۴۹ھ | اہل فرنگ سے اسکے وقت مین بھی لڑائی رہی - بلاد غربی پر اہل فرنگ کا جو قبضہ ہوچکا تھا وہ مستحکم ہوا - اور کچھ حصہ ملک اسنے اُنسے واپس بھی لے لیا - |
| ۱۴ | عاضد لدین اللہ | سنہ ۵۵۵ھ–۵۶۷ھ | اسکے وقت مین اہل فرنگ ساحل شرقی و غربی سے آتے آتے مصر تک پہنچ گئے اور مصر پر قابض ہوگئے - غیر مذہب والون کا مصر پر قابض ہونا نورالدین محمود والی شام کو بہت اکھرا - اسنے مصریون کی مدد کو فوج بھیجی جو اہل فرنگ پر غالب آئی - شامیون نے اہل فرنگ کو مصر سے نکال دیا لیکن خطبہ مین بجاے عاضد کے مستضی باللہ عباسی کا نام داخل کیا - اسی زمانہ مین عاضد بھی مرگیا اور اسکے ساتھ ہی سلاطین علویہ اسماعلیہ کا خاتمہ ہوگیا اور منو عبدی کا نام مٹ گیا - |

## فصل ہشتم

### شیعان اسماعیلیہ

علاوہ سلاطین اسماعیلیہ کے شیعان علی کا ایک مذہبی فرقہ بھی اسماعیلیہ نام رکھتا ہے۔ اہل تشیع کے بارہ امام کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے - امام جعفر صادق نے پہلے اپنے بڑے بیٹے اسماعیل کو مذہبی امور مین اپنا جانشین قرار دیا تھا لیکن اسکے چال چلن کو ناپسند کرکے دوسرے بیٹے موسیٰ کو نامزد کیا۔ فرقہ اسماعیلیہ کا یہ قول ہے کہ جو پہلے نامزد کیا گیا وہی امام برحق ہے - امام معصوم ہوتے ہین انسے خطا نہین ہوسکتی اور خطا معلوم بھی ہو تو وہ قابل گرفت نہ ہونا چاہیے - امام موسیٰ کاظم کے ماننے والے اثنا عشریہ کہلاتے ہین اور اسماعیل کے ماننے والے اسماعیلیہ کہے جاتے ہین - یہی دو فرقے شیعون کے زیادہ مشہور ہین - کچھ اور ضمنی تقسیمین بھی ہین جو چندان قابل لحاظ نہین ہین -

شیعون کے دو فرقے

یہ آن سلاطین اسماعیلیہ اپنے جد اسماعیل کی تعظیم ضرور امام موسیٰ سے زیادہ کرتے ہونگے - لیکن ابتدائی زمانہ مین ان جزئیات کو مذہبی رکن قرار دینے کا زیادہ دستور نہ تھا - اخیر مین حسن بن

صباح۔ ایک خراسانی نے فرقہ اسماعیلیہ کو بڑی رونق دی۔ اسماعیلیہ اسکو سیدنا لکھتے ہین۔ اسکی نسل مین خودمختار حکومت بھی عرصہ تک رہی اور اسمین مختلف خیالات کے لوگ پیدا ہوئے اسلیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مختصر حال حسن اور اولاد حسن کا بھی لکھدیا جائے۔ اسمین گفتگو ہے کہ حسن عربی النسل تھا یا نہین۔

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱ | حسن بن صباح | سنہ ۴۸۳ھ | یہ امام موفق نیشاپوری کا شاگرد تھا اور حکیم عمر خیام کا (جس کی رباعیان بہت مشہور ہین) ہم مکتب تھا۔ نظام الملک طوسی وزیر ملک شاہ سلجوقی کا بھی یہ ہم مکتب تھا۔ ابتدا مین یہ ملک شاہ کے یہان نوکر ہوا۔ نظام الملک سے کچھ رنج بڑھا۔ اسلیے مصر مین مستنصر شاہ عبیدی کے پاس چلا گیا اور علویان اسماعیلی کا اپنے کو ازبس بہی خواہ ظاہر کیا۔ شاہ مستنصر سے تو اسکا لطف اخیر تک قایم رہا لیکن درباریون سے ان بن ہوگئی اور وہان سے واپس آنا پڑا۔ واپس آکر اسنے قہستان کے ایک قلعہ الموت پر سنہ ۴۸۳ھ مین قبضہ کرلیا اور بجائے سلطانی ڈھنگ کے درویشانہ طریقہ اختیار کرکے مذہب اسماعیلیہ کا دعوا جاری کیا اور ایک مستقل مذہب کی حیثیت پیدا کرلی۔ اسکے مقلدین فدائی کہلاتے تھے اور جابجا امرا سے تعرض کرنا اپنا فرض منصبی جانتے تھے جس کے حکم سے ایک فدائی نے نظام الملک کو ہلاک کیا اور اسی زمانہ مین ملک شاہ مرگیا جس سے حسن کی خودمختاری اور زیادہ ہوگئی |
| ۲ | کیا بزرگ بن حسن | سنہ ۵۱۸ھ | اپنے باپ کے مرنے پر تخت الموت پر بیٹھا۔ اسکے وقت مین ریاست نے کچھ زور اور پکڑا۔ گو محمود سلجوقی کے وقت مین اسماعیلی بہت مارے گئے لیکن اسکی خودمختاری مین کچھ فرق نہین آیا۔ |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۳ | محمد ابن کیا | | چار فدائیون نے خلیفہ عباسی راشد باللہ کو راہ میں موقع پاکر قتل کیا۔ ریاست اسماعیلیہ کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا لیکن عام طور پر الموت میں خوشی منائی گئی۔ محمد سلطان سنجر نے محمد ابن کیا کا عقیدہ دریافت کیا اور غرض اسکی یہ تھی کہ وہ بے دین ہو تو علمائے اسلام بھیجے جائیں۔ لیکن محمد ابن کیا نے جواب میں وہ باتیں لکھیں جس سے محمد سلطان سنجر ساکت ہو رہا اور معلوم ہوا کہ صرف جزئیات میں اختلاف ہے۔ رکن مذہب میں کوئی فرق نہیں ہے ۲۵ برس تک یہ حکمران رہا۔ |
| ۴ | حسن بن محمد کیا | | اسکو لوگ علی ذکرہ السلام کہتے تھے۔ اسکو علماء اسلام ملحد اور زندیق لکھتے ہین۔ اسکے معتقدات اسلام کے خلاف تھے یہ دہریہ مذہب رکھتا تھا اور بے تکلف لوگون کو اغوا کرتا تھا کہ وہ مذہب کو کوئی چیز نہ سمجھیں۔ |
| ۵ | محمد بن حسن بن محمد بن کیا | سنہ ۵۶۱ھ | الحاد میں یہ اپنے باپ سے بھی بڑھا تھا۔ امام فخر الدین رازی اسی زمانہ میں تھے۔ آذربایجان سے رے میں آکر انھون نے درس جاری کیا۔ مذہبی درس میں وہ مثلاً نام اسماعیلیون کا لیتے تھے اور حسن بن محمد اور محمد بن حسن کو برا بھلا کہتے تھے تاکہ لوگ ادھر مائل نہ ہون فدائیون نے الموت سے پہنچکر امام فخر الدین رازی کو بہت دق کیا جس سے وہ غیاث الدین بادشاہ کے پاس غور میں چلے گئے اور پھر وہان سے سلطان محمد خوارزم کے پاس خوارزم میں جاکر زندگی بسر کی۔ |
| ۶ | جلال الدین حسن بن محمد بن حسن | | باپ کے اعتقادات سے اسنے توبہ کی اور اپنے توبہ کی خبر تمام اسلامی سلطن |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | مصر کے پاس بھیجی۔ جس سے یہ جلال الدین حسن نو مسلم مشہور ہوا مذہب اسلام کو اسکے وقت مین رونق ہوئی۔ اسکی ماں ایک مرتبہ حج کرنے گئی تو اسکے ساتھ رایت سلطانی بھی تھا۔ ناصر خلیفہ بغداد کے حکم سے سلطان محمد خوارزم شاہ کے رایت سے رایت جلال الدین آگے رکھا گیا۔ سلطان محمد کو جہان اور رنج ناصر سے ہوا وہان یہ بھی خیال تھا کہ خلیفہ نے جلال الدین سے مجھے کم سمجھا |
| ۷ | علاء الدین محمد بن جلال الدین حسن | | نو برس کے سن مین یہ تخت پر بیٹھا۔ یہ جو کچھ الٹا سیدھا حکم دیتا تھا لوگ اپنے مذہبی عقیدہ کے مطابق اسکو واجب التعمیل جانتے تھے اور کہتے تھے کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ اسکے وقت مین مذہب کھیل ہوگیا۔ "اخلاق ناصری" کا مصنف ناصر الدین اسی وقت مین تھا۔ |
| ۸ | رکن الدین خورشاہ بن علاء الدین | سنہ ۶۵۳ھ | چنگیز خان کے پوتے ہلاکو نے اسے گرفتار کرکے ہزارون اسماعیلیون کو تہ تیغ کیا اور پھر اسکے بعد بغداد کی طرف توجہ کی۔ خلفاے بغداد اور شاہان الموت کی بربادی کا ایک زمانہ ہے۔ |

## فصل نہم ۹

### سلاطین سلجوقیہ

سلجوق — بیغو شاہ ترکستان کے دربار مین ایک شخص سلجوق نامی تھا جو بیغو سے خفا ہوکر مسلمانون کی سرحد دیار سمرقند مین چلا آیا تھا۔ نواحی جند مین یہ آکر ٹھہرا اور مذہب آبائی چھوڑکر والی ماوراء النہر کے استمزاج سے مسلمان ہوگیا۔ جند اس زمانہ مین بیغو شاہ ترکستان کا باج گذار تھا۔ ترک سالانہ خراج لینے آئے تو سلجوق مزاحم ہوا۔ اُسنے کہا کہ کفار مسلمانون سے خراج لین مین اسے گوارا نہین کرسکتا۔ جند کے مسلمان سلجوق کی مدد سے غالب آئے اور سلجوق کی شہرت کی یہی ابتدا ہوئی۔ اسکے بعد جب ابراہیم سامانی نے سلجوق کی مدد سے ایلک خان پر فتح پائی تو سلجوق کا نام اور بھی بلند ہوا۔ سلجوق کا

بیٹا میکائیل ایک لڑائی مین مارا گیا۔ اور اُسکے دو بیٹے طغرل بیگ اور چغر بیگ اپنے دادا سلجوق کے ظل عاطفت مین پرورش پاتے رہے۔ سلجوق کے دونون بیٹے میکائیل اور داؤد اپنے باپ کی طرز پر تھے اور دونون پوتے طغرل بیگ اور چغر بیگ تو بڑے ہی زبردست نکلے۔ سلجوقیون سے

طغرل بیگ
چغر بیگ

حاکم ماوراءالنہر علی تگین معروف ایلک خان اور ترکستان کے سلاطین دبنے لگے۔ ایلک خان نے تمام سلاطین گرد و نواح کو جمع کر کے سلجوقیون کا استیصال کرنا چاہا اسپر چغر بیگ خراسان اور طوس سے ہوتا ہوا آرمینیہ کی طرف نواح سلطنت روم مین عیسائیون سے مذہبی جنگ کرنے چلا گیا۔ یہ زمانہ محمود سبکتگین کا تھا۔ سلجوقیون کو والی طوس نے اپنے ملک سے گذرنے دیا اسپر وہ محمود کے عتاب کا مستوجب ہوا۔ چغر بیگ نے وہان کئی قلعے فتح کیے اور بہت سی غنیمت لیکر پھرا۔ پھر یہ دونون بھائی یکجا ہو کر اپنی قوت متفقہ کا زور بلخ مین دکھانے لگے۔ خان کاشغر اور سلطان محمود نے باہم مل کر ایلک خان کو جب سمرقند سے بھگا یا تھا اُسوقت سلجوقیون کا بھی زور گھٹ گیا تھا لیکن محمود کے مرنے پر مسعود کے زمانے مین مرو اور ہرات پر چغر بیگ قابض ہو گیا۔ اور خراسان مین بمقام نیشاپور طغرل بیگ نے اپنا تخت حکومت رکھا۔ اسکے بعد مسعود نے چڑھائی کی اور دونون بھائیون نے مل کر مسعود کا سخت مقابلہ کیا۔ اس لڑائی مین اتنی خونریزی ہوئی کہ ہزارون برس سے نہین ہوئی تھی مسعود کو ہزیمت ہوئی اور سلجوقیون کی سلطنت خراسان مین قائم ہوئی۔

طغرل بیگ

خوارزم شاہ سے اُسکے سپہ سالار نے سرتابی کی تھی اسلیے طغرل بیگ کو خوارزم شاہ کی مدد کے لیے خوارزم جانا تھا اور وہان سے مظفر و منصور واپس آیا۔ پھر غزوہ روم کے لیے روانہ ہوا اور وہان سے بھی کامیاب واپس آیا۔ اسی زمانہ مین طغرل بیگ دو مرتبہ بغداد گیا۔ ایک مرتبہ تو ملک رحیم دیلمی کا تعاقب کیا اور دوسری مرتبہ قایم باللہ خلیفہ بغداد کو بساسیری کے پنجے سے چھڑا کر پھر تخت پر بٹھایا اور مستنصر علوی کا نام خطبہ سے نکال کر پھر قایم باللہ کا نام خطبہ مین داخل کیا۔ اسی سال اہواز اور بصرہ مین طغرل کا نام خطبہ مین پڑھا گیا۔ تیسری مرتبہ سنہ ۴۵۵ھ مین طغرل بیگ پھر بغداد گیا اور قایم باللہ کی لڑکی سے عقد کیا۔ لیکن زفاف کی نوبت نہین آئی تھی کہ طغرل بیگ نے دنیا سے رحلت کی۔ اور چغر بیگ اسکے پہلے مر چکا تھا

۱- طغرل بیگ
۲- چغر بیگ

یہ دونون بادشاہ ساتھ حکمران تھے۔ باہم بہت رسم تھی اور ایک دل ہو کر سب کام کرتے تھے۔ صرف کہنے کو چغر بیگ کا اخیر مین دار الحکومت مرو تھا اور

طغرل بیگ کا بھتیجا لوپرتھا۔ ورنہ مرتے دم تک دونوں ایک دل رہے۔

۳
الب ارسلان بن جغر بیگ
۴۵۵ھ

یہ بڑا نیک نام اور نیک نیت بادشاہ تھا۔ ڈاڑھی اسکی بہت بڑی تھی اور ٹوپی بہت اونچی رکھتا تھا۔ عبادان سے سواحل بحر تک اور جیحون سے دجلہ تک اسکے قبضہ مین تھا۔ کئی سلاطین اسکے باج گزار تھے۔ خان ترکستان کی لڑکی سے اسنے اپنے بیٹے ملک شاہ کی شادی کی اور یزدورد بن مسعود کی لڑکی سے اپنے دوسرے بیٹے ارسلان شاہ کا بیاہ کیا۔ اسکے وقت مین قیصر روم نے تین لاکھ فوج لیکر اور بہت سے عیسائی سلاطین کو ساتھ لیکر بلاد اسلام پر چڑھائی کی اور نیت یہ کی کہ بغداد کو ویران کردے اور تمام مسجدین کھدوا دے۔ الب ارسلان نے بڑے استقلال سے مقابلہ کیا۔ عیسائی پسپا ہوئے اور قیصر روم گرفتار ہوا۔ لیکن پھر قیصر کو رہائی دیگئی اور قیصر نے

قیصر روم کو شکست

اپنی بیٹی الب ارسلان کے بیٹے ارسلان شاہ کے عقد مین دی۔ ارسلان شاہ کے لیے خاقان چین کی دختر بھی لی گئی اور خاقان چین بھی زمرۂ مطیعان مین داخل ہوا۔ اسکے وقت مین نیشاپور رشک بغداد بن گیا۔ تمام سلاطین اسکے دربار مین آتے تھے اور آستانہ شاہی پر جبہ سائی کرتے تھے۔ موت اسکی عجیب طور پر ہوئی۔ اتفاق سے ایک قلعہ دار اسیر ہو کر آیا اور گفتگو مین مشتعل ہو کر اسکی طرف لپکا۔ لوگون نے روکنا چاہا لیکن اسنے اپنی شان کے خلاف سمجھا کہ کوئی غیر اسے بچائے۔ اسنے لوگون کو باز رکھ کر خود کمان سیدھی کی۔ تیر خالی گیا۔ اور قلعہ دار نے پہنچکر اسکا کام تمام کردیا۔ اس بادشاہ کے دربار مین علما بہت رہتے تھے۔ خود نظام الملک طوسی اسکا وزیر ایک زبردست عالم اور بڑا مدبر شخص تھا سلجوقیون نے جو زور پکڑا اسمین شمشیر ترک کے ساتھ حکمت نظام الملکی ایک قابل لحاظ شے تھی۔

۴
جلال الدین ملک شاہ بن الب ارسلان
۴۶۵ھ

نظام الملک طوسی کی سعی سے جلال الدین تخت پر بیٹھا۔ نظام الملک اسکے باپ کے وقت سے وزیر سلطنت تھا۔ اور اب تو بالکل ہی سیاہ وسپید کا مالک ہو گیا۔ نظام الملک بڑا مشہور شخص ہوا ہے عباسیون کے زمانہ مین جس طرح برامکہ کا خاندان تھا۔ اسی طرح کچھ دنون کے لیے سلجوقیون کے وقت مین نظام الملک کا خاندان عروج پر تھا۔ بغداد اور بصرہ مین مدرسہ نظامیہ اسی کا بنوایا ہوا ہے اسکی یونیورسٹی کی کتابون کا پڑھنا اس زمانہ تک طریقہ نظامیہ کا درس کہلاتا ہے۔ طوس

نظام الملک

مردم خیز جگہ ہے۔ یہان نظام الملک۔ غزالی۔ فردوسی تین بڑے مشہور شخص گزرے ہین کے سمی کا

شعر ہ-۵

| ہر دبیر و شاعر و مفتی کہ او طوسی بود | چون نظام الملک غزالی و فردوسی بود |
|---|---|

ملک شاہ کی گرفتاری

یہ بادشاہ ایک مرتبہ شکار کو نکلا۔ راہ میں رومیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ حالت گرفتاری میں اسنے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میری عزت نہ کرنا ورنہ دشمن مجھے معزز سمجھ کر ذلیل کرینگے۔ یہان نظام الملک نے قیصر روم سے مصالحت کا ڈھنگ ڈالا اور شرائط صلح طے کرنے کو خود گیا۔ قیصر روم نے ان قیدیون کا ذکر کیا تو نظام الملک نے نہایت بے پروائی سے سنا بلکہ ملک شاہ جب نظام الملک کے سامنے لایا گیا تو اسنے کچھ التفات نہ کیا۔ نظام الملک لوٹا تو قیصر روم نے ملک شاہ کو مع اور قیدیون کے اسکے ساتھ کر دیا۔ کیونکہ مصالحت ہو جانے پر اسیران سلطنت کی رہائی لازمی تھی جب ملک شاہ رومیون کی حد نظر سے باہر ہوا تو نظام الملک نے بادشاہ کی رکاب کو بوسہ دیا۔ اسکے بعد ملک شاہ نے رومیون پر چڑھائی کی اور کسی حکمت سے قیصر روم گرفتار ہو کر ملک شاہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ قیصر روم نے ملک شاہ سے کہا کہ اگر تم بادشاہ ہو تو مجھے چھوڑ دو۔ تاجر ہو تو بیچ ڈالو اور قصاب ہو تو ذبح کر ڈالو۔ ملک شاہ نے نہایت عزت سے قیصر روم کو رخصت کیا اور کہا کہ میری غرض صرف یہ تھی کہ میں تم پر ثابت کر دون کہ میری سابق گرفتاری ایک امر اتفاقی تھی۔ میری قوم کسی طرح کمزور نہین ہے۔ ملک شام بھی اس بادشاہ کے قبضہ مین آگیا تھا۔ شکار کا اسکو بہت شوق تھا۔ جب یہ بادشاہ بغداد گیا تو خلیفہ مقتدی باللہ نے اسکی بڑی خاطر کی۔ اسنے خلیفہ کا ہاتھ چومنا چاہا۔ لیکن خلیفہ نے (غالباً براہ تواضع) گوارا نہ کیا۔ تب ملک شاہ نے بادشاہ کی انگوٹھی لی اور اُسی کے بوسہ پر اکتفا کیا۔ مقتدی نے اپنی بیٹی ملک شاہ کے عقد مین دی اور تمام بلاد اسلام کی زمام امارت ملک شاہ کے سپرد کی۔ جلال الدین خلیفہ ہی کا عطیہ خطاب ہے۔ یہ سمجھ مین نہین آتا کہ زمام امارت خلیفہ کے اختیار مین کب تھی کہ اُسنے ملک شاہ کو دی اور ملک شاہ کا اس فرضی عطیہ کے بغیر کیا ہرج تھا۔ نظام الملک سے اخیر اخیر بادشاہ ناخوش ہو گیا تھا۔ ناخوشی کے نتائج پورے طور پر ظاہر نہین ہوئے تھے کہ ایک فدائی نے نظام الملک کو قتل کیا اور ملک شاہ نے بھی مہینہ کے اندر ہی اپنی موت سے وفات پائی۔

قیصر روم کی گرفتاری

مدرسہ نظامیہ

مدرسہ نظامیہ کے دو مدرس بڑے مشہور ہین۔ امام ابو اسحاق شیرازی اور امام غزالی نظام الملک

ابو اسحاق
امام غزالی

نے یہ چاہا کہ اپنے طرز زندگی پر علما سے وقت کی رائین لکھوا کر اپنے ساتھ قبر مین بطور سند نیک نامی کے لیتا جائے۔ تمام علما نے آنکھ بند کر کے نظام الملک کی خوبیون کا قصیدہ نثر مین لکھدیا اور اسمین کچھ شک نہین کہ نظام الملک طوسی ایسا ہی شخص تھا۔ تمول اور پھر حدود شرع کا لحاظ آسان امر نہین ہوتا۔ لیکن جب امام ابو اسحاق کی باری آئی تو انھون نے لکھا "خیر الظلمۃ حسن کتبہ ابو اسحق" دیکھنے والون مین حسن ہی اچھا ہی راقم ابو اسحاق" نظام الملک کا نام حسن تھا۔ نظام الملک یہ تحریر دیکھ کر بہت رویا اور بولا کہ ابو اسحق سے زیادہ کوئی دوسرا اچھا نہین ہی۔

| کیفیت | سنہ جلوس | نام | نمبر |
|---|---|---|---|
| نظام الملک کے بیٹے مؤید الملک و فخر الملک اسکے وزیر تھے تیرہ برس سلطنت کر کے یہ مرا۔ اسکے وقت مین تخت اور حکومت کے لیے سلجوقیون مین باہمی نزاع برپا رہی۔ | سنہ ۴۸۷ھ | برکیارق بن ملک شاہ | ۵ |
| تیرہ برس سلطنت کر کے یہ مرا۔ | سنہ ۴۹۶ھ | محمد بن ملک شاہ | ۶ |
| یہ بادشاہ بڑا نیکنام خدا ترس اور بیدار مغز تھا۔ اسکے وقت مین بہت سی لڑائیان اور بہت سے غزوات ہوئے۔ بہرام شاہ غزنی اسکا باج گزار رہا۔ کورخان ترکی کے مقابلہ مین سلطان سنجر مغلوب ہو گیا تھا۔ اس سے ذرا رنگ پھیکا ہو چلا تھا لیکن اسکے بعد بہرام غزنوی کو جب علاء الدین جہان سوز غوری نے دبایا اور سلطان سنجر نے پہنچکر علاء الدین کو گرفتار کر لیا تب پھر اسکا طنطنہ کامرانی اصلی حالت پر آگیا۔ نواحی بلخ مین یہ ایک مرتبہ ترکمان غزنی کے ہاتھ گرفتار ہو گیا اور چار برس تک گرفتار رہا۔ پھر حکمت عملی سے نکل کر اپنے ملک مین آیا۔ یہ پہلے بھی آسکتا تھا لیکن بیوی کے گرفتار تھا۔ بیوی کے ساتھ بھاگ نکلنا آسان نہ تھا اور بیوی کو چھوڑ کر بھاگنا گوارا نہ تھا۔ جب بی بی مر لی تو یہ کسی حکمت سے نکل بھاگا۔ اس اثنا مین غزون نے تمام ملک ویران کر دیا تھا | سنہ ۵۰۹ھ | سلطان السلاطین سنجر بن ملک شاہ | ۷ |

| کیفیت | سنہ جلوس | نام | نمبر |
|---|---|---|---|
| اسکے وقت مین حاکم خوارزم نے بغاوت کرکے ایک جدا سلطنت قایم کی۔ حکمران آگے چل کر خوارزم شاہیون کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس بغاوت نے سلطان سنجر کو سبب زیادہ کمزور کردیا تھا | | | |
| تبغراخان کی نسل مین تھا۔ سلطان سنجر کے بعد یہی تخت نیشاپور پر بیٹھا۔ اسکے وقت مین خوارزم شاہیون اور غزریون کا زور ہوا۔ محمود کو اندھا کرکے کچھ ملک خوارزم شاہیون نے لے لیا اور کچھ غزریون نے لے لیا۔ اور اس طرح سلجوقیون کی سلطنت کا خراسان مین خاتمہ ہوگیا۔ | سنہ ۵۵۲ھ | محمود خان خواہرزادہ سلطان سنجر | ۸ |

اب کچھ ان سلجوقیون کا حال لکھا جاتا ہے جو عراق عرب مین حکمران تھے۔

عراق عرب کے سلجوقی

| کیفیت | سنہ جلوس | نام | نمبر |
|---|---|---|---|
| اپنے باپ محمد شاہ کے مرنے پر یہ عراق پر حکمران ہوا اور سلطان سنجر نے کچھ زیادہ اسکی فکر نہین کی۔ مسترشد باللہ خلیفہ بغداد سے یہ رنجیدہ ہوگیا تھا اور اس نے بغداد کا محاصرہ بھی کیا تھا۔ لیکن پھر مصالحت ہوگئی۔ | سنہ ۵۰۹ھ | محمد ابن محمد بن ملک شاہ | ۱ |
| بھائی کے مرنے پر سلطان سنجر کے اشارہ سے یہ عراق کی ریاست پر قابض ہوا۔ | سنہ ۵۲۵ھ | طغرل بن محمد بن ملک شاہ | ۲ |
| اسکے وقت مین چند سلجوقیون نے خلیفہ مسترشد کو ملک گیری کے لیے ابھارا۔ مسعود سے لڑائی ہوئی خلیفہ گرفتار ہوا اور ایک فدائی نے اسکا کام تمام کیا۔ اسکے بعد راشد اپنے باپ کے خون بہا کے لیے نکلا اور اصفہان تک پہنچتے پہنچتے مارا گیا پھر مسترشد کے دوسرے بیٹے مقتفی باللہ کو مسعود نے تخت خلافت پر بٹھایا۔ | سنہ ۵۲۹ھ | مسعود بن سلطان ملک شاہ | ۳ |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۴ | ملک شاہ بن محمود بن محمد بن سلطان ملک شاہ | سنہ ۵۴۷ھ | تین مہینہ تک یہ بادشاہ رہا اسکے مزاج مین عیاشی تھی لوگون نے اسے قید کرکے اسکے بھائی محمد کو تخت پر بٹھایا۔ |
| ۵ | محمد بن محمود | سنہ ۵۴۷ھ | سلیمان شاہ سے جو اسکے بعد تخت پر بیٹھا برابر لڑتا رہا۔ آل سلجوق کے ضعف کا زمانہ تھا اسلیے خلفاے بغداد نے بھی کچھ قوت پکڑلی تھی۔ سات برس تک سلطنت کرکے مرا۔ |
| ۶ | سلیمان بن ملک شاہ | سنہ ۵۵۵ھ | ارسلان کا نام بھی اسکے ساتھ خطبہ مین داخل کیا گیا۔ آٹھ مہینہ تک اسکی سلطنت تھی۔ |
| ۷ | ارسلان بن طغرل | سنہ ۵۵۵ھ | آلموت کے فدائیون سے یہ لڑتا تھا اور غالب رہا۔ اسکے وقت مین خوارزم شاہیون کا زور شروع ہوا۔ |
| ۸ | طغرل بن ارسلان | سنہ ۵۷۱ھ | خلیفہ مستضئ باللہ کے وقت مین یہ تخت نشین ہوا۔ رکن الدین قسیم امیر المومنین کا لقب ملا۔ اسکے وزیر قزل ارسلان نے اس سے سرتابی کی اور عرصہ تک لڑتا رہا۔ درمیان مین طغرل کے قید ہو جانے سے یہی بادشاہ بن گیا تھا۔ خلیفہ ناصر دین اللہ بھی طغرل سے ناخوش تھا۔ تکش سلطان شاہ خوارزم کے مقابلہ مین یہ مارا گیا اور اسکا سر بغداد بھیجا گیا اور اسکے مرنے پر عراق مین سلجوقیون کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ |

کرمان کے سلجوقی

سلطان سنجر کے ایک بھائی کی نسل مین سلطان شاہ۔ توران شاہ۔ ایران شاہ۔ ارسلان شاہ۔ محمد شاہ بن ارسلان۔ طغرل شاہ۔ ارسلان شاہ بن طغرل شاہ۔ بہرام شاہ۔ توران شاہ۔ محمد شاہ ابن بہرام شاہ۔ یہ دس خود مختار بادشاہ کرمان مین یکے بعد دیگرے خوارزم شاہیون کے عروج تک حکمران رہے اور بعد ان انکا پایہ تخت تھا اسکے بعد تمام سلجوقیون کی طرح یہ لوگ بھی مٹ گئے۔

سلیمان بن قلمتش بن اسرائیل بن سلجوق کو الپ ارسلان نے روم کی طرف بھیجا تھا۔

اسکی نسل سے ایک جدا بادشاہت قایم ہوگئی جسمین چودہ بادشاہ اسکے بعد تخت پر بیٹھے اور قونیہ یا قونیہ دار الحکومت قرار پایا۔

سلیمان[۱] بن قلتمس۔ داود[۲] بن سلیمان۔ قلیج ارسلان[۳] بن سلیمان۔ مسعود[۴] بن قلیج ارسلان۔ قلیج ارسلان[۵] بن مسعود۔ غیاث الدین کیخسرو[۶] بن قلیج ارسلان۔ رکن الدین سلیمان[۷] بن قلیج ارسلان۔ قلیج ارسلان[۸] بن سلیمان۔ عز الدین[۹] کیکاوس بن غیاث الدین۔ علاء الدین[۱۰] کیقباد بن غیاث الدین۔ غیاث الدین[۱۱] کیخسرو بن علاء الدین۔ رکن الدین سلیمان[۱۲] بن غیاث الدین کیخسرو۔ کیخسرو[۱۳] بن رکن الدین۔ غیاث الدین[۱۴] مسعود بن کیکاوس۔ کیقباد[۱۵] بن فرامرز۔

ایشیاے کوچک کے سلجوقی

اس خاندان کے بادشاہ رومیون سے لڑتے رہے۔ خوارزم شاہیون سے بھی لڑے عراق کے سلجوقیون سے بھی کبھی کبھی مقابل ہوگئے۔ لیکن برابر اپنی حالت پر قایم رہے ساتوین صدی ہجری کے اخیر مین یرلیغ غزا خان نے جسکے مطیع یہ سلطنت ہوگئی تھی کسی قصور پر کیقباد کو تخت سے اتار کر روم سے سلجوقیون کا نام مٹایا۔

## فصل دہم

## شاہان خوارزم

سلجوقیون کے زوال سلطنت کے وقت خوارزم شاہیون کا خاندان بہت زور پکڑ گیا تھا۔ اسلیے کچھ انکا حال بھی لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ملک شاہ سلجوقی کا ایک ترکی غلام نوشتگین بہت معزز ہوگیا تھا۔ اسکے مرنے پر اسکا بیٹا قطب الدین محمد برکیارق اور سلطان سنجر کے وقت مین خوارزم کا حاکم مقرر ہوا اور اپنے جیتے جی فرمانبردار رہا۔ خوارزم کے لحاظ سے لوگ اسے خوارزم شاہ کہنے لگے اور پھر اسکے جانشینون کا بھی یہی لقب پڑا۔ اور اسکا خاندان خوارزم شاہیون کا خاندان کہلایا۔

نوشتگین

قطب الدین

قطب الدین کے مرنے پر اسکا بیٹا اتسز خوارزم شاہ حاکم خوارزم ہوا۔ ابتدا مین تو سلطان سنجر کا بڑا ہی خواہ تھا۔ پھر سرتابی کی۔ سلطان سنجر نے تین چار مرتبہ اسپر چڑھائی کی اور ہر مرتبہ یہ لڑ بھڑ کر آخر مین اطاعت قبول کرلیتا تھا۔ سلطان سنجر اسکی پچھلی خیرخواہیون پر نظر ڈال کر عفو کرتا تھا اور کچھ لڑائی سے کنارہ کشی بھی بہتر سمجھتا تھا سلطان سنجر کے ساتھ الوری بھی ہوتا تھا۔ الوری کے بعض شعرون

اتسز[۱]

سے ان لڑائیون کا پتہ چلتا ہی۔ اتسز خوارزم شاہ نے سلطان سنجر سے فرصت پائی تو خند پر قابض ہوا اور کئی مرتبہ ترکستان پر حملہ کرکے کافرون کو زیر کیا۔

جب سلطان سنجر کو ترکان غزا نے قید کیا اسوقت اسنے سلطان سنجر کی کمزوری سے کچھ فائدہ اٹھانا چاہا۔ لیکن بن سنجر کو رشید وطواط شاعر اسکا مصاحب تھا۔ رشید نے اسکے جنازہ کی طرف دیکھکر یہ دو شعر پڑھے تھے ؎

شاہا فلک از سیاستت می لرزید — بیش تو بطوع بندگی میبرزید
صاحب نظرے کجاست کو درنگرد — تا آن ہمہ مملکت باچین می ارزید

ایل گویا پہلا خودمختار بادشاہ تھا۔ فراختائیون کو اسکا باپ کچھ سالانہ خراج دیاکرتا تھا اسنے اسمین تامل کیا۔ بالآخر لڑائی ہوئی اور لڑائی مین ہزیمت ہوئی اور اسی اثنا مین یہ مرگیا۔

ایل ارسلان بن اتسز سنہ ۵۵۲ھ

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۴ | سلطان شاہ بن ایل ارسلان | سنہ ۵۵۷ھ | اسکا بڑا بھائی تکش خان اس سے برابر لڑتا رہا اور ماوراالنہر کے فراختائیون سے ہر ایک اپنے اپنے موقع پر مدد لیتے اور بدعہدی کرتے رہے۔ ملکہ ترکان اسکی مان بھی اسکی طرف سے شریک مہمات ملکی رہتی تھی۔ |
| ۵ | تکش خان | سنہ ۵۸۳ھ | آخرکار سلطان شاہ پر غالب آکر اسنے تاج سلطنت اپنے سر پر رکھا۔ اسکے وقت مین خوارزم شاہیون کا بڑا عروج ہوا طغرل سلجوقی کو اسی نے عراق مین قتل کیا۔ ایران۔ خراسان۔ عراق تمام اسکی حکومت تھی۔ |
| ۶ | سلطان محمد بن تکش خان | سنہ ۵۹۶ھ | غیاث الدین غوری اور شہاب الدین غوری سے جنکا ذکر ماسلام فی الہند مین آئیگا تکش خان کی موت کی خبر سنکر کچھ سر اٹھانا چاہا لیکن سلطان محمد کے مقابلہ مین عاجز آگئے انھون نے امان مانگی۔ مجمد چیریک رستم واسفندیار ثانی کے مارے جانے سے شہاب الدین غوری سمجھا کہ اسکا بازو ٹوٹ گیا۔ شہاب الدین غوری کے سکے نے |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | جب غور کی تسخیر ہو گئی تو غور اور غزنی پر بھی سلطان محمد کی زد پہنچ گئی۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ شہاب الدین کے ترکی غلام قطب الدین نے ہندوستان میں ایک مستقل سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ ماوراء النہر کی جانب جاکر قراختائیوں پر بھی اس بادشاہ نے فتح پائی۔<br>ناصر خلیفہ بغداد سے اسکو کچھ رنج آگیا تھا۔ خلفاے عباسی تمام شرقی بلاد اسلام میں پیشواے مذہب سمجھے جاتے تھے۔ عام مسلمانوں کا رنجیدہ کرنا اسنے پسند نہیں کیا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اپنے بغض کو بھی رفع نہ کرسکا۔ اتفاق سے ناصر خلیفہ بغداد اور شریف مکہ میں کچھ بے لطفی پیدا ہوئی۔ فدائیان الموت کو خلیفہ نے شریف مکہ کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ شریف مکہ کا بھائی ایام حج میں مارا گیا یہ واقعہ مذہب اسلام کے بالکل خلاف تھا۔ سلطان محمد نے تمام علما سے ناصر کے خلاف فتوی لیا اور سید علاء الملک ترمذی کو پیشواے مذہب مان کر سب سے اُنکے ہاتھ پر بیعت کرائی اور بغداد کی طرف تین لاکھ فوج لیکر چلا کہ خلیفہ کی جگہ پر سید علاء الملک کو بغداد کے تخت پر بٹھائے۔ راستے میں اتابک سعد شاہ ایران سے اور اتابک ازبک آذربائیجان سے الگ الگ تسخیر عراق کے لیے چلے تھے۔ سلطان محمد نے ان دونوں کو پسپا کیا۔ اور بڑے کروفر سے بغداد کی طرف چلا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی ایک مشہور صوفی نے خلیفہ کی طرف سے سفارشی ہوکر سلطان محمد کو سمجھانا چاہا لیکن اسنے شیخ کا کچھ بھی خیال نہ کیا۔ للّٰہ جنود السموات والارض۔ اسکے بعد قدرت خدا نظر آئی اس کثرت سے برف باری ہوئی کہ تمام سلطانی خیمہ و خرگاہ تباہ ہوگیا سلطان نے بجز واپس آنے کے کوئی چارہ نہ دیکھا۔ گو یا کمال الدین اسمٰعیل نے اسی برف |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | برف باری کو یون نظم کیا ہی ؎ |
| | | | مانند پنبہ دانہ کہ در پنبہ دانہ ہست ‖ اجرام کوہ ہاست نہان در میان برف |
| | | | سلطان محمد عراق ہی مین تھا کہ چنگیز خان نے اسکے ملک پر چڑھائی کی - چنگیز خان کے گھستے ہی تمام بلاد اسلام مین شور مچ گیا مختلف مقامات پر یہ لڑا لیکن اقبال روگردان رہا - لڑکے بالون سے یہ جُدا ہوگیا اور اسی اندوہ وغم مین مرگیا - |
| ۷<br>۸<br>۹ | رکن الدین<br>غیاث الدین<br>جلال الدین | | یہ تینون بیٹے سلطان محمد کے مختلف مقامات پر صوبہ دار تھے باپ کے مرتے ہی الگ الگ خود مختار ہوگئے - چنگیز خانیون سے لڑتے رہے اور ذلت یہ ہو کہ آپسمین بھی اتفاق نہ تھا - جلال الدین اخیر تک لڑتا رہا - چنگیز خان سے یہ خوب خوب لڑا - ایک مرتبہ بھاگ کر ہندوستان مین بھی چلا آیا تھا - عراق بھی اسنے فتح کیا و ہیان سے بھی یہ لڑا - ہر جگہ چھپتا پھرا یا مارا پھرا - لیکن چنگیز خان نے کہین فرصت نہ دی - خبر نہین یہ کہان مارا گیا - بعض کہتے ہین کہ آخر مین اسنے لباس فقرا اختیار کر لیا تھا اور خوارزم شاہون کا اسپر خاتمہ ہوا - |

## فصل یازدہم

## شاہان کرمان

قراختائی

قراختائیون کی قوم کرمان مین زور پکڑ گئی تھی - جلال الدین کے وقت مین براق حاجب امرائے دولت مین تھا - جلال الدین کی سلطنت زائل ہوئی تو اسنے کرمان مین ایک چھوٹی سی سلطنت کی بنیاد ڈالی جسمین سلاطین ذیل حکمران ہوئے -

رکن[۱] الدین خواجہ حق ابن براق حاجب - قطب[۲] الدین محمد سلطان - عصمت[۳] الدین ترکان - جلال[۴] الدین سیورغتمش - صفوت[۵] الدین پادشاہ خاتون - سلطان[۶] مظفر الدین محمد شاہ

قطب الدین شاہجہان - عصمۃ الدین اور صفوۃ الدین یہ دو عورتین تھین - صفوۃ الدین بڑی حسینہ - شاعرہ اور عاقلہ تھی - اسکی ایک رباعی نقل کی جاتی ہو -

| | |
|---|---|
| آن روز کہ در ازل نشانش کردند | آسائیش جان ہمہ لاشش کردند |
| دعوی لب نگار سیکرد نبات | زان روے سیہ چوب در دہانش کردند |

جلال سیورغتمش نیکنام بادشاہ تھا - مظفر الدین کے وقت مین مولانا فخر الدین کو لوگون سنے قتل کیا - قطب الدین کے عہد مین سلاطین مغل کے کسی گورنر نے قطب الدین سے کرمان نکال لیا اور اس طرح قراختائیون کا ۷۰۳ھ مین خاتمہ ہو گیا - اسکے بعد ملک اسلام ناصر کو کرمان کی حکومت ملی اور کچھ روز تک مختلف حکام کی آمد و رفت سے کرمان خراب ہو کر امیر مبارز الدین محمد بن مظفر کو جو ان کی طرف سے قراختائی تھا حکومت کرمان کی ۷۴۱ھ مین ہاتھ آئی مبارز الدین محمد کے زمانہ مین شیخ ابو اسحق اور شیخ شجاع دو بڑے شخص تھے مبارز الدین ان دونون سے برابر لڑتا رہا - مبارز الدین کی حکومت سندھ سے شام تک قایم ہو گئی تھی یہ بڑا زبردست بادشاہ تھا - پھر اسکے بعد شیخ شجاع جلال الدین شاہ شجاع کے لقب سے تخت پر بیٹھا - اسکے بعد مجاہد بن زین العابدین - عماد الدین احمد - نصرت الدین یحیی ایک ساتھ مختلف مقامات پر حکمران ہوئے اور اسی زمانہ مین تیمور کا عہد شروع ہوا - چنگیز خان نے تو لوٹ مار کر اپنا راستہ لیا تھا لیکن تیمور کے بعد اسلامی سلطنت ایک نئے طور پر قایم ہوئی -

آل مظفر در کرمان

## فصل دوازدہم

### چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستین

سلاطین سلجوقی اپنے لڑکون کو دوسرے امرا کے پاس بھیجدیتے تھے اور وہ اتابک کے لقب سے پکارے جاتے تھے - ان اتابکون نے مختلف مقامات پر مختلف وقتون مین زور پکڑا - اسلیے مختصر حال انکا بھی لکھا جاتا ہو -

### (۱) اتابکان شام کے نام

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱ | عماد الدین زنگی از نسل ملک شاہ سلجوقی | ۵۲۱ھ | |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| ۲ | نورالدین محمد بن عماد الدین | سنہ ۵۴۱ھ | اسی نے فرنگیون سے مقابلہ مین عاضد خلیفہ اسمٰعیلیہ کی مدد کے لیے شام سے مصر مین فوج بھیجی تھی |
| ۳ | ملک صالح بن نورالدین | سنہ ۵۶۹ھ | |
| ۴ | سیف الدین بن عماد الدین | | |
| ۵ | قطب الدین بن عماد الدین | سنہ ۵۵۵ھ | |
| ۶ | سیف الدین بن قطب الدین | سنہ ۵۶۵ھ | یہ موصل مین تخت نشین ہوا ۔ |
| ۷ | عزالدین مسعود | | |
| ۸ | اتابک نورالدین ارسلان شاہ | | |
| ۹ | عزالدین مسعود بن ارسلان شاہ | | ہلاکو خان کے وقت مین خاتمہ ہوگیا ۔ |

شام

آذربایجان اور فارس

اسکے علاوہ آذربایجان ۔ تکلہ ۔ فارس کے حکمران بھی اتابک کے لقب سے مشہور ہوئے اور سلجوقیون کی نسل کے ساتھ سلجوقیون کے غلام بھی اس لقب مین شریک تھے طوالت کے خیال سے ان حکمرانون کے نام درج نہین کیے جاتے اور انکے حالات مین کوئی دلچسپی بھی نہین ہے ۔

سلاطین نیمروز

سلطان سنجر کے بعد نیمروز مین بھی نامی حکمران گزرگئے ہین نام انکے ذیل مین ہین ۔ ان سلاطین کو بعض طاہر بن خلف احمد کی نسل سے بتاتے ہین اور بعض ملوک عجم کی نسل مین داخل کرتے ہین ۔

ملک تاج الدین ابو الفضل - ملک شمس الدین - یمین الدولہ بہرام شاہ - نصرۃ الدین - رکن الدین بہرام شاہ - شہاب الدین محمود -

آخری بادشاہ شہاب الدین کی حکومت کفار تتار کے عہد میں غارت ہوئی -

ملک کرت

سلجوقی نسل سے کچھ لوگ ہرات میں حکمران رہے ہیں جنکو تاریخ والے ملک کرت کہتے ہیں - چنگیز خان کی خیر خواہی کی بدولت یہ خاندان عروج پکڑ گیا تھا - بانی اس خاندان کا رکن الدین تھا - شمس الدین محمد ابن ابی بکر کرت دوسرا بادشاہ ۶۴۳ھ میں تخت پر بیٹھا اسکے بعد شمس الدین بن ملک شمس الدین - فخر الدین - غیاث الدین - شمس الدین ابن غیاث الدین - معز الدین حسین - غیاث الدین پیر علی - یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے -

غیاث الدین تیمور کے زمانہ میں تھا اور اسکا مطیع تھا - چنانچہ تیمور نے اپنی لڑکی کی شادی غیاث الدین کے بیٹے پیر محمد سے بڑی دھوم سے کی تھی -

## فصل سیزدہم

### چنگیز خان اور اسکی اولاد

تاتار جو دیوار چین سے شمال کو واقع ہے اسکے باشندے فن سپہ گری میں مشہور اور اسکے ساتھ ہی جہالت میں شہرہ آفاق تھے - اب خدا نے اُنکے ذریعہ سے نمونہ قدرت دکھانا چاہا - یہ وہی لوگ تھے جنکی لوٹ کھسوٹ سے بچنے کے لیے قدیم چینیوں نے دیوار چین بنائی تھی -

قدیم تاتاریوں میں ترک اور مغل یہ دو مشہور قومیں تھیں - ترکوں کی سلطنت تواب تک بہت بیان کی گئی یعنے سامانی - صفاری اور دیالمہ کے (کہ یہ ایرانی تھے) علاوہ جتنے بادشاہ بیان کیے گئے ہیں انمیں اکثر ترک - ترکی غلام یا ترکی افغان (افغانستان میں آبسنے والے ترک) تھے - ترک اپنے اصلی مقام سے الگ ہو گئے تھے - لیکن مغل ابھی تک اُسی صحرا سے تاتار کی ہوا کھاتے تھے جو انسان میں درندوں کی خاصیت پیدا کرنے میں اکسیر ہے -

مغلوں میں چنگیز خان ایک معمولی شخص تھا جو بڑھتے بڑھتے تمام مغلوں کا بادشاہ ہو گیا

ترکستان
خوقان
شرقی ترکستان
کاشغر
یارقند
پامیر
حصار
بدخشان
بلخ
یسین
مستوج
چترال
دیر
کافرستان
تبت کوچک
کوہ ہمالیہ
افغانستان
کابل
غزنی
پشاور
درہ خیبر
راولپنڈی
اسلام آباد
کالاباغ
ہندوستان
جموں
لاہور
امرتسر
میانمیر
جالندھر
فیروزپور
ملتان
لودیانہ
سرہند

**چنگیز خان کی ابتدا**
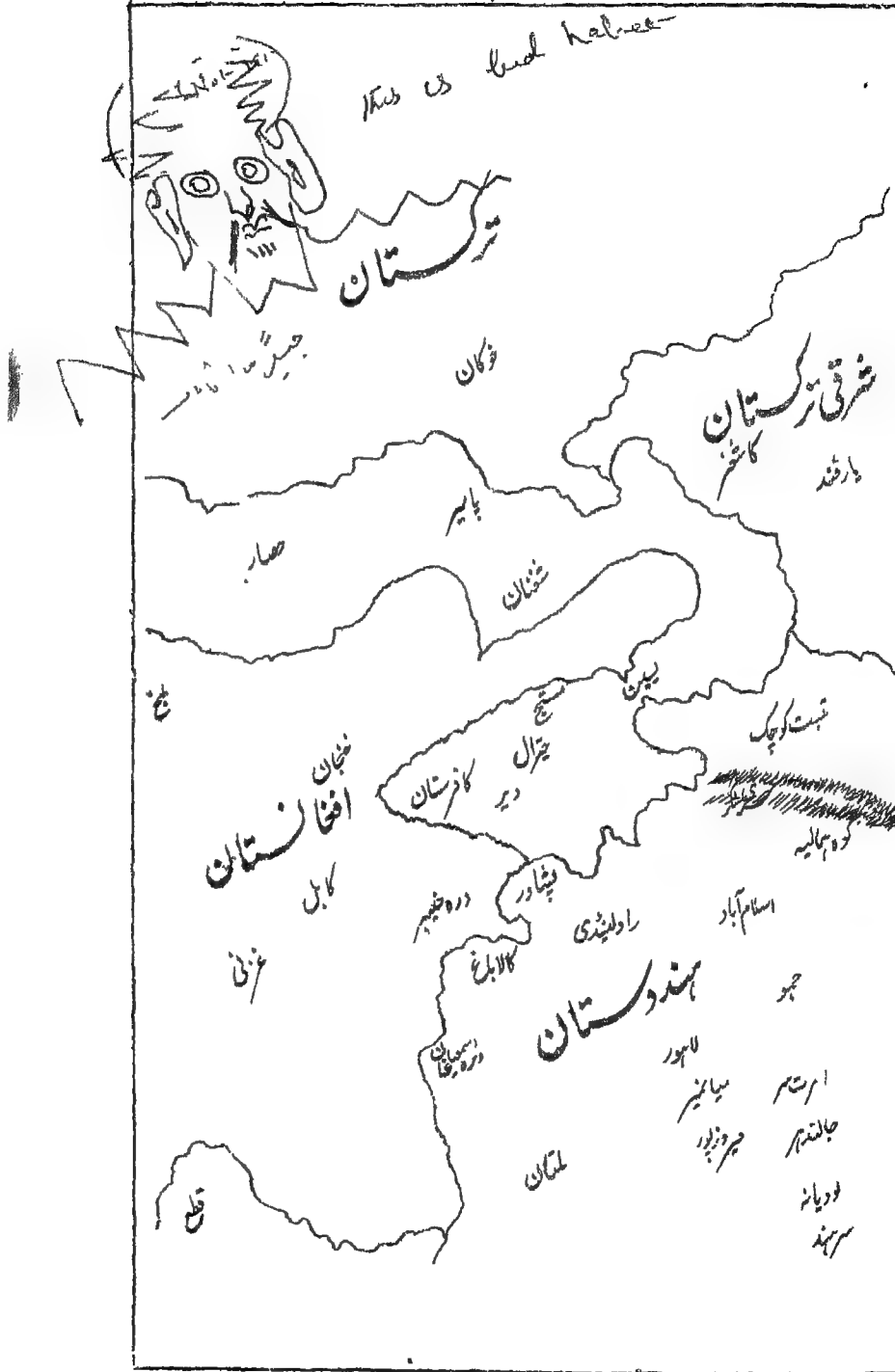
سنہ ۵۹۹ھ / ۱۲۰۲ء مین یہ گدی نشین ہوا۔ تاتار۔ چین۔ ختا۔ ختن۔ کاشغر مین اپنا سکہ جماچکا تو بلاد اسلام کی طرف چلا۔ سلطان محمد خوارزم شاہ سے وہ کچھ ناخوش ہوگیا تھا۔ خوارزم شاہ بھاگا پھرتا تھا۔ اور چنگیز خان تعاقب مین جاتا تھا۔ بخارا۔ سمرقند نخشب۔ بلخ۔ خراسان۔ مرو۔ ایران اور نواحی ہند تمام بلاد اسلام کو مغلون نے تباہ کردیا۔ یہ لوگ سکان ارض کے لیے آفت آسمانی تھے اور انسان کے حق مین بلا بے مبرم تھے۔ گردن مارنا گھر جلا دینا انکے نزدیک کھیل تھا۔

**مسلمانونکی تباہی**

چنگیز خان کے وقت مین سوائے سلطنت ہند اور خلافت بغداد کے تمام مشرقی مسلمانی ریاستون کو گزند پہنچا۔ ان کفار نے مسلمانون کو سخت اذیت پہنچائی۔

**اوکتائی قاآن بن چنگیز خان**

چنگیز خان کے بعد اسکا بیٹا اوکتائی قاآن سنہ ۶۲۴ھ مین چنگیز خان کی جگہ پر تخت نشین ہوا اور اسکی ماتحتی مین چغتائی خان ماوراءالنہر۔ خوارزم۔ کاشغر۔ بدخشان اور بلخ کا حاکم ہوا

**کیوک خان — منکو خان**

اوکتائی قاآن کے بعد کیوک خان اور پھر اسکے بعد منکو خان تخت نشین ہوا۔ اور ان سلاطین کے وقت مین سلطنت کو بڑی رونق تھی۔ ابتدا مین ان لوگون کا کوئی مذہب نہ تھا۔ کچھ دنون تک عیسائیت کا چرچا رہا بعد اسکے اسلام ان لوگون کا عام مذہب ہوگیا۔ اور تمام ایشیا مین پھیل گئے۔ کچھ دنون کے بعد انمین باہم نفاق پھیلا۔ نسل چنگیز خان مین کئی خود مختار سلطنتین قایم ہوگئین اور کچھ پہلے کے حکمرانون کی نسل مین بھی خود مختار رہسار تھے۔ تیمور کے زمانہ تک مختلف خود مختار مسلمان ریاستین وسط ایشیا مین قایم تھین

**ہلاکو خان**

منکو قاآن کے وقت مین اسکا بھائی ایل خان مشہور ہلاکو خان (بن تولیخان بن چنگیز خان) بلاد غربی کی فتح کو تعینات ہوا تھا مستعصم خلیفہ بغداد سے اسنے مدد چاہی۔ خلیفہ نے مدد نہین دی اسکے بعد اسنے کچھ اور پیغام بھیجا۔ خلیفہ نے اسکا جواب بھی اس طرح نہین دیا جس طرح ایک مطیع خود مختار رئیس کو مناسب تھا۔ چنگیز خان کے وقت مین یہ خلافت اسی لیے قایم رہنے پائی کہ اسوقت کے خلیفہ ناصر نے چنگیز خان سے آشتی گفتگو کی۔ گو اسوقت بغداد کے خلیفہ مین بہ نسبت سابق کے قوت زیادہ تھی لیکن نہ اتنی کہ چنگیز خان کے پوتے کا مقابلہ کرنا اسکی حالت کے مناسب ہوتا۔ شہر بغداد بلاد اسلام مین اسوقت اول درجہ کا شہر تھا لڑائی

**بغداد کی تباہی**

ہوئی۔ خلیفہ نے کچھ مقابلہ کرکے در شہر بند کرلیا۔ ہلاکو خان نے محاصرہ کیا اور باہر کی مدد کو روکا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ شہر فتح ہوا۔ خلیفہ نے مصالحت کی گفتگو کی لیکن بات کچھ ایسی بگڑ گئی کہ تمام شہر لوٹا گیا۔ ہزارون بندگان خدا جان سے مارے گئے اور عباسیون کا خاتمہ ہوگیا۔ مشہور ہے کہ فتح بغداد تک ہلاکو خان کافر تھا اور پھر مسلمان ہوگیا۔

تیمور

چنگیز خان کی نسل مین آگے چل کر تیمور نے بھی بہت زور پکڑا۔ تیمور نے نسل چنگیز خان مین ہونے کی وجہ سے نہین بلکہ خود اپنی ذاتی قابلیت سے ترقی کی۔ اسکے وقت مین چنگیز خانیون کا زور بالکل ختم ہوچکا تھا۔ چنگیز خان نے جس طرح اپنی ذات سے ایک نئی سلطنت کی بنیاد قایم کی۔ اسی طرح تیمور نے بھی اپنے قوت بازو سے رنگت جمائی۔ چنگیز خان اور تیمور مین علاوہ کفر و اسلام کے ایک یہ بھی فرق تھا کہ وہ محض اکھڑ سپاہی تھا اور یہ عاقبت اندیش مدبر تھا۔ تیمور صرف تمام بلاد اسلام ہی کا بادشاہ نہین تھا بلکہ تمام یورپ۔ ایشیا اور افریقیہ اسکا [illegible] تھا اور اسی لحاظ سے مورخون نے اسے صاحبقران لکھا ہے اور بعد سکندر اعظم کے اس لقب کا سزاوار تیمور ہی سمجھا گیا

تیمور صاحبقران

تیمور کے حالات لکھنے سے پہلے چنگیز خانی بادشاہون کے نام درج کیے جاتے ہین۔

چنگیز خان[1]۔ اوکتائی قاآن[2]۔ کیوک خان[3]۔ منکو قاآن[4]۔ ہلاکو خان[5]۔ اباقا آن[6]۔ تکودار[7]۔ ارغون خان[8]۔ قوبیلا قاآن[9]۔ کیخاتو خان[10]۔ بایدو خان[11]۔ غازان خان[12]۔ الجایتو خان خدا بندہ[13]۔ ابوسعید بہادر خان[14]۔ یہ تمام بادشاہ اپنے جد اعلی چنگیز خان کی طرح وحشی اور سفاک نہ تھے انمین سے بعض صفات حسنہ کے سلاطین بھی ہوئے ہین۔

چنگیز خانی سلاطین

تیمور سمرقند کے قریب پیدا ہوا۔ مان کی طرف سے یہ چنگیز خان کی نسل مین تھا۔ ابوسعید بہادر خان کے بعد اسکو عروج ہوا۔ ایشیا اور یورپ کے مورخ ہمزبان ہین کہ فاتح ہونے کی حیثیت سے تیمور لاثانی تھا۔ وہ لکھتے ہین کہ تیمور نے جتنے ملک فتح کیے یا جتنی مخلوق پر حکومت کی اتنی فتح یا حکومت خسرو اعظم۔ سکندر۔ قیصر۔ چنگیز خان۔ شارلیمین۔ نپولین۔ انمین سے کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ العظمۃ للہ کوئی حد ہے۔ سلطنت چین کی بڑی دیوار سے وسط روس تک۔ بحر روم اور دریائے نیل سے دریائے گنگ کے منبع تک اسکے فتوحات تھے۔

تیمور

تیمور کے وقت مین سب سے بڑی سلطنت عثمانی ترکون کی ایشیائے کوچک مین

اور یورپ مین یونان کے کچھ حصّہ پر تھی۔ بادشاہ ترکی بایزید کو اسنے قید کرکے ایشیا مین کچھ یون
کے لیے ترکون کی سلطنت کمزور کردی۔ اسکے علاوہ چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستون کا کیا تذکرہ
ہے۔ چنگیز خان کے فتوحات اکثر اس طور کے ہوئے کہ اسکا دشمن شاہ خوارزم جہان جہان پناہ
ڈھونڈھتا پھرا وہان اسکے تعاقب مین چنگیز خان بھی قتل عام کرتا ہوا اور بستیون کو پھونکتا ہوا
چلا گیا۔ اور تیمور کا یہ نقشہ تھا کہ اسکو روے زمین پر ایک سلطنت قایم کرنے کا شوق تھا
اسکا مقولہ تھا کہ جس طرح آسمان پر ایک خدا ہے اُسی طرح دُنیا مین بھی ایک ہی حکمران ہونا چاہیے
تیمور خان کے مخبر حاجیون اور درویشون کے لباس مین تمام پھرا کرتے تھے اور تیمور کو تمام
حالات سے مطلع کرتے تھے۔ تیمور کا پایہ تخت سمرقند تھا۔ ایشیا مین صرف چین کا فتح کرنا باقی تھا
فتح کی غرض سے یہ چلا تھا راہ مین احکم الحاکمین نے اپنی حکومت دکھائی اور یہ چپکے سے
گوشہ قبر مین جاکر سو رہنے پر مجبور رہا۔

تیمور کے بعد سلطنت تقسیم ہوگئی۔ مفصلۂ ذیل بادشاہ وسط ایشیا مین ۹۱۱ھ تک یکے
بعد دیگرے حکمران رہے۔ امیر تیمور صاحبقران۔ مرزا خلیل سلطان۔ خاقان سعید مرزا۔
مرزا علاء الدولہ۔ مرزا الغ بیگ۔ مرزا ابو القاسم بابر بادشاہ۔ مرزا عبد اللطیف۔ مرزا شاہ محمود
مرزا ابراہیم۔ سلطان ابو سعید۔ سلطان حسین بہادر خان صاحبقران ثانی۔ مرزا یادگار محمد
یہ چند نامی سلاطین خاندان تیموری کے لکھدیے گئے مگر ان سب کی سلطنت کا کوئی
مستقل سلسلہ نہین تھا۔ مختلف مقامات پر انکی حکومتین تھین۔ چنانچہ یون سمجھ مین خوب
آجائیگا کہ بابر کے دادا کے مرنے پر اُسکے بیٹون مین ملک یون تقسیم ہوگیا۔ سمرقند اور بخارا مین
احمد مرزا۔ بلخ مین محمود مرزا۔ کابل مین الغ خان تخت نشین ہوا۔ بابر کا باپ عمر شیخ مرزا پہلے حاکم
کابل تھا لیکن مرنے کے وقت حاکم فرغانہ ہوگیا تھا۔ اسلیے فرغانہ ہی کو بابر کا اصلی ملک سمجھنا چاہیے
بابر نے ایسے ایسے انقلاب کے تماشے دیکھے کہ کسی بادشاہ نے نہ دیکھے ہونگے۔ بارہا
یہ تخت شاہی پر بیٹھا اور بارہا نان شبینہ کا محتاج ہوگیا ۱۴۹۷ء مین اسنے سمرقند فتح کیا
سمرقند سے اسکا قبضہ اٹھ گیا تو ۱۵۰۴ء مین کابل اسکے ہاتھ آیا اور فتح ہند تک یہی اسکا
مستقل پایہ تخت رہا۔ جب خاندانی دشمنون سے اسکو فرصت ملی تو ازبکون کے تخت کا ستا

تیموری سلاطین

بابر کی مصیبتین

اُزبکون کا عروج

چپکا۔ اسمعیل صفوی شاہ ایران نے اُزبکون کو دبایا ورنہ بابر کا خاتمہ ہی ہوجاتا۔

ترکون اور مغلون کی مخلوط النسل قوم اپنے سردار اُزبک کے نام سے موسوم ہی تیموری سلطنت کے زوال پران لوگون نے زور پکڑا۔ اسمعیل صفوی نے اُزبکون کا زور بہت گھٹایا لیکن پورا استیصال نہ ہوسکا۔ بابر ہی کے وقت مین ایک زبردست سلطنت اُزبکون کی ماوراء النہر مین قایم ہوئی جو ابھی حال تک رہی ہی مؤلف کو کوئی کتاب اس بارے مین نہین ملی کہ کاشغر کی اسلامی سلطنت جسکا خاتمہ ابھی حال مین روسیون اور چینیون کے ہاتھ سے ہوا ہی عجب نہین کہ وہ انھین اُزبکون کے سلسلہ مین ہو لیکن یہ قیاس ہی قیاس ہی۔ ناظرین اسپر کوئی رائے قائم نہ کرین۔

سنہ ۱۵۲۶ء مین بابر نے ہندوستان فتح کیا اور پھر برابر آگرہ مین رہا۔ اسکا تابوت البتہ دفن ہونے کے لیے کابل بھیجا گیا۔ تیمور کا نام بابر کی نسل سے زیادہ عرصہ تک قایم رہا اور وہ بھی صرف ہندوستان مین۔ الاسلام فی الہند مین خاندان تیموری کا بقیہ سلسلہ درج کیا جائیگا صرف بابر کے بیٹے ہمایون کا حال یہان لکھدیا جاتا ہی جسکو ہندوستان سے بہت کم تعلق رہا۔

سنہ ۱۵۳۰ء مین اپنے باپ بابر کے مرنے پر ہمایون تخت پر بیٹھا لیکن تمام عمر اسکی مصیبت مین کٹی۔ بابر کی طرح یہ بھی مارا مارا پھرا۔ بھائیون سے زیادہ اذیتین پہنچین۔ اسکا بھائی کامران کابل کا گورنر تھا لیکن بہت جلد وہ خودمختار بن گیا اور اسکے ساتھ ہی دوسرے بھائی جو بدخشان اور قندھار مین تھے وہ بھی کامران کے طرفدار ہوگئے۔ شیرشاہ سوری بہار مین زور پکڑنے لگا۔ ہمایون نے دو مرتبہ چڑھائی کی اور دونون مرتبہ زک اُٹھائی۔ کامران نے شیرشاہ سے سازش کرکے پنجاب شیرشاہ کے لیے خالی کردیا۔ ہمایون افتان وخیزان سندھ پہنچا۔ وہان سے راجپوتانہ مین ہندو راجہ سے مدد کا خواستگار رہا لیکن پھر اسے مصلحت کے خلاف سمجھا اسی سفر مین سنہ ۱۵۴۲ء مین اکبر پیدا ہوا۔ اسوقت بجز ایک نافہ مشک کے اور کوئی چیز ہمایون کے پاس نہ تھی۔ اسی نافہ کو اسنے قومی دستور کے مطابق فرزند کی ولادت کی خوشی مین حاضرین پر تقسیم کیا۔ امرکوٹ کے راجہ نے سندھ کی دوبارہ چڑھائی پر ہمایون کا ساتھ دیا لیکن نتیجہ صرف اسقدر نکلا کہ حاکم سندھ نے ہمایون کو قندھار جانے کا راستہ دیدیا۔ ہمایون کو بڑا کھٹکا یہ تھا کہ کوئی گرفتار کرکے اُسے کامران کے پاس نہ بھیجدے

قندھار کے قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ حاکم قندھار ہمایون کے بھائی مرزا عسکری کامران کا طرفدار ہے۔ اسلیے قندھار کے پاس پہنچکر پھر ہمایون کو بھاگنا پڑا۔ اور اب وہ سیدھا طہماسپ صفوی شاہ ایران کے پاس چلاگیا طہماسپ کے باپ اسمعیل صفوی نے شیعون کے فرقے کو بڑی رونق دی تھی اسکا بیٹا طہماسپ بھی اپنے باپ کا ہم خیال تھا۔ اختلاف مذہب نے ہمایون کو بہت ذلیل کیا۔ ہمایون مصلحت وقت پر نظر ڈال کر شیعہ بنا یا شیعہ بنے اور قندھار کو فتح ہونے کی صورت مین طہماسپ کے حوالے کرنے کا اقرار کیا۔ طہماسپ نے ایرانی فوج اسکے ساتھ کی اور اسنے قندھار کو فتح کرکے طہماسپ کے بیٹے مراد کے حوالے کردیا۔ لیکن اسکے بعد ہی رعایا کی لغاوت دیکھکر یا شاید مراد کے مرنے پر پھر ہمایون نے قندھار پر قبضہ کرلیا اور کابل کی طرف رُخ کیا۔ مرزا کامران بھاگ گیا۔ ہمایون نے کابل کو دارالحکومت بنایا اور یہین اپنے بیٹے اکبر کو جو دو تین برس کا تھا دیکھا کیونکہ ضرورت سفر نے باپ بیٹے مین جدائی کرادی تھی اور کسی طرح اکبر مرزا کامران کے قبضہ مین آگیا تھا۔ اسکے بعد ہمایون نے بدخشان پر چڑھائی کی اور اسپر قبضہ حاصل کیا۔ کامران سندھ سے واپس آکر پھر کابل پر دخیل ہوگیا۔ ہمایون کے آنے پر کامران بھاگا اور ازبکون سے مدد لیکر لڑا اور پھر شکست اٹھائی۔ اسکے بعد چارون بھائی کامرآن۔ ہمایون۔ ہندآل۔ عسکری۔ مین مصالحت ہوئی۔

۱۵۴۹ء مین جب ہمایون نے بلخ پر جو ازبکون کے قبضہ مین آگیا تھا چڑھائی کی تو پھر کامران کابل پر دخیل ہوگیا اور اکبر کو اپنے قبضہ مین کرلیا۔ کامران نے اسکے پھر شکست کھائی اور سلیم شاہ سوری کے پاس ہندوستان چلا آیا۔ سلیم شاہ نے اعانت سے انکار کیا تو وہ گکرون کے بادشاہ کے پاس پناہ گزین ہوا۔ ۱۵۵۳ء مین گکرون نے کامران کو گرفتار کرکے ہمایون کے حوالے کردیا۔ اور ہمایون نے یہ مجبوری بھائی کے اندھا کیے جانے کا حکم دیا۔ جب کامران کی آنکھ مین نشتر دیکر لیمو کا عرق ٹپکایا گیا تو وہ تکلیف برداشت نہ کرسکا اور بے اختیار چلا اٹھا "خدایا مین نے دنیا مین جیسا کیا ویسا پایا۔ اب صرف عاقبت کی بھلائی مین چاہتا ہون تو مجھپر وہان رحم کریو"

اسکے بعد عادل شاہ سوری کے زمانہ مین ہمایون نے ہند کا قصد کیا۔ سوا ے عادل شاہ کے اور بھی خودمختار ریاستین ہند مین قایم ہوگئی تھین بہ ۱۵۵۵ء مین ہمایون کابل سے روانہ ہوا لاہور

سرہند کو فتح کرتا ہوا دلی پہنچ گیا۔ یہان چھ مہینے رہکر اسنے کوٹھے کے زینے سے گرکر وفات پائی عادل شاہ کی فوج سے اسکا مقابلہ نہین ہوا بلکہ اسکے مرنے پر اسکے بیٹے اکبر کا مقابلہ ہوا۔ اکبر سے خاندان تیموری کا سلسلہ الاسلام فی الہند کی فصل ۱۱ مین ذکر کیا جائیگا۔

# باب ششم

## الاسلام فی الہند

## فصل اوّل

### ہند اور اہل ہند کے اجمالی حالات

حدود ہند

ہند کے اتر کوہ ہمالہ ہے شمال و مغرب مین دریا ے اٹک ہے جو افغانستان اور بلوچستان کو ہند سے جدا کرتا ہے۔ اسی دریا کو ملک سندھ مین دکھن جانب جاکر دریاے سندھ بھی کہتے ہین اور اب انگریزی جغرافیہ مین تو دریاے انڈس لکھتے ہین۔ شمال و مشرق مین کچھ برہما کا ملک ہے اور بقیہ ہر طرف سمندر ہے۔ یعنے پچھم بحر عرب اور دکھن بحر ہند پورب خلیج بنگالہ یا بحر عرب مختصر یہ ہے کہ اُتر کی جانب پہاڑ ہے اور باقی اطراف مین پانی ہے۔ اسی لیے ہندوستان کو جزیرہ نمائے ہند بھی کہتے ہین۔ جس طرح دریاے جیحون کے مشرقی ملک کو عربون نے ماوراء النہر کہا اسی طرح

وجہ تسمیہ

معلوم ہوتا ہے کہ دریاے سندھ کے پورب جو ممالک تھے انکو سندھ یا ہند خطاب دیا جو عجمی تصرف سے ہندوستان ہوگیا۔ ورنہ سنسکرت مین جو ہندوستان کی قدیم زبان ہے ہند یا ہندوستان کا کہین پتہ نہین ہے۔ عربون کی چڑھائی کے پہلے کل ہندوستان کا صرف ایک نام بھارت ورش تھا جسکے شمالی حصّہ کو آریہ ورت اور جنوبی حصّہ کو داکھنات کہتے تھے۔ مسلمان مورخون نے بھی ہند کے جنوبی حصہ کو دکن لکھا ہے۔ یورپ والون نے اخیر زمانہ مین ہند کو انڈیا کو اور دکن کو اپنے تلفظ مین دِکان (Deccan) کہنے لگے۔

ہندوستان کے باشندے

ہندوستان کے قدیم باشندے گول بھیل تھارو وغیرہ ہین جو شمال اور مغرب کے حملہ آورون کے خوف سے دشوار گزار مقامات مین جاکر پناہ گزین ہوئے۔ انکے علاوہ چمار۔ ڈوم وغیرہ رذیل قومین بھی ہند کے قدیم باشندے ہین جنھون نے حملہ آورون کی اطاعت قبول کرلی تھی۔ اصطلاح ہنود مین ان قدیم قومون کو شودر کہتے ہین لیکن تاریخی اصطلاح مین انکو نن آرین

افغانستان
بلوچستان
پنجاب
نیپال
بمبئی
خلیج بنگال
لنکا
سیلون
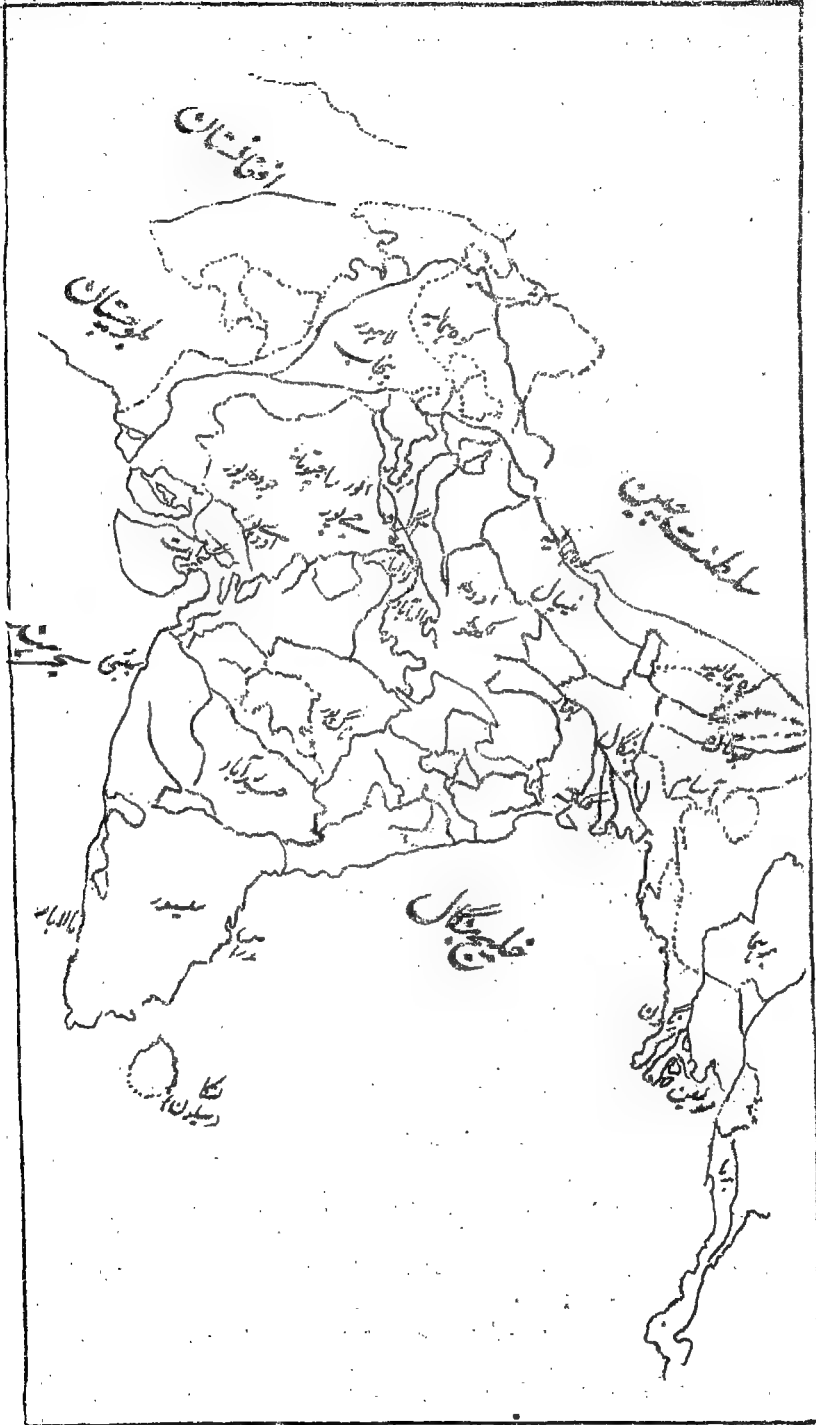
(غیر اریا) کہتے ہین۔ نن ایرین کہنے کی وجہ یہ ہو کہ شمالی و مغربی حملہ آور آریا قوم کے تھے۔ جو انگریزی تلفظ مین ایرین کہلاتے۔ یہ حملہ آور پہلے شمالی ہند مین آباد ہوتے اور انھین کے نام سے شمالی ہند اریاورتہ بولا گیا۔

مذاہب ہند

آریہ مین برہمن (اہل علم) چھتری (اہل سیف) دالیش (تجارت پیشہ) یہ تین مشہور قسمین ہین۔ اور پھر انکے بعد بہت سی ضمنی تقسیمیں ہین۔ ایرین اور نن ایرین ذات تو یہ ہوئین اور تیسری قوم اہل اسلام۔ اب یہی تین ہند کے اصلی باشندے سمجھے جاتے ہین۔ ایران کے کچھ لوگ جہازون کے ذریعہ سے ساحل مغرب پر اترے اور آتش پرستی اپنا آبائی مذہب ساتھ لائے یہ لوگ پارسی کہلاتے ہین۔ تعداد مین یہ بہت کم ہین۔ لیکن تجارت اور علمی روشنی کے ذریعہ سے اسوقت پولیٹیکل معاملات مین تمام باشندگان ہند پر انکو فوق ہو۔ عیسائیون کا مذہب بھی ہندوستان مین پھیل چلا ہو۔ لیکن ابھی تک عیسائیون نے اہل ہند ہونے کی حیثیت حاصل نہین کی۔ یورپین جو محض حکمرانی کے ذریعہ سے آتے ہین اور ایام پورے ہونے پر چلے جاتے ہین۔ وہ تو سیاح کی مد مین ہین۔ رہے یورشین (یعنے وہ اہل یورپ جو ہند مین رہ گئے) یہ بھی یورپین تقلید مین اہل ہند ہونے کو ننگ سمجھتے ہین۔ ایک تیسرا درجہ نیٹو کرسچین (دیسی عیسائیون) کا ہو جو ابھی تک مالی ملکی اور مردم شماری ہر اعتبار سے تھوڑے ہین۔

## فصل دوم

### ابتدائے اسلام سے سلاطین غزنی کے ختم تک

سنہ ۴۴ھ / سنہ ۶۶۵ء

سنہ ۴۴ھ مین مرو سے کابل تک عرب گھس آئے اور بارہ ہزار کافرون کو مسلمان کیا۔ غالباً یہ زیاد گورنر خراسان کی حکومت اور امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ والی کابل اگر بالکل مطیع نہین تھا تو باج گزار ضرور تھا کیونکہ اسکی سرتابی پر سنہ ۲۲ھ مین دوبارہ لشکر کشی ہوئی اور اسکے اتفاقاً مسلمانون نے ایک گھاٹی مین پھنس جانے کی وجہ سے ہزیمت پائی۔ اس شکست کا بدلا سنہ ۸۰ھ مین عبدالرحمن حاکم خراسان نے لیا جسنے کابل پر خود دھاوا کیا اور بہت سا حصہ ملک کا اپنے قبضہ مین کر لیا۔ اسوقت تمام افغان مسلمان ہو چکے تھے۔ افغان تو پیغمبر خدا کے وقت ہی سے اپنا ایمان لانا کہتے ہین۔ لیکن اسمین شبہ نہین ہو کہ سنہ ۳۰۰ھ تک اکثر انہین سے مسلمان ہو چکے تھے

مسلمانونکی آمد

اور محمود کے بعد پھر انہین کوئی کا فرنہ رہا۔

بعض مورخ لکھتے ہین کہ سنہ ۶۳ھ مین مسلمان افغانون نے راجہ لاہور سے کچھ حصہ ملک کا مصالحت کے ذریعہ سے حاصل کرلیا تھا۔ مسلمان مورخ تمام غیر مذہب والون کو اہل ضلالت کہکر الگ ہوجاتے ہین وہ دوسرے مذہب سے زیادہ بحث نہین کرتے اسلیے مسلمان مورخون نے افغانون کا ابتدائی مذہب نہین لکھا ہو لیکن ایرانیون کے میل جول سے قیاس جاتا ہو کہ یہ لوگ پہلے آتش پرست تھے۔

افغانون کا مذہب

سنہ ۴۴ھ مین جو حملہ عربون کا افغانستان پر ہوا اُسی سلسلہ مین ایک سپہ سالار مہلب ابن ابی صفرہ نام ملتان تک چلا آیا تھا اسنے زیادہ تر ہندوستان کے حالات دریافت کرنے کے لیے ایسا کیا غالباً اُسنے اس ملک کو پسند نہین کیا اور اسی لیے عربون نے پھر ادھر خاص توجہ نہین کی۔

مہلب ابن ابی صفرہ ملتان مین

بیان کیا جاتا ہو کہ حضرت عمر خلیفہ دوم کے وقت مین کچھ عرب سمندر کی راہ سے سندھ مین آئے تھے لیکن انکے حالات اور انکے آنے کے اغراض صاف طور پر ظاہر نہین ہوئے۔

سندھ مین مسلمان

حجاج حاکم بصرہ کے حکم سے اسکا بھتیجا یا بھانجہ محمد قاسم سنہ ۹۲ھ مین ہندوستان فتح کرنے چلا اور یہان پہنچکر وہ کامیاب بھی ہوا۔ نہایت ہوشیاری اور استقلال سے اسنے حکومت قایم کرنا چاہی تھی۔ لیکن ولید بن عبدالملک خلیفہ دمشق کی تلون مزاجی کا یہ شکار ہوگیا۔ یہ زمانہ مسلمانون کے عروج کا تھا پچھم مین نصف فرانس تک مسلمان پہنچ گئے تھے اور یہان پورب جانب ہندوستان پر اس طرح تسلط ہوگیا تھا کہ رفتہ رفتہ کل ہندوستان پر قبضہ ہوجانے کی امید تھی۔ ولید بڑا ظالم بادشاہ تھا۔ اسکے لیے محمد قاسم نے راجہ داہر کی دو خوبصورت لڑکیان ہندوستان سے بھیجین۔ لڑکیون پر ولید لٹو ہوگیا۔ لڑکیون نے کہا کہ محمد قاسم میرے ساتھ ہم بستر ہوچکا ہو خلیفہ کے لائق مین نہین رہی۔ خلیفہ نے غصہ مین حکم دیا کہ محمد قاسم کچی کھال مین سلواکر میرے سامنے پیش کیا جائے۔ محمد قاسم کا جنازہ ہندوستان سے دمشق چلا اور جو ملک فتح ہوئے تھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہونے لگے۔ لڑکیون نے اپنے باپ کے قاتل کا جنازہ دیکھ کر کہا کہ "ہم نے باپ کے خون کا عوض لینے کو یہ بہتان لگایا تھا"

سنہ ۹۲ھ / سنہ ۷۱۱ع

محمد قاسم

اس حکایت کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہو کہ ہندوستان کے تمام باشندے دیگر ممالک

مفتوحہ کی طرح مسلمان کیون نہین ہوگئے - ولید بڑا ظالم تھا اور اسلیے اسکے ماتحت حکام بھی اسی خصلت کے ہونگے - اسی کے وقت مین اندلس فتح ہوا اور ہندوستان مین بھی مسلمانوں کے قدم آئے - ان دونون مقامات مین پوری روشنی اسلام کی نہین پھیلی اور اسلام ملکی مذہب نہ ہوسکا - خیال کیجیے کہ محمد قاسم کے ساتھ جو برتاؤ ولید نے کیا اسکا اثر ہندوستان کی قومون پر کیا ہوا ہوگا - وہ زمانہ جب صحابی رسول فوج مین ساتھ ہوتے تھے اور اخلاق محمدی سے لوگون کو گرویدہ کرتے تھے ولید کے پہلے گذر چکا تھا - غلط کار ہین وہ لوگ جو زور شمشیر اسلام کا پھیلنا بیان کرتے ہین - جہان جہان محض زور شمشیر تھا وہان اسلام نے رونق نہین پکڑی - اسلام نے وہین رونق پکڑی جہان صحابی رسولؐ کے قدم گئے - یا ان کے زمانہ مین جب دین اور دنیا دونون کے سودے الگ الگ ہونے لگے اُن لوگون کے قدم پہنچے جو رسولؐ اور اصحاب رسولؐ کے قدم بہ قدم چل کر دنیا کو دین پر صدقے کرتے پھرتے تھے -

ولید کے وقت مین ہند

اسلام اور زور شمشیر

محمد قاسم کے بعد اسکا جانشین تمیم گو اسقدر ملک پر قابض رہا جو محمد قاسم فتح کر چکا تھا لیکن محمد قاسم کی شان ہی دوسری تھی - کوئی بتیس برس کے بعد خلفائے بنوامیہ کا خاتمہ ہوا اور اسکے ساتھ تمیم کا بھی کہین پتہ نہ لگا اور ممالک مفتوحہ بدستور ہندو راجاؤن کے قبضہ مین آگئے -

کئی صدی کے بعد سلاطین غزنی کے ذریعہ سے پھر ہندوستان کی طرف اہل اسلام نے رُخ کیا - سبکتگین نے کئی حملے ہند پر کیے - محمود کے بارہ حملے مشہور ہین - قریب قریب ہندوستان کے تمام مشہور مقامات پر محمود گیا اور کامیاب پھرا - محمود کے بعد مسعود بھی ہندوستان پر برابر حملے کرتا رہا - محمود کا زمانہ کئی باتون سے قابل یادگار ہے ایک تو یہ کہ اسکے بعد مسلمان بادشاہون کا سلسلہ ہند سے نہین ٹوٹا - دوسرے یہ کہ فارسی زبان کی رونق جو عربون کے عہد سلطنت مین زائل ہوگئی تھی وہ پھر تازہ ہونے لگی - گو باپ کی طرف سے یہ ترک تھا لیکن اسکی مان ایرانی تھی اور اسلیے اسکی مادری زبان بھی ایرانی تھی - پہلے تمام عدالتون کی زبان عربی تھی - اسنے بجائے عربی کے فارسی کو رواج دیا - فارسی کو اسکے وقت مین اور اُسکے بعد آج تک تمام ایشیا مین وہ نسبت رہی جو فرانس کی زبان کو یورپ مین ہے - لیکن اسنے عربی زبان کو بالکل معدوم نہین کیا

سلاطین غزنی

محمود کی یادگارین

زبان فارسی ہندوستان مین

جس طرح یورپ کے متبرک اور اہم کاموں مین رومن زبان مستعمل ہوتی ہے اسی طرح عربی کا درجہ قایم ہوا۔ محمود غزنی کے وقت سے فارسی زبان جو ہندوستان مین گھسی تو آج تک نہ نکلی اب تک ہندوستان مین فارسی زبان جاننے والے بکثرت پائے جاتے ہین۔ ہندوستان کی سنسکرت زبان کا عربی اور فارسی کے میل جول سے بدلنا محمود کے وقت سے شروع ہوا اور اسی نئی بھاشا نے شاہجہان کے وقت مین سدھر کر اُردو معلیٰ کا لقب پایا۔

اُردو معلیٰ

کوئی بُرا مانے یا بھلا مؤلف کے نزدیک گو محمود نے ہندوستان پر حملے بہت کیے غازی لقب پایا مسلمانون کے نزدیک اپنے کو موقر دکھایا لیکن اپنے طرز عمل سے اُسنے ہندؤن کے دل مین اسلام سے نفرت پیدا کر دی بیچارے لوگون نے اُسوقت بھی راے قایم کی تھی کہ نقدی طمع کے خیال سے یا حکمرانی کے شوق مین محمود کفرستان مین مارا مارا پھرتا ہے لیکن مذہب اسلام کو اس سے ترقی نہین ہوئی اور نہ وہ مذہب کے ترقی دینے کے لیے کوئی کوشش کرتا۔ حضرت امام حسین کے خون کا بدلا لینے کے پردہ مین جس طرح عراق مین لوگون نے حکومتین کین اسی طرح محمود بھی مذہبی جہاد کے نام سے مسلمانون کو اپنا جان نثار بناسکے رہا ورنہ اسلام پھیلانے سے اسکو کوئی غرض نہ تھی۔ بعض مورخ نے اسکو دہریا لکھا ہے اور اسکی مذہبی باتون کو تقیہ یا حکمت عملی سے تعبیر کیا ہے اس کتاب کا مؤلف اسقدر لکھنے کی تو ہرگز ہرگز جراَت نہین کرسکتا لیکن اسقدر تو بے تکلّف کہہ سکتا ہے کہ جب تک دینی اور دنیاوی دونون بادشاہتین ایک شخص مین جمع ہوتی رہین تب تک مسلمان بادشاہان کی کیفیت ہی اور ہوتی تھی اسکے بعد جب صرف دنیوی پیشوائی ان لوگون کے تعلق ہوئی تو یہ مذہبی پیشوا نہ رہے صرف حامی مذہب اسلام کے لقب کے سزاوار رہ گئے۔ اسی مدمین محمود بھی تھا اسنے اتنے بہت سے جہاد کیے۔ کافرون پر فتحیاب رہا۔ اسلام کے لیے اپنا انثار برابر ظاہر کرتا رہا۔ ان سب باتون پر اسے غازی نہ کہیے۔ اول درجہ کا مسلمان نہ کہیے۔ اپنے وقت کا بہترین امام نہ کہیے تو بھی جاے تعجب ہے۔ اب اسپر طرہ یہ کہ اسکو دائرہ اسلام سے خارج کرکے دہریہ کہا جائے تو بڑی ہی زیادتی ہے۔

محمود کی پالیسی

محمود کا درجہ

سلطان محمود کے بعد محمد[1]۔ مسعود[2]۔ مودود[3]۔ ابوالحسن علی[4]۔ عبد الرشید[5]۔ فرخ زاد[6]۔ ابراہیم[7]۔ مسعود[8] بن ابراہیم۔ ارسلان[9]۔ بہرام[10]۔ خسرو شاہ[11]۔ خسرو ملک[12] بن خسرو شاہ۔ بارہ سلاطین اسکی نسل سے ہوئے اور یہ سب ہند پر کم وبیش حکمران رہے۔ انمین سے مسعود ثانی[1]۔ خسرو شاہ[2]

خسرو ملک بن خسرو شاہ یہ تینوں بادشاہ لاہور کے تخت پر بیٹھے باقی اور سلاطین غزنی ہی سے حکمرانی کرتے رہے۔

## فصل ۳ سیوم

### غوریوں کی سلطنت

ملوک غزنی کے تباہ ہونے پر خاندان غور نے غزنی پر تسلط پایا اور اسی سلسلہ میں خسرو ملک کے بعد ہندوستان میں بھی غوریوں کی سلطنت قایم ہوئی۔ مناسب معلوم ہوتا ہی کہ ملک غور اور غوریوں کا عروج کچھ اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے۔

غوریوں کا عروج

ہرات کے مشرقی پہاڑوں میں ایک وسیع مقام کا نام غور ہی۔ یہاں کے باشندے صحیح قول یہ ہی کہ افغان تھے اور ۳۱ھ میں جب عربوں نے غور فتح کیا تو یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ سلطان محمود غزنوی نے بذات خاص حملہ کر کے غوریوں پر فتح پائی اور تب سے ملک غور گویا غزنی کا ایک صوبہ ہو گیا تھا۔ غور کے بادشاہ قطب الدین سور یا قطب الدین محمد غوری اور سلطان بہرام غزنوی میں لڑائی ہوئی اور قطب الدین ہلاک ہوا۔ قطب الدین کا بھائی سیف الدین بھائی کے خون کا عوض لینے چلا۔ بہرام ڈر کر کرمان کی طرف بھاگ گیا اور تھوڑے دنوں کے بعد اچانک غزنی میں پہنچکر اُسنے سیف الدین غاصب سلطنت کو قید کیا اور تمام گلی کوچوں میں اُسے رسوا کر کے بڑی ذلت سے مارا۔ اب تیسرے بھائی علاء الدین نے یہ خبر سنکر نہایت اہتمام سے چڑھائی کی۔ بہرام بھاگ گیا۔ علاء الدین نے غزنی میں پہنچکر گویا خون کا دریا بہا دیا تمام شہر کو پھونک کر جلا دیا اور محمود و مسعود اور ابراہیم کی قبروں کے سوا تمام قبریں کھود ڈالیں۔ غزنی ایسے عمدہ شہر کے جلانے سے جہان سوز اسکا لقب ہوا اور آج تک تاریخوں میں اسی نام سے یاد کیا جاتا ہی۔ یہ واقعہ ۵۴۷ھ کا ہی۔ اسکے بعد ہندوستان کی سلطنت ۵۸۲ھ تک خسرو شاہ اور خسرو ملک کے قبضہ میں تھی اور پھر اسکے بعد غوریوں کے قبضہ میں آگئی۔

علاء الدین جہان سوز

۵۴۷ھ
۱۱۵۲ء

علاء الدین جہان سوز کو قومیت کے اعتبار سے سوری اور ملک کے اعتبار سے غوری لکھنا چاہیے۔ غزنی کی فتح کے بعد وہ اپنے اصلی دار الحکومت فیروز کوہ پر چلا گیا اور غزنی کو اپنی سلطنت کا ایک صوبہ بنا تا گیا۔ لیکن دو ہی چار برس کے اندر سلجوقیوں کے بادشاہ سلطان سنجر نے غور اور

علاء الدین کی گرفتاری

غزنی دونون پر حملہ کرکے علاء الدین کو گرفتار کیا لیکن اسکے بعد پھر اسکو چھوڑ دیا - اس زمانہ مین سلجوقیون کی ترقی کا آفتاب بھی ڈھل چلا تھا - اور علاء الدین کے معاملہ کے تھوڑے ہی دنون کے بعد سلطان سنجر ایک ترکی قوم یوز یا غز کے ہاتھ گرفتار ہوگیا جیساکہ سلطان سنجر کے حالات مین درج ہوچکا ہے اور اس درمیان مین غزنی بھی قوم غز کے قبضہ مین آگئی تھی - قوم غز جب پیچھے چلی گئی تو غزنی پر علاء الدین کی حکومت قایم ہوئی اسکے بعد علاء الدین اپنی موت سے مرا - غزنی کی بربادی سے علاء الدین کی موت تک صرف چار برس کا زمانہ گزرا اور اسی درمیان مین یہ سب انقلابات ہوگئے -

سیف الدین ثانی

علاء الدین کے بعد اسکا بیٹا سیف الدین ثانی تخت غور پر بیٹھا اور ڈیڑھ برس کے قریب سلطنت کرکے غز کی لڑائی مین خود اپنے ایک رکن دولت کے ہاتھ سے مارا گیا اور اسکے بعد علاء الدین کا بھتیجا

غیاث الدین غوری ۵۵۸ھ / ۱۱۶۳ع

غیاث الدین غوری ۵۵۸ھ مین غور کے تخت پر بیٹھا - یہ بادشاہ اپنے بھائی شہاب الدین کے ساتھ ملکر سلطنت کرتا تھا - غور غزنی اور ہرات پر جب ان دونون کا قبضہ ہولیا تو ان دونون نے مشرقی خراسان پر بھی قبضہ کیا - سلجوقیون مین یہ دم نہ تھا کہ وہ انکا مقابلہ کرتے -

شہاب الدین غوری ۵۸۲ھ / ۱۱۸۶ع

شہاب الدین غوری نے ۵۸۲ھ مین ہندوستان پر حملے کرکے خسرو ملک کو جو لاہور کے تخت پر بیٹھا تھا فریب سے قید کیا اور غیاث الدین کے پاس غور بھیجدیا - خسرو ملک کی گرفتاری کے بعد شہاب الدین ہندوستان کے پایہ تخت لاہور پر حکمران ہوا -

شہاب الدین غوری کے حملے

غیاث الدین بہت کم لڑائیون مین شریک ہوتا تھا - سپہ سالاری کا کام زیادہ تر شہاب الدین کے تعلق تھا - شہاب الدین نے مختلف حملے کرکے قریب قریب تمام ہندوستان کو فتح کرلیا اور جو ہندوون کی ریاستین خود مختار رہ گئین وہ آج تک خود مختار چلی آتی ہین - درمیان مین انکی حیثیتین بدلتی رہین لیکن معدوم نہین ہوئین -

محمود غوری ۶۰۲ھ

غیاث الدین کے بعد شہاب الدین اور شہاب الدین کے بعد اسکا بھتیجا محمود مذکور کی گدی پر بیٹھا - شہاب الدین غوری محمود غزنوی سے کم نہ تھا لیکن محمود غزنوی کی سی فراست اسمین نہ تھی اسلیے بہت زیادہ یہ مشہور نہ ہوسکا - اسکے وقت مین خوارزم شاہیون کا عروج تھا - خوارزم شاہ سے شہاب الدین لڑا اور اتفاقاً مغلوب ہوگیا اور پھر جو مقابلہ کو چلا تو موت نے فرصت نہ دی شہاب الدین کے مرنے پر خوارزم شاہ نے محمود غوری کی سلطنت کا غور اور غزنی مین خاتمہ کردیا - شہاب الدین کے

وقت میں غوریون کی سلطنت کو جیسا ہی عروج تھا ویسے ہی اسکے مرنے پر وہ نسبت ونابود ہوگئی۔

سنہ ۶۱۱ھ / سنہ ۱۲۱۵ء

محمود غوری کے بعد غوریون کی سلطنت کا سنہ ۶۱۱ھ مین خاتمہ ہوا۔ لیکن قطب الدین ایبک شہاب الدین کا ترکی غلام جو شہاب الدین کے وقت مین ہندوستان کا گورنر تھا اسکے مرتے ہی سنہ ۶۰۲ھ مین خودمختار بادشاہ قرار پاگیا اور محمود کے مرنے کے بعد اسنے ہندوستان مین ایک ایسی زبردست اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالی جسکے بادشاہون نے پھر کبھی ہند سے باہر اپنا پایہ تخت نہین رکھا۔

قطب الدین ایبک

شاہان خوارزم نے غوریون کے خاندان کا خاتمہ کردیا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چنگیز خان کے بعد یہ لوگ پھر کچھ بڑھے تھے تاہم مقامات چنگیز خان سے جن غوریون نے چودہ صدی مین مقابلہ کیا اونکو بھی مورخون نے شاہان غور لکھا ہے۔

## فصل چہارم

### غلام بادشاہون کا بیان

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱ | قطب الدین ایبک | سنہ ۶۰۲ھ / سنہ ۱۲۰۶ء | غوریون کی تباہی اور شہاب الدین غوری کے مرنے پر یہ ہندوستان کا بادشاہ ہوا اور دہلی کو اسنے پایہ تخت بنایا جو برابر شاہان ہند کا پایہ تخت رہی۔ یہ ایک ترکی غلام تھا۔ شہاب الدین نے اسے خریدا تھا۔ لیکن غلام ہونے سے اسکو بے وقعت نہ سمجھنا چاہیے سبکتگین بھی غلام تھا۔ معزز خاندان کے لوگ بھی پہلے زمانہ مین غلام ہوکر بکا کرتے تھے۔ اسنے بیس برس تک ہندوستان مین حکومت کی لیکن خودمختار بادشاہ کی حیثیت سے صرف چار برس۔ |
| ۲ | آرام شاہ ابن قطب الدین | سنہ ۶۰۷ھ / سنہ ۱۲۱۰ء | برس روز کے اندر ہی اندر شمس الدین التمش نے اسکو تخت سے اُتار دیا۔ |

| کیفیت | سنہ جلوس | نام | نمبر |
|---|---|---|---|
| یہ بھی ایک غلام تھا اور قطب الدین ایبک کا داماد تھا۔ مشہور ہے کہ یہ بڑا عالی خاندان تھا۔ اسکے بھائیون نے حضرت یوسف کی طرح اسے فروخت کرڈالا تھا۔ بہار کی صوبہ داری سے آگر اسنے اپنے سالے کو تخت سے اتار ا اور خود بادشاہ بنا۔ خوارزم شاہیون نے جب غزنی کی سلطنت تباہ کی تھی اُسوقت شہاب الدین کے دو غلام ناصرالدین اور تاج الدین اور تھے جنھون نے قطب الدین کی طرح خود سلطنتین قایم کرلی تھین۔ چنانچہ تاج الدین غزنی مین حکمران تھا اور ناصرالدین بلاد سندھ مین تھا۔ سلطان شمس الدین التمش کو ان دو حریفون کا کھٹکا تھا۔ تاج الدین کا تو یہ انجام ہوا کہ خوارزم شاہ نے جب اُسے غزنی سے نکالا تو وہ ہندوستان پر قبضہ کرنے چلا لیکن شمس الدین التمش نے اُسے لڑائی مین گرفتار کرکے قید کرلیا۔ ناصرالدین پر شمس الدین التمش نے فوج کشی کی اور ناکام رہا لیکن ناصرالدین سے اتنا فائدہ شمس الدین کو پہنچا کہ فتح غزنی کے بعد جب خوارزم شاہ نے ہندوستان پر حملہ کرنا چاہا تو ناصرالدین نے راستہ ہی مین اُسے روک دیا۔ یہ بادشاہ ہندوستان کا پہلا شہنشاہ سمجھا جائے تو بجا ہے اسنے تمام ہندپا پاسکہ جمایا۔ خلیفہ بغداد نے بھی اسکو خلعت بھیجے جسکو مسلمان بادشاہ بڑے فخر اور عزت کی چیز سمجھتے تھے ناصرالدین نے جلال الدین شاہ خوارزم کا مُنھ پھیرا ہی تھا کہ مغلون کی ایک فوج وہان آئی اور ملک کو برباد کرگئی۔ یہ چنگیزخان مغل کا زمانہ تھا جسکے حالات اوپر لکھے جاچکے ہین۔ ناصرالدین نے جب جلال الدین کی لوٹ کھسوٹ اور مغلون کی مار دھاڑ سے فرصت پائی تو شمس الدین التمش پہنچا۔ ناصرالدین کن کن بلاؤن کا مقابلہ کرتا | سنہ ٦٠٧ھ<br>سنہ ١٢١١ء | شمس الدین التمش | ۳ |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | بیچارہ جان لیکر بھاگا اور بادمخالف کے جھونکوں سے اسکی کشتی دریاے اٹک میں ڈوب گئی - اخر میں شمس الدین التمش کا کوئی حریف نہ تھا - جامع الحکایات زبان فارسی کا مصنف اسکے درباریوں میں تھا - دلی میں قطب صاحب کی لاٹ ۲۴۲ فیٹ اونچی جو پرانی دلی کی ایک مشہور چیز ہے اسی کے وقت میں ختم ہوئی - |
| ۴ | رکن الدین بن شمس الدین | سنہ ۶۳۳ھ<br>سنہ ۱۲۳۶ء | یہ بادشاہ عیاش مزاج تھا - امرا نے اسکی جگہ پر اسکی بہن کو بٹھایا - |
| ۵ | رضیہ بیگم بنت شمس الدین | سنہ ۶۳۴ھ<br>سنہ ۱۲۳۶ء | یہ بہت ہی ہوشیار عورت تھی - مردانہ کپڑا پہن کر تخت پر بیٹھتی تھی اور خوب انتظام کرتی تھی - ایک حبشی غلام پر اسکی نظر عنایت بہت تھی - اچھی نیت سے یا بری نیت سے یہ معلوم نہیں - لیکن امرا کو یہ برا معلوم ہوا اور یہ تخت سے اُتاری گئی - |
| ۶ | معز الدین بہرام شاہ بن شمس الدین | سنہ ۶۳۷ھ<br>سنہ ۱۲۳۹ء | رضیہ بیگم کے بعد امرا نے اسکو تخت پر بٹھایا لیکن دو برس کے بعد یہ بھی تخت سے اُتارا گیا - اسکے وقت کا واقعہ صرف اسقدر قابل تذکرہ ہے کہ لاہور تک مغل چلے آئے تھے اور پھر واپس گئے - |
| ۷ | علاء الدین مسعود شاہ بن رکن الدین | سنہ ۶۳۹ھ<br>سنہ ۱۲۴۱ء | امراے دولت بگڑے تو تھے ہی اسپر یہ طرہ ہوا کہ اس بادشاہ کو عیاشی کا شوق ہوا تھوڑے دنوں میں یہ بھی تخت سے اُتارا گیا اور جان سے مارا گیا - اسکے وقت میں بھی مغلوں نے دو حملے ہند پر کیے ایک تو تبت کی راہ سے بنگالہ پر اور دوسرا شمال و مغرب سے پنجاب پر - |
| ۸ | ناصر الدین محمود | سنہ ۶۴۴ھ<br>سنہ ۱۲۴۶ء | شمس الدین التمش کا یہ بیٹا تھا - یہ بادشاہ بڑا نیک اور معتدل المزاج تھا - عمر بن عبد العزیز خلیفہ بغداد سے اسکا انداز بہت ملتا تھا - |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | جو کچھ فرق تھا وہ اسقدر کہ زمانہ رسول اللہ سے عمر کا زمانہ قریب تھا اور اسکا بعید تھا۔ عمر اپنے وقت کے سلاطین مین اچھا تھا اور ناصر الدین محمود اپنے زمانہ کے سلاطین مین اچھا تھا۔ ناصر الدین کی زندگی درویشانہ تھی اپنی بی بی سے پکوا کر کھاتا تھا اور کتابت سے اپنا خرچ چلاتا تھا۔ غیاث الدین بلبن اسکے وزیر نے اسکے زمانہ مین بڑا زور پکڑا۔ ناصر الدین کے وقت مین سلطنت زورون پر تھی۔ اکثر لڑائیون مین یہ خود شریک رہتا تھا۔ ہلاکو خان کا ایلچی اسکے دربار مین آیا تھا تو بڑی طیاری کی گئی تھی۔ اسکی سلطنت کا زور اس سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ اسکے زمانہ مین شیر خان حاکم پنجاب نے مغلون کو دور دفع کرکے اُنکے ملک پر دھاوا کیا اور غزنی پر قابض و متصرف ہوگیا |
| ۹ | غیاث الدین بلبن | سنہ ۶۶۴ھ<br>سنہ ۱۲۶۶ع | ناصر الدین محمود کے مرنے پر یہ خود تخت نشین ہوگیا۔ غیاث الدین بھی اصل مین ایک ترکی غلام تھا شمس الدین التمش نے اپنی لڑکی اسکو بیاہ دی تھی جسکی وجہ سے یہ ناصر الدین کا بہنوئی تھا۔ یہ بادشاہ جابر اور سخت تھا۔ اسنے سلطنت کا بڑا انتظام کیا اور بیدار مغزی سے کام کرتا تھا۔ صرف ہندوستان ہی کی ایک اسلامی سلطنت ایسی تھی جو چنگیز خان کے ہاتھون تباہ نہین ہوئی۔ اسلیے دور دور سے چنگیز خان کے ستائے ہوئے امرا اور سلاطین اسکے دربار مین پناہ گزین ہوئے اور بڑے بڑے عالم اور فاضل مصیبتین اُٹھا کر یہان چلے آئے۔ امیر خسرو ملک الشعرا اسی کے عہد مین تھا اور اسکے بیٹے محمد کا مصاحب تھا۔ علما اور فضلا سے تو کوئی ایسا مذاق غیاث الدین کو نہین تھا لیکن سلاطین کے جمع ہونے پر وہ اکثر فخر سے کہتا تھا کہ بیندرہ سلاطین میرے مہمان ہین۔ ان بادشاہون کے اصلی مقام کے |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | اعتبار سے دلی کے محلے روم غور خوارزم بغداد وغیرہ نامون سے مشہور ہوگئے تھے۔ بلبن کے مرتے وقت اسکا بیٹا بغرا خان بنگال کا حاکم تھا۔ اسلیے بغرا خان کے بیٹے کیقباد کو لوگون نے تخت پر بٹھایا |
| ۱۰ | کیقباد بن بغرا خان بن غیاث الدین بلبن | سنہ ۶۸۵ھ / سنہ ۱۲۸۶ء | یہ بادشاہ اٹھارہ برس کی عمر مین تخت پر بیٹھا اور لہو و لعب مین مشغول ہوا۔ بغرا خان اسکا باپ بنگال سے اسے سمجھانے آیا لیکن اسکی کچھ نہ چلی اور وہ واپس گیا۔ کیقباد کو لوگون نے قتل کیا اور سلطنت خلجیون کے ہاتھ آئی جو اسوقت دربار مین زیادہ رسوخ رکھتے تھے۔ |

## فصل پنجم

### خلجیون کی سلطنت

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱ | جلال الدین خلجی | سنہ ۶۸۷ھ / سنہ ۱۲۸۸ء | بعض مورخون نے خلجیون کو مغلون کے گروہ مین شامل کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ترکی افغانون کا ایک گروہ خلجی کہلاتا تھا۔ ستر برس کی عمر مین جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا اور کیقباد کے معصوم بچے کو قتل کرا کے اپنی سلطنت کو ستحکام کیا۔ لیکن اور امور مین یہ رحم دل اور سادہ مزاج سمجھا جاتا تھا۔ اسکے وقت مین اسکے بھتیجے علاء الدین نے دکھن مین بہت نمایان فتوحات کیے۔ |
| ۲ | علاء الدین خلجی | سنہ ۶۹۵ھ / سنہ ۱۲۹۵ء | اپنے چچا جلال الدین کو قتل کر کے یہ تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا ہی زبردست بادشاہ ہوا۔ ہند مین انتہا سے مشرق اور انتہا سے جنوب تک اسنے سلطنت پھیلائی۔ اسکے وقت مین دو مرتبہ مغلون نے حملے کیے اور برابر ناکام رہے۔ اسکا ایک حبشی غلام کافور اسکے وقت مین بڑا عروج پکڑ گیا تھا |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | اسی غلام کی نسبت برعکس نہند نام زنگی کافور" کا مقولہ مستعمل ہوا جو آج تک زبان زد ہی۔ آخر مین اسی غلام نے بادشاہ کو سلطنت کی طمع مین ہلاک کیا جیسا کہ بعضون کا خیال ہو لیکن وہ جلد اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ اس بادشاہ کے وقت مین انتظام ملک بہت اچھا تھا لیکن مذہب اسلام کا پاس رکھ کر بادشاہون کے دربار سے اُٹھتا جاتا تھا اور اس بادشاہ نے تو ادبھی مذہب کو ناقابل لحاظ چیز سمجھ لیا تھا۔ سند و والی گجرات کی بی بی کولا دیوی کو اسنے لڑائی مین گرفتار کر کے اپنے محل مین داخل کیا اور اسکی لڑکی دیول دیبی کو اپنے بیٹے خضر خان کے عقد مین دیا جو اسپر فریفتہ ہو گیا تھا۔ ہندوون سے اس طرح کے میل جول رکھنے کی پہلی مثال تہی۔ خضر خان اور دیول دیبی کے عشق و محبت کو امیر خسرو دہلوی نے منظوم کیا ہی جو بہت مشہور تصنیف انکی ہی۔ یہ بادشاہ جاہل مطلق تھا لیکن عالمون سے اپنے کو کم نہین سمجھتا تھا۔ |
| ۳ | مبارک شاہ خلجی بن علاء الدین خلجی | سنہ ۷۱۶ھ<br>سنہ ۱۳۱۶ء | کسی طرح یہ کافور کے ہاتھ سے بچا اور تخت پر بیٹھا۔ کافور مارا گیا۔ انتظام کی لیاقت شاید نہین رکھتا تھا اور طرہ یہ کہ طبیعت عیاشی کی طرف مائل ہوئی۔ خسرو خان نومسلم وزیر نے سلطنت کی طمع سے اسکو قتل کیا لیکن خسرو خان کو کامیابی نہوئی۔ غیاث الدین بلبن کے ایک ترکی غلام غازی خان نے خسرو خان کو ہلاک کیا اور خود غیاث الدین تغلق کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ |

## فصل ششم

### خاندان تغلق

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱ | غیاث الدین تغلق | | اسکا باپ ایک ترکی غلام تھا اور ماں اسکی ایک ہندی عورت تھی ابھی تک غیاث الدین بلبن کا بیٹا بغرا خان بنگالے مین حکمران تھا۔ اُسنے یہی غنیمت سمجھا کہ غیاث الدین تغلق نے کچھ اُس سے تعرض نہین کیا۔ ایک چوبی مکان اسپر گر پڑا اور اُسی صدمہ سے مرا۔ مشہور ہے کہ اسکے بیٹے جونا خان کی سازش سے ایسا ہوا تھا۔ |
| ۲ | محمد تغلق | ۷۲۵ھ<br>۱۳۲۵ء | تخت پر بیٹھکر جونا خان نے اپنا لقب محمد تغلق رکھا۔ اسکی تخت نشینی کی رسم بڑے دھوم سے ادا ہوئی تھی۔ یہ بادشاہ بڑا عالم تھا اور مذہبی احکام کا پابند تھا۔ ابتدا مین اسکی سلطنت بڑے ہی زوروں پر تھی لیکن آخر مین تمام ملک مین بغاوتین پھیل گئین۔ دکھن اور بنگال کے صوبون مین خودمختار سلطنتین قایم ہو گئین۔ ملک ویران ہو گیا۔ دیوگڈھ کو اُسنے دارالسلطنت بنانا چاہا اور تغلق آباد نام رکھا۔ لوگون کو بہ جبر وہان بسنے پر مجبور کیا۔ دیوگڈھ تو آباد نہین ہوا لیکن دلّی ویران ہو گئی۔ یہ بادشاہ خفیف الحرکت تھا۔ اسکے وقت مین تانجیرز (افریقہ) کے ایک مشہور سیاح ابن بتوتہ نے ہند کی سیر کی تھی وہ اپنے سفرنامہ مین ہند کی حالت زار پر بڑا افسوس ظاہر کرتا ہے۔<br><br>یہ بادشاہ شاعر بھی تھا۔ حالت نزع مین جو قطعہ اسنے موزون کیا وہ یہ ہے۔<br><br>بسیار درین جہان چمیدیم — بسیار نعیم و ناز دیدیم<br>اسپان ملبند بر نشستیم — ترکان گران بہا خریدیم<br>کردیم بسے نشاط آخر — چون قامت ماہ نو خمیدیم<br><br>اس بادشاہ نے خلیفہ عباسی حاکم بامر اللہ بن مستکفی سے |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | غائبانہ بیعت کی تھی - اس زمانہ میں خلفاے عباسیہ مصر میں تھے ہلاکو خان کے بعد مخدوم زادون سے کچھ زائد حیثیت کے ساتھ یہ خلفا مصر مین تھے - اور محمد تغلق کی عقیدت سے معلوم ہوتا ہی کہ اب بھی خلفاے عباسیہ کی اجازت بغیر بلاد اسلام کے سلاطین اپنی سلطنت کو بلاسند سمجھتے تھے - خلفاے عباسیہ کا بغداد سے مصر جانا سلطنت مصر مین مذکور ہوگا - |
| ۳ | فیروز شاہ تغلق | سنہ ۷۵۲ھ<br>سنہ ۱۳۵۱ء | محمد تغلق کے مرنے پر اسکا بھتیجہ فیروز شاہ تغلق تخت نشین ہوا اسکے دربار مین بنگال اور دکن کے ایلچی آئے جس سے وہان کی اسلامی سلطنتون کا خود مختار ہونا ظاہر ہوتا ہی - اسکو تعمیر کا بڑا شوق تھا - ہانسی حصار کی نہر اسی کی کھدوائی ہوئی ہی - یہ بادشاہ رحیم المزاج تھا - ہاتھ پاؤن کاٹنے کی سزا اسنے موقوف کی اسپر یورپ مین مورخ اسکے مداح ہین لیکن مخالف کے نزدیک جب اسنے مصالح شرعی پر اپنی راے کو ترجیح دی تو یہ قابل تعریف نہین ہی مجرمون کے ساتھ سختی نہ کرنا بادشاہ کے لیے عیب ہی - |
| ۴ | غیاث الدین تغلق ثانی | سنہ ۷۹۰ھ<br>سنہ ۱۳۸۸ء | پانچ ہی مہینہ کے اندر تخت سے اُتارا گیا اور جان سے مارا گیا - |
| ۵ | ابوبکر تغلق | سنہ ۷۹۱ھ<br>سنہ ۱۳۸۹ء | یہ فیروز تغلق کا پوتا تھا - ناصر الدین تغلق دعویدار تخت سے لڑتا رہا اور نتیجہ یہ ہوا کہ ابوبکر اسیر ہوا اور ناصر الدین تخت پر بیٹھا - |
| ۶ | ناصر الدین تغلق | سنہ ۷۹۲ھ<br>سنہ ۱۳۸۹ء | سلطنت تو فیروز شاہ کے وقت سے کمزور ہو چلی تھی اب ان بادشاہون کی چند روزہ تخت نشینیون نے اور خانگی جھگڑون نے اور بھی ضعف بڑھا دیا - |
| ۷ | ہمایون ناصر الدین تغلق | سنہ ۷۹۶ھ<br>سنہ ۱۳۹۴ء | یہ صرف پینتالیس دن تک تخت نشین رہا - |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۸ | محمود تغلق بن ناصر الدین تغلق | سنہ ۷۹۶ھ<br>سنہ ۱۳۹۴ء | یہ بادشاہ بہت کم سن تھا اسکے وقت مین سلطنت دہلی حدود اراضی کے اعتبار سے بہت کم ہو گئی اور اسی زمانہ مین تیمور نے دہلی پر حملہ کیا جو تاریخ کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔ محمود تغلق کے زمانے ایک سلطنت جونپور مین قایم کی جو کچھ عرصہ تک قایم رہی۔ تیمور سمرقند کے قریب کا رہنے والا تھا۔ ابتدا مین یہ ایک غریب آدمی تھا لیکن بڑھتے بڑھتے شاہی کے درجہ تک پہنچا۔ مان کی طرف سے یہ چنگیز خان کی نسل مین تھا۔ یہ مسلمان تھا اور کسی قدر تربیت یافتہ تھا۔ لیکن انسان کو تکلیف دینے مین چنگیز خان سے ہرگز کم نہ تھا۔ سائبیریا اور روس کو جزواً برباد کرکے ایران اور ماوراء النہر پر پورے طور پر تسلط جما کے تیمور نے دہلی پر حملہ کیا۔ محمود تغلق بھاگ گیا اور شہر والون کی غلطی سے شہر مین قتل عام ہوا۔ دہلی کے علاوہ ہندوستان کے اور بھی بہت سے مقامات تباہ اور برباد کیے گئے بے انتہا مسلمان قتل کیے گئے پھر اسکے بعد جمنا کے قریب فیروز شاہ کی بنائی ہوئی مسجد مین جاکر تیمور نے گڑگڑا گڑگڑا کر خدا کا شکریہ ادا کیا اور اسکی درگاہ مین جبہ سائی کی۔ خدا ہی جانے کہ کیا واقعات تھے اور ان لوگون کے خیالات کی کیا نوعیت تھی۔ سنہ ۸۰۱ھ مین تیمور ہندوستان سے واپس گیا اور ہندوستان کو تباہی کی حالت مین چھوڑتا گیا۔ اسکے چلے جانے پر دو مہینہ تک دلی مین کوئی حاکم نہ تھا۔ گویا ہر ایک بجائے خود سششدر اور متحیر تھا اسکے بعد اقبال نامی ایک سردار نے اپنے کو حاکم بنایا۔ اقبال لڑائی مین مارا گیا۔ محمود تغلق پھر دلی مین آیا لیکن تھوڑے ہی دنون کے بعد مر گیا اور اسکی جگہ دولت خان لودھی |

تیمور ہند مین

| کیفیت | سنہ جلوس | نام | نمبر |
|---|---|---|---|
| بیٹھا صرف پندرہ مہینے گزرے تھے کہ خضر خان حاکم پنجاب نے اپنے کو گورنر تیمور بنا کر دلی پر قبضہ کیا اور دولت خان کو خارج کیا۔ | | | |

## فصل ہفتم

### سیدون کا خاندان

خضر خان ہندوستان مین پیدا ہوا لیکن نسب کے روسے حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ کی نسل مین تھا خضر خان نے تو جلوس شاہانہ پسند نہین کیا لیکن اسکی نسل مین جو بادشاہ ہوئے وہ شاہی انداز پر تھے اور انکی حکومت کا زمانہ تاریخ مین سیدون کی سلطنت کا زمانہ کہا جاتا ہے

خضر خان کے خاندان مین سید مبارک سنہ ۱۴۲۱ء مین تخت نشین ہوا۔

سید محمد سنہ ۱۴۳۵ء " " " " "

علاء الدین سنہ ۱۴۴۴ء " " " " "

خضر خان کے وقت مین حکومت برائے نام تھی ہان سید مبارک اور سید محمد نے کچھ ہاتھ پیر سنبھالے اور راجپوتون سے لڑنے کی نوبت آئی اور مالوہ پر بھی ان لوگون نے چڑھائی کی لیکن علاء الدین نے کچھ رونق نہین پکڑی۔ اسکی حکومت نواحی دلی پر محدود تھی۔ آخر مین اسنے بدایون جا کر گوشہ نشینی اختیار کی اور دلی کی حکومت بہلول خان لودی کو سپرد کر دی

## فصل ہشتم

### لودھیون کا خاندان

| کیفیت | سنہ جلوس | نام | نمبر |
|---|---|---|---|
| افغانون کی ایک قوم لودھی تھی یہ لوگ فیروز تغلق کے وقت سے بڑھے اور تجارت سے بڑے مالدار بنگئے۔ سیدون کے وقت مین فوجی خدمتین انکے تعلق تھین۔ اخیر مین بہلول خان لودھی دلی کا بادشاہ ہی بن گیا۔ پنجاب کے صوبے اسنے دلی مین شامل کیے اور تیمور کے بعد جو بے رونقی پھیلی تھی وہ اسکے وقت مین | سنہ ۸۵۵ھ / سنہ ۱۴۵۰ء | بہلول خان لودھی | ۱ |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | کم ہونے لگی۔ شاہ جونپور سے چھبیس برس تک چھیڑ چھاڑ رہی اور بالآخر ۱۴۷۶ء مین جونپور بھی دلی کا ماتحت ہوگیا۔ |
| ۲ | سکندر لودھی | ۸۹۴ھ<br>۱۴۸۸ء | اسکو اپنے مذہب کا بڑا پاس تھا۔ یہ عالم فاضل اور شاعر تھا۔ |
| ۳ | ابراہیم لودھی بن سکندر لودھی | ۹۲۳ھ<br>۱۵۱۶ء | یہ بادشاہ سلطنت کے قابل نہ تھا اسکے وقت مین بغاوتین پھیلین۔ دولت خان لودھی حاکم پنجاب نے بابر کو کابل سے بلایا۔ ۹۳۲ھ مین بابر نے چڑھائی کی اور ابراہیم لودھی معرکہ جنگ مین پانی پت کے پاس مارا گیا۔ گوالیار کا راجہ بھی ابراہیم کا شریک حال ہوکر مارا گیا اسلیے بابر نے اس لڑائی کو محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی لڑائیون سے مشابہ سمجھا۔ بابر کے ساتھ توپ بھی تھی۔ بابر کو فخر تھا کہ اُسنے توپون سے عمدہ کام لیا۔ بابر کی فوج بہت کم تھی۔ ابراہیم لودھی نے بھی خوب مقابلہ کیا۔لیکن شکست و فتح مین تائید ایزدی ہوا کرتی ہے۔ فوج کی کثرت ہمیشہ کارآمد نہین ہوتی۔ |

## فصل نہم

### خاندان سوری

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱ | شیر شاہ سوری | ۹۴۷ھ<br>۱۵۴۰ء | یہ بادشاہ ابراہیم خان پٹھان کا بیٹا تھا۔ چھوٹی حالت سے بڑھتے بڑھتے یہ بہار کا خود مختار بادشاہ ہوگیا۔ یہ اپنے کو بادشاہان غور کی نسل مین بتاتا تھا لیکن اسکا خاندان بجائے غوریون کے سوریون کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ ہمایون نے اسکے مقابلہ مین دو مرتبہ شکست کھائی۔ پچھلی شکست ۱۵۴۰ء مین |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| | | | ہوئی اور اسی زمانہ سے شیرشاہ دلی کا شاہنشاہ سمجھا جانے لگا۔ شیرشاہ نیکنام اور مدبر بادشاہ سمجھا جاتا ہے۔ بنگال سے دریاے اٹک تک اسنے سیدھی سڑک بنوائی اور ایک ایک کوس پکنوئین کھدوائین اور اسنے اپنے مرتبہ سے مہمان سرائین بنوائین علاء الدین خلجی تکے قانون کو اسنے زندہ کیا۔ اکبر کا قانون علاء الدین خلجی اور شیرشاہ کے قانون کا مجموعہ سمجھا جاتا ہے۔ مورخین شیرشاہ کی تعریف اسلیے زیادہ نہ کرسکے کہ سلاطین مغلیہ کے مورث ہمایون نے اس سے زک اٹھائی تھی۔ باغی اور غاصب کے نام سے یہ یاد کیا جاتا ہے لیکن اسکی خوبیان اور کارگزاریان حالات سے مستنبط ہو سکتی ہین اسکا مقبرہ سہسرام مین ہے اور یہین یا اسکے قریب اسکا مولد بھی تھا۔ |
| ۲ | سلیم شاہ بن شیرشاہ | سنہ ۹۵۲ھ<br>سنہ ۱۵۴۵ء | شیرشاہ کا بیٹا جلال خان تخت پر بیٹھکر سلیم شاہ مشہور ہوا۔ یہ بادشاہ بھی مدبر اور نیک نام تھا دلی کا سلیم گڈھ قلعہ اسی کی یادگار ہے۔ سید محمد جونپوری نے مہدی موعود بنکر اسی کے وقت مین زور پکڑا تھا شیخ علائی واعظ اس فرقہ کا رونق دینے والا تھا۔ بادشاہ نے اس خصوص مین اعتدال سے کام لیا اور بہت جلد اس فرقہ کا استیصال ہوگیا۔ |
| ۳ | عادل شاہ بن شیرشاہ | سنہ ۹۶۰ھ<br>سنہ ۱۵۵۳ء | اسکا اصل نام محمد شاہ سور عدلی تھا یہ بالکل نا قابل سلطنت تھا۔ ایک مسلمان بنیا ہیمو بقال ایک چھوٹے سے دکاندار کی حیثیت سے بڑھتے بڑھتے وزارت کے عہدہ سے پہنچا اور پھر تمام نظم ونسق کا اختیار اسکو ہوگیا۔ یہ حالت دیکھکر ہمایون نے جو ہندوستان سے بھاگ کر کابل مین مقیم تھا ہندوستان کا رخ کیا۔ دلی پر ہمایون کا قبضہ ہوگیا۔ عادل شاہ کے دشمن ملک مین زیادہ تھے اسلیے ہمایون کو |

| کیفیت | سنہ جلوس | نام | نمبر |
| --- | --- | --- | --- |
| زیادہ کامیابی بھی ہوئی۔ ہیمو بقال پورب سے چلا اور پانی پت میں ہمایون کی فوج سے لڑائی ہوئی۔ لیکن ہمایون اسکے پہلے مرچکا تھا اور اسکا بیٹا جلال الدین اکبر تیرہ برس کی عمر مین تخت پر بیٹھا تھا۔ ہیمو بقال کا مقابلہ اکبر کے اتالیق خان خانان بیرم خان نے کیا۔ ۹۶۳ھ مین ہیمو گرفتار ہوا اور اکبر کی مستقل سلطنت دلّی مین قایم ہوئی۔ عادل شاہ اسکے بعد بھی کچھ دنون تک بہار او بنگال پر حکمران رہا لیکن ایک نئے دعویدار کے ہاتھ سے وہ جلد ہی مارا گیا اور پھر تو تمام ہندوستان مین اکبر نے وہ شہنشاہی قایم کی جو محمد تغلق کے وقت سے زایل ہوچکی تھی۔ اکبر کے وقت سے خاندان مغلیہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کچھ اُن خودمختار ریاستون کا ذکر کیا جائے جو محمد تغلق کی شاہنشاہی بگڑنے پر قایم ہوئی تھین اور پھر مغلون کے زمانہ مین تباہ ہوئین۔ | | | |

## فصل دہم

### مغلون کے قبل چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستین

محمد تغلق کی شاہنشاہی تباہ ہونے پر جو خودمختار ریاستین جابجا قایم ہوئی تھین۔ انمین سے مسلمان خاندانون کا تذکرہ بیان کیا جاتا ہے۔ اکبر کے وقت مین تمام ریاستین مطیع ہوگئی تھین لیکن انکا پورا استیصال شاہجہان اور عالمگیر کے زمانہ مین ہوا۔

بہمنی سلطنت

دکھن کا بہمنی خاندان بہت زبردست خیال کیا جاتا ہے۔ حسن ایک چھوٹے درجہ کا پٹھان تھا محمد تغلق کے مقربون مین ایک گانگو برہمن تھا۔ حسن نے اس سے کچھ زمین کاشت کے لیے لی زمین مین دفینہ نکلا۔ حسن نے اسلامی دیانت داری کے لحاظ سے وہ دفینہ اپنے محسن برہمن کے حوالہ کیا برہمن قدردان تھا۔ اُسکی عزت اسنے بہت بڑھائی۔ اس ذریعہ سے حسن کا رسوخ ملکی معاملات مین بھی بڑھنا شروع ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان تغلق کے زوال کی حالت مین یہ بادشاہ ہوگیا اپنے عروج کے

زمانہ مین اظہار احسانمندی کی غرض سے اسنے اپنے کو کانگہی مشہور کیا اور اپنے خاندان کو بہمنی کہنے لگا۔ حسن بادشاہ ہونے پر علاء الدین حسن کانگہی مشہور ہوا۔

دار السلطنت گلبرگہ اور بدر

سلاطین بہمنی کا دار السلطنت پہلے حسن آباد گلبرگہ تھا اور پھر بدر ہوا۔ محمود شاہ ثانی تک اس خاندان کا پورا عروج تھا اسکے بعد چار بادشاہ محض نام کو تخت پر بیٹھے اور کلیم پر خاندان بہمنی کا خاتمہ ہوگیا۔

بادشاہون کی فہرست

| نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق | نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | علاء الدین حسن کانگوی | سنہ ۱۳۴۷ء | سنہ ۷۴۸ھ | ۱۰ | علاء الدین اول | سنہ ۱۴۳۵ء | |
| ۲ | محمد شاہ اول | سنہ ۱۳۵۸ء | | ۱۱ | ہمایون شاہ | سنہ ۱۴۵۷ء | |
| ۳ | مجاہد شاہ | سنہ ۱۳۷۵ء | | ۱۲ | نظام شاہ | سنہ ۱۴۶۱ء | |
| ۴ | داؤد شاہ | سنہ ۱۳۷۸ء | | ۱۳ | محمد شاہ ثانی | سنہ ۱۴۶۳ء | |
| ۵ | محمود شاہ اول | سنہ ۱۳۷۸ء | | ۱۴ | محمود شاہ ثانی | سنہ ۱۴۸۲ء | |
| ۶ | غیاث الدین | سنہ ۱۳۹۷ء | | ۱۵ | احمد شاہ ثانی | سنہ ۱۵۱۸ء | |
| ۷ | شمس الدین | سنہ ۱۳۹۷ء | | ۱۶ | علاء الدین ثانی | سنہ ۱۵۲۰ء | |
| ۸ | فیروز شاہ | سنہ ۱۳۹۷ء | | ۱۷ | ولی اللہ | سنہ ۱۵۲۲ء | |
| ۹ | احمد شاہ اول | سنہ ۱۴۲۲ء | | ۱۸ | کلیم اللہ | سنہ ۱۵۲۶ء | سنہ ۹۳۳ھ |

یوسف عادل شاہ ایک ترکی غلام تھا جو ایران سے آکر سلاطین بہمنی کے ہاتھ بکا اور اسنے اپنی نسل کی بابت یہ ظاہر کیا کہ وہ عثمان بانی سلطنت ترکی کی نسل مین ہے اور محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ کا بھائی ہے۔ شیر خوارگی کی حالت مین ملک سے الگ کیا گیا تاکہ اپنے بھائی کے ہاتھون سے قتل نہو۔ ایران مین رہنے سے شیخ صفی کے مریدون کی صحبت مین پرورش پائی اور اسلیے اسکا مذہب شیعہ تھا اور اسکے خاندان کے اکثر بادشاہون کا یہی مذہب تھا۔

ریاست بیجاپور

بہمنی خاندان جب ضعیف ہوا تو یوسف عادل نے ایک جدا سلطنت بیجاپور مین قایم کرلی۔

## فہرست سلاطین

| نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق | نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | یوسف عادل شاہ | سنہ ۱۴۸۹ء | سنہ ۸۹۵ھ | ۴ | ابراہیم عادل شاہ | سنہ ۱۵۳۵ء | |
| ۲ | اسمعیل بن یوسف شاہ | سنہ ۱۵۱۰ء | | ۵ | علی عادل شاہ | سنہ ۱۵۵۷ء | |
| ۳ | ملو عادل شاہ | سنہ ۱۵۳۴ء | | ۶ | ابراہیم عادل شاہ ثانی | سنہ ۱۵۷۹ء | سنہ ۹۸۷ھ |

نظام شاہی خاندان احمدنگر

احمدنگر مین ایک شاہی خاندان احمد شاہ کی ذات سے قایم ہوا اور عام طور پر لوگ اسکو نظام شاہی خاندان کہنے لگے - احمد کا باپ قوم کا ہندو تھا جو گرفتار ہوکر بطور غلام کے سلاطین بہمنی کے دربار مین آیا اور مسلمان ہوگیا - اپنی ذاتی لیاقت سے اسنے بڑا عروج پکڑا اور بہمنی سلطنت کے ضعف پر اسکا بیٹا احمد بادشاہ بن بیٹھا -

ان بادشاہون کے وقت مین سنیون اور شیعون کے جھگڑے مسلمانون مین برپا رہے اور یہی کیفیت بیجاپور کے مسلمانون کی بھی تھی ؛

## نظام شاہی بادشاہ

| نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق | نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | احمد شاہ | سنہ ۱۴۹۰ء | سنہ ۸۹۶ھ | ۶ | اسماعیل شاہ | سنہ ۱۵۸۸ء | |
| ۲ | برہان شاہ | سنہ ۱۵۰۸ء | | ۷ | برہان شاہ ثانی | سنہ ۱۵۹۰ء | |
| ۳ | حسین شاہ | سنہ ۱۵۵۳ء | | ۸ | ابراہیم نظام شاہ | سنہ ۱۵۹۴ء | |
| ۴ | مرتضی نظام شاہ | سنہ ۱۵۶۵ء | | ۹ | احمد شاہ ثانی | سنہ ۱۵۹۴ء | |
| ۵ | میران حسین شاہ | سنہ ۱۵۸۸ء | | ۱۰ | بہادر شاہ | سنہ ۱۵۹۵ء | سنہ ۱۰۰۴ھ |

بادشاہان گولکنڈہ

قطب قلی ایک ترکی النسل سپاہی ہمدان سے آکر سلاطین بہمنی کے دربار مین ملازم ہوا اور سلطنت بہمنی کے زوال کے زمانہ مین گولکنڈہ کا خودمختار بادشاہ بن بیٹھا - اسکا مذہب بھی شیعہ تھا - بادشاہ ہونے پر اسکا لقب سلطان قلی شاہ ہوا -

| نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق | نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | سلطان قلی شاہ | سنہ ۱۵۱۲ء | سنہ ۹۱۸ھ | ۲ | جمشید قطب شاہ | سنہ ۱۵۴۳ء | |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق | نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳ | سبحان قلی شاہ | سنہ ۱۵۵۰ء | | ۵ | محمد قلی شاہ | سنہ ۱۵۸۰ء | سنہ ۹۸۸ھ |
| ۴ | ابراہیم شاہ | سنہ ۱۵۵۰ء | | + | + | + | + |

عماد شاہی خاندان برار

ایک چھوٹی سی خودمختار ریاست عماد شاہیوں کی برار میں تھی۔ فتح اللہ عماد الملک اسکا بانی ایک نومسلم کی اولاد میں تھا۔ چوتھے بادشاہ برہان عماد شاہ کا وزیر تفال شاہ غاصب کی حیثیت سے تخت نشین ہوا پھر اسکے بعد سنہ ۱۵۷۲ء میں یہ ریاست احمد نگر میں شامل ہو گئی۔

| نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق | نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | فتح اللہ عماد الملک | سنہ ۱۴۸۴ء | | ۴ | برہان عماد شاہ | سنہ ۱۵۶۱ء | |
| ۲ | علاء الدین | سنہ ۱۵۰۴ء | | ۵ | تفال شاہ | | |
| ۳ | دریا عماد شاہ | سنہ ۱۵۲۹ء | | ۶ | + | + | + |

برید شاہی خاندان بیدر

قاسم برید نے ایک ریاست کی بنیاد بیدر میں ڈالی۔ چھ بادشاہ یکے بعد دیگرے ریاست میں خودمختار رئیس کی طرح حکمران رہے۔ لیکن یہ ریاست ایسی چھوٹی تھی کہ اسکے زوال کا زمانہ تاریخوں سے متحقق نہیں ہوتا۔

| نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق | نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | قاسم برید | سنہ ۱۴۹۰ء | سنہ ۹۰۴ھ | ۴ | ابراہیم برید | سنہ ۱۵۶۲ء | |
| ۲ | امیر برید | سنہ ۱۵۰۴ء | | ۵ | قاسم ثانی | سنہ ۱۵۶۹ء | |
| ۳ | علی برید | سنہ ۱۵۴۹ء | | ۶ | مرزا علی | سنہ ۱۵۷۲ء | |

شاہان گجرات

محمود تغلق کے عہد میں مظفر شاہ جو ایک مسلمان راجپوت تھا اور امراء سے دلی میں پرورش پائی تھی گجرات کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اور پھر بہت جلد خودمختار بادشاہ بن گیا۔ گجرات کی بادشاہی بہمنی بادشاہی کی سی تھی۔ مظفر شاہ ثانی کے وقت میں اسمٰعیل صفوی کا ایلچی یہاں آیا تھا۔

پرتگال والوں نے بمبئی کے قریب اپنا دخل کر لیا تھا۔ شاہان گجرات برابر انکا مقابلہ کرتے رہے کیونکہ اس خاندان کے بادشاہ بحر احمر سے خلیج فارس تک جہاز رانی کرنے کے لیے ضروری سمجھتے تھے کہ غیر لوگ بحر ہند میں مداخلت نہ کریں اور یہی حال مصر فتح کرنے کے بعد عرصہ تک سلاطین ترکی کا بھی تھا

چنانچہ انھیں اغراض کے لیے شاہان گجرات کو شاہان گجرات کو پرتگال والوں کے مقابلہ میں ملوک مصر بحری قوت سے مدد دیتے تھے۔ گجرات کے بادشاہوں کے پاس علاوہ جنگی جہازوں کے توپ کے سامان بھی اچھے تھے۔ جب شاہ گجرات سے ہمایوں کا مقابلہ ہوا تو ایک اٹلی کا باشندہ گجراتی توپخانہ کا مہتمم تھا۔ آخر میں یہ سلطنت تجزی کی وجہ سے کمزور ہو گئی لیکن اس کا الحاق اکبر نے ہمایوں کے بعد کیا۔ محمود ثالث نے سورت میں ایک قلعہ بنایا تھا جو اب تک قایم ہے۔

| نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق | نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | مظفر شاہ | سنہ ۱۳۹۶ء | سنہ ۷۹۹ھ | ۸ | سکندر شاہ | سنہ ۱۵۲۶ء | |
| ۲ | احمد شاہ | سنہ ۱۴۱۲ء | | ۹ | محمود شاہ ثانی | سنہ ۱۵۲۶ء | |
| ۳ | محمد شاہ | سنہ ۱۴۴۳ء | | ۱۰ | بہادر شاہ | سنہ ۱۵۲۶ء | |
| ۴ | قطب شاہ | سنہ ۱۴۵۱ء | | ۱۱ | میران محمد شاہ فاروقی | سنہ ۱۵۳۶ء | |
| ۵ | داؤد شاہ | سنہ ۱۴۵۸ء | | ۱۲ | محمود شاہ ثالث | سنہ ۱۵۵۳ء | |
| ۶ | محمود شاہ بیگرہ | سنہ ۱۴۵۹ء | | ۱۳ | احمد شاہ ثانی | سنہ ۱۵۶۱ء | |
| ۷ | مظفر شاہ ثانی | سنہ ۱۵۱۱ء | | ۱۴ | مظفر شاہ ثالث | سنہ ۱۵۶۱ء | سنہ ۹۶۹ھ |

ریاست مالوہ

مالوہ کا صوبہ فیروز شاہ تغلق کے آخر زمانہ میں خود مختار ہو گیا تھا۔ مالوہ کی دار الحکومت مانڈو میں دلاور شاہ غوری نے جو اپنے کو ماں کی طرف سے شاہان غور کی نسل میں بتاتا تھا ایک خود مختار ریاست قایم کی۔ شاہان مالوہ اپنی ہمسایہ ریاستوں سے برابر لڑتے رہے لیکن شاہان گجرات کا لحاظ کرتے تھے آخر میں جب مالوہ کی ریاست کمزور ہوئی تو بہادر شاہ گجراتی نے اسے اپنی بادشاہی میں شامل کر لیا

| نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق | نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | دلاور شاہ غوری | سنہ ۱۴۰۱ء | سنہ ۸۰۴ھ | ۵ | غیاث الدین خلجی | سنہ ۱۴۶۹ء | |
| ۲ | ہوشنگ شاہ غوری | سنہ ۱۴۰۵ء | | ۶ | ناصر الدین خلجی | سنہ ۱۵۰۰ء | |
| ۳ | محمد شاہ غوری | سنہ ۱۴۳۲ء | | ۷ | محمود ثانی خلجی | سنہ ۱۵۱۲ء | سنہ ۹۱۶ھ |
| ۴ | محمود شاہ خلجی | سنہ ۱۴۳۵ء | | ۸ | + | + | + |

ملک راجہ مخاطب بہ ناصر خان نے محمد تغلق کے عہد میں ایک خود مختار ریاست خاندیس میں

ریاست خاندیس

قایم کی ۔ یہ بادشاہ عربی النسل تھا اور اپنے کو عمرؓ فاروق کی نسل سے بتاتا تھا ۔ شاہ گجرات کا یہ داماد تھا اور شاہ گجرات اسکا بڑا حامی تھا اسلیے شاہان خاندیس ۔ شاہان گجرات کا احترام کرتے تھے ۔ اکبر کے عہد مین یہ بادشاہی تخت دلی کے تابع ہوگئی ۔

| نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق | نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ملک راجہ نام خان | سنہ ۱۳۹۹ء | سنہ ۸۰۱ھ | ۷ | میران محمد شاہ | سنہ ۱۵۲۰ء | |
| ۲ | میران عادل خان | سنہ ۱۴۳۷ء | | ۸ | میران مبارک شاہ | سنہ ۱۵۳۵ء | |
| ۳ | میران مبارک شاہ | سنہ ۱۴۴۱ء | | ۹ | میران محمد خان | سنہ ۱۵۶۶ء | |
| ۴ | عادل خان اول | سنہ ۱۴۵۷ء | | ۱۰ | راجہ علی خان | سنہ ۱۵۷۶ء | |
| ۵ | داود خان | سنہ ۱۵۰۳ء | | ۱۱ | بہادر شاہ | سنہ ۱۵۹۶ء | |
| ۶ | عادل خان ثانی | سنہ ۱۵۱۰ء | | + | + | + | + |

سلاطین بنگالہ

بنگال کے حاکم نے محمد تغلق سے بغاوت کی تو وہان ایک خودمختار سلطنت قایم ہوئی اور اکبر کے عہد تک قایم رہی ۔ ہمایون کے بعد شیر شاہ اور اُسکے جانشین مالعبد حکمران ہوئے ۔ بعض مورخین انکو بھی شاہان بنگال کی مدمین داخل کرتے ہین ۔ بہر حال محمد تغلق کے زمانہ سے اکبر کے عہد تک جتنے خودمختار حکمران بہار اور بنگالہ مین ہوئے اُنکی سلسلہ وار فہرست یہ ہے ۔

| نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق | نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | فخرالدین | سنہ ۱۳۳۶ء | سنہ ۷۳۹ھ | ۹ | جیت مل عرف جلال الدین | سنہ ۱۳۹۳ء | |
| ۲ | علاء الدین | سنہ ۱۳۴۰ء | | ۱۰ | احمد شاہ | سنہ ۱۴۱۹ء | |
| ۳ | حاجی شمس الدین | سنہ ۱۳۴۲ء | | ۱۱ | ناصرالدین | سنہ ۱۴۲۶ء | |
| ۴ | سکندر شاہ | سنہ ۱۳۵۷ء | | ۱۲ | ناصر شاہ | سنہ ۱۴۲۶ء | |
| ۵ | غیاث الدین | سنہ ۱۳۶۷ء | | ۱۳ | باربک | سنہ ۱۴۲۹ء | |
| ۶ | سلطان السلاطین | سنہ ۱۳۷۳ء | | ۱۴ | یوسف شاہ | سنہ ۱۴۴۵ء | |
| ۷ | شمس الدین ثانی | سنہ ۱۳۸۳ء | | ۱۵ | فتح شاہ | سنہ ۱۴۶۱ء | |
| ۸ | راجہ کنش شاہ | سنہ ۱۳۸۶ء | | ۱۶ | شاہزادہ | سنہ ۱۴۸۱ء | |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق | نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۷ | فیروز شاہ | سنہ ۱۴۱۰ء | | ۲۴ | [illegible] شاہ | سنہ ۱۵۴۵ء | |
| ۱۸ | محمود شاہ | سنہ ۱۴۹۳ء | | ۲۵ | عدلی شاہ | سنہ ۱۵۴۸ء | |
| ۱۹ | مظفر شاہ | سنہ ۱۴۹۴ء | | ۲۶ | بہادر شاہ | سنہ ۱۵۵۳ء | |
| ۲۰ | علاءالدین | سنہ ۱۴۹۷ء | | ۲۷ | جلال الدین شاہ | سنہ ۱۵۶۲ء | |
| ۲۱ | نصرت شاہ | سنہ ۱۵۲۱ء | | ۲۸ | سلیمان کرانی | سنہ ۱۵۶۳ء | |
| ۲۲ | محمود شاہ | سنہ ۱۵۳۴ء | | ۲۹ | بایزید شاہ | سنہ ۱۵۷۳ء | |
| ۲۳ | شیر شاہ | سنہ ۱۵۳۷ء | | ۳۰ | داؤد شاہ | سنہ ۱۵۷۳ء | سنہ ۹۸۱ھ |

ان بادشاہوں میں راجہ کنس شاہ ہندو تھا لیکن اسکا بیٹا جیت مل مسلمان ہوا اور جلال الدین کے نام سے مشہور ہوا۔

شاہان جونپور

سلطنت جونپور کی بنیاد محمد تغلق کے وزیر خواجہ جہان نے ڈالی تھی۔ بہلول لودی کے وقت تک یہ سلطنت عروج پر تھی بہلول لودی نے اسکو غارت کی۔ بابر شاہ اور شیر شاہ نے بھی جونپور پر قبضہ کیا تھا۔ شیر شاہ کے خاندان کے زوال پر جونپور کی سلطنت مختلف لوگوں کے قبضہ میں تھی۔ اکبر نے پورے طور پر اسکو دلّی کے ماتحت کیا۔

| نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق | نمبر | نام | سنہ جلوس | مطابق |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | خواجہ جہان | سنہ ۱۳۹۴ء | سنہ ۷۹۶ھ | ۴ | محمود شاہ | سنہ ۱۴۴۰ء | |
| ۲ | مبارک شاہ | سنہ ۱۳۹۹ء | | ۵ | محمد شاہ | سنہ ۱۴۵۷ء | |
| ۳ | ابراہیم شاہ | سنہ ۱۴۰۱ء | | ۶ | حسین شاہ | سنہ ۱۴۵۷ء | سنہ ۸۶۲ھ |

## فصل یازدہم

### مغلوں کی سلطنت

جلال الدین اکبر بن ہمایون شاہ سنہ ۱۵۵۶ء

تیرہ برس کی عمر میں اکبر تخت نشین ہوا۔ بیرم خان خانخانان اسکا اتالیق تھا۔ بالغ ہوتے ہی اکبر نے اپنے کو خانخانان کی حکومت سے آزاد کر لیا لیکن اکبر کے بلوغ تک جو کام خانخانان سے ہوا سلطنت مغلیہ اس سے بے نیاز نہیں کی جا سکتی۔ اکبر کے دادا اور باپ بابر اور ہمایون کا مستقل

ابھی تک ہندوستان نہ تھا اسلیے سکلاف اور مورخوں نے سلطنت مغلیہ کی ابتدا اس کتاب میں اکبر کے عہد سے کیجاتی ہے۔ (بابر اور ہمایون کے حالات باب ۵ فصل ۱۲ میں دیکھیے)۔

**اکبر کی فتوحات**

اکبر کے عہد میں کابل۔ گجرات۔ بنگالہ۔ کشمیر۔ سندھ۔ قندھار۔ خاندیس اور دکن کے اکثر صوبے آہستہ آہستہ دلی کی شہنشاہی میں داخل ہو گئے۔ محمد تغلق کے آخر عہد میں ہندوستان کی شہنشاہی پر جو زوال شروع ہوا تھا اب اسکی تلافی ہوئی۔

**اکبر کے دربار میں علوم کا چرچا۔ ابو الفضل۔ فیضی**

اکبر کو علاوہ جنگی امور کے مذہبی اور علمی مجلسوں سے بھی دلچسپی تھی۔ اسکا وزیر ابو الفضل اور اُسکا بھائی فیضی یہ دونوں بڑے عالم تھے۔ علوم قدیمہ کے علاوہ زبان دانی میں بھی فیضی کو کمال حاصل تھا۔ سنسکرت اور فارسی کا ماہر تو تھا ہی۔ سواطع الالہام (تفسیر قرآن شریف) ایسی کتاب ہے جسمین شروع سے آخر تک ایک نقطہ نہیں آیا فیضی کے عربی لٹریچر کا وہ کمال ظاہر ہوتا ہے جسکی نظیر آج دنیا میں نہیں ہے۔

**اکبر کا مذہب**

اکبر مذہب کی طرف سے بہت آزاد تھا۔ ہندوؤں کے تالیف قلوب کے لیے اسنے اپنے مذہبی مسائل کی پروا نہ کی۔ اور اسمین شبہ نہیں ہے کہ ہندو اکبر کو ویسا ہی محترم جانتے ہیں جیسا اپنے اور نیکنام ہندو بادشاہوں کو سمجھتے تھے لیکن اسمین گفتگو ہے کہ اس پالیسی نے آیندہ کے لیے سلطنت اسلام پر کیا اثر ڈالا۔ ظاہر ہے کہ ہندوؤں سے کیا ہو سکتا تھا۔ مسلمانوں کا زور البتہ اس سے گھٹ گیا۔ اور پھر اسکے بعد جب مسلمانوں نے اپنے کو سنبھالنا چاہا تو ہندوؤں کے بڑھے ہوئے دلون نے مسلمانوں کی پروا نہ کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو اور مسلمان دونوں ہند کی حکومت سے الگ ہو گئے اور اچھا ہوا کہ ایسا ہوا ورنہ فسادوں اور خانہ جنگیوں کی کوئی حد نہ ہوتی۔ اکبر کی پالیسی کو مسلمان بُری نظر سے دیکھتے تھے۔ اکبر کے پر پوتے عالمگیر نے اکبر کے ڈالے ہوئے دستور کو بہت کچھ ہٹانا چاہا لیکن کچھ فائدہ نہ نکلا۔ مسلمانوں میں بُت پرستی اور خیالات فاسد کی پیروی کا دستور جو اسوقت دیکھا جاتا ہے اسکی ابتدا زیادہ تر اکبر ہی کے وقت میں پڑی تھی۔ بہر حال نیکنامی۔ دانشمندی۔ بہادری۔ ہر دلعزیزی۔ بلند حوصلگی اور فتحمندی کے اعتبار سے اکبر کو ہندوستان کا بہت بڑا بادشاہ سمجھنا چاہیے۔

**ملکی قانون**

ملکی قانون جہانتک وصول مالگذاری وغیرہ سے تعلق رکھتا تھا اسکی نسبت مورخوں کا بیان ہے کہ علاء الدین خلجی اور شیر شاہ کے مسودہ قانون کو کسی قدر ترمیم کے ساتھ رونق دی گئی تھی۔

جہانگیر سلیم بن اکبر [illegible]

اکبر کے دو لڑکے پہلے مر چکے تھے اسلیے تیسرا لڑکا سلیم خواہ مخواہ ولیعہد تھا۔ لیکن اسکے بیٹے خسرو نے دادا کے مزاج مین بڑا دخل پیدا کیا تھا۔ سلیم اپنے باپ سے باغی تھا لیکن مرتے وقت پہنچ گیا اور یہی تخت پر بیٹھا۔ خسرو نے بغاوت اختیار کرکے قید کی سزا پائی۔ اس بادشاہ کی بیگم نورجہان معاملات ملکی مین بھی دست انداز ہوتی تھی۔ زنجیر عدل نے جہانگیر کو بہت مشہور کیا تھا۔ اسکے وقت مین جیمس اول شاہ انگلستان کا ایلچی سر ٹامس رو دلی مین آیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ یورپ کے جہازران ہندوستان کے سواحل پر مال تجارت لاتے تھے بادشاہان گجرات کے وقت سے یوروپین لوگون کا سلسلہ آمد و رفت شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ ہمایون کے حملے کے وقت شاہ گجرات کا گولنداز ایک ملی کا رہنے والا تھا۔ شاہجہان نے بہت سے حصے دکن کے فتح کیے۔ آخر مین نورجہان کی وجہ سے شاہجہان کو بغاوت اختیار کرنا پڑی لیکن آخر کو باپ کے مرنے پر یہی تخت نشین ہوا۔

شاہجہان ابن جہانگیر [illegible]

شاہجہان کا عہد بہت ہی مبارک سمجھا جاتا ہے۔ ہندؤن کا دستور جو اکبر کے دربار مین پڑا تھا شاہجہان نے بہت کچھ اسکی اصلاح کی۔ اکبر نے قمری مہینے کی جگہ پر فصلی سنہ جاری کیا تھا یعنی سنہ جو اکبر کے وقت مین قایم تھا وہی قایم رہا لیکن مہینے ہندی کر دیے گئے اور مہینون اور سالون کا بدلنا ہندؤن کے طریقہ سے شمسی سال کے اعتبار سے قایم کیا گیا تھا۔ سمت تو بکرماجیت کے وقت کا سنہ ہے۔ فصلی سنہ کو اکبری سنہ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ شاہجہان نے ہجری سنہ کو پھر دفتر مین رواج دیا۔ چنانچہ اسکے بعد سمت۔ فصلی اور ہجری تین سنہ ہندوستان مین انگریزون کے وقت تک رائج تھے۔ اب انگریزون کے وقت مین چوتھا سنہ عیسوی رائج ہوا۔

سنہ فصلی

اس بادشاہ کے عہد مین سلطنت کو بہت رونق تھی۔ اسنے بڑے بڑے جشن کیے دلی کا لال قلعہ اور جامع مسجد اسکی یادگار ہے۔ اپنی بی بی کا روضہ اسنے آگرہ مین ایسا خوشنما بنایا کہ جو دنیا کی عجائبات مین شمار کیا جاتا ہے اور تاج محل کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔

ابتدائے سلطنت مین ازبکون نے کابل پر چڑھائی کی۔ نرسنگھ دیو قاتل ابوالفضل نے بندیل کھنڈ مین بغاوت کی لیکن بادشاہ [illegible]
[illegible]

مین شاہجہان کو دکن فتح کرنے کی جو چاٹ پڑی تھی وہ بادشاہ ہونے پر بھی قایم رہی۔ کل دکن شاہجہان کا مطیع ہوگیا اور بعض خودمختار ریاستون مین (مذہبی رعایت سے) جو شاہ ایران کا نام خطبہ مین پڑہا جاتا تھا وہ اب خارج ہوگیا۔ احمد نگر کی ریاست تو بالکل نیست و نابود ہوگئی تھی۔ اسپین کے مغربی حصہ بنگال کے باشندے پرتگیز کہلاتے ہین۔ ہندوستان مین کچھ پہلے سے انکی آمد رفت تھی۔ کلکتہ کے قریب ہوگلی کے قلعہ مین انکا تجارتی اسباب رہتا تھا۔ کچھ بے لطفی پیدا ہونے پر حاکم بنگال نے محاصرہ کرکے ہگلی کے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ اور پھر پرتگیزون زور گھٹنے لگا۔

علی مردان خان

علی مردان خان حاکم قندھار نے اپنے بادشاہ والی ایران کے ظلم سے تنگ آکر قندھار کو ملازمان شاہجہانی کے سپرد کردیا۔ علی مردان خان بڑا خوش سلیقہ شخص تھا۔ دربار شاہی مین اسنے بڑی عزت پائی۔ دلّی کی نہر اسی کی بنوائی ہوئی ہے۔ بلخ اور بدخشان مرزا سلیمان کے قبضہ سے خارج ہوکر برابر اوزبکون کے قبضہ مین چلے آتے تھے۔ شاہجہان نے اِن موروثی مقامات پر بھی قبضہ حاصل کیا۔ لیکن قبضہ ناپائیدار تھا۔ قندھار تو بہت جلد قبضہ سے نکل گیا۔ مردان خان باجسونت سنگھ۔ مرزا مراد اور نگ زیب اور دارا شکوہ پے در پے بھیجے گئے۔ مخالف خوب شکست خوردہ ہوئے۔ لیکن برف باری راہ کی تنگی اور پہاڑی لوٹیرون کے حملے سے شاہی فوج ہمیشہ خراب ہوئی اور کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

سعد اللہ خان

سعد اللہ خان اسکا وزیر تھا اور مشہور ہے کہ ہندوستان مین ایسا لائق وزیر کبھی نہین ہوا۔ سعد اللہ بادشاہ کے سامنے ہی اپنی موت سے مرا۔

میر جملہ ایک ہیرے کے سوداگر کا لقب تھا۔ اپنی لیاقت سے وزیر گولکنڈہ مقرر ہوگیا تھا۔ اورنگ زیب کے جوڑ توڑ سے یہ شاہجہانی فوج مین داخل ہوگیا۔ قطب شاہ خراج گزار رہا۔ علی بن عادل شاہ بیجاپور پہلے سے مطیع شاہجہان تھا۔ اورنگ زیب اسکو تخت سے اوتارنا چاہتا تھا لیکن اتفاق سے اورنگ زیب کو وہان سے ہٹنا پڑا اور وہ اپنے تخت حکومت پر قایم رہگیا۔

عالمگیر سنہ ۱۶۵۸ء

شاہجہان کے چار بیٹے۔ دارا شکوہ[۱]۔ مرزا شجاع[۲]۔ اورنگ زیب[۳] اور مرزا مراد[۴] ہندوستان کے مختلف حصّون مین حکمران تھے۔ دارا شکوہ ولیعہد تھا۔ اسلیے وہ دہلی مین رہتا تھا۔ اورنگ زیب نے

بھائیون کو لڑوا دیا اور خود بھی لڑا۔ اپنے جوڑ توڑ سے یہ سب پر غالب آیا۔ اور جون ۱۶۵۸ء مین عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین لیکر اپنے کو عالمگیر مشہور کیا اور شاہجہان وجود معطل رہگیا۔ شاہجہان کے ساتھ پہلے تو بڑے ادب اور تعظیم سے اورنگ زیب پیش آیا لیکن جب اُسنے دیکھا کہ داراشکوہ کی محبت شاہجہان کے دل سے دور نہین ہوتی تو شاہجہان کے ساتھ قیدین لگائی گئین اور وہ شاہی قلعہ مین ایک معزز قیدی کی حیثیت سے زندگی کے باقی دن پورے کر کے آٹھ برس کے بعد مرگیا۔

شاہجہان کی موت

یہان ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ شاہجہان ایسا بادشاہ قید ہوا اور پھر کسی نے اسکی اعانت مین سر نہین اُٹھایا؟۔ بظاہر اورنگ زیب کی کمال لیاقت کا اس سے پتہ چلتا ہی لیکن اسکے ساتھ یہ بھی مان لینا چاہیے کہ مسلمانون کے خیالات شاہجہان کی طرف سے بہت اچھے نہ تھے۔ اکبر اور جہانگیر کے وقت مین ہندؤن کے دستور کی تقلید بہت کچھ کیگئی تھی۔ اور اسکے نتائج پر نظر ڈالکر متعصب مسلمانون کا گروہ کشیدہ خاطر رہتا تھا۔ شاہجہان نے کچھ اصلاح کی لیکن بہت کم۔ داراشکوہ کے انداز سے لوگ سمجھتے تھے کہ اکبر شاہ کا زمانہ پھر عود کرے گا۔ داراشکوہ نے ہندؤن کا فلسفہ بہت کچھ پڑھا تھا اور اُنکی صحبت سے زیادہ محظوظ ہوتا تھا۔ بنارس کی پُرانی عدالت کا مکان (جسمین مسلمانون کا ایک شریف خاندان اسوقت قابض ہی) مشہور ہی کہ داراشکوہ کے لیے بنوایا گیا تھا کہ وہ بنارس مین رہکر پنڈتون سے استفادہ حاصل کرے۔ عالمگیر نے اپنا طرز بہت ہی متعصبانہ رکھا جس سے متعصب مسلمانون کی طبیعتین اسکی طرف مائل ہوگئین۔

عالمگیر کا پہلا کام بھائیون کا استیصال تھا۔ مرزا شجاع تو لڑ بھڑ کر مفقود الخبر ہوگیا رہے داراشکوہ اور مرزا مراد یہ دونون قید کیے گئے اور شرعی الزام مین مارے گئے۔ اسکی سلطنت بہت وسیع تھی بنگال سے کشمیر بلکہ کشمیر سے پار تبت تک اسکی عملداری تھی۔ دکن کی خودمختار ریاستین پہلے باجگذار تھین۔ عالمگیر نے انکو تخت دہلی مین شامل کرنا چاہا گولکنڈہ کا بادشاہ تاناشاہ اور بیجاپور کا بادشاہ سکندر عادل شاہ یہ دونو گرفتار ہوئے اور انکی سلطنت دلی مین شامل کی گئی۔ مرہٹون نے اسی کے وقت مین ترقی کی۔ سیواجی لٹیرون کا سردار تھا۔ شاہی فوج کو اسنے بہت دق کیا گرفتار بھی ہوا تو دلی سے بھاگ گیا اور اب راج گدی پر بیٹھا اسکے مرنے پر اسکا بیٹا سنبھاجی

مرہٹے

گرفتار ہو کر قتل ہوا۔ سنبھاجی کے بعد اسکا بیٹا ساہو جی گدی نشین ہوا۔ عالمگیر جب پچاس ۵۰ برس سلطنت کرکے ۹۰ برس کی عمر مین بمقام احمد نگر مرا اسوقت ساہو جی زندہ تھا اور ایک نیم خود مختار رئیس کی حیثیت رکھتا تھا۔

اورنگ زیب ہندوستان کے نامی بادشاہون مین شمار کیا جاتا ہی۔ اکبر کے عہد مین خلاف شرع باتین جو رواج پکڑ چلی تھین بہت کچھ اسکے زمانہ مین اصلاح ہوئی۔ اسکے ظاہر و باطن کو لوگ یکسان نہین کہتے اسکے وقت مین اسراف کی بلا نازل نہ تھی اور اسلیے اہل علم خوش نہ تھے ورنہ اورنگ زیب سے اچھا کوئی مسلمان بادشاہ نہین ہوا۔ کچھ نہ سہی تو اتنا ہر ایک کو تسلیم ہو کہ یہ حتی الوسع کوشش کرتا تھا کہ شرعی اعتراض اسپر کہین سے عائد نہ ہو۔ مانا کہ پکا مومن نہ تھا لیکن پکے مومن بننے کی کوشش تو کرتا تھا یہی غنیمت تھا۔

سلطنت معظم بہادر شاہ اول بن اورنگ زیب ۱۷۰۷ء

عالمگیر کا بڑا بیٹا معظم شاہ اپنے باپ کے بعد تخت پر بیٹھا۔ اپنے باپ کی طرح اسنے بھی اپنے دو بھائی اعظم اور کام بخش کے قتل کے بعد بہادر شاہ لقب اختیار کیا۔ یہ بادشاہ نیک بخت اور عادل تھا اسکے بھائی جو مارے گئے وہ اپنی ہی شرارت سے حالت جنگ مین زخمی ہوئے اور مر گئے۔

سکھ

اسکے وقت مین سکھون کو بڑا زور ہوا اسلیے کچھ مختصر حال سکھون کا بھی لکھا جاتا ہی۔ بابر کے وقت مین کھتری ذات کے چیلے گورو نانک نے ایک ایسا مذہب ایجاد کیا جسمین ہندو اور مسلمان دونون یکسان سمجھے جاتے تھے۔ عرصہ تک یہ فرقہ مرنج و مرنجان رہا۔ ایک گورو کے بعد دوسرا گورو تلقین مذہب کے لیے گدی پر بیٹھتا تھا۔ اکبر کے مرنے کے بعد سال کے اندر ہی اندر سکھون کا ایک گورو کسی طور سے شاہی فوج کے ہاتھ سے مارا گیا جسکے بعد سکھون کو ہتھیار رکھنے کی ضرورت پیدا ہوئی اور وہ مذہبی جوگیون سے سپاہیون کی صورت مین آنے لگے۔ ۱۶۷۵ء مین سکھون کے دسوین گورو گوبند نے مختلف فرقون کو سکھا شاہی مین شامل کرکے ایک چھوٹی سی فوج ترتیب دی۔ عالمگیر کے مرنے پر سکھون کی حالت بابا گورو ... کے قریب قریب تھی مسلمانون کو ان سے بے انتہا دشمنی ہو گئی تھی۔ ممکن ہو کہ ابتدا مسلمانون کی طرف سے ہوئی ہو لیکن جب ان سکھون نے تلوار سنبھالی تو پورے مسلمانون کے دشمن ہی ہو گئے اور مسلمانون کا مارنا عین ثواب سمجھنے لگے۔

بہادر شاہ اول کو گوروبندا کے مقابلے میں خود جانا پڑا۔ سکھ لوگ پہاڑوں میں چھپ جاتے تھے اور موقع پاکر نکل آتے تھے اسلیے مسلمانوں کو انکے تعاقب میں بڑی دقت ہوتی تھی۔ بالآخر سکھ مغلوب ہوگئے اور بندا مفرور ہوگیا لیکن انکی جڑ کٹنے نہ پائی تھی کہ بادشاہ نے بھی فروری ۱۷۱۲ء میں دنیا کو خیرباد کہا۔

جہاندار شاہ بن بہادر شاہ ۱۷۱۲ء

بہادر شاہ کے مرنے پر اسکا بیٹا جہاندار تخت نشین ہوا۔ یہ عیاش اور نالائق بادشاہ تھا اسکے بھتیجے فرخ سیر نے بنگال سے آکر اسکو اور اسکے وزیر ذوالفقار خان کو قتل کیا اور خود تخت پر بیٹھا۔

فرخ سیر بن عظیم الشان بن بہادر شاہ اول ۱۷۱۳ء

بارہہ کے سیدوں نے اسکی بڑی مدد کی تھی اسلیے سید عبداللہ خان قطب الملک وزیر ہوا اور اسکا بھائی سید حسین علی خان امام الملک امیر الامرا مقرر ہوا۔ لیکن جب سیدوں کے اختیارات بڑھے تو بادشاہ کو رشک ہوا۔ نکبت کے آثار پیدا ہوگئے۔ اسی زمانے میں ایک انگریزی ڈاکٹر نے بادشاہ کا علاج کرکے ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے بنگالے میں ۳۸ گاؤں کی زمینداری خریدنے کی پروانگی حاصل کی اور یہ حکم حاصل کیا کہ کلکتہ کے پریسیڈنٹ کے دستخط سے جو مال روانہ ہو اسکے محصول کے لیے تلاشی نہ لی جایا کرے۔

سلطنت کی کمزوری دیکھ کر بندا پھر نمودار ہوا اور پہلے سے زیادہ بُرے طور پر مسلمانوں سے برتاؤ شروع کیا۔ فرخ سیر کی سلطنت کمزور ہو چلی تھی لیکن پھر بھی بندا کے لیے بہت تھی۔ بندا مع اپنے ساتھیوں کے گرفتار کیا گیا اور دلی لایا گیا اور ایسی سخت سزا اسکو دی گئی کہ عرصہ تک سکھوں کو سر اٹھانے کی طاقت نہیں ہوئی۔ فرخ سیر سیدوں کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

رفیع الدرجات بن رفیع القدر بن بہادر شاہ

رفیع الدولہ بن رفیع القدر بن بہادر شاہ

پھر رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ کو یکے بعد دیگرے سیدوں نے تخت پر بٹھایا۔ لیکن سال کے اندر ہی دونوں مرگئے۔ سیدوں کو بادشاہ گر کا لقب ملا اور اورنگ زیب کی قایم کی ہوئی بادشاہت کے ڈھیچر ہر طرف سے ڈھیلے ہو چلے۔

محمد شاہ بن جہاں اختر جہاں بن بہادر شاہ ۱۱۳۱ھ ۱۷۱۹ء

اب سیدوں نے محمد شاہ کو منتخب کیا۔ مشکل سے محمد شاہ کی ماں بیٹے کی بادشاہی پر راضی ہوئی۔

چین قلیچ خان مخاطب بہ آصف جاہ ایک معزز ترکی سردار اور بڑا خاندانی شخص دس

غازی الدین کا بیٹا تھا جو اورنگ زیب کے سرداروں میں گنتی کا سردار تھا۔ آصف جاہ جہاندار شاہ کے وقت سے بیدل ہو رہا تھا۔ روز بروز سیدوں کی بیجا قوت کے بڑھنے سے ۱۷۲۰ء میں سیدوں سے منحرف ہو گیا۔ اور دکن میں اپنی خود مختار حکومت کا نقشہ جمایا۔ اسی سال میں سید عبد اللہ خان بادشاہ سے منحرف ہو کر آمادہ جنگ ہوا۔ لڑائی میں گرفتار ہوا اور سیدوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ محمد شاہ کو اس اعتبار سے ۱۷۲۰ء سے خود مختار بادشاہ کہنا چاہیے۔ ۱۷۲۱ء میں آصف جاہ دکن سے بلایا گیا اور وزیر اعظم مقرر کیا گیا لیکن بادشاہ کو عیش و عشرت کا شیدا اور اپنی معشوقہ کے اختیار میں دیکھ کر آصف جاہ بہت متنفر ہوا اور بادشاہ کو بھی اس متشرع سپاہی سے علیحدہ ہونے کی فکر ہوئی۔ ۱۷۲۳ء میں آصف جاہ نے وزارت سے استعفا دیا اور ۱۷۲۴ء میں خود مختار ریاست دکن میں قایم کر کے حیدرآباد کو دار الریاست قایم کیا اور بادشاہ کو نذریں بھیجکر برائے نام اپنا ولی نعمت تسلیم کرتا رہا۔ سعادت خان خراسان کا ایک سوداگر فن سپہ گری سے واقف اودھ کا حاکم ہو کر محمد شاہ کی کمزوریوں سے خود مختار حاکم بن گیا۔ مرہٹوں نے بہت ہی قوت پکڑی۔ مرہٹوں کے دبانے کے لیے آصف جاہ اور سعادت خان محمد شاہ کے رفیق بنے لیکن کچھ فائدہ نہ نکلا اسی اثنا میں ایران کے بادشاہ نادر شاہ نے ۱۷۳۹ء میں حملہ کر کے دلی میں قتل عام کیا اور پھر محمد شاہ کو بادشاہی گدی پر بدستور چھوڑ کر واپس گیا۔ محمد شاہ کی حالت اب بہت سقیم تھی۔ نام کو وہ شہنشاہ ہند رہگیا تھا۔ آصف جاہ اور سعادت خان آپس میں صاف نہ تھے۔ لیکن نادر شاہ کے مقابلے کے لیے یہ دونوں محمد شاہ کے شریک ہوئے تھے۔

نادر شاہ نے جو دلی میں خونریزی کی وہ تو زیادہ تر دلی والوں کی شرارت کی پاداش تھی لیکن خاندان تیموریہ کے جواہرات اور زر نقد (جسمیں تخت طاؤس بھی تھا) وہ اسقدر لیگیا کہ بادشاہ مفلس ہو گیا اور ارکین دولت بھی فقیر ہو گئے۔ نادر شاہ چلتے وقت محمد شاہ کو اٹک سے پورب جتنا ملک تھا اسکا بادشاہ بنا تا گیا۔ نادر شاہ زندہ رہتا تو محمد شاہ کو تقویت ہوتی لیکن نادر شاہ کے مرجانے سے بادشاہ کی دقتیں بڑھ گئیں۔

مرہٹے تو تھے ہی۔ دلی کے اتر دامن کوہ میں روہیلے پٹھانوں نے سرتابی کی جسکے لیے بادشاہ کو خود جانا پڑا۔ ان روہیلوں نے خود مختاری اختیار کرلی اور انکے نام سے وہ سرزمین

اب تک روہیلکھنڈ کہی جاتی ہے۔

اسی اثنا میں احمد شاہ درانی نے اپنے پایہ تخت قندھار سے فتح ہندوستان کے لیے چڑھائی کی۔ سرحد ہند تک وہ پہنچا تھا کہ محمد شاہ نے انتقال کیا۔

احمد شاہ بن محمد شاہ ۶ سنہ ۱۷۴۸ء

احمد شاہ بن محمد شاہ نے بہ حالت شہزادگی کسی حکمت سے احمد شاہ درانی کو ٹالا تھا کہ اسکا باپ محمد شاہ مرا اور یہی تخت شاہی پر بیٹھا۔ اسکے وقت مین روہیلون نے سر اٹھایا اور مغلوب ہوئے خود ارکین دولت کی نااتفاقی سے یہ مرہٹون کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ اور اسکی آنکھین نکالی گئین۔

عزیز الدین عالمگیر ثانی بن جہاندار شاہ ۷ سنہ ۱۷۵۴ء سنہ ۱۱۶۷ھ

احمد شاہ کے بعد عالمگیر ثانی تخت نشین ہوا۔ عماد الملک غازی الدین خان جسنے احمد شاہ کو اندھا کرکے اسے تخت پر بٹھایا تھا وزیر ہوا۔ اسکے وقت مین احمد شاہ درانی دوسری مرتبہ دلّی مین آیا اور نجیب الدولہ روہیلہ کو وزیر سلطنت بنا کر چلا گیا۔ عماد الملک نے امرا اور مرہٹون کی مدد سے دلی پر حملہ کیا۔ نجیب الدولہ نے پھر احمد شاہ ابدالی کو تیسری مرتبہ بلایا۔ عماد الملک نے یہ کیفیت دیکھ کر عالمگیر ثانی کو قتل کرڈالا اور اورنگ زیب کے پوتے شاہجہان ثانی کو تخت پر بٹھا کر بھرت پور چلا گیا۔ مرہٹے مقابلے مین آئے۔ احمد شاہ درانی کی مدد نجیب الدولہ اور نواب شجاع الدولہ نے کی احمد شاہ فائز المرام واپس گیا اور شاہجہان کو تخت پر چھوڑ گیا۔ اسکے بعد مرہٹے پھر دلّی مین آئے اور شاہجہان کو معزول کرکے جوان بخت کو تخت پر بٹھایا۔ احمد شاہ درانی پھر چوتھی مرتبہ ہندوستان مین آیا اور پانی پت مین بے انتہا مرہٹے مارے گئے اور ہمیشہ کے لیے مرہٹون کا زور جاتا رہا

محمد شاہ عالم عالی گوہر بن عالمگیر ثانی ۸ سنہ ۱۷۶۰ء سنہ ۱۱۷۳ھ

عالمگیر ثانی کے بعد اسکا بیٹا شاہ عالم بادشاہ ہوا۔ مرہٹون کا زور گھٹا تو ایسٹ انڈیا کمپنی کا زور شروع ہوا۔ قاسم علی خان اور شجاع الدولہ نے شکست کھائی۔ سنہ ۱۱۶۹ مین انگریزون سے شاہ عالم نے صلح کی۔ دلی مین پھر روہیلون کا زور ہوگیا۔ غلام قادر روہیلہ نے بادشاہ کی آنکھین نکال لین۔ مرہٹون نے آکر بادشاہ کی اعانت کی لیکن اپنا سکہ جمایا۔ پھر انگریزون نے مرہٹون کو نکال کر اپنا قبضہ کیا اور اس طرح مغلون کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی بادشاہی ہندوستان مین قایم ہوئی۔

محمد اکبر ثانی بن شاہ عالم ۹ سنہ ۱۸۰۸ء سنہ ۱۲۲۱ھ

شاہ عالم کے بعد اسکا بیٹا اکبر شاہ ثانی دہلی کے لال قلعہ مین تخت نشین ہوا۔ دہلی اور چند دیہات کے علاوہ کوئی شی بادشاہ کے قبضہ مین نہ تھی۔ باپ کی طرح یہ بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کا

وظیفہ خوار تھا۔ اس بادشاہ کے وقت مین مولوی عبدالعزیز کا انتقال ہوا۔ سید احمد بریلوی اور مولوی محمد اسمٰعیل سکھون کے مقابلہ مین شہید ہوئے۔ ان دونون بزرگون نے شمال و مغرب مین بڑا نام پیدا کیا تھا۔

ابوالمظفر محمد بہادر شاہ ثانی بن محمد اکبر شاہ ثانی

اکبر شاہ کے بعد بہادر شاہ ثانی تخت نشین ہوا۔ باپ کی طرح یہ بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کا وظیفہ خوار تھا اور لال قلعہ کا حاکم تھا۔ سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر مین یہ رنگون بھیجے گئے۔ اور سلطنت مغلیہ کا نام مٹ گیا۔ پھر ہندوستان کی سلطنت ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے انگلش گورنمنٹ کی طرف منتقل ہوئی اور ملک وکٹوریا قیصرۂ ہند کی رعایا ہونے کا فخر ہندوستانیون کو حاصل ہوا۔

اگر انگلش گورنمنٹ کا سایہ نہ ہوتا تو معلوم نہین مسلمانون کی کیا حالت ہوتی۔ ہندو سے مسلمان عیسائی ہماری رعایا ہین لیکن مذہبی آزادی کے اعتبار سے اچھی حالت مین ہین اور خوش ہین۔

## فصل دوازدہم

### ہندوستان کی چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستین

نظام حیدرآباد

محمد شاہ کی شاہنشاہی یا دوسرے لفظون مین دلی کی بادشاہی کے زائل ہونے پر جو ریاستین ہندوستان مین قایم ہوئین انمین نظام حیدرآباد کی ریاست کو اول درجہ کی سمجھنا چاہیے اور کل بلاد اسلام مین سلاطین ترکی شاہان ایران کے بعد یا چند دیگر امور پر لحاظ کر کے خدیو مصر امیر کابل اور شاہ مراکو کے بعد نظام حیدرآباد کا درجہ سمجھا جاتا ہے۔

محمد شاہ کے تذکرہ مین آصف جاہ نظام الملک کا تذکرہ آچکا ہے وہی اس خاندان کا بانی ہوا۔ جب تک شاہان دہلی کی کچھ حالت باقی رہی یہ لوگ تخت دہلی کے معین یا ہوا خواہ رہے۔ جب دہلی بالکل ہی مٹ گئی تو یہ لوگ خود مختار سلطان ہو گئے۔ مرہٹون سے قریب قریب کے راجاؤن سے مفرانسیسون اور انگریزون سے انکا مقابلہ رہا۔

اس خاندان کے بادشاہ عموماً نیک نام اور ہر دلعزیز رہے اب تک دس بادشاہ ہوئے ہین (جنکے نام یہ ہین)

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱ | آصف جاہ نظام الملک فتح جنگ | سنہ ۱۱۳۲ھ | |
| ۲ | غازی الدین خان فیروز جنگ ابن آصف جاہ | | |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۳ | میر احمد نظام الدولہ ناصر جنگ | سنہ ۱۱۶۴ھ | |
| ۴ | میر محمد امیر الملک صلابت جنگ | | |
| ۵ | خان نظام علی خان | | |
| ۶ | میر نظام علی آصف جاہ ثانی | ۱۱۷۵ - ۱۲۱۸<br>سنہ ۱۱۹۳ | |
| ۷ | میر اکبر علی خان سکندر جاہ | سنہ ۱۲۱۸ھ | |
| ۸ | ناصر الدولہ میر فرخندہ علی خان آصف جاہ | سنہ ۱۲۴۴ھ | |
| ۹ | میر تہنیت علی خان افضل الدولہ | سنہ ۱۲۷۳ھ | |
| ۱۰ | میر محبوب علی خان | سنہ ۱۲۸۵ھ | |

میر محبوب علیخان خلد اللہ

دو برس کی عمر مین میر محبوب علی خان خلد اللہ ملکہٗ گدی پر بیٹھے اور بالغ ہونے پر سنہ ۱۳۰۱ھ مین زمام حکومت اپنے ہاتھ مین لی - ہند کے مسلمان اس والی ریاست اور اس ریاست کو بڑی امید کی نگاہ سے دیکھتے ہین - اہل علم کی جو قدر آج اس ریاست مین ہو ہندوستان مین کہین نہین ہو -

اس زمانہ کے ایک معزز اخبار نے جو خیالات اس رئیس کی نسبت ظاہر کیے ہین بجنسہٖ نقل کیے جاتے ہین -

" اعلیٰ حضرت حضور نظام کی نسبت یہ مختصر کیفیت ناظرین کے واسطے خالی از دلچسپی نہ ہوگی اعلیٰ حضرت حضور نظام کی عمر ۲۹ برس کی ہو - چھریرا بدن قد متوسط مائل بہ کوتاہی خوبصورت ہین فن سپہگری مین پورے مشاق نہایت عمدہ نشانہ باز اور شہسوار بہت اچھے نیزہ باز - آسٹریا کا شاہزادہ جو یہان سیر کو آیا تھا اس سے اور حضور نظام سے نشانہ بازی کا مقابلہ ہوا - اعلیٰ حضرت جینے مین سے بھی حضور نظام کے واسطے اپنے ملک سے کئی بندوقین تحفہ کے طور پر بھیجی ہین - نظام اپنی طبیعت پر پورا اختیار رکھتے ہین جفاکش انتہا درجے کے ہین - گرمیون کے ایام مین شیر کا شکار ہوتا ہو تو پہ دھوپ مین گھنٹون ایک جگہ کھڑے رہتے ہین - خادم کے پاس بہت سے تولیے ہوتے ہین جب پسینہ آیا اور خادم سے تولیہ لیا اور منہ پونچھا اور پھینک دیا - اس طرح ایک ایک دن ڈیڑھ سو تولیے

استعمال مین آتے ہین - پہاڑون مین پیدل اسقدر چلتے ہین کہ خادم وغیرہ تھک جاتے ہین اور یہ نہین تھکتے - مزاج مین رحم اور فیاضی بہت ہی - خدمتگار وغیرہ جو فقرا کو روکتے ہین تو منع کردیتے ہین - اپنے مکان مین خدام اور مصاحب کے ساتھ اکثر اوقات ایک جگہ جو کھڑے ہوئے تو گھنٹون کھڑے ہی رہجاتے ہین - ایک روز داغ کو چکر آگیا اور گر پڑے - ایک روز ایک مصاحب کو غش آگیا جس طرف اُنکی نظر اُٹھ جاتی ہی ایک ایک گھنٹہ تک قایم رہتی ہی اور کچھ سوچا کرتے ہین - جلال اسقدر ہی کہ وزیر اعظم ہی جب کبھی طلب ہوتے ہین تو اُنکے ہوش درست نہین رہتے حالانکہ وہ رشتہ دار ہین - اُنکے بڑے بہنوئی ہین اور نظام اُنکا بہت خیال کرتے ہین - رزیڈنٹ صاحب جب سلام کو حاضر ہوتے ہین تو اُنکے چہرے پر تغیر کے آثار ظاہر ہو جاتے ہین - ان سب باتون کے ساتھ نظام فقرا اور اولیا اللہ کے بڑے معتقد ہین اور نہایت مودب ہو کر اُنکے سامنے بیٹھتے ہین اور ہاتھ جوڑکر باتین کرتے ہین اور رخصت ہونے کے وقت اُنکی جوتیان اپنے ہاتھ سے رکھ دیتے ہین مجلس وعظ مین جب حاضر ہوتے ہین ابتدا سے انتہا تک روتے ہین - علما کی بھی نہایت عزت کرتے ہین سُنی المذہب حنفی المشرب ہین حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے بڑی عقیدت ہی - باورچیخانہ کا خرچ آٹھ ہزار روپیہ روز کا ہی مگر خود کھانے کا کم شوق ہی - ڈیڑھ سو باورچی نوکر ہین - رعایا کی حیثیت سے ہندو مسلمان دونون کو برابر دیکھتے ہین - ابھی ابھی ایک ہندو سردار تھے جنکا نام منشی لال یا منشی پرشاد تھا - نظام نے اُنکو منشی راجہ کہکر پکارا - بس فوراً اُنکو یہ خیال آیا کہ میری زبان سے راجہ نکلا ہی - اُسی وقت راجہ کا خطاب اُنکو عطا کیا اور اسقدر جاگیر دی کہ واقعی راجہ بنا دیا بیس لاکھ لاکھ روپیہ مساجد وغیرہ کے خرچ کے لیے ہی"

حضرت عباس عم رسول کے خاندان کے لوگ شکارپور مین تھے - درانی کے ظلم سے تنگ آکر یہ لوگ خوب دل کھول کر لڑے اور پھر بہاول پور مین آکر سنہ ۱۷۳۲ء مین خود مختارانہ طور پر آباد ہوئے سنہ ۱۸۲۷ء تک یہ لوگ الگ الگ حکمران تھے اور سنہ ۱۸۲۷ء مین سب رئیسون نے ملکر بہاول خان ثالث کو اپنا بادشاہ قرار دیا - اُسوقت ریاست کے حدود ارضی بہت بڑھ گئے تھے - اخیر مین رنجیت سنگھ سے تنگ آکر بہاول خان نے انگلش گورنمنٹ سے مدد چاہی اور تب سے یہ ریاست برابر انگلش گورنمنٹ کی حمایت مین چلی آتی ہی - بہاول خان ثالث کے بعد فتح خان - بہاول خان

ریاست بہاول پور

چہارم اور نواب صادق خان جنکے بعد دیگرے حکمران رہے۔ یہ ایک چھوٹی سی ریاست ہے اور چھبیس لاکھ سے کچھ زیادہ کی تحصیل ہے۔

**ریاست مالیر کوٹلہ**

ایک چھوٹی سی ریاست مالیر کوٹلہ کی پنجاب مین ہے ڈیڑھ لاکھ کی تحصیل ہے۔ یہ لوگ شیخ احمد زندہ پیر کی نسل مین ہین۔ بہلول لودھی کے پہلے یہ لوگ مخدوم زادون کی طرح پیشوائے مذہب کی حیثیت رکھتے تھے۔ بہلول لودھی نے انکو جاگیر دیکر پولٹیکل معاملات سے دلچسپی پیدا کروائی۔ پھر سلاطین مغل کے زمانہ مین یہ لوگ کچھ اور زیادہ اختیار ہوتے۔ سنہ ۱۸۱۶ء مین انگلش گورمنٹ کی حمایت مین وزیر خان مسند نشین ہوا اور تب سے برابر مسند نشینی کا سلسلہ جاری ہے۔

**ریاست ٹونک**

صاحبزادہ امیر خان قوم پٹھان نے اپنے زور بازو سے سنہ ۱۸۶۶ء مین ریاست ٹونک کی بنیاد ڈالی۔

نواب امیر خان۔ نواب وزیر محمد خان عرف وزیر الدولہ۔ نواب محمد علی خان۔ نواب محمد ابراہیم خان خلد اللہ ملکہٗ آج تک پانچ نواب مسند نشین ہوئے ہین۔ یہ لوگ دینداری مین مشہور ہین۔ مذہبی حرارت کی وجہ سے کچھ جھگڑا ہو گیا تھا جسپر نواب محمد علی خان کو انگریزون نے بنارس مین لاکر رکھا اور محمد ابراہیم خان کو گدی نشین کیا۔ گیارہ لاکھ کی ریاست ہے۔

**ریاست رامپور**

روہیلے پٹھانون کا زور محمد شاہ اور اُسکے مابعد کے سلاطین کے تذکرے مین لکھا گیا ہے۔ مراد آباد۔ بدایون اور بریلی مین انھین لوگون کی حکومت تھی۔ آخر آخر غلام محمد خان غاصب ریاست پر آصف الدولہ لکھنؤ کا نواب انگریزون کو چڑھا لایا۔ نواب غلام محمد خان مارا گیا محمد علی خان متوفی سابق رئیس کا بیٹا احمد علی خان گدی پر بیٹھا۔ احمد علی خان کے مرنے پر محمد سعید خان بن نواب غلام محمد خان گدی نشین ہوا اور نواب محمد سعید خان کے بعد نواب محمد یوسف علی خان گدی نشین ہوئے۔ جنھون نے ایام غدر مین انگریزون کے ساتھ خیر خواہی کر کے بہت کچھ رسوخ پیدا کیا۔ انکے بعد انکے بڑے بیٹے نواب کلب علی خان مسند نشین ہوئے انکا عہد یادر ہے گا بڑے مدبر اور نیک نیت رئیس تھے۔ ہر قسم کے اہل فن انکے دربار مین جمع رہتے تھے۔ سنہ ۱۳۰۶ھ مین انکا انتقال ہوا اور اب انکے بیٹے نواب حامد علی خان نواب ریاست ہین۔ اللہ انکے ملک مین ترقی اور دولت مین افزونی عطا کرے۔ دلی اور لکھنؤ کے درمیان مین بس

سی ایک رئیس ہین۔ علوم انگریزی سے واقف ہین اور یورپ کی بھی سیر کی ہے۔ تعلیم عمدہ پائی ہے سال دو سال سے مسند نشین ہوئے ہین۔ ہر طرح امید کیجاتی ہے کہ انکے وقت مین ملک کی مرفہ الحالی ترقی کرے گی۔ انکے وقت مین منشی امیر احمد مینائی بڑے اہتمام سے اردو لغت جمع کر رہے ہین اگر یہ کتاب ختم تک پہنچی تو عمدہ یادگار ہوگی۔

ریاست ممدوٹ

پنجاب مین ایک چھوٹی ریاست ممدوٹ کی ہے۔ والی ریاست قوم کا افغان ہے۔ نظام الدین خان بانی ریاست رنجیت سنگہ کا ہمعصر اور اسکا ماتحت تھا۔ اب انگلش گورنمنٹ کی نگرانی ہے۔ نظام الدین خان۔ قطب الدین خان۔ فتح الدین خان۔ جمال الدین خان۔ قطب الدین خان۔ نظام الدین خان گذشتہ والیان ریاست کے نام ہین۔

ریاست بھوپال

وسط ہند مین ایک ریاست بھوپال ہے۔ بعد حیدرآباد کے وسعت اراضی کے اعتبار سے اسی کا درجہ ہے۔ فرخ سیر بادشاہ کے عہد مین جب دہلی کی سلطنت ضعیف ہوئی تو دوست محمد خان مرازی نے اس حصہ ملک مین دخل کر لیا۔ تب سے یار محمد خان فیض محمد خان۔ حیات محمد خان غوث محمد خان۔ وزیر محمد خان۔ نظر محمد خان۔ قدسیہ بیگم۔ جہانگیر محمد خان۔ نواب سکندر بیگم۔ نواب شاہجہان بیگم خلد اللہ ملکہا یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے۔

نواب صدیق حسن خان مرحوم نواب شاہجہان بیگم کے شوہر تھے بڑے دیندار اور متشرع تھے۔ بہت سی مذہبی کتابین مرحوم نے تالیف اور ترجمہ کین۔ بھوپال مین انکی بدولت جو مذہبی رونق قایم ہوئی تھی اب تک اسکا اثر باقی ہے۔ نواب شاہجہان بیگم سے مسلمان خوش ہین اور ریاست نیک نام ہے۔

بنگال مین اورنگزیب کے وقت مین جعفر علی خان گورنر تھا۔ سلطنت مغلیہ کو ضعف ہوتا گیا اور بنگال کے گورنرون کی قوت بڑھتی گئی۔ سنہ ۱۱۱۶ھ سے سنہ ۱۲۵۴ھ تک مفصلہ ذیل نواب گدی نشین ہوئے۔

مرشد آباد کے نواب

جعفر علی خان۔ شجاع الدولہ۔ علاء الدولہ سرفراز خان۔ الہ وردی خان مہابت جنگ غلام حسین خان سراج الدولہ۔ نواب میر محمد قاسم علی خان۔ نجم الدولہ معروف میر پھلواری سیف الدولہ۔ مبارک الدولہ۔ نظام الملک۔ سید زین العابدین خان۔ سید احمد علی خان۔ ہمایون جاہ

۱۲ منصور علی خان نصرت جنگ۔

اس خاندان کے لوگ اب بھی باقی ہین اور انگلش گورنمنٹ سے کچھ وظیفہ پاتے ہین۔ غلام حسین سراج الدولہ وہی شخص ہے جسکی نسبت ہندوستان کی تاریخ مین مذکور ہے کہ کلکتہ مین حملہ کرکے ۱۴۶ انگریزون کو اسنے سنہ ۱۱۷۰ھ مین ۱۵ فٹ مربع حجرہ تاریک مین بند کیا تھا۔ نواب میر قاسم علی نے انگریزون سے سنہ ۱۱۷۵ھ کے قریب پوری شکست کھائی اور اسی وقت سے اس خاندان کی خودمختاری زائل ہوئی۔

شاہان اودھ

جسطرح محمد تغلق کی شاہنشاہی کے زوال کے بعد شاہان جونپور خودمختار رئیس بنگئے تھے۔ اسی طرح محمد شاہ کے گورنر برہان الملک سعادت خان کی نسل مین خودمختارانہ حکومت کا سلسلہ احمد شاہ کے وقت سے شروع ہوا۔ منصور علی خان صفدر جنگ سنہ ۱۱۶۵ھ مین وزیر تھا پھر اودھ کی حکومت پر دلی سے واپس آیا۔ اسکے بعد خاندان مغلیہ کا زوال اور اس خاندان کا عروج شروع ہوا

۱ برہان الملک سعادت خان۔ ۲ منصور علی خان صفدر جنگ سنہ ۱۱۶۵ھ۔ ۳ شجاع الدولہ سنہ ۱۱۷۰ھ ۴ جلال الدین حیدر۔ ۵ آصف الدولہ سنہ ۱۱۸۸ھ۔ ۶ علی جان سنہ ۱۲۱۲ھ۔ ۷ سعادت علی خان سنہ ۱۲۱۲ھ ۸ غازی الدین حیدر خان سنہ ۱۲۲۹ھ۔ ۹ نصیر الدین حیدر سنہ ۱۲۴۳ھ۔ ۱۰ محمد علی شاہ سنہ ۱۲۵۳ھ۔ ۱۱ امجد علی شاہ سنہ ۱۲۵۸ھ۔ ۱۲ واجد علی شاہ سنہ ۱۲۶۳ھ سے سنہ ۱۲۷۱ھ تک۔ ۱۳ برجیس قدر سنہ ۱۲۷۳ھ۔ یہ تیرہ اشخاص اس خاندان مین صاحب حکومت گزرے ہین۔

نصیر الدین حیدر کے بعد منا جان تخت پر بیٹھا تھا لیکن فوج انگلشیہ کی مدد سے وہ گرفتار ہوکر چنار گڈھ مین قید کیا گیا اور نصیر الدین محمد علی شاہ تخت پر بیٹھا۔ منا جان کا زمانہ حکومت بہت ہی قلیل ہے اسلیے فرمانروایون مین اسکا شمار نہین کیا جاتا۔

والیان ریاست غازی الدین کے پہلے نواب کہلاتے تھے اور اسکے وقت سے شاہ کہے جانے لگے۔ آصف الدولہ نے لکھنؤ کو دارالسلطنت قرار دیا۔ شروع مین بہار سے روہیلکھنڈ تک شاہان اودھ کا قبضہ تھا۔ سعادت علی خان سے آدھا ملک شرقی ایسٹ انڈیا کمپنی نے لے لیا۔ واجد علی شاہ کے مزاج مین آرام طلبی زیادہ تھی ملک مین جا بجا بدانتظامی کی

ہوئی ارا کین دولت کی نا اتفاقی اور بھی ریاست کے حق مین زہر ہوگئی۔ الیسٹ انڈیا کمپنی نے واجد علی شاہ کو معزول کر کے کلکتہ پہنچایا۔ انکا بیٹا برجیس قدر اپنی مان کی ولایت مین کچھ یون ہی بیاسے نام مزاحم ہوا۔ اور پھر ریاست نیپال مین پناہ گیر ہوا اسلیے اسکا نام بھی زمرہ شاہان مین لکھدیا گیا۔

لکھنؤ کی رونق

دلی کے بعد لکھنؤ کی رونق ایسی تھی جیسی قرطبہ کے بعد غرناطہ کی رونق اندلس مین مسلمانون کی یادگار قایم ہوئی۔ لکھنؤ جب آباد تھا عجب شہر تھا۔ ہر فن کے ماہر باکمال جمع تھے۔ اُردو زبان کی ٹکسال جس طرح دلی تھی ویسی ہی ایک ٹکسال لکھنؤ کو بھی سمجھنا چاہیے ۱۸۵۷ء نے ایک ساتھ دلی اور لکھنؤ کو غارت کیا ۱۸۵۷ء کے قبل جنھون نے دلی اور لکھنؤ کو دیکھا ہی وہ کلکتہ اور بمبئی کو حقیر جانتے ہین۔ یہ دونون شہر دولت مین بڑھ جائین لیکن وہ لوگ کہان پیدا ہونگے اور وہ مذاق کہان سے آئیگا جو پرانے لوگ مر مٹنے کو طیار تھے۔

چھوٹی چھوٹی ریاستین

مفصلۂ بالا ریاستون کے علاوہ نو ریاستین مسلمانون کی اور ہین جنکا اختصار یون کیا جاتا ہی۔

| نمبر | نام ریاست | قوم | فرمان روا |
|---|---|---|---|
| ۱ | ریاست جوناگڈھ بمبئی۔ | بلوچی پٹھان | نواب بہادر خان |
| ۲ | ریاست جاورہ بنگال | افغان | نواب محمد اسمعیل خان |
| ۳ | ریاست رادھن پور بمبئی | مغل | نواب بسم اللہ خان |
| ۴ | ریاست پالن پور بمبئی | افغان | دیوان شیر محمد خان |
| ۵ | ریاست گدی بمبئی | افغان | نواب جعفر علی خان |
| ۶ | ریاست خیر پور بمبئی | بلوچی پٹھان | |
| ۷ | ریاست باؤنی بنگال | چغتان | نواب محمد حسین خان |
| ۸ | ریاست بناس پور بنگال | مغل | نواب سند خان |
| ۹ | ریاست کوروائی | افغان | نواب محمد سرور علی خان |

## فصل سیزدہم

### اسلام ہندوستان کا ملکی مذہب کیون نہوا

سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ اسلام اپنی پوری روشنی میں کب تھا۔ ملکی فتوحات کے اعتبار سے تو وہ اب بھی جا بجا موجود ہے۔ اور افراد شخصی کے لحاظ سے اس گئی گذری حالت پر بھی دُنیا مسلمانوں سے خالی نہیں ہے۔ لیکن ہم سچے اسلام سے وہ ذوق و شوق مراد لیتے ہیں جو رسول اللہؐ نے اپنے کلام اور فیض صحبت سے لوگوں کے دلوں میں ایک خاص طور پر پیدا کر دیا تھا۔ ہر شخص اُسوقت دُنیا کو محض دینی اغراض کے لیے کام میں لاتا تھا۔ مذہبی اغراض کے مقابلہ میں دُنیاوی اغراض کو ہیچ جانتا تھا۔ تمام مسلمان ایک دل ایک فریق ایک گروہ سمجھے جاتے تھے۔ گھنٹہ بھر پہلے جو مسلمانوں کے نزدیک کشتنی تھا وہ قرآن پر ایمان لانے کے ساتھ ہی حقیقی بھائی کے برابر ہو جاتا تھا۔ سگے بھائیوں میں تو جھگڑے ٹنٹے ہوتے ہی رہتے ہیں اسلیے یوں کہیے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کا جزو بدن ہو جاتا تھا۔

چو عضوے بدرد آورد روزگار　　دگر عضوہا را نماند قرار

ایک رونگٹے کے ٹوٹنے سے سارے بدن میں درد ہوتا ہے اور جسم میں کسی ایک مقام کے سہلانے سے تمام جسم کو آرام ملتا ہے۔ بس یہی کیفیت ابتدا میں مسلمانوں کی تھی۔ کسی ایک مسلمان کی خوشی کا تمام مسلمانوں پر اثر پڑتا تھا اور ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کی ناخوشی سے تمام قوم متاثر ہو جاتی تھی۔ جب تک مسلمانوں کی یہ حالت تھی ہم کہتے ہیں کہ اُسی وقت تک دنیا میں سچا اسلام تھا یعنے اُسوقت تک اکثر مسلمان اُس سبق کو ذرا بھی بھولے نہ تھے جو رسول عربیؐ نے پڑھایا تھا اُسکے بعد قوم اُس اعلیٰ صفت سے متصف نہ رہی جسپر مسلمانوں کو ناز تھا اور ناز ہے۔ اُسکے بعد جسطرح ہر قوم میں اچھے بُرے ہوتے ہیں اسی طرح مسلمانوں میں بھی ہر قسم کے لوگ ہوئے اور ہوتے ہیں اور آیندہ ہوتے رہیں گے۔ لیکن جب تک قرآن مسلمانوں کا دستور العمل رہا۔ اپنے مُلکی قانون کے اعتبار سے پھر بھی یہ خیر الامم سمجھے گئے

ہماری مفصلہ بالا تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام کے اچھے دلوں کو ہم دو حصّوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک وہ زمانہ جب سچے اسلام کا وجود دُنیا میں تھا۔ اور دوسرا وہ زمانہ کہ طبیعتوں میں گو اختلاف اور بُرائیاں پیدا ہو گئی تھیں لیکن قرآن کو دستور العمل اور پولٹیکل قانون جانتے عام طور پر شعار اسلام سمجھا جاتا تھا۔ پہلا زمانہ افسوس ہے کہ بہت تھوڑے دلوں تک قایم رہا اور دوسرا زمانہ

اسلام کی پوری روشنی

اخوت اسلامی

اسوقت تک تھا جسکو عام طور پر مسلمانون کی ملکی ترقی کا زمانہ سمجھا جاتا ہی۔

اسلام کا پہلا زمانہ صرف تینتیس ۳۳ برس تک قایم رہا۔ سنہ ہجری سے دس گیارہ سال تک حیات رسولؐ اور اُسکے بعد کوئی ۲۳ سال تک اُون خلفاے راشدین کا وقت یعنے حضرت عثمان خلیفہ ثالث کے اخیر زمانہ کی بدنظمیون کے پہلے پہلے یہ تینتیس ۳۳ برس کا زمانہ ایسا تھا کہ ہبوط آدم سے اب تک نہ ہوا اور نہ مسلمان کے عقیدے کے مطابق آیندہ ہونے کی امید ہی۔ ۳۳ برس کے بعد کوئی بُرا ماننے یہ پہلا پیغمبر خدا کے سبق اکثر صحابہ فراموش کر چلے تھے۔ جب تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ اُن ابتدائی ۳۳ سالون کے مقابلہ مین نہایت ہی بُرا اور پُر آشوب سمجھا گیا تو مابعد کے قرون کا کیا تذکرہ۔ ۳۳ھ کے بعد جو لڑائیان مسلمانون نے کین اُنکین مورخون کے نزدیک خود غرضیون کو زیادہ تعلق تھا۔ مسلمان مسلمان سے لڑے جنمین سے ایک فریق کو خواہ مخواہ برسر خطا ماننا پڑتا ہی چند لڑائیون کو باہمی غلط فہمیون کے حوالے کرتے ہین۔ لیکن پھر آگے چل کر مورخون کو صاف صاف کہنا پڑتا ہی کہ دُنیا کے مقابلہ مین دین کا خیال رکھنا بشری طاقت سے باہر ہی۔ رسول اللہ کا زمانہ وہ ایک عجیب قدرت کا زمانہ تھا۔ خدا کو یہ دکھانا تھا کہ انسان سے بھی فرشتون کے کام لیے جاسکتے ہین۔

خالی کدو منہ بند کر کے سمندر کی تہ پر رکھدیا جائے۔ سیکڑون فیٹ قعر سمندر کو وہ منٹون مین نہین سکنڈون مین طی کر کے سطح آب پر آجائیگا۔ بس یہی کیفیت مسلمانون کی تھی۔ الحق یعلو ولا یعلی۔ زمانہ ہجرت تک پیغمبر خدا نے اپنی قوم کو آلایش جہالت سے پاک کرنے مین وہی کام کیا جو تمثیلاً کدو کے اندرونی حصہ کے صاف کرنے مین کرنا پڑتا ہی۔ پھر اُسکے بعد تمام دُنیا مین عرب اس سرعت سے پہنچے کہ اُسکی نظیر نہین ملتی۔

کاغذ پر ایک قطرہ تیل کا ڈال دیا جائے اور پھر ایک گھنٹہ کے بعد دیکھا جائے کہ ایک مربع فٹ کاغذ تیل سے بھرا پڑا ہی۔ اس سے بھی زیادہ حیرت مسلمانون کی ترقی سے ظاہر ہوتی ہی۔ سنہ ہجری کے پہلے سال مین مسلمانون کے پاس کوئی کنوان پانی پینے کو یا کوئی جگہ نماز پڑھنے کو بھی مدینہ مین نہ تھی۔ انتہا سے بیچارگی ملاحظہ فرمائیے۔ گویا مادر گیتی کے وہ فرزند ہی نہ تھے اور پھر تینتیس برس کے اندر انھین بیچارون کو دیکھیے تو جنوب مین یمن کا حصہ جنوبی۔ شمال مین بحر اسود۔ مغرب مین افریقہ کا ساحل شمالی۔ مشرق مین حدود ہندوستان۔ اس وسعت مین سب یہی لوگ نظر آتے

تھے۔ یونہی تو چنگیز خان کے حملے۔ تیمور کے حملے۔ بونا پارٹ کے حملے۔ اور اسکے پہلے سکندر اور بخت نصر کی چڑھائیاں بھی مشہور ہین۔ لیکن مسلمانون کے ساتھ حیرت افزا امر جو وہ یہ ہی کہ ۳۳ برس کے اندر وہ جہان تک پہنچ گئے وہان کے باشندون کو اپنا ہمدرد اپنا ہمخیال اپنا ہم مذہب بنا لیا۔ اور کافرون سے بت پرستی اور عیسائیون سے مسئلہ تثلیث۔ گبرون سے آتش پرستی ستارہ پرستون سے ستارہ پرستی۔ وحشیون سے رسم درندگی چھڑا دی۔ کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ کیسا زمانہ تھا اور کیسے لوگ تھے۔ کیسا سچا خیال اور کتنا مستحکم استقلال اُن لوگون کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ آبائی مذہبون کو ترک کرنا کوئی آسان کام نہین ہی۔ لیکن معلوم نہین کہ کیا منتر وہ لوگ پڑھتے تھے کہ غیر قومین مسمرائز ہو جاتی تھین۔ منتر صرف یہ تھا کہ اپنے طرز عمل سے وہ لوگ دکھاتے تھے کہ مسلمان تمام امور مین دُنیا کی بہترین قوم ہین۔ مذہب گو اخروی خیال سے زیادہ تعلق رکھتا ہی لیکن عوام کے سمجھنے کے لیے آخر کوئی ذریعہ چاہیے۔ بس اس سے اچھا کیا ذریعہ ہو سکتا ہی کہ مسلمانون نے اپنی دنیوی حالت سے لوگون پر ثابت کر دیا کہ جو قوم دُنیا مین ایسی سچی ایسی خلیق ایسی باقاعدہ ایسی منکسر المزاج۔ ایسی بے طمع ہی اُسکا حشر کیونکر بُرا ہو سکتا ہی اور جب اُسکا حشر بُرا نہ ہوا تو اُسکے ساتھیون کا حشر کیونکر بُرا ہوگا

مسلمانون کی ترقی

تاریخون سے معلوم ہوتا ہی کہ سنہ ۳۳ھ کے بعد مسلمانون کے اخلاق مین کمی پیدا ہوئی یعنے عام مسلمان قابل ستائش نہ رہے بلکہ یہ ڈھونڈھنا پڑا کہ کون حق پر قایم ہی اور کون جادہ اعتدال سے گرا ہوا ہی۔ تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ سنہ ۳۳ھ تک جہان جہان مسلمان پہنچ سکے وہان آج بجز اسلام کے اور کوئی دوسرا ملکی مذہب نظر نہین آتا اب ان دونون باتون کو پیش نظر رکھنے کے بعد کچھ شبہہ نہین رہتا کہ ۳۳ برس کے قبل جو وصف مسلمانون مین تھا وہ عام طور پر باقی نہین رہا یعنے جو وصف پہلے قوم مین تھا وہ بعض افراد قوم کے ساتھ مختص ہو گیا

مسلمانون کی حالت سکون

ملکی اور مذہبی پیشوائی سنہ ۳۳ھ تک ایک شخص مین تسلیم کیجاتی تھی۔ پہلے رسولؐ خدا دونون کا پیشوا سمجھا جاتا تھا اُسکے بعد امر خلافت مین کچھ تھوڑے سے اختلاف کے بعد عام مسلمانون نے یہ تسلیم کیا کہ خلیفہ اول کا فعل چونکہ سنت نبوی کے خلاف نہین ہی اسلیے وہ دینی اور دنیاوی امور مین پیشوا ہین۔ یہی خیال لوگون کا خلیفہ ثانی کی نسبت بھی تھا۔ خلیفہ دوم کو اخیر تک اور اُنکے

بعد خلیفہ سوم کو جب تک مروان کی مداخلت سے بے لطفیان نہین پیدا ہوئین لوگ ایسا ہی سمجھتے رہے اسکے بعد جو فتنے برپا ہوئے وہ لوگون پر ظاہر ہین یہان لکھنے کا موقع نہین اب مسلمانون کے دو فرقے ہوئے ایک وہ جنھون نے دُنیادی امور کو دینی معاملات سے الگ کرکے عزلت گزینی اختیار کی اور دوسرے فرقہ نے دین اور دُنیا کو اُسی طرح ساتھ رکھنا چاہا جسطرح وہ اب تک دیکھتے آئے تھے۔ لیکن افسوس کہ وہ رسول اللہ کے پڑھائے ہوئے سبق کو بھول چلے تھے اس دوسرے فرقہ مین کچھ لوگ تو سچے دل سے دین اور دُنیا کا ساتھ چاہتے تھے اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ فی الواقع وہ اس خیال کے نہ تھے محض دنیادی طمع سے وہ اپنے کو ایسا ظاہر کرنا ترقیون کا سبب سمجھتے تھے۔ پچھلے گروہ کی ان ذہنی تقسیمون نے غضب ڈھادیا۔ ظاہر مین دونون کی غرضین ایک اور دلون مین زمین اور آسمان کا فرق۔ اس پولٹیکل گروہ کے اختلاف سے مسلمانون مین ایسی خونریزیان ہوئین کہ سُننے والون کو حیرت ہوتی ہے کہ یون دفعتاً مسلمانون کی کایا پلٹ کیون ہوگئی۔ تھوڑے دنون کے بعد گروہ ثانی کا فرقہ اول بالکل معدوم ہوگیا صرف فرقہ ثانی رہگیا جسکی غرض دُنیا کے لیے دین کا بیچنا اور دین کو بدنام کرکے اُسکے ذریعہ سے دُنیا کا حاصل کرنا مقصود رہا۔ تلوار خزانہ اور حکومت سب انکے ہاتھ مین تھی۔ گروہ اول جس نے دُنیا کو لات ماری تھی نان شبینہ کا محتاج تھا اور بالکل اُنکے بس مین تھا۔ اس پولٹیکل گروہ مین جتنا نور ایمان تھا اُتنی ہی روشنی یہ بلاد مفتوحہ مین پھیلا سکتے تھے۔ زیادہ کہان سے لاتے۔

مختصر یہ کہ پہلی صدی کے اندر ہی اندر صوفیون۔ عالمون۔ قاضیون۔ محدثون۔ فقیہون کا گروہ الگ ہوگیا اور ظالمون لٹیرون۔ لامذہبون کا گروہ جُدا قایم ہوا۔ فرمانرواؤن کی جماعت اسی پچھلے گروہ سے پوری کی جاتی تھی۔ انمین بعض بعض وقت اعلی درجہ کے لوگ بھی تھے مثلاً عمر بن عبد العزیز دمشق مین۔ ناصر الدین محمود ہندوستان مین۔ لیکن الشاذ کالمعدوم۔

اب ہم یہ دکھاتے ہین کہ ہندوستان مین اسلام کب آیا۔ افغانستان تک اسلام تیس صدی کے اندر آچکا تھا دیکھ لیجیے وہان کا ملکی مذہب اسلام ہی۔ ہندوستان کی حالت سُنیے کہ خلیفہ دوم عمر کے وقت مین کچھ مسلمان جہاز کے ذریعہ سے سندھ مین آگئے اور چلے گئے۔ اُنکے آنے کی وجہ ظاہر نہین ہوئی۔ کچھ لوگ اسکے بعد تحقیق حالات کے لیے آئے اور دیکھ بھال کر واپس گئے سنہ قبل طوس

پر اس ملک کو بلاد اسلام میں شامل کرنے کے لیے پہلی صدی کے اخیر میں محمد قاسم آیا۔ یہ عہد ولید ابن عبدالملک خلیفہ دمشق کا تھا۔ مسلمانوں میں ۳۱ ہ کے بعد جو نفاق کی آگ بھڑکی تھی وہ اب ایک طور پر فرو ہو گئی تھی۔ سلاطین عجم کی سی کیفیت پادشاہوں میں آچلی تھی۔ ملکی فتوحات کا شوق پھر انہیں تازہ ہوا۔ محمد قاسم کا ہندوستان میں آنا اشاعت اسلام کی غرض سے نہ تھا یا یوں کہیے کہ اشاعت اسلام اُسکا مقصود نہیں تھا۔ اصلی غرض توسیع سلطنت تھی تاہم مسلمانوں میں سُنت نبوی کی کچھ بو باس باقی تھی۔ اُسکا آنا کسی غرض سے ہو لیکن لڑائی کی بنا اُسنے مذہبی طریقہ سے کی یعنے راجہ داہر والی پنجاب کے پاس اُسنے کہلا بھیجا کہ تم مسلمان ہو جاؤ یعنے قرآن کو اپنے ملک کا قانون قرار دو کہ بندگان خدا کی اسمیں بہتری ہو اور اگر تم اسے منظور نہ کرو تو تم ہمارے مطیع ہو کر کوئی خفیف رقم خرچ فوج کے لیے جزیہ کے نام سے دیا کرو تاکہ مسلمان تمھارے ملک کی نگرانی کریں (یہ ایسا ہی تھا جیسا کہ رزیڈنٹ حیدرآباد نظام کی ریاست کا نگران رہتا ہے) اور اگر تم اِن دونوں میں سے کسی ایک کو بھی نہ مانو تو تلوار کو حکم قرار دو۔ نوبت لڑائی کی پہنچی اور محمد قاسم غالب رہا۔ بہت سے ہندو مسلمان ہوئے۔ مسلمانوں کی حکومت سندھ میں قایم ہوئی۔ مسلمانوں کے طرز تمدن اور حسن اخلاق پر ہندو اپنے خیالات قایم کرنے لگے۔ ابھی پورے طور پر محمد قاسم کی رنگت جمنے نہ پائی تھی کہ ولید ابن عبدالملک کی طرف سے ایسا جاہلانہ اور وحشیانہ فعل سرزد ہوا کہ تمام ہندو کو اچنبھا ہو گیا اور جو عمدہ خیالات مسلمانوں کی طرف سے اُنکے دل میں قایم ہوئے تھے وہ نفرت سے مبدل ہو گئے۔ تشریح اس اجمال کی یہ ہے کہ راجہ کی دو لڑکیاں خلیفہ کے حرم بنانے کے لیے دمشق بھیجی گئی تھیں۔ لڑکیوں نے اپنے باپ کے خون کا عوض یوں لیا کہ محمد قاسم کا اپنی طرف ملتفت ہونا خلیفہ سے بیان کیا۔ خلیفہ نے بے سمجھے یہ حکم بھیجا کہ محمد قاسم کچی کھال سے منڈھا جائے اور دمشق بھیجا جائے۔ خلیفہ کے حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور محمد قاسم کا جنازہ دمشق چلا۔ زیادہ تر تعجب تو یہ ہے کہ دمشق سے ہندوستان تک اعلیٰ سے اعلیٰ گورنر موجود تھے کسی نے اس حکم لغو بے رحمانہ کی ترمیم کی جرأت نہ کی۔ محمد قاسم بیچارہ ایک ادنی ملازم کیا کرتا اور اُسپر سے عربی النسل ہونے کی وجہ سے یہ بات اُسکی رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی کہ حکم میں تامل کرنا اولوالامر کی شان کے خلاف ہے۔ محمد قاسم نے جب کچھ اسلام کی خوبیاں

ولید بن عبدالملک

محمد قاسم سندھ میں

خوبیاں ہندوؤں کے دلوں میں بٹھائی تھیں اپنے جنازہ کے ساتھ ہندوستان سے لیتا گیا ہندو یہ سمجھے کہ مسلمان قابل نفرت ہیں۔

ولید ابن عبد الملک کے زمانہ میں بہت سے فتوحات ہوئے۔ لاہور سے لیکر نصف فرانس تک اُسکی حکومت تھی اور حکومت کی نوعیت محمد قاسم کے واقعہ سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے جو شخص قوم کے اعتبار سے مسلمان ہو وہ اس حکومت پر ناز کرے۔ لیکن خیال مذہب کے رو سے جو مسلمان ہے خوش تو وہ بھی ہوگا لیکن فخر و ناز میں تامل کریگا۔

اسپین

اسپین بھی ولید کے وقت میں فتح ہوا اور جتنے دنوں تک ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت رہی قریب قریب اُتنی ہی مدت تک اسپین میں مسلمان رہے۔ اور مسلمان ایسے کہ وہ آجکل کے تمام لکھے پڑھے مسلمانوں کے مایہ ناز اور یورپ کی مہذب قوموں کے استاد تھے۔ لیکن جب عیسائیوں نے زور پکڑا تو اسپین سے مسلمان اس طرح نکالے گئے جس طرح دودھ سے مکھی یا اچھے لفظوں میں جسم سے روح۔ اسکا سبب کیا تھا؟ یہی کہ خلیفہ نے مسلمانوں کے پیشوا ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ سلطان جابر ہونے کی حیثیت سے ملک فتح کیا تھا۔ مسلمانوں کا وہ گروہ جو محض دینی امور سے تعلق رکھتا تھا اگر تاہم وہاں پہنچا اُسکے سبب سے کچھ روشنی پھیلی۔ کچھ لوگ مسلمان ہوئے۔ مسلمانوں کی نسل بڑھی۔ کچھ لوگ دُنیاوی رسوخ کے خیال سے بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ لیکن ملک پر اپنے اخلاق کا عام اثر مسلمانوں نے ایسا نہ ڈالا کہ تمام ملک اسلام کی طرف راغب ہوتا اور تمام ملک میں ایک ہی مذہب پھیل جاتا۔ جس طرح ہندوستان کے فتح ہوتے ہی ہندوؤں کے بھڑکانے کے لیے محمد قاسم کا جنازہ روانہ ہوا اُسی طرح اسپین میں بھی ایک واقعہ پیش آیا طارق (فاتح اسپین) نے اپنی خوشی سے حملہ کرکے اسپین فتح کیا۔ موسیٰ گورنر افریقہ نے طارق کو عدول حکمی کے جرم میں قید کیا۔ کیا اچھا انعام ملا۔ اسکا سبب کیا تھا؟ بس یہ کہ گورنر افریقہ کو رشک آیا۔ وہ ڈرا کہیں خلیفہ کی طرف سے افریقہ کی گورنری طارق کو مل جائے بڑوں کا اثر چھوٹوں پر ضرور پڑتا ہے۔ جب بڑے بڑے لوگوں کے یہ خیالات تھے تو چھوٹے چھوٹے حکام بھی اسی رنگ کے ہونگے "دین الملوک ملک الادیان" یہی سبب تھا کہ ان بادشاہوں کی بدولت اسلام کو رونق نہیں ہوئی۔ کچھ رونق اُن نفوس پاک (علماے مذہب) سے ہوئی

جو ان بادشاہون کی حمایت مین اپنا مذہبی وعظ سناتے تھے۔ سارے ملک کے ایک مذہب ہونے کے لیے حاکم کا مذہبی اثر جو ایک ضروری امر تھا مفتوحہ ممالک مین خیر سے کبھی نہین پڑا۔

اسلام بزور شمشیر نہین پھیلا

بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔ ایسے لوگ یا تو علم تاریخ سے جاہل ہین یا تعصّب نے آنکھون پر پٹی باندھ دی ہے۔ اسلام ہرگز بزور شمشیر نہین پھیلا۔ ہان مسلمان بادشاہون نے ملک البتہ بزور شمشیر حاصل کیے۔ جن ممالک کو ایسے بادشاہون نے فتح کیا جنکی غرض صرف حکومت اور نام آوری تھی۔ وہان اسوقت اسلام کی رنگت نہین ہے یا ہے تو بہت ہی پھیکی ہے۔ ۹ سو برس تک اندلس مین مسلمان تھے اور آج وہان ہزار مین ۹۹۹ شخص ایسے ہونگے جنھون نے "اللہ اکبر" کی صدا کبھی نہ سنی ہوگی اور اللہ اکبر کہنے والا تو ایک بھی نہ ہوگا۔ انگلستان اور فرانس مین تو مسجدین بھی ہین۔ اسپین مین ایک مسجد کا بھی پتہ نہین۔

ہندوستان کے حملہ آور

اب ہندوستان کے حملہ آورون کا کچھ حال سنیے۔ محمود غزلوی ہند کے تمام مسلمان بادشاہون مین سب سے زیادہ متعصب سمجھا جاتا ہے۔ اکثر مسلمان اُسکے مداح بھی ہین۔ ہند کے بت پرستون سے وہ بہت لڑا۔ ہزارون لاکھون بت اُسنے توڑے۔ لیکن افسوس کہ بعض مسلمان مورّخ خود اُس کے اسلام مین شک کرتے ہین اور اُسے دہریہ بتاتے ہین اور کہتے ہین کہ سجدہ کرنا۔ خدا کی درگاہ مین ناک رگڑنا۔ مذہبی چرچا کرنا محض اسلیے تھا کہ مسلمان دل توڑکر اُسکا ساتھ دین اور اس طرح مذہبی پیرایہ مین دُنیاوی ترقی حاصل ہو۔ محمود غزنوی سے اس درجہ تو بدگمان نہ ہونا چاہیے لیکن اتنا ضرور کہنا پڑتا ہے کہ اُسکے تمام حالات دیکھنے سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ مذہب کے لیے اُسنے کبھی کچھ سختی کی۔ لوٹ کھسوٹ مین اُسنے ہزارون گردنین مارین لیکن کسی ایک کو بھی اس حجت شرعی سے قتل نہین کیا کہ یہ اسلام یا جزیہ پر راضی نہین ہوتا اسلیے گردن زدنی ہے۔ اس امر کے کہنے مین کچھ بھی پس وپیش نہ ہونا چاہیئے کہ محمود غزلوی نے ہندؤون کے دلون مین اسلام کی طرف سے بیوجہ نفرت پیدا کردی۔ محمود غزلوی تو خیر اسلام کا بار بار نام لینا اپنی پالیسی کی ایک شان سمجھتا تھا۔ مابعد کے سلاطین نے اسے بھی ضروری نہ سمجھا۔ تیمور نے بیوجہ مسلمانون کی گردنین مارنے مین کوئی نئی بات نہین کی۔ کیونکہ بہت پہلے سے ایسا دستور ہو چلا تھا مسلمان عورتون کو اُسکے اپنا سے اہل فوج اپنے تصرف مین لاتے تھے اور لونڈیون کی طرح پکڑ لیجاتے تھے یہ اُسی کے وقت کی بات ہے۔

چھ سات سو برس مین مسلمان اتنی تاریکی کے زمانہ مین آگئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ جیسے کوئی دنکو
سوئے اور آدھی رات کو آنکھ کھلے۔ یا پہاڑ کی چوٹی سے ڈھلک کر کسی بہت بڑے گہرے گڑھے
مین جا پڑے۔ خلیفہ دوم کا وقت اور تیمور کا وقت موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر پہلا زمانہ اسلام
کا تھا تو دوسرا زمانہ کفر کا ہی (نور اور ظلمت کے معنوں مین) خالد ایسا سپہ سالار تھا جسنے تمام شام اور مصر
کے ملک فتح کیے۔ تمام یورپ کے مورخ اسکے مداح ہین۔ اسکی غنیمت کے بدولت تمام صحابی
مالامال ہوگئے۔ خلیفہ دوم عمر نے تخت پر بیٹھتے ہی، حکم صادر کیا کہ خالد کی گردن مین اُسکے
سر کا کپڑا لپیٹا جائے اور فوج کی سپہ سالاری سے وہ کھینچ کر علیحدہ کر دیا جائے۔ جرم کیا تھا؟ صرف یہ
کہ گو لاکھون گردنین اُسنے حق پر مارین لیکن ایک شخص کو اُسنے ایسی حالت مین مارا کہ وہ پہلے مسلمان
ہو چکا تھا اور پھر مرتد ہونا اسکا متیقن نہ تھا۔ اسکی حسین بی بی خالد کو پسند تھی۔ ممکن ہی کہ اُسکے حسن کے
شوق نے خالد کو مزید تحقیقات سے روکا ہو۔ تمام لوگ خالد کے سفارشی تھے اور خود رسولؐ نے
اپنے زمانہ مین اُنکو "سیف اللہ" لقب دیا تھا۔ لیکن خلیفہ دوم نے ایک بات پکڑ لی کہ مشتبہ شخص
مسلمانوں کی فوج کی سپہ سالاری کا مستحق نہین ہی ایسے شخص کو امیر المومنین کا نائب ہونا زیب نہین دیتا
لیکن واہ رے خالد اسکے بعد بھی وہ تمام عمر فوج کا ادنی سپاہی ہوکر رہا اور برابر اُسکی رائے سے
فتوحات ہوئے کبھی دل مین اسنے یہ خیال نہ کیا کہ سپہ سالاری (کمانڈر انچیف) کے بعد وہ ادنی
سپاہی ہوکر کیا رہے۔ اسی سے پتا چلتا ہی کہ اُسوقت دنیاوی عروج کو وہ لوگ کیا سمجھتے تھے اور غرض اُنکی
دنیا مین صرف دین کے لیے سرمایہ جمع کرنا تھا۔ جب اس واقعہ کو تاریخ مین پڑھکر تیمور کے حالات
پڑھے جاتے ہین کہ فتح دلّی کے بعد وہ چھ روز تک جشن شاہانہ مین مشغول رہا اور اُسکی فوج چھ روز
تک برابر مسلمانوں کو قتل کرتی رہی اور مسلمانوں کا گھر لوٹتی رہی۔ مسلمانوں کی بہنوں اور بیبیوں سے
مجلس عیش درست کرتی رہی۔ تیمور اپنے کو امیر المومنین کہتا تھا اور پھر یہ تماشا دیکھتا رہا۔ تیمور تو
خیر ایک نو مسلم مغل تھا۔ اسکے ساتھ تو بڑے بڑے اکابر مسلمان تھے کسی نے بھی اسلام کا پاس نہ کیا
تو بہت حیرت ہوتی ہی کہ خدایا ابتدا مین اسلام کیا تھا اور پھر وہ کیا ہوگیا۔ تیمور کے قبل یا بعد جتنے سلاطین
آئے وہ سلطنت کے شوق مین آئے یہ ایک اتفاقی امر تھا کہ بلاد اسلام مین اُنکی آنکھین کھلی تھین
اور وہ مسلمان تھے ورنہ اشاعت مذہب سے نہ اُنکو کوئی تعلق تھا اور نہ اُنمین یہ قابلیت تھی۔

خالد

ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ سچے مسلمانون نے تو بہت جلد خیرباد کہا لیکن اسلامی ترقیان عرصہ تک قایم رہین اور اُنکے قیام کے زمانہ کا معیار ہم نے بتایا ہو کہ جب تک مسلمان دنیوی معاملات مین قرآن ایسے عمدہ قانون کے پابند رہے اُنکی دُنیادی ترقی مین ضعف نہین آیا۔ اس سوال پر ناظرین کو تعجب ہوگا کہ یہ بھی ممکن ہو کہ مسلمان کسی قانون کو قرآن سے اچھا سمجھے۔ لیکن اس تاریخ سے معلوم ہو سکتا ہو کہ دنیادی امور مین بادشاہون نے قرآن کے خلاف بہت سی باتین پیدا کین اور قرآن کو معاملات مین غیر مکمل یا نامناسب سمجھا۔ تعجب ہو کہ باوجود اسکے پھر وہ مسلمان کے مسلمان بنے رہے اور ملکون کی تاریخین نہ دیکھیے۔ ہندوستان ہی کے بادشاہ فیروز تغلق کے حالات پڑھیے اُسنے پیر کاٹنے کی سزا کو وحشیانہ سمجھ کر موقوف کرا دیا۔ یورپین مورخ اس حرکت کے بڑے مداح ہین۔ یہان اس سے بحث نہین ہو کہ یہ حکم کہانتک اچھا تھا۔ بلکہ صرف یہ دکھانا ہو کہ جب مسلمانون مین قرآن کی ترمیم پیش ہو گئی تو پھر وہ مسلمان کس بات کے رہے۔

مسلمانون نے قرآن کو چھوڑا

ہندوؤن کے قاعدے بہت مستحکم سہی۔ مانا کہ برہمنون کے دستورنے اُنکو بالکل ہی پابند اور مجبور کر رکھا ہو۔ لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جس مشعل نے افریقہ مغربی سے سندھ تک اپنی روشنی پھیلائی وہ ہندوستان کے روشن کرنے کے قابل نہ تھا وہ قابل ضرور تھا لیکن ہند تک پہنچتے پہنچتے اُسکا تیل خرچ ہو چکا تھا اور اسکی روشنی قریب الاختتام تھی۔ پنجاب مین نانک شاہی تمام پھیل گئے۔ کبیر پنتھیون نے جابجا اپنی جگہ کرلی۔ ابھی حال مین جو ترقی برہمو سماج نے بنگال مین کی ظاہر ہو۔ اسلام نے کیا قصور کیا تھا کہ بادشاہ وقت کے مذہب ہونے پر بھی اُسنے پوری ترقی نہین کی۔ سکھ۔ کبیر پنتھی۔ برہمو سے ہندو تعرض نہین کرتے لیکن اسلام سے نفرت کرتے ہین اسکی وجہ صرف مسلمان بادشاہون اور اُنکے حکام کا طرزعمل ہو۔ ہند کے مسلمانون پر ہم کوئی پولٹیکل الزام نہین رکھتے۔ اِن بادشاہون نے اپنی ہندو رعایا کے ساتھ جو برتاؤ کیا اگر قدیم فاتحون کا برتاؤ مفتوحون کے ساتھ دیکھا جائے تو مسلمانون کا زمانہ بہت ہی غنیمت معلوم ہوتا ہو۔ ہندوؤن کو چاہیے کہ وہ مسلمانون کے یہ احسانات کبھی نہ بھولین۔ ہمارے کہنے کا منشا یہ ہو کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہند کے حکمرانون نے کوئی مذہبی وقعت ہندو کے دل مین پیدا نہ کی۔ سلطنت مغلیہ کے قبل بعض حکمرانون کی حیثیت لوٹمار کی وجہ سے اس طرح جادۂ اعتدال سے گری ہوئی رہی کہ

ہندوؤن پر مسلمان غالب نہ ہوئے

سلاطین مابعد کو تلافی مافات ہی سے چھٹی نہ ملی۔ سلاطین مغلیہ مین اکبر نے ایک جدا مذہب ہی قایم کرنا چاہا۔ وہ کامیاب بھی ہوا۔ اسلام مین بت پرستی کا دستور زیادہ تر اکبر ہی کے وقت سے پیدا ہوا۔ عالمگیر نے اس پالیسی کے بدلنے کی کوشش مین سارا زمانہ صرف کیا۔ اکبر کے اثر کو تو وہ اٹھا نہ سکا اور نہ مذہب اسلام پھیلانے مین کامیاب ہوا۔ ہان یہ ہوا کہ ہنود کے دلون مین مسلمانون سے نفرت پیدا ہونے کے جہان کئی ایک قرن پہلے گزر چکے تھے وہان یہ بھی ایک نیا قرن قایم ہوا۔

اکبر

اسلام کی تاریخ سلسلہ سے پڑھی جائے تو عجب کیفیت ناظرین پر طاری ہوگی جو زمانہ سیکڑون برس مین طے ہوا ہے وہ گھنٹون مین طے ہوگا۔ ابھی رسول خدا اور اُنکے خلفا سے مابعد کے زمانہ پر نظر تھی کہ ۲ ۳ گھنٹہ کے اندر ہی اندر ترکون، تاتارون یا خلفاے عباسیہ کے بگڑے ہوئے زمانہ مین نظر پڑ پہنچ گئے۔ آمین! ہم کہان سے کہان پہنچے۔ اتنا انقلاب ہوا اور پھر اسلام کا نام چلا ہی جاتا ہے

اس تحریر کا مؤلف انھین خیالات سے متاثر ہے کوئی اُسے سلاطین اسلام کا دشمن یا اُنکا ہجو گو نہ سمجھے۔ یہ صحیح ہے اور تمام مورخین اسکو مانتے ہین کہ بُرے سے بُرے مسلمان بادشاہ کا زمانہ بھی اُس وقت کے دوسرے ہمعصر بادشاہون سے کہین اچھا تھا۔ بادشاہون کے دلون مین اسلام کی محبت کم سہی لیکن جو احکام شرعی قاضیون اور مفتیون سے صادر ہوتے تھے وہ گئی گزری حالت پر بھی دیگر ممالک کے انتظام سے کہین اچھا نمونہ دکھاتے تھے۔ اسلام کے گئے گزرے دنون کی برکتون کی قدر جب معلوم ہوگی کہ دوسرے ممالک کی تاریخ ساتھ ساتھ دیکھی جائے۔ لمپ کتنا ہی ناصاف ہو پھر بھی چراغون سے اُسکی روشنی کہین زیادہ ہوگی۔ مسلمان بادشاہون کی بُرائی کوئی کیا کریگا۔ ہیڈنگ پر جو سوال تھا اُسکا جواب کل مضمون کے پڑھنے کے بعد کم و بیش سمجھ مین آسکتا ہے۔

# باب ہفتم

## مسلمانون کی موجودہ سلطنتین

## فصل اوّل

### سلطنت عثمانیہ یعنی سلطنت ترکی

تیمور کے پہلے ایک ترکی خاندان (عثمانی) نے ایشیاے کوچک مین ایک اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالی

ڈالی جو رفتہ رفتہ یورپ تک پھیل گئی اور اب تک وہ قایم ہی۔ اسوقت اسکا پایہ تخت قسطنطنیہ ہی۔ اور اسکے بادشاہ سلاطین ٹرکی کہلاتے ہین۔

**آرمینیا**

پہلے لکہا گیا ہی کہ سلجوقیون کی ایک شاخ ارض روم یعنی ایشیاے کوچک کے قریب قابض تھی۔ اسکے سلاطین بھی اوپر مذکور ہوئے ہین۔ سلجوقیون کا بڑا خاندان، جو خراسان پر حکمران تھا خوارزم شاہون کے عروج کے وقت تباہ ہوچکا تھا۔ لیکن ارض روم کے سلجوقی چنگیز خان کے بعد بھی قایم رہے۔ مشرق اور جنوب کے حصّے مغلون نے دبا لیے تھے اور مغرب کی جانب عیسائی بادشاہون نے ناک مین دم کر رکھا تھا۔ سلجوقیون کا دارالحکومت اسوقت مقونیہ تھا۔ اور حکومت انکی نواحی اقونیہ پر محدود تھی۔ ایک مدت سے ترکون کا ایک گروہ ترکستان سے نکل کر خراسان اور پھر آرمینیا مین آباد تھا۔ اِن لوگون نے شام کی طرف کوچ کیا۔ انکے ساتھ چار یا پنج سو مسلح سوار تھے اور طغرل انکا سردار تھا۔ فن حرب سے یہ لوگ بخوبی واقف تھے۔ شاہ مقونیہ علاءالدین سلجوقی مغلون سے گرم پیکار تھا کہ اس خانہ بدوش گروہ کا وہان گزر ہوا۔ مغلون نے تمام ترکون کا ناک مین دم کر رکھا تھا۔ اسلیے طغرل اپنے دل سے علاءالدین کا شریک ہوا اور طغرل کی شرکت سے علاءالدین فتحیاب رہا۔ علاءالدین نے اس کارگزاری کے صلہ مین ایشیاے کوچک کا ایک پہاڑی حصّہ طغرل کو جاگیر مین دیا۔

**طغرل**

**عثمان بن طغرل**

طغرل کے مرنے پر اسکا بیٹا عثمان جانشین ہوا اور سنہ ۱۲۹۹ء مین علاءالدین کے مرنے پر خودمختار رئیس کے درجہ مین قایم ہوا۔ اسکے بعد سلطنت بڑھتی گئی۔ قسطنطنیہ کے فتح ہونے تک اِن سلاطین کا پایہ تخت بروسا مین تھا۔

**سلطان عثمان خان ۱**
**سنہ ۱۲۹۹ء**

سنہ ۱۲۹۹ء مین سکہ اور خطبہ عثمان کے نام کا جاری ہوا۔ سنہ ۱۳۰۱ء مین قسطنطنیہ کے سپہ سالار کو شکست دیکر اسنے ایشیاے کوچک مین بحیرہ اسود تک اپنا قبضہ بڑھا لیا۔ مغلون نے بھی اسکے مقابلہ مین شکست کھائی۔ سنہ ۱۳۲۶ء مین بروسا پر ترکون کا قبضہ ہوا اور پھر قسطنطنیہ کے فتح ہونے تک یہی شہر پایہ تخت رہا۔ یہ شہر عثمان کے مرنے سے کچھ ہی پہلے فتح ہوا تھا۔ عثمان سے اس شہر کو بس اتنا ہی تعلق ہوا کہ یہان اسکا لاشہ دفن کیا گیا۔ عثمان بڑا نیک نام بادشاہ تھا۔ اب تک ترک بڑی عظمت سے اسکا نام لیتے ہین۔ اسکی تلوار اب تک موجود ہی۔ یورپ مین جس طرح تاجپوشی

آسٹریا
ہنگری
بوسنیا
سرویا
رومینیا
بلگریا
بحر اسود
رومیلیا
ترکی یورپ میں
قسطنطنیہ
ترکی ایشیا میں
یونان
بحر میڈیٹیرینین

کی رسم ادا ہوتی ہے۔ اسی طرح تخت نشینی کے وقت عثمان کی تلوار سلطان کی کمر مین باندھی جاتی ہے
عثمان کے بعد اُسکا بیٹا ارخان تخت نشین ہوا۔

سلطان ارخان بن عثمان خان ۱۳۲۶ء سنہ ۷۲۷ھ

ارخان کے بھائی علاء الدین نے وزیر کی طرح کام کیا۔ والی قونیہ کا سکہ اور خطبہ عثمان ہی کے وقت سے بند ہو چلا تھا اور اب تو بالکل ہی موقوف ہو گیا۔ علاء الدین نے سوارون اور پیادون کی قواعددان فوج کی بنیاد ڈالی۔ اسوقت یورپ مین اسکا کہین بھی چرچا نہ تھا۔ ترکون کی دیکھا دیکھی کوئی سو برس کے بعد فرانس والون نے اسکی تقلید کی۔ اور اب تو گویا تمام یورپ اس بارے مین بڑھا چڑھا ہوا ہے نکومیدیا۔ نائس اور بر غامہ سلاطین یورپ کے قبضہ سے نکل کر ترکون کے دخل مین آگئے۔ اسکے بیٹے سلیمان اول نے یورپ مین بہت سے فتوحات کیے اور تمام سلاطین یورپ ارخان کی قوت کو تسلیم کرنے لگے۔

مراد اول بن ارخان ۱۳۵۹ء

سلطان ارخان خان کے بعد اسکا بیٹا مراد اول تخت نشین ہوا۔ اور اسکے عہد مین یونانی شہر بہت فتح ہوئے جنمین اڈریانوپل بھی تھا اور ممالک یورپ کا یہی دارالحکومت قرار پایا۔ لیکن قسطنطنیہ فتح ہونے تک بروسا سے تخت شاہی اُٹھایا نہین گیا۔ ایشیا مین مقدونیا اور حمص کی طرف فتوحات ہوئے۔ یونانیون پر جب مراد کی حکومت قائم ہوئی تو سرویہ۔ البینیا۔ دالیشیہ اور ہنگری سے مقابلہ ہونے لگا۔ ان تینون نے ملکر ترکون کو اڈریانوپل سے نکالنا چاہا لیکن بجائے نکالنے کے وہ خود مجبور ہوئے اور اپنے نقصان کے ساتھ صلح کر لی۔ عثمانیون کا جھنڈا سرخ رنگ کا اسی وقت مین قائم کیا گیا۔ شاہ قسطنطنیہ روم (اٹلی) کے پوپ کے پاس گیا اور مسلمانون کے مقابلہ مین مدد طلب کی۔ یونانیون کا گرجا پوپ کے گرجا سے الگ تھا۔ رومیون نے یونانیون کو مدد تو دی لیکن یونان کی رعایا اس سے خوش نہ ہوئی۔ یونان کی عیسائی رعایا پوپ کو ترکون سے زیادہ اپنے مذہب کا دشمن سمجھتی تھی اور اس اختلاف مذہب سے قسطنطنیہ کے بادشاہ کا اعتبار بھی رعایا کے دلون سے اٹھ گیا۔ قرامانیہ مین ایک خودمختار ترکی ریاست اور تھی جسکو مراد نے اپنے زیر فرمان کر لیا۔ یورپ مین بلگریا سلطنت ترکی مین شامل کر لیا گیا۔ یہ بادشاہ دشمن کے ہاتھ سے زخمی ہوا اور پھر جانبر نہو سکا۔

بایزید یلدرم بن مراد ۱۳۸۹ء

مراد کے بعد اسکا بیٹا بایزید یلدرم بادشاہ ہوا۔ اب سرویہ پر پورا تسلط ترکون کا ہو گیا۔ یورپ کی کئی سلطنتین ملکر بایزید سے لڑین اور مغلوب رہین۔ ایشیائے کوچک کے تمام حصے پورے طور پر ترکون کے

زیر فرمان ہوگئے۔ والی قرمانیہ گرفتار ہوا۔ بایزید کے وقت سلطنت ترکی نے خوب زور پکڑا تھا۔ بایزید نشہ اقبال مین مست ہوکر سہل انگاری اور عیش و عشرت کی طرف متوجہ ہوا۔ جس سے ابتک سلاطین ترکی بالکل مجتنب تھے۔ پوپ روم نے ترکون کے مقابلہ مین جہاد کا فتویٰ دیا۔ فرانس۔ ہنگری۔ برگنڈی وغیرہ وغیرہ مختلف حصہ یورپ سے فوجی جنرل اور بہت سے شاہزادے جہاد کو چلے۔ بایزید عیش و عشرت مین حکمرانی کے فرائض کو بھولا نہ تھا۔ بایزید نے اس عمدگی سے مقابلہ کیا کہ سب کے دانت کھٹے ہوگئے۔ اور بے انتہا عیسائی گرفتار اور مقتول ہوئے۔ اب بایزید تمام اہل یورپ کو اپنی رعایا سمجھنے کی وجہ رکھتا تھا۔ اسنے شاہ قسطنطنیہ کو خط لکھا اور کہا کہ قسطنطنیہ میری تخت نشینی کے لیے خالی کردو۔ یہ منصوبہ پورا نہین ہونے پایا تھا کہ تیمور کی چڑھائی کا وقت آگیا۔ مصر اور شام فتح کرکے تیمور ایشیاے کوچک کی طرف چلا۔ بایزید نے بڑی مردانگی سے مقابلہ کیا اور یہ محض اتفاق تھا یا تیمور کی حکمت عملیون کا نتیجہ تھا کہ فتح تیمور کو نصیب ہوئی۔ بایزید قید ہوا اور ترکی سلطنت کے اکثر ایشیائی حصے عثمانی خاندان کے قبضہ سے کچھ دنون کے لیے نکل گئے۔

تیمور نے بایزید کو گرفتار کیا

بایزید کے بعد اسکا بیٹا محمد اول تخت پر بیٹھا۔ شاہی خاندان مین نفاق پھیلا۔ تیمور کی غارت کیا کم تھی آسیر سے بایزید کے لڑکون کی باہمی لڑائیان اور بھی غضب تھین۔ لیکن محمد اول بڑی تعریف کا مستحق ہے کہ تیمور کی لڑائی سے جو نقصان پہنچا تھا اسکی تلافی کرلی۔ یہ بادشاہ نیکنام اور اپنے ملک کا دوست سمجھا جاتا ہے۔

۵ محمد اول بن بایزید سنہ ۱۴۱۳ء

مراد ثانی جو اپنے باپ محمد اول کے بعد بادشاہ ہوا۔ بڑا ہی نیک اور زاہد بادشاہ تھا۔ دلو مرتبہ اسنے اپنے نابالغ بیٹے کو تخت پر بٹھا کر گوشہ نشینی اختیار کی لیکن دونون مرتبہ مغربی عیسائیون کے سر اٹھانے سے گوشہ نشینی کے ترک کرنے پر مجبور ہوا۔ ہنگری۔ پولنڈ۔ اٹلی۔ یونان۔ جرمنی۔ ان تمام ممالک کے بادشاہون نے باہم اتفاق کرکے ترکون پر چڑھائیان کین۔ لیکن ترک ہمیشہ کامیاب رہے۔

۶ مراد ثانی بن محمد سنہ ۱۴۲۱ء

مراد ثانی کا بیٹا محمد ثانی سنہ ۱۴۵۱ء مین تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ بڑا ہی مستعد اور بہادر تھا۔ اسکے وقت مین فتوحات بہت ہوئے۔ قسطنطنیہ اور آرمینیا وغیرہ مقامات فتح ہوئے اور اسی وقت سے قسطنطنیہ دار الحکومت قرار پایا اور اب تک وہ دار الحکومت ہے۔ تجارتی اور ملکی اغراض پر نظر ڈال کر

۷ محمد ثانی بن مراد ثانی سنہ ۱۴۵۱ء

سو قع اور محل کا خیال کرکے یہ کہا جاتا ہے کہ یورپ کا بہترین شہر قسطنطنیہ ہے اسکے وقت مین تمام یورپ اور ایشیا مین عثمانی ترکون کی دھوم تھی - اس بادشاہ کے وقت مین قواعد اور ضوابط عمدہ طور پر مرتب کیے گئے -

بایزید بن محمد ثانی ثانی
سنہ ۱۴۸۱ء

بایزید بن محمد ثانی سنہ ۱۴۸۱ء مین تخت نشین ہوا - اسکا دوسرا بھائی وجیم بھی دعویدار تھا - لیکن اپنی نادانی سے وہ عیسائیون کے قبضہ مین جارہا اور ۱۳ برس کی قید کے بعد مارا گیا - اسکی قید کے حالات بڑے دلچسپ ہین - وجیم سے فرصت ملی تو اسکے بیٹے سلیم نے سر اٹھایا - بایزید نے جب دیکھا کہ سلیم ایسے بہادر کو تمام فوج بادشاہ بنانا چاہتی ہے تو وہ مجبوراً تخت سے الگ ہوگیا اور معمولی طور سے ایک قصبہ مین رہکر زندگی بسر کرنے لگا -

سلطان سلیم خان اول
سنہ ۱۵۱۲ء

بایزید ثانی کا بیٹا سلطان سلیم خان ثانی بادشاہ ہوا ہے - لڑنے کا اسکو بڑا شوق تھا کئی مرتبہ تخت نشینی کے پہلے یہ اپنے باپ سے مقابلہ کر بیٹھا تھا - اسمعیل صفوی شاہ ایران کو اسنے شکست دی شام - مصر - اور عرب پر اسنے قبضہ کیا اور مصر کے خاندان چراکسہ کا خاتمہ کردیا - ہلاکو خان کے حملہ کے بعد گو خلفاے عباسیہ کا خاتمہ ہوگیا تھا لیکن پھر بھی یہ لوگ بطور پیشوا اے مذہب کے شاہان مصر کے پاس حاضر رہتے تھے - اہم کاغذات پر خلفاے عباسیہ کے دستخط بھی کرا لیے جاتے تھے اور اسی وجہ سے مصر کے بادشاہون کی عزت اور مسلمان بادشاہون سے زیادہ تھی - مقدس مقامات (یعنے بیت المقدس مکہ اور مدینہ) پر قبضہ رکھنے سے بھی شاہان مصر ممتاز سمجھے جاتے تھے - اب عثمانی بادشاہون کو بھی یہ سب باتین حاصل ہوگئین - سلیم نے آخر خلیفہ عباسی سے اپنی خلافت پر دستخط کروا لیا اور رسول اللہ کے چند تبرکات بھی اس سے حاصل کیے -

سلیم ان لڑائیون مین توپ کے استعمال کی بدولت زیادہ تر کامیاب رہا - لیکن ابھی تک عثمانی سلطنت کی بحری قوت کم تھی - سلیم نے بحری قوت بڑھانے کی طرف بھی آخر آخر بہت توجہ کی تھی -

سلطان سلیمان دوم
بن سلیم اول
سنہ ۱۵۲۰ء

سلیم اول کے بعد اسکا بیٹا سلیمان دوم تخت نشین ہوا - یورپ مین جو ترقی اب ہے اسکی ابتدا اخیر پندرہ صدی مین قایم ہوچکی تھی - سلیمان کے وقت مین یورپ کی عیسائی سلطنتین بڑی ترقی پر تھین - بری طاقت مین تو ترک ہمیشہ بڑھے رہتے ہی تھے - سلیمان نے اپنی بحری قوت بھی تمام یورپ مین

قوتون سے بڑھا دی اور پھر تمام عیسائی قوتون نے جنگی امور مین اسی کا تتبع کیا۔ ترکی مورخ اس کو صاحبقران لکھتے ہین اور عیسائی مورخ سلیمان اعظم کہتے ہین اسکے وقت مین ملکی مالی اور جنگی قوانین درست ہوئے اور بہت سے نئے فتوحات ہوئے۔

اسپین مین اسلامی سلطنت کا خاتمہ اسکے پہلے ہوچکا تھا۔ مسلمان بادشاہون مین اسمعیل صفوی شاہ ایران اور اکبر شاہ دہلی اسکے ہمعصر تھے۔ واسیلی اور فوزچ جسنے روس کی موجودہ سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی اسی وقت مین تھا۔

ہنگری بلگریڈ اور رودس پر سلیمان نے قبضہ کیا اور اسٹریا کا بہت سا حصّہ دخل کر لیا۔ دائناوار السلطنت اسٹریا فتح ہوتے ہوتے رہگیا۔ پھر شاہ وائنا نے دیکر خراج دینا منظور کر لیا۔ ایشیا مین بغداد۔ آرمینیا۔ جزیرہ وغیرہ سلطنت ترکی مین شامل کر لیے گئے۔

تمام سلاطان یورپ نہایت ادب سے سلیمان سے خط وکتابت کرتے تھے۔ سلیمان کے جنگی جہازون نے بحیرہ روم۔ بحر قلزم اور بحر عرب پر پورا تسلط کر لیا تھا۔ ساحل افریقہ اور ساحل بحر عرب کے تمام مقامات اسکے قبضہ مین تھے۔ خلیج فارس پر بھی اسکی زد تھی۔ بحری قزاق اس سے دبتے تھے۔

کچھ غلط فہمیون کی وجہ سے اسکے دو بیٹے مصطفی اور بایزید اسکے حکم سے مارے گئے۔ کئی وزیر اسکے حکم سے قتل ہوئے۔ مصالح ملکی کا سمجھنا آسان نہین ہے لیکن مورخون نے انھین واقعات سے اسکے دامن نیکنامی پر دھبّہ لگایا ہے ورنہ اور طور پر یہ جمیع اوصاف مین اعلی درجہ پر مخلوق سمجھا جاتا ہے۔

آخر آخر اسکی چڑھائی بمقابلہ شاہ جرمنی کے سز بجیت پر ہوئی۔ سز بجیت فتح ہوا لیکن اسکی نزع روح کے بعد فتح سز بجیت کے بعد کئی دن تک اسکی موت ظاہر نہین کی گئی۔ پھر جب اظہار کا موقع آیا تو متحمند ترکون کے کاندھون پر عطر سے بسا ہوا جنازہ قسطنطنیہ چلا۔ ایک طرف "کل شئی فان و کل نفس ذائقۃ الموت" کی صدا ملبند تھی اور دوسری طرف نقیب پکارتا تھا "یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام"

سلیمان کے وقت مین یورپ کی عیسائی سلطنتین۔ حرفت۔ صنعت اور فن جہازرانی مین سلمانون سے کم تھین۔ اسلیے سلیمان نے تمام یورپ پر اپنا اثر ڈالا۔ پھر سلیمان کے بعد یورپ کی دیگر سلطنتون نے بھی ترقیان کین لیکن سلاطین ترکی کی عظمت عرصہ تک دلون سے نہ نکلی۔ ترک سب سے بڑھ کے تو یورپین سلطنتون سے دبنے والے بھی نہ تھے۔

ٹرکی کے زوال کی ابتدا سلطان مصطفےٰ ثالث کے وقت سے ہوئی۔ اب یورپ کی اعلیٰ قوتون مین اسکا شمار نہین ہوتا۔ لیکن پھربھی سلطنت ایران سے کہین زیادہ اپنے بچاؤ کی قابلیت سلطنت ٹرکی کو حاصل ہے۔ دوسرے پر حملہ کرنے کا زور اب ٹرکی مین نہین رہا لیکن اپنے بچانے کو وہ اب بھی بہت ہے۔ سلطان عبد الحمید خلد اللہ ملکہٗ نے نہایت دانشمندی سے انتظام کیا ہے اور ترکون کی حالت پھر رو بہ ترقی ہے۔ دیکھیے آیندہ اسکا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

سلیمان ثانی

سلیمان کے بعد زیادہ تر ممالک مفتوحہ کی حفاظت سے ترکون کو تعلق رہا۔ کچھ فتوحات بھی ہوئے لیکن کم۔ سلیمان کے آخر عہد تک ترکون کی ترقی تھی پھر سلطان سلیم ثالث کے عہد تک اس ترقی کو قیام تھا اسکے بعد ۱۹ صدی کے آغاز سے انحطاط شروع ہوا سلطنت مین کچھ ضعف نہین آیا لیکن ہمعصر سلاطین کی ترقی سے خود بخود اضافی تنزل لازم آیا۔ بایزید اول کے بعد سلیمان اوّل اور موسیٰ کچھ دنون کے لیے بادشاہ ہوگئے تھے جنکو مار کر محمد اول تخت پر بیٹھا تھا۔ گو سلیمان اوّل اور موسیٰ کا شمار بادشاہون مین نہین ہوتا لیکن اسی رعایت سے اس سلیمان کو سلیمان دوم کہتے ہین۔ سلیمان دوم کے بعد جو سلاطین تخت نشین ہوئے اُنکے نام اور مختصر حالات ذیل مین درج ہین۔

سلاطین ٹرکی

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱۱ | سلطان سلیم دوم بن سلیمان دوم | سنہ ۱۵۶۶ء / ۹۷۴ھ | امام صنعا اور قبرس پر اسنے فتح پائی۔ اسپین پر چڑھائی کی مگر کامیابی حاصل نہین ہوئی |
| ۱۲ | سلطان مراد ثالث بن سلیم خان دوم | سنہ ۱۵۷۴ء / ۹۸۲ھ | ایرانیون سے اسنے گرجستان لے لیا۔ |
| ۱۳ | سلطان محمد خان ثالث بن مراد خان ثالث | سنہ ۱۵۹۵ء / ۱۰۰۳ھ | اسکی ماں خفیہ طور پر اسکی تخت نشینی مین مددگار تھی اسلیے امور سلطنت مین بھی وہ دخل دیتی تھی۔ |
| ۱۴ | سلطان احمد اول بن محمد خان ثالث | سنہ ۱۶۰۳ء / ۱۰۱۲ھ | عباس صفوی شاہ ایران سے یہ رڑا تھا۔ |
| ۱۵ | سلطان مصطفیٰ بن محمد خان ثالث | سنہ ۱۶۲۱ء / ۱۰۳۲ھ | اپنے بھائی سلطان احمد کی وصیت کے مطابق تخت پر بیٹھا۔ |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | لیکن نالایق نکلا اسلیے معزول کیا گیا۔ |
| ۱۶ | سلطان عثمان ثانی بن احمد خان اوّل | سنہ ۱۶۲۳ء / ۱۰۲۹ھ | سکندر شاہ پولونیہ کو اسنے بڑے معرکے کی شکست دی۔ روس۔ فرانس اور اٹلی کے سلاطین سکندر کے معین تھے لیکن عثمان کا آوازہ بلند رہا۔ آخر میں یہ عیّاش ہو گیا تھا۔ فوج مین غدر ہوا اور یہ مارا گیا۔ |
| ۱۷ | سلطان مراد رابع بن احمد خان | سنہ ۱۶۲۶ء / ۱۰۳۲ھ | شاہ ایران سے خوب خوب لڑائیان ہوئین۔ |
| ۱۸ | سلطان ابراہیم بن سلطان احمد | سنہ ۱۶۳۹ء / ۱۰۴۹ھ | اسکے وقت مین ترکون نے بحری لڑائی مین عیسائیون سے جزیرہ مالٹا لے لیا۔ آخر مین عیّاشی کی وجہ سے یہ معزول کیا گیا۔ |
| ۱۹ | سلطان محمد رابع بن ابراہیم | سنہ ۱۶۴۳ء / ۱۰۵۹ھ | یہ شیر خوار بچہ تھا۔ اسکی ماں منتظم سلطنت ارکین دولت کے ہاتھ سے ماری گئی۔ امرا نے عورت کا امور ملکی مین دخل دینا پسند نہین کیا۔ لیکن اسکے بعد اسکے وزرا نے خوب انتظام کیا۔ سلطنت کو بڑی رونق دی۔ لایق وزیر لِقا کے مرنے پر فوج مین بغاوت ہوئی اور یہ معزول کیا گیا۔ |
| ۲۰ | سلطان سلیمان ثالث بن ابراہیم | سنہ ۱۶۸۱ء / ۱۰۹۷ھ | اسکے وقت مین فوج خودسر رہی۔ والی بنسا نے بلگریا پر دخل کر لیا لیکن سلطان نے خود چڑھائی کی اور فتح حاصل کی۔ |
| ۲۱ | سلطان احمد ثانی بن ابراہیم | سنہ ۱۶۹۵ء / ۱۱۰۲ھ | اپنے بھائی کی طرح یہ مرض استسقا مین مرا۔ والی بنسا اسکے خوف سے بھاگ کر شاہ انگلستان کے پاس پناہ گیر ہوا تھا۔ |
| ۲۲ | سلطان مصطفیٰ ثانی بن محمد رابع | سنہ ۱۶۸۹ء / ۱۱۰۶ھ | ابتدا مین اسنے خوب زور پکڑا۔ روس اور بنسا کو بڑی |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | بڑی شکستیں دین - آخر مین شاہ انگلستان کے کہنے سے مصالحت کرلی - مصالحت سے فوج ناراض ہوئی سلطان نے حکمت عملی کو راہ دیکر اپنے بھائی محمد کو تخت پر بٹھا دیا - |
| ۲۳ | سلطان احمد ثالث بن محمد | سنہ ۱۶۹۹ء / ۱۱۱۵ھ | مصطفے کے بھائی محمد کے تخت سے اترنے پر یہ تخت نشین ہوا - اسکے وقت مین بھی خوب خوب لڑائیان ہوئین ترک ہر جگہ غالب رہے - فوج نے اس بادشاہ کو تخت سے اُتار دیا اور محمود اول کو بٹھایا - |
| ۲۴ | سلطان محمود اول بن مصطفے ثانی | سنہ ۱۷۳۰ء / ۱۱۴۳ھ | اسکو محمد خامس بھی کہتے تھے - نادر شاہ کا یہ معصر تھا شاہ اسپین سے بحری لڑائی مین مغلوب رہا - لیکن بری لڑائی مین شاہ روس اور نادر شاہ کا جواب دیتا رہا - آخر مین نادر شاہ سے دبکر اسکو صلح کرلینا پڑی - |
| ۲۵ | سلطان عثمان ثالث بن مصطفے ثانی | سنہ ۱۷۵۴ء / ۱۱۶۷ھ | سلطنت کا کام یہ اچھا نہین کرتا تھا - لیکن متشرع تھا - شراب نوشی کا اسنے بالکل انسداد کرادیا - |
| ۲۶ | سلطان مصطفے ثالث بن احمد ثالث | سنہ ۱۷۵۷ء / ۱۱۷۱ھ | روس سے بارہا لڑائی ہوئی اور سلطانی فوج برابر غالب رہی - بحری قوت مین بہ نسبت اور قومون کے ترک کمزور تھے لیکن بری لڑائی انکی اب تک سخت تھی - |
| ۲۷ | سلطان عبدالمجید بن احمد ثالث | سنہ ۱۷۷۴ء / ۱۱۸۷ھ | اسکے وقت مین سوائے شاہ روس اور والی نمسا کے کسی سے لڑائی نہین ہوئی - والی نمسا کو شکست ہوئی - روس سے بھی خوب مقابلہ کیا گیا - مگر سلطنت کا ضعف رو بہ ترقی تھا - |
| ۲۸ | سلطان سلیم ثالث بن مصطفے ثالث | سنہ ۱۷۸۹ء / ۱۲۰۳ھ | اسکے وقت مین ضعف کے آثار کھلے کھلے نمایان تھے |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | پادشاہ فرانس بونا پارٹ نے روس اور انگلستان کی عداوت سے سلطان سلیم کے پاس فوجی قواعد سکھانے کو آدمی بھیجے - فوج باغی ہو گئی - نصاریٰ کا لباس پہننا منظور نہ کیا اور پادشاہ تخت سے اُتار گیا - |
| ۲۹ | سلطان مصطفے رابع بن عبد المجید | سنہ ۱۸۰۵ء / ۱۲۲۲ھ | سال کے اندر ہی یہ تخت سے اُتار اگیا - |
| ۳۰ | سلطان محمود ثانی بن عبد المجید | سنہ ۱۸۰۵ء / ۱۲۲۲ھ | سلطنت مین بے انتظامی تھی - مصر قبضہ پاکر روس نے کئی قلعے لے لیے - شاہ محمد علی مرزا سے بھی یہ لڑا اور فتحیاب رہا - لیکن خانہ جنگیون سے اور فوج کی بغاوت سے سلطنت کا ڈھیر ڈھیلا ہو رہا تھا - |
| ۳۱ | سلطان عبد المجید ثانی بن محمود ثانی | سنہ ۱۸۳۹ء / ۱۲۵۵ھ | اسنے سلطنت کو بہت سنبھالا - تمام شاہان یورپ سے صلح کرلی - محمد علی پاشا والی مصر جو اسکے باپ کے وقت سے سرکش ہو رہا تھا اسکے عہد مین پھر مطیع ہوا - اسکے وقت مین انگریزون کا تقرب بہت بڑھ گیا - یورپ سے بمبئی تک جا بجا انگریزون کی آبادی جو دیکھی جاتی ہے زیادہ تر اسی کے وقت مین قایم ہوئی - سنہ ۱۸۵۳ء مین روس نے پھر ترکی پر چڑھائی کی فرانس اور انگلستان کی مدد سے ترک غالب آئے - |
| ۳۲ | سلطان عبد العزیز خان بن محمود ثانی | سنہ ۱۸۶۰ء / ۱۲۷۷ھ | یہ پادشاہ معتدل المزاج تھا شاہ ایران سے اسنے صلح کرلی - انگریزون کی مداخلت مین کمی کی - ملک کا دورہ کرنا پسند کیا - ہر طرح آثار ترقی نمایان تھے لیکن ارکین دولت نے اسے معزول کردیا - |
| ۳۳ | سلطان مراد خان | سنہ ۱۲۹۳ | سلطان عبد العزیز کے بعد تخت نشین ہوا لیکن تھوڑے سے ہی |

سلاطین ترکی

| نمبر | نام | سنہ جلوس | |
|---|---|---|---|
| | | | دلون مین خلل دماغ کی وجہ سے معزول کیا گیا۔ |
| ۳۴ | سلطان عبدالحمید خان | ۱۲۹۳ھ | سلطان مراد خان کے بعد یہ تخت نشین ہوئے اور اب تک انھین کی سلطنت ہی۔ انکے وقت مین ترکی کو ترقی ہی۔ صاحب تدبیر ہین اور نیک نام ہین۔ ابتک سلاطین بڑی دانشمندی سے انھون نے کام کیا۔ لیکن آرمینیا کے عیسائیون کی شکایت پر جرمنی۔ فرانس۔ انگلستان اور روس بالاتفاق معاملہ آرمینیا مین مداخلت کرنا چاہتے ہین۔ ادھران قومون کے چند سفیر جدہ کے بدون کے ہاتھ سے مارے گئے۔ عیسائی قومون کے اتفاق سے سلطان ترکی کو ایک خاص غور ہے۔ دیکھنا ہے کہ اس پہلو کو سلطان عبدالحمید خان کس طرح بچاتے ہین۔ |

## فصل دوم

### سلطنت ایران

فتوحات ایران

حضرت عمر خلیفہ دوم کے وقت مین یہ ملک مسلمانون نے فتح کیا۔ اسکے بعد مدینہ۔ دمشق اور بغداد کے خلفا اسپر حکمران رہے خلافت بغداد کے ضعیف ہونے پر سلاطین صفاریہ۔ سامانیہ۔ دیالمہ۔ غزنویہ۔ سلجوقیہ اور خوارزم شاہی اسپر حکمران ہوئے۔ اسکے بعد چنگیز خان کا زمانہ آیا۔ چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان کی آٹھوین پشت مین ابوسعید کے زمانہ مین چھوٹی چھوٹی ریاستین قائم ہوئین جنکو مٹاکر امیر تیمور نے ایران کو اپنا ایک صوبہ قرار دیا۔ تیمور کے بعد اُسکے خاندان مین دسوین صدی ہجری کے آغاز تک ایران کی حکومت تھی۔ یہ سب حالات اوپر مفصل بیان ہو چکے ہین۔ خاندان تیموری کا زور وسط ایشیا مین دسوین صدی ہجری کے شروع مین گھٹا۔ اسکے بعد کے حالات مختصراً یہان درج کیے جاتے ہین۔

ایک شیعہ بزرگ شاہ صفی نے پیشوا سے مذہب کی حیثیت سے ایران میں عروج پکڑا۔ تمام رعایا شاہ صفی کی معتقد تھی اسلیے شاہ صفی نے ایک رنگ حکومت کا پیدا کیا پھر اسکی نسل میں شاہ اسمعیل بڑا زبردست بادشاہ ہوا اور دو صدی تک صفوی خاندان ایران پر قابض رہا۔ شیعون کو سنیون سے بالکل الگ قایم کرنا یہ اسمعیل صفوی اور اسکے مابعد جانشینون کی حکمت عملی تھی۔ شاہان صفوی نے بہت زیادہ کوشش اس امر مین کی کہ شیعون کا گروہ سنیون سے بالکل الگ ہو جائے اپنی پالیسی مین سلاطین صفوی پورے طور پر کامیاب ہوئے اور ایران کی فوج اور ایران کی رعایا اس نئے جوش مین عرصہ تک کارنمایان کرتی رہی اور شاہی خاندان استقلال کے ساتھ حکمران رہا۔

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱ | اسمعیل | سنہ ۹۰۸ھ | خاندان صفوی کا پہلا خود مختار بادشاہ ہو۔ سلطان ترکی سے اسنے خوب خوب لڑائی کی۔ اور ازبکون کو بھی اسنے زیر کیا۔ |
| ۲ | شاہ طہماسپ بن اسمعیل | سنہ ۹۳۱ھ | ہمایون بادشاہ ہند نے اسی سے مدد چاہی تھی۔ یہ بھی بڑا نامی بادشاہ ہوا ہو۔ |
| ۳ | شاہ اسمعیل ثانی بن طہماسپ | سنہ ۹۸۹ھ | مدت سلطنت و سال۔ |
| ۴ | محمد خدابندہ بن طہماسپ | سنہ ۹۸۷ھ | یہ اپنے بھائی اسمعیل ثانی کے مرنے پر تخت پر بیٹھا تھوڑے دنون کے بعد راہی ملک عدم ہوا۔ |
| ۵ | حمزہ بن محمد خدابندہ | سنہ ۹۹۴ھ | اسنے برائے نام سلطنت کی۔ |
| ۶ | شاہ اسمعیل ثالث | سنہ ۹۹۴ھ | اسنے برائے نام سلطنت کی۔ |
| ۷ | شاہ عباس | سنہ ۹۹۴ھ | اسمعیل اول اور شاہ طہماسپ کی طرح یہ بھی زبردست بادشاہون مین شمار کیا جاتا ہو۔ |
| ۸ | شاہ صفی | سنہ ۱۰۳۹ھ | اسکے وقت مین خاندان صفوی سے کوئی نمایان کام نہین کیا۔ |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۹ | شاہ عباس ثانی | سنہ ۱۰۵۲ھ | اسمٰعیل - طہماسپ - عباس اول کی طرح یہ بھی بڑا زبردست بادشاہ ہوا ہے - غیر مذہب والون سے لڑنے کی وجہ سے غازی اسکا لقب ملا۔ |
| ۱۰ | سلیمان | سنہ ۱۰۷۷ھ | سلیمان تک خیریت تھی اسکے بعد خلجیون اور ابدالیون نے اس خاندان کو کمزور کردیا۔ |
| ۱۱ | شاہ حسین | سنہ ۱۱۰۶ھ | |
| ۱۲ | شاہ طہماسپ ثالث | سنہ ۱۱۲۵ھ | |

خاندان صفوی کے انحطاط کے زمانہ مین ابدالیون اور خلجیون کو کچھ زور ہوا - ابدالی اور دُرّانی ایک ہی قوم ہے اور غور کے پہاڑون پر انکا اصل ٹھکانا تھا لیکن اسوقت ہرات کے آس پاس آباد ہو گئے تھے - خلجیون کی قوم اس زمانہ مین قندھار کے گرد و نواح مین بستی تھی - خلجی اور ابدالی آپسمین بھی لڑتے تھے آپسمین بھی لڑتے تھے - لیکن تھوڑے دنون کے لیے خلجیون اور ابدالیون نے مل کر ایرانیون کی سلطنت کو کمزور کردیا - اور پھر اسکے بعد خلجیون نے جا کر ایران پر قبضہ کرلیا - خلجیون کا سردار محمود قندھار سے روانہ ہو کر ایران مین داخل ہوا اور سنہ ۱۷۲۲ء کو تخت نشین ہوا - خلجیون اور ایرانیون کی جنگ کی ابتدا شاہ حسین کے وقت مین ہوئی اور اسکے بیٹے شاہ طہماسپ ثانی نے محاصرہ کی تکلیف سے گھبرا کر تاج شاہی محمود خلجی کے حوالے کردیا۔

خاندان خلجی

سنہ ۱۷۲۲ء / سنہ ۱۱۳۴ھ

۱ محمود خلجی

اپنے چچا محمود کے مرنے پر اشرف خان تخت پر بیٹھا - سلطان ترکی نے سلطان روس سے مل کر اشرف خان کو دبانا چاہا - شمالی ملک کا روس خواہان تھا - اور مغربی حصہ کو سلطان ترکی دبانا چاہتے تھے - اشرف خان نے لڑائیون مین بڑی بہادری دکھائی - اُن دونون سلطنتون نے اسکی سلطنت تسلیم کی لیکن اشرف خان اُن حصّون کو واپس نہ لے سکا جو دشمنون کے قبضہ مین آگئے تھے۔

۲ اشرف خان خلجی

مرزا طہماسپ (جب تاج سلطنت محمود شاہ کے حوالہ کرکے علیحدہ ہوا) کسی طرح نادر قلی قزلی کے قبضہ مین آگیا اور نادر شاہ نے اپنے کو اُسکا سپہ سالار بنا کر ملکی فتوحات شروع کردیے - نادر قلی پہلے قزاقون کی طرح لوٹ مار کرتا تھا - اب طہماسپ کی سپہ سالاری نے اسکی حالت مین بہت کچھ تغیر پیدا کیا - نادر شاہ کے عہد مین (سنہ ۱۷۲۹ء) اشرف خان قتل کیا گیا - جبکہ اشرف خان کے

نادر شاہ

عہدنامہ سے سلطنت ترکی مین داخل ہوگئے تھے اُسے نادرشاہ نے بزور شمشیر واپس لیا -

نادر شاہ کا عروج

نادرشاہ نے طہماسپ کو شاہ شطرنج کی طرح تخت سے اوتار کر اُسکے شیرخوار بچے کو تخت پر بٹھایا اور سنہ ۱۷۳۶ء مین تمام لوگون کی صلاح سے تاج شاہی اپنے سر پر رکھا - نادرشاہ نے اپنا مذہب بدل ڈالا - پہلے شیعہ تھا - اب سنّی ہوا - اور چاہا کہ خاندان صفویہ کی محبت لوگون کے دل سے نکل جائے اور اُسکے وقت سے ایک نیا رنگ پیدا ہو - لیکن نتیجہ اچھا نہ ہوا لوگ اس سے بددل ہونے لگے فوج کے خوش کرنے کو اسنے قندھار پر چڑھائی کی اور غلجیون کو وہان سے نکالا - پھر کابل غزنی ہوتے ہوئے ہندوستان پر اسنے چڑھائی کی - اور یہان کی دولت سے اپنی فوج کو مالا مال کرنا چاہا - دہلی نادرشاہ کے وقت مین تباہ ہوئی - تیمور کے حملون کی طرح اب بھی دلّی مین قتل عام ہوا - ہند سے واپس جا کر نادرشاہ نے اور بھی فتوحات کیے - ہند مین جو کچھ خونریزی نادرشاہ سے ہوئی اُسمین زیادہ تر دلّی والون کا قصور تھا لیکن اسکے بعد نادرشاہ مین سفاکی اور خونریزی کی عادت ہوگئی اور کچھ مالیخولیا کا دخل بھی اسمین شروع ہوا - ایرانیون نے سنہ ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ مین اُسے قتل کیا -

نادرشاہ کے بعد افغان مین احمدشاہ دُرانی (ابدالی) حکمران ہوا اور ایران مین نادرشاہ کے خوالف اعلی کا بھتیجا عادل شاہ تخت نشین ہوا - عادل شاہ دو برس کے بعد مرگیا اور پچاس برس کے اندر ہی اندر کوئی آٹھ بادشاہ - ابراہیم - شاہرخ مرزا - اسمٰعیل - محمد کریم خان - ذکی خان صادق خان - جعفر خان - لطف علی یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے - اور سلطنت ایران روز بروز کمزور ہوتی گئی - ان بادشاہون مین کریم خان زند نے ۳۰ برس تک سلطنت کی اور باقی بادشاہون نے برائے نام سلطنت کی -

آغا محمد شاہ قاچار نے سنہ ۱۲۱۲ھ مین کئی لڑائیان فتح کرکے سلطنت ایران پر قبضہ کیا - شاہ روس سے بھی اسنے کئی لڑائیان کین اسکے بعد اسکا بیٹا فتح علی قاچار تخت ایران پر بیٹھا اور شاہ روس سے برابر لڑتا رہا سنہ ۱۸۳۵ء مین محمد شاہ قاچار تخت پر بیٹھا - بادشاہ اور رعایا کا مذہب شیعہ تھا - افغانون نے انپر جہاد کی نیت سے حملہ کیا - سنہ ۱۲۶۰ھ مین ترکی کے گورنر نجیب پاشا حاکم بغداد نے کربلا پر چڑھائی کی اور ۹ ہزار آدمیون کو مذہبی تعصب سے ہلاک کیا - محمد شاہ قاچار یہ سنکر غضبناک ہوا - مگر انگریزون اور روسیون نے بیچ بچاؤ کروا دیا -

سنہ ۱۲۶۴ھ میں سلطان محمد شاہ قاچار نے وفات پائی۔ اور انکا بیٹا ناصر الدین شاہ قاچار خلد اللہ ملکہٗ تخت ایران پر بیٹھا اور اب تک حکمران ہے۔ اس بادشاہ سے شیعہ مذہب کو بڑی تقویت ہے۔ بالفعل افغان روس اور ٹرکی ہر طرف سے شاہ ایران کو امن ہے۔ اس بادشاہ نے کئی مرتبہ یورپ کی سیر کی ہے۔ اپنا سفرنامہ بھی فارسی زبان میں لکھا ہے۔

روس نے تو سلطنت ایران کو کمزور کر دیا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ خودمختار بادشاہ ہے اور سلاطین اسلام میں بعد سلطان ٹرکی کے انکا شمار ہوتا ہے۔ سنیوں میں جس طرح سلطان ٹرکی عبد الحمید خان پیشوا ے مذہب حامی دین متین سمجھے جاتے ہیں اسی طرح شیعوں میں شاہ کجکلاہ ناصر الدین شاہ قاچار اسی کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں خدا انکو نگاہ بد سے بچائے۔

خاندان تیموریہ کی تباہی سے آج تک جتنے حکمران ایران میں ہوئے انکے نام یکجا درج کیے جاتے ہیں۔

شاہان ایران

اسمعیل۔ شاہ طہماسپ۔ شاہ اسمعیل ثانی۔ محمد خدابندہ۔ حمزہ۔ شاہ اسمعیل ثالث۔ شاہ عباس اول۔ شاہ صفی۔ شاہ عباس ثانی۔ سلیمان۔ شاہ حسین۔ شاہ طہماسپ ثانی۔ محمود۔ اشرف۔ شاہ طہماسپ ثالث۔ شاہ عباس۔ نادر شاہ۔ عادل شاہ۔ ابراہیم۔ شاہ رخ مرزا۔ سلیمان۔ اسمعیل۔ محمد کریم خان۔ ذکی خان۔ صادق خان۔ جعفر خان۔ لطف علی۔ آغا محمد شاہ قاچار۔ فتح علی شاہ قاچار۔ محمد شاہ اکبر قاچار۔ ناصر الدین احمد شاہ قاچار

## فصل سیوم

### سلطنت مصر

سلطنت مصر اب مسلمانوں کی تیسرے درجہ کی سلطنت ہے یعنے بعد سلطنت ٹرکی اور ایران کے اسی کا درجہ ہے۔ ممکن ہے کہ افغانستان کو اسپر ترجیح دی جائے لیکن چند وجوہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اسے تیسرے درجہ کی سلطنت اور افغانستان کو چوتھے درجہ کی سلطنت قرار دیجائے۔

باب پنجم فصل ہفتم میں سلاطین علویہ کا تذکرہ کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ شروع اسلام سے ۵۶۷ھ تک مصر کے فرمانرواؤں کی کیا کیفیت تھی۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ عاضد لدین اللہ پر سلطنت اسمعیلیہ کا مصر میں خاتمہ ہوا اور بجائے عاضد کے بغداد کے خلیفہ عباسی مستضی باللہ کا نام خطبہ میں

داخل کیا گیا۔ لیکن یہ ظاہر ہی کہ خلفاے عباسیہ مین یہ قوت نہ تھی کہ وہ مصر کا پورا انتظام کر سکتے۔ صرف خطبہ مین اُنکا نام رہا لیکن حکومت دوسرے خاندان ایوبیہ نامی کی طرف منتقل ہوگئی۔

خاندان ایوبیہ
صلاح الدین

صلاح الدین یوسف بن نجم الدین ایوب عاضد کے وقت مین سپہ سالار تھا۔ مصر مین عیسائی بہت زیادہ غالب آگئے تھے۔ صلاح الدین ہی کی کوشش سے شام کے مسلمانون کی کمک آئی اور اسی کی کوشش سے عاضد کے ضعف پر نظر ڈال کر مستضی کا نام خطبہ مین داخل کیا گیا۔ اسی اثنار مین عاضد مرگیا اور صلاح الدین حکمران ہوا۔ اسکے باپ ایوب کے نام پر اس نسل کے بادشاہ ایوبیہ کہلائے۔ چونکہ نورالدین محمود والی شام اُس فوج کا حاکم تھا جسنے ابتدا مین مصر کے مسلمانون کو عیسائیون کے ہاتھ سے بچایا۔ اسلیے بعض مورخون نے صلاح الدین کے پہلے نورالدین کا نام بادشاہون کی فہرست مین داخل کیا ہی۔ لیکن اس کتاب مین نورالدین کا ایک علیحدہ خاندان شام کے سلجوقیون کے نام سے فصل ۱۱ باب ۶ مین قایم کیا گیا ہی۔ تمام یورپ مین یہ مشہور ہی

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱ | ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب | سنہ ۵۶۷ھ | یہ بڑا نیکنام بہادر اور متشرع بادشاہ ہوا ہی۔ مصر پر قبضہ کرکے اسنے شام پر چڑھائی کی۔ بیت المقدس وغیرہ عیسائیون سے عیسائیون سے چھڑا کر مسلمانون کو خوش کیا۔ عیسائیون سے اسنے بڑے بڑے معرکے کی لڑائیان کین۔ خلیفہ مستنصر عباسی کے عہد مین یہ تھا۔ |
| ۲ | ملک عزیز عثمان بن صلاح | سنہ ۵۸۹ھ | یہ بھی نیک نام بادشاہ تھا ناصر لدین اللہ کا ہمعصر تھا۔ |
| ۳ | ملک منصور محمد بن عثمان | سنہ ۵۹۵ھ | ایک سال کے بعد معزول کیا گیا۔ |
| ۴ | ملک عادل سیف الدین بن ایوب | سنہ ۵۹۶ھ | بڑا نیک نام اور عادل بادشاہ تھا اسکے وقت مین ملک بھی کچھ وسیع ہوا۔ |
| ۵ | ملک کامل بن عادل | سنہ ۶۱۵ھ | بڑا متشرع بادشاہ تھا۔ |
| ۶ | ملک عادل ابوبکر بن کامل | سنہ ۶۳۵ھ | دو برس اسنے حکومت کی۔ |
| ۷ | ملک صالح بن کامل | سنہ ۶۳۷ھ | عیسائیون کی لڑائی مین مارا گیا۔ |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۸ | ملک معظم توران بن ملک صالح | سنہ ٦٤٧ھ | دو مہینہ کے اندر مستعصم خلیفہ کے وقت میں مارا گیا۔ |
| ۹ | شجرۃ الدر | سنہ ٦٤٨ھ | عورت تھی تین مہینہ کے اندر خود ہی الگ ہوئی۔ |
| ۱۰ | ملک اشرف موسیٰ | سنہ ٦٤٨ھ | سنہ ٦٥٢ھ میں یہ تخت سے اُتارا گیا اسپر دولت ایوبیہ کا خاتمہ ہوا۔ اسکو تخت سے اُتارنے والے اور پھر تخت پر قبضہ کرنے والے اسی خاندان کے ترکی غلام تھے اسلیے اسکے بعد حکومت مصر دولت غلامان ایوبیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ |
| ۱ | ملک معز عز الدین ایبک ترکمانی صالحی | سنہ ٦٤٨ھ | یہ دولت غلامان کا پہلا بادشاہ ہے۔ |
| ۲ | ملک منصور علی بن معز | سنہ ٦٥٥ھ | اپنے باپ کے مقتول ہونے پر یہ بادشاہ ہوا۔ یہ سلطنت سے خود ہی دست کش ہوگیا۔ |
| ۳ | ملک مظفر قطز معزی | سنہ ٦٥٧ھ | تاتاریوں کو اسنے شکست دیکر بڑا نام پیدا کیا۔ |
| ۴ | ملک ظاہر رکن الدین | سنہ ٦٥٨ھ | ملک مظفر کو قتل کرکے تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا صاحب الرائے بادشاہ تھا۔ |
| ۵ | ملک سعید محمد ناصر الدین | سنہ ٦٧٦ھ | سال کے اندر ہی لوگوں نے اسے معزول کر دیا۔ |
| ۶ | ملک عادل بدر الدین | سنہ ٦٧٨ھ | چار مہینہ کے اندر ہی یہ تخت سے اُتارا گیا اور خاندان غلامان کا خاتمہ ہوا۔ |
| ۷ | ملک منصور ابو المعالی قلاؤن صالحی | سنہ ٦٧٨ھ | یہ خاندان قلاؤنیہ کا پہلا بادشاہ ہے۔ اسکے وقت میں بھی فتوحات ہوئے۔ |
| ۸ | ملک اشرف صلاح الدین خلیل | سنہ ٦٨٩ھ | دشمنوں کی سازش سے سنہ ٦٩٣ھ میں مارا گیا |
| ۹ | ملک ناصر محمد بن قلاؤن | سنہ ٦٩٣ھ | یہ کچھ دنوں کے لیے خود سلطنت چھوڑ بیٹھا تھا۔ |
| ۱۱ | ملک عادل کتبغا منصوری | | یہ بھی خود ہی سلطنت سے علیحدہ ہوا۔ |

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| | | | اس تفریق سے کوئی نفاق نہیں پھیلا لیکن پھر بھی شروع شروع مین بعض مسلمان اس بدعت کے خلاف تھے۔ |
| ۲۷ | ملک منصور عبدالعزیز | سنہ ۸۰۵ھ | مقتول ہوا۔ |
| ۲۸ | ملک ابوالنصر شیخ | سنہ ۸۰۵ھ | صرف دو مہینے سلطنت کی۔ |
| ۲۹ | مظفر احمد ابن مؤید | سنہ ۸۱۵ھ | سال کے اندر ہی اپنی موت سے مرا۔ |
| ۳۰ | ملک ظاہر ططر ابوالفتح | سنہ ۸۲۴ھ | تین مہینے سے کچھ زیادہ سلطنت کی۔ |
| ۳۱ | ملک صالح محمد | سنہ ۸۲۴ھ | پانچ چار مہینے سلطنت کرکے خود دستکش ہوا۔ |
| ۳۲ | ملک اشرف ابوالنصر برسبائی | سنہ ۸۲۴ھ | قرآن سُننے کا بہت شائق تھا دیندار بادشاہ تھا اپنی موت سے مرا۔ |
| ۳۳ | عبدالعزیز ابوالمحاسن | سنہ ۸۴۱ھ | تین مہینہ کے اندر تخت سے اُتارا گیا۔ |
| ۳۴ | ملک ظاہر ابوسعید علی بن ابجاار | سنہ ۸۴۱ھ | غریب پرور بادشاہ تھا - چودہ برس کے بعد موت سے مرا۔ |
| ۳۵ | ملک منصور عثمان | سنہ ۸۵۷ھ | معزول کیا گیا۔ |
| ۳۶ | ملک اشرف ابوالنصر | سنہ ۸۵۷ھ | اپنی موت سے مرا |
| ۳۷ | مؤید احمد | سنہ ۸۶۵ھ | تخت سے اُتارا گیا۔ |
| ۳۸ | ملک ظاہر ابوسعید خوشقدم | سنہ ۸۶۵ھ | اپنی موت سے مرا۔ |
| ۳۹ | ملک ظاہر ابوسعید بلبائی | سنہ ۸۹۲ھ | چند مہینوں کے بعد جلاوطن کیا گیا۔ |
| ۴۰ | ملک ظاہر ابوسعید تمر بغا | سنہ ۸۹۲ھ | دو مہینہ کے اندر قید کیا گیا۔ |
| ۴۱ | ملک اشرف ابوالنصر قائتبائی | سنہ ۸۹۲ھ | ۲۹ برس کے بعد اپنی موت سے مرا نیکنام بادشاہ تھا۔ |
| ۴۲ | ملک ناصر محمد ابوالسعادات | سنہ ۹۰۱ھ | ڈھائی برس کے بعد قتل کیا گیا۔ |

خاندان چراکسہ

| نمبر | نام | سنہ جلوس | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۴۳ | ملک اشرف فالغنوہ | سنہ ۹۰۴ھ | صرف گیارہ دن بادشاہ رہا۔ پھر گم ہوگیا۔ |
| ۴۴ | ملک ظاہر ابوسعید فالغنوہ | سنہ ۹۰۴ھ | کچھ کم دو برس کے بعد فوج کے پھر جانے سے یہ بھی مفرور ہوگیا۔ |
| ۴۵ | ملک اشرف جنبلاط | سنہ ۹۰۶ھ | جلاوطن کیا گیا۔ |
| ۴۶ | ملک عادل طومان بائی | سنہ ۹۰۶ھ | چار مہینہ ۱۵ دن کے بعد مارا گیا۔ |
| ۴۷ | ملک اشرف ابوالنصر فالغنوہ | سنہ ۹۰۶ھ | پندرہ برس تک یہ بادشاہ رہا۔ سلیم اول سلطان ٹرکی نے حملہ کیا اور اسکو سخت سزا دی۔ |
| ۴۸ | ملک اشرف طومان | سنہ ۹۲۲ھ | سلیم نے اسکو بھی شکست دی اور سنہ ۹۲۳ھ میں خاندان چراکسہ کا خاتمہ ہوگیا اور مصر دولت عثمانیہ میں داخل ہوگیا۔ |

سلیم کی چڑھائی تک مصر میں خلفاے عباسیہ کا سلسلہ قایم رہا تھا۔ مستعصم (یا مستعصم) خلیفہ بغداد کی ہلاکت کے بعد خلفاے عباسیہ بغداد سے الگ ہوگئے لیکن بلاد اسلام سے الگ نہیں ہوئے۔ انکا سلسلہ مصر میں قایم تھا۔ دینی امور میں سلاطین مصر انکو پیشوا مانتے تھے سلیم نے خلافت کا لقب اپنے لیے مستعصم باللہ خلیفہ عباسی سے حاصل کیا اور پھر اسکے بعد عباسیوں کی خلافت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہوگیا۔

مستعصم باللہ کے بعد جتنے عباسی خلفا مصر میں ہوئے اُنکے نام ذیل میں لکھے جاتے ہیں

خلفاے عباسیہ مصر میں

| نمبر | نام | سنہ جلوس | نمبر | نام | سنہ جلوس |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | مستنصر باللہ ثانی بن ظاہر بامراللہ بن ناصر لدین اللہ | سنہ ۶۵۹ھ | ۷ | المتوکل علی اللہ | سنہ ۷۶۳ھ |
| | | | ۸ | مستعصم باللہ بن محمد ابراہیم | سنہ ۷۸۸ھ |
| ۲ | الحاکم بامر اللہ بن مسترشد باللہ | سنہ ۶۶۱ھ | ۹ | المستعین باللہ | سنہ ۸۰۸ھ |
| ۳ | المستکفی باللہ بن الحاکم بامر اللہ | سنہ ۷۰۱ھ | ۱۰ | المعتضد باللہ | سنہ ۸۱۵ھ |
| ۴ | الواثق باللہ | سنہ ۷۰۲ھ | ۱۱ | المستکفی باللہ سلیمان متوکل | سنہ ۸۴۵ھ |
| ۵ | الحاکم بامر اللہ بن المستکفی | سنہ ۷۴۲ھ | ۱۲ | القاسم بامر اللہ بن متوکل | سنہ ۸۵۸ھ |
| ۶ | المعتضد باللہ | سنہ ۷۵۳ھ | ۱۳ | المستنجد باللہ بن متوکل | سنہ ۸۵۸ھ |

انتقال

| نمبر | نام | سنہ جلوس | نمبر | نام | سنہ جلوس |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱۴ | المتوکل علی اللہ بن یعقوب بن متوکل | سنہ ۸۸۴ھ | ۱۵ | مستمسک | سنہ ۹۰۳ھ |

سنہ ۹۲۳ھ کے بعد یعنے دولت چراکسہ کے ختم ہونے اور سلیم شاہ ترکی کے فتح پانے کے بعد مصر کا مالک دولت عثمانیہ کا ایک صوبہ ہوگیا۔ دولت عثمانیہ کے گورنر یہان مقرر ہو کر آتے رہے۔ یہ گورنر وزرا کہلاتے تھے اور پاشا لقب سے مشہور تھے۔ انھین سے مشہور گورنرون کے نام محمد پاشا گرجی حسن پاشا۔ محمد پاشا۔ محمد پاشا صوفی۔ احمد پاشا۔ محمد علی پاشا۔

جب سلطان کی بحری قوت مین ضعف آیا یا دوسرے لفظون مین یورپ کی عیسائی سلطنتون نے بحری طاقت مین ترقی کی اور مصر مین ہر طرف سے عیسائی جہازون کی آمدورفت شروع ہوئی تو محمد علی پاشا نے سلاطین ترکی کو چھوٹی نگاہ سے دیکھا۔ محمد علی پاشا نے اپنے کردار کی سزا پائی اور مطیع سلطنت ہوا لیکن اسکے ساتھ ہی حکومت اسکے خاندان مین بالارث ہوگئی۔ محمد علی پاشا کے بعد اسکا بیٹا ابراہیم پاشا تخت پر بیٹھا پھر ابراہیم کا بیٹا عباس پاشا پھر اسکے بعد اسکا چچا سعید پاشا ابن محمد علی پاشا پھر اسمعیل پاشا ابن ابراہیم پاشا یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے اور یہ سب دولت عثمانیہ کے ہی خادم رہے۔

اسمعیل پاشاہ کو سلطان عبد المجید خان نے خدیو کا لقب دیا جو پاشاہ کا مرادف لفظ ہے عبد الحمید خان نے اسمعیل کو موقوف کرکے قسطنطنیہ بلا لیا اور اسمعیل کے بیٹے محمد توفیق کو تخت پر بٹھایا۔ محمد توفیق پاشا کو اپنے فوجی جنرل احمد عربی پاشا سے کچھ دقتین پیش آئین۔ انگریزون نے خدیو کی مدد کی اور عربی پاشا کو گرفتار کرکے لنکا مین نظر بند کیا۔ اس مداخلت نے کچھ انگریزون کے حقوق بھی مصر مین قایم کروا دیے فرانس کی بھی آمدورفت مصر مین ہے۔ انگلستان اپنے حریف فرانس کی وجہ سے کچھ زیادہ استحقاق اپنا جتا نہین سکتا اور کچھ سلطان ترکی کا بھی اسکو خیال ہے ورنہ یورپ کی عیسائی سلطنتین مصر کو تقسیم کر لیتین اور خدیو سے کچھ بن نہ پڑتی۔ انگریزون کی مداخلت جہان تک مصر مین ہے وہ ابتک ملک کے لیے مضر نہین ہے لیکن مصر کی مسلمان رعایا کبھی کبھی عیسائیون کی مداخلت سے ناخوش ہو جاتی ہے۔

خدیو پاشا نے سنہ ۱۳۱۲ھ مین انتقال کیا اور شروع سنہ ۱۸۹۵ء مین اسمعیل پاشا سابق خدیو نے بھی انتقال کیا۔ محمد توفیق پاشا کے بیٹے محمد عباس پاشا خلد اللہ ملکہ اس وقت خدیو مصر ہین

خدیو مصر

سلطان عبد الحمید خان نے انکو خدیو تسلیم کیا ہے۔ سلطان عبد الحمید خان سے یہ ملنے گئے تھے اور بظاہر سلطان عبد الحمید خان کی اطاعت میں یہ اپنی بھلائی سمجھتے ہیں۔

## فصل چہارم

### مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں

ہندوستان میں جتنی چھوٹی چھوٹی ریاستیں مسلمانوں کی ہیں انکا ذکر اسلام فی الہند کی تکمیل میں کیا گیا۔ ہندوستان کے علاوہ اور جو اسلامی ریاستیں مشہور ہیں کچھ انکا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

سلطنت افغانستان

سلطنت ٹرکی و سلطنت ایران اور شاہی مصر کے بعد والی افغانستان یعنے امیر کابل کا درجہ ہے افغانستان پر امیر خود مختارانہ قابض ہیں۔ ترکستان کا بھی کچھ حصہ انکے دخل میں ہے۔ حدود ارضی کے اعتبار سے مصر سے یہ ریاست کہیں بڑی ہے۔ پایہ تخت کابل ہے۔ عبد الرحمن خان اسوقت اسکا امیر ہے۔ سرحدی حفاظت کے خیال سے امیر کابل گورنمنٹ ہند کا وظیفہ خوار بنایا گیا ہے۔ امیر عبد الرحمن خان نے اپنی ذاتی دانشمندی سے بہت بڑی عزت حاصل کی ہے اور گورنمنٹ ہند کا دلی ہی ہوا خواہ رہا تو اسکی عزت میں اور ترقی ہی ہوگی۔ امیر کا چھوٹا لڑکا (ولیعہد نہیں) سردار نصر اللہ خان قیصرہ ہند ملکہ وکٹوریا سے ملنے کو مئی سنہ ۱۸۹۵ء میں انگلستان گیا ہے اسکی خاطر اور تواضع وہاں بہت کچھ ہو رہی ہے۔

ریاست بلوچستان

بلوچستان کا حاکم اپنے دار الحکومت (قلات) کے اعتبار سے خان قلات مشہور ہے اسوقت [illegible] خان تخت نشین ہے اور انگلش گورنمنٹ کی ماتحتی میں حکومت کرتا ہے۔ ابھی حال میں اسکے باپ خان سابق کو انگلش گورنمنٹ نے سفاکی کے الزام میں برطرف کرکے اسکو حاکم بنایا ہے۔

ریاست چترال

کشمیر اور افغانستان کے درمیان میں ایک چھوٹی سی ریاست چترال کی ہے اسکا والی مہتر کہلاتا ہے پہلے سے یہ ریاست انگلش گورنمنٹ کی ماتحت تھی۔ لیکن پہاڑی ملک اور راہ دشوار گزار۔ گورنمنٹ کو اپنی حکومت کے اظہار کی ضرورت یا اسکا موقع نہ تھا۔ بالفعل آپس کی خانہ جنگیوں نے انتظام قایم رکھنے کے لیے انگلش گورنمنٹ ہند کی فوج کو گویا بلا بھیجا۔ انگریزی فوج گئی اور فتحیاب رہی۔ کوئی گدی نشین تجویز نہیں ہوا۔ اگر مہتر سابق کے خاندان سے کوئی گدی پر بٹھایا گیا تو وہ غالباً شجاع الملک ہوگا اور بہ نسبت سابق کے اب زیادہ مداخلت انگلش گورنمنٹ کی جانب سے ہوتی رہیگی۔

وسط ایشیا مین بھی ضرور بہت سی اسلامی ریاستین سلطنت روس کی حمایت مین اُسی طرح ہین جس طرح انگلش گورنمنٹ کی حمایت مین ہندوستان کی نیم خود مختار ریاستین ہین - ان مین سے بخارا کا حال قلمبند کیا جاتا ہی - بقیہ ریاستون کے حالات طبع ثانی پر محول رکھے جاتے ہین -

سلطنت بخارا

سلطنت بخارا ایک زمانہ مین ایشیا کی بڑی مشہور سلطنت تھی حافظ شیرازی لکھتا ہی ؎

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا　　بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

اب اسکے حدود ارضی بہت کم ہوگئے ہین رقبہ ۹۲۳۰۰ مربع میل ہی اور آبادی ۲۱۳۰۰۰۰ ہی - اختیارات کے اعتبار سے یہ سلطنت روس کی باجگزار ہی - برآمد سے درآمد کی تجارت کسی قدر زائد ہی اور اسلیے ملک کی مرفہ الحالی کم و بیش قایم ہی -

سلطنت مراکو

مراکو مین مسلمانون کی قدیم سلطنت ہی - یہ مقام اسپین کے قریب ہی غرناطہ کا آخری بادشاہ الناصل یہین بھاگ کر آیا تھا لیکن یہان کے بادشاہ نے کچھ اسپر التفات نہین کی - سلطان ٹرکی کی بحری قوت گھٹنے کے بعد جب یوروپین طاقتون نے زور پکڑا تو اس مقام پر بھی اہل یورپ کے جہازون کی آمد و رفت شروع ہوئی - انکا آنا تھا کہ سلطان کے اختیارات پر اثر پڑنے لگا - اگر ایک ہی یوروپین طاقت کا یہان گزر ہوتا تو سلطان مراکو کا خاتمہ ہوجاتا - ایک طاقت دوسرے کی حریف ہی اس سہارے مین سلطان مراکو فیض (دار الخلافت) مین بادشاہی تخت پر جلوہ افروز ہی -

سلطنت یمن

یمن کا بندر عدن تو انگریزون کے قبضہ مین ہی - باب المندب پر جہازرانی کے ذریعہ سے تمام یوروپین طاقتون کا قبضہ ہی - لیکن ساحل چھوڑ کر زمین یمن کا بادشاہ مسلمان ہی - سلاطین ترکی جب بحری قوت مین سب سے بڑھے تھے اُسوقت تمام سواحل پر انھین کی عملداری تھی اُسی سلسلہ مین یمن پر سلطان ٹرکی کی حکومت تسلیم کی گئی تھی اور اب تک اسی اعتبار سے ملک یمن کو سلطان ترکی کی محافظت مین کہہ سکتے ہین - لیکن مؤلف کے نزدیک جب تک سلطان ترکی اپنی بحری قوت کو تمام یوروپین طاقتون سے بڑھا نہ لین تب تک وہ محض محافظ حرمین شریفین ہی ہونے سے کل زمین عرب کے محافظ کہے جا سکتے ہین - پولیٹیکل اعتبارات سے نہین - چنانچہ جون ۱۸۹۵ء مین بمقام جدہ روسی فرنچ اور انگلش سفیرون پر بدوؤن نے مجرمانہ حملہ کیا تو سلطان نے افسوس ظاہر کیا اور تحقیقات کا وعدہ کیا - اِن طاقتون نے اسپر التفات نہ کیا - سلطان سے ہرجانہ مانگا اور تحریک کی کہ بدوؤن سے ہتھیار لے لیے جائین - اگر زمین عرب پر سلطان ترکی کی حکومت

کسی کی شرکت نہ رکھتی ترود مسرون کو یہ خبرات کیونکر پیدا ہوئی کردہ انتظام کی نسبت کوئی محکمانہ رائے دین اس کتاب کی تالیف تک سلطان کا مرت اسعد رجاب شائع ہوا تھا کہ بعد تدن سے ہتھیار لے لینا نہایت مشکل ہو لیکن اس حوالہ پر عیسائی طاقتون نے کیا عمل کیا ابھی تک ظاہر نہین ہوا۔

ریاست مسقط

سلمانون کی ایک ریاست عرب کے صوبہ عمان مین بمقام مسقط ہو۔ یہ مقام خلیج فارس مین جشہاں بندر اور سورت (ہندوستان) سے بہت قریب ہو۔ ابھی حال مین سلطان سے رعایا نے بغاوت کی تھی اور سلطان قلعہ مین محصور ہوگیا تھا۔ انگریزی جہازون نے سلطان مسقط کی مدد کی اور باغیون سے انکو بچایا۔ اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ مسقط مین انگلش گورنمنٹ کی مداخلت کیا حیثیت رکھتی ہو۔

# باب ہشتم

## محض واعظین اسلام کے ذریعہ سے اشاعت دین

## فصل اول

### مسلمانان چین

تمام اسلامی آبادیان کسی کتاب مین اگر مفصل بیان کی جائین تو انکو دس حصون مین تقسیم کرسکتے ہین۔

| | |
|---|---|
| (۱) حضرت محمد رسول اللہ کا عہد۔ | (۶) مغلون کے ذریعہ سے اسلام کی اشاعت |
| (۲) خلفاے راشدین کا عہد۔ | (۷) افریقہ مین اسلام کی اشاعت۔ |
| (۳) اسپین کے مسلمان۔ | (۸) ملک چین کے مسلمانان۔ |
| (۴) ترکون کے ذریعہ سے ایشیا مین اسلام کی اشاعت | (۹) ہندوستان کا اسلام۔ |
| (۵) ترکون کے ذریعہ سے یورپ مین اسلام کی اشاعت۔ | (۱۰) مجمع الجزائر شرقی کے مسلمان۔ |

اس کتاب کی تقسیم مفصلہ بالا ہیڈنگ سے نہین کیگئی لیکن باستثناے امور مندرجہ (۷) (۸) اور (۱۰) کے تمام باتین بالتفصیل اوپر بیان ہوچکی ہین۔ افریقہ کے مسلمانون کے حالات (۷) بھی اس کتاب مین بیان کیے گئے ہین لیکن اتنی توضیح کے ساتھ جتنی شروع مین خواہش کیگئی تھی۔

یا جو اس کتاب کے لیے مناسب تھی ۔ ناظرین کو اس غرض کے لیے طبع ثانی کا انتظار رہنا چاہیے ۔

ہاں چین اور مجمع الجزائر شرقی کے مسلمانوں کے حالات ابتک کچھ بھی بیان نہیں کیے گئے ۔ مسلمان مورخوں نے ان مقامات کے مسلمانوں سے بہت کم دلچسپی رکھی ہے ۔ لیکن زمانہ حال کی یوروپین تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مقامات کے مسلمان بھی اسلامی دنیا میں بڑی وقعت کے قابل ہیں اور ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ اُنکے حالات سے بے پروائی کی جائے ۔ ابھی حال میں چین کے صوبہ یانان میں جب چینی مسلمانوں نے ایک سخت بغاوت کی تو یورپین مورخوں کی توجہ ادھر مبذول ہوئی بالخصوص روسی اور فرنچ مورخوں نے ادھر خوب توجہ کی ۔ پروفیسر ...یلیٹ نے روسی زبان میں جو خیالات چین کے مسلمانوں کی نسبت ظاہر کیے ہیں وہ بجنسہ نقل کیے جاتے ہیں ۔

چین کے مسلمان

" اگر چین کے مسلمان اُن پردیسیوں کی اولاد ہوتے جو مدت سے وہاں آباد ہیں تو البتہ مگر اس یقین میں کہ ایک روز کل چین مسلمان ہو جائیگا ۔ تامل ہو سکتا تھا ۔ لیکن برخلاف اسکے جب دیکھتے ہیں کہ وہاں کے اصلی باشندوں میں اسلام برابر ترقی کر رہا ہے تو ہمکو یہ سوال کرنا پڑتا ہے کہ یہ ترقی کب بند ہوگی اور کہاں تک پہنچکر رک جائیگی ۔ ترکستان اور زنگیریا میں اگر مسلمانوں سے ایک اسلامی عملداری قایم کرنے کے لعد بھی مغر[illegible] گذاشت کی گئی تو لازم ہے کہ چین خاص پر جہاں اُنکے ہم مذہب ہر جگہ موجود ہیں مسلمان ہمیشہ حملہ آور ہوتے رہیں ۔ اگر فرض کیا جائے کہ آیندہ یہ ملک سلطنت چین کے تحت میں آجاوینگے ۔ تو کیا ایسا فرض کرنے سے اسلام وہاں ضعیف ہو جاویگا ؟ اس سوال کو ہم ابھی پیش نہیں کرتے تھوڑے زمانہ کے لیے ۔ دس برس یا بالفرض ایک صدی کے لیے ملتوی کرتے ہیں لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس اثنا میں بھی اسلام برابر اپنی ترقی جاری رکھے گا ۔ اپنے اغراض پورا کرنے کے لیے حسب مراد موقع کا منتظر رہیگا اور انجام کار وہ مقاصد حاصل کریگا جنکے حصول کے واسطے سعی بلیغ میں سرگرم ہے ۔

اگر اسلام نے چین پر ملکی حکومت حاصل کر کے عوام میں اپنے تئین رواج دینے کی کوشش کی تو کیا اسکا کوئی مزاحم ہو سکے گا ؟ ہمارے خیال میں ہرگز نہیں ۔ باشندگان چین میں اس قسم کا انقلاب پیدا کرنا اُس انقلاب سے بہت زیادہ آسان ہوگا ۔ جو موجودہ خاندان شاہی کی تخت نشینی پر تبدیلی لباس میں ہوا ۔

مشرق (یعنے ملک چین) مین مذہب کی قدر لوگون کے دلون پر اس قسم کی نہین ہے جیسی مغرب مین ہے۔ یہان کے لوگ روحانی زندگی کی نسبت کم پروا کرتے ہین۔ بلکہ اُن مادّی ضروریات کے مہیّا کرنے مین جو جسم کی پرورش کے لیے درکار ہوتی ہین۔ زیادہ مصروف رہتے ہین کنفیوشی الس۔ بدہا۔ تماو۔ کے مذاہب مین سے کسی نے بھی اُنکے دل مین اچھی طرح جڑ نہین پکڑی ہے۔ لاو تیزی اور بدہا کے احکام پر دہقانون ہی مین مانے جاتے ہین۔ نہ کہ عوام مین لیں یہ بے اعتنائی جو عموماً مذہب کی جانب ظاہر کی جاتی ہے۔ مغربی مذاہب کو اسکا موقع دیتی ہے کہ وہ بآسانی باشندگان چین مین اپنا اثر پھیلا دین۔ (مغربی مذاہب مین) فی زمانہ حال صرف اسلام ہی کو یہ عمدہ موقع نصیب ہے۔ خواہ اُسکو تمام وکمال کامیابی حاصل نہ ہو۔ لیکن ملک چین سے اُسکا کالعدم ہوجانا خارج از امکان ہے۔

جو آگ مغربی خیالات نے انہین لگادی ہے اُسکو مغربی مذاہب سرد نہین کرسکتے اسلیے بالکل ممکن ہے کہ چینی اسلام قبول کرنے کے بعد لاپروائی اور استغنا کی خاصیتونکو جو اُنسے ہمیشہ ظہور مین آتی رہی ہین اپنے سے دور کردین۔ یہ ضروریات سے ہے کہ ایک دن مغربی خیالات مشرق (یعنی ملک چین) پر کلیۃً حاوی ہوجاینگے ایسی حالت مین کیا وجہ ہے کہ مغرب کا مذہب یعنی اسلام جو بدہ مذہب سے بہت زیادہ صاف اور اعلی ہے اُسکی جگہ قایم ہوجاوے ہندوستان مین اُن مقامات پر جہان بدہ مذہب کا سابق مین زیادہ رواج تھا اسلام نے مقابل اُسکے زیادہ وسعت سے اشاعت پائی۔ ترکستان مین اسلام نے اسکو بالکل منہدم کردیا جب بن نبوی ملک چین مین اسطرح داخل ہوگا جیسے بدہ مذہب ہوا یعنی براہ بحری سمندر سے اور براہ خشکی شمال مغرب سے تو ظاہر ہے۔ چنانچہ مسلمانان چین کو تو ہمین ذرا بھی شبہ نہین۔ کہ دین اسلام مذہب سا کیامنی کو پامال کرکے خود مختار بن جائیگا حقیقت مین اگر کبھی ایسا ہوا کہ ملک چین جو چین دُنیا کے ایک ثلث لوگ آباد ہین اسلام اپنا مذہب قرار دے لیا تو بلاشبہ کرۂ مشرق کے ملکی تعلقات مین انقلاب عظیم واقع ہوگا۔ دین نبوی جب جبل طارق سے لیکر بحر الکاہل تک پھیل جاویگا تو سبھی دُنیا کو دوبارہ خطرات مین ڈالدینیکا اُسکو موقع ملیگا۔ مزید بران اگر باشندگان چین کو اُنکی چپ چاپ محنتی زندگی کے خواب سے جو اور قومون کے لیے اسقدر فائدہ مند ہے۔ شدید تعصبانہ جوش نے چونکادیا تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اور قومون کی گردنون ہین ورزنی طوق پڑجائینگے۔ یہ ہی صرف نہین ہے۔ بلکہ کچھ اور بھی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ تمام دنیا کے عاقلون نے

نقشہ ملک چین
بحر چین
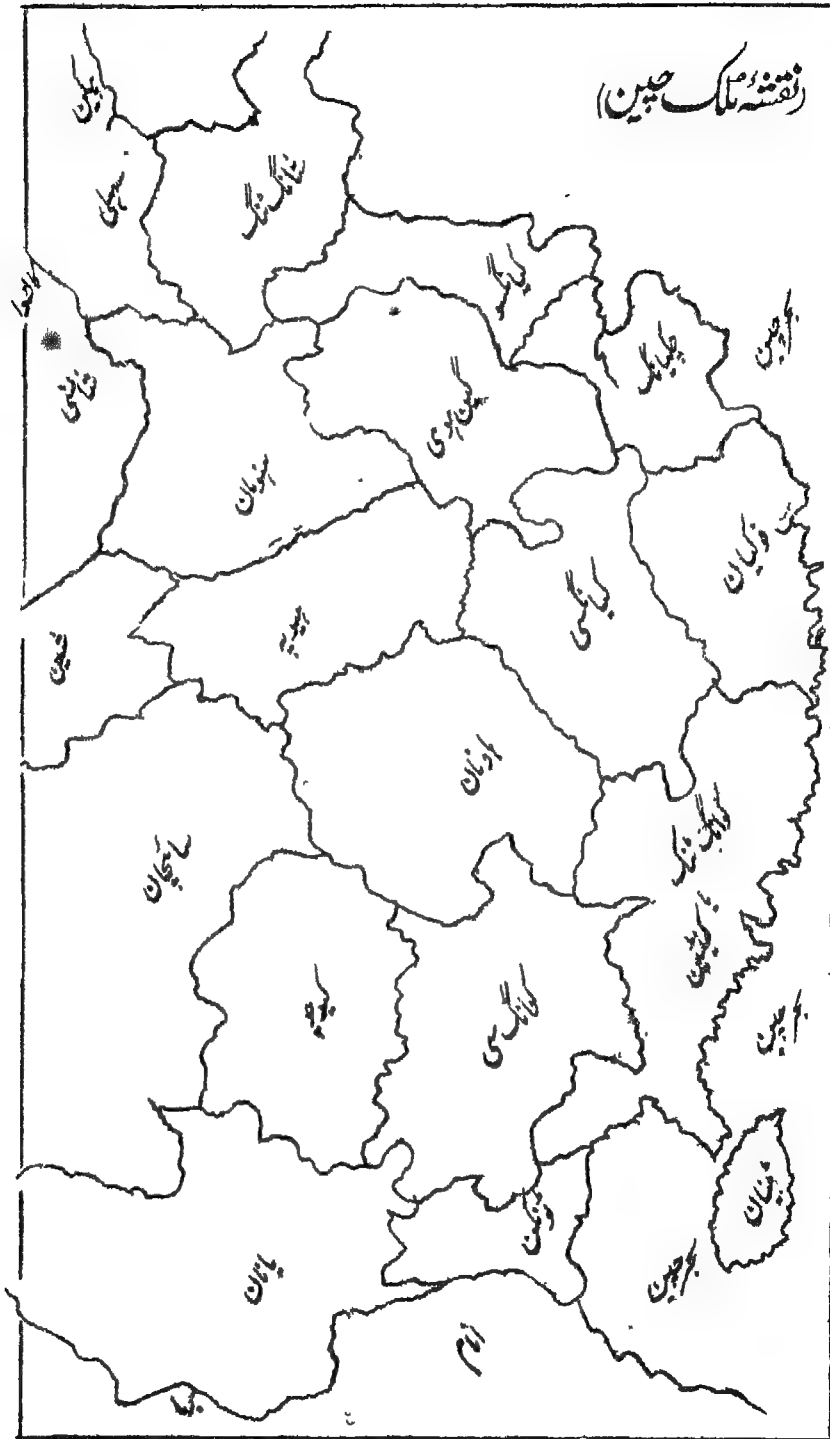
بالاتفاق مغرب کے ترقی یافتہ خیالات کو مشرق کے ضعیف اور بیجان خیالات پر فضیلت دی ہی
پس اگر اب نئی وضعین اُس ترقی کے راستہ مین پیدا کی جا دین جسکی بنا سائنس اور تہذیب کے
سچّے اُصولون پر قایم کی گئی ہو تو خیال کرنا چاہیے نوع انسان کے واسطے یہ کیسی شدید بدبختی
کی بات ہوگی "

آبادی

اسوقت مسلمانان چین کی آبادی زیادہ تر صوبہ کنٹین - یانان شانسی اور کانگسو مین ہی - کل آبادی
چینی مسلمانون کی دو کرور سے زیادہ ہی - بعض مورخون نے اس تعداد کو بہت گھٹا دیا ہی اور بعض نے اس سے
بھی زیادہ بیان کی ہی -

کنٹین چین کا جنوبی حصّہ ہی اور بحر چین پر واقع ہی اسی کے قریب پچھم جانب یانان بھی ہی - اور
صوبہ جات شانسی اور کانگسو سرحد ترکستان پر شمال و مغرب کی جانب واقع ہین - قریب الفہم ہونے کے
لیے کنٹین اور یانان کے حالات ایک جگہ درج کیے جاتے ہین اور شانسی اور کانگسو کا بیان جُدا کیا جاتا ہی

مسلمانان کنٹین

اس کتاب کے شروع مین بیان اُن ایلچیون کے نام لکھے گئے ہین جو رسولِ عربی نے اشاعت اسلام
کے لیے جا بجا روانہ کیے تھے وہان کسی سفیر کا چین جانا مذکور نہین ہوا ہی - لیکن ایسا معلوم ہوتا ہی کہ سنہ ۶۲۸ء
مین وہاب ابوکبشہ شاہ چین کے پاس بھیجا گیا تھا - اسکی آمد بحری سفر کے ذریعہ سے ہوئی اسلیے ابوکبشہ
صوبہ کنٹین مین جو بحر چین کے ساحل پر واقع ہی اُترا - عربون کی بحری تجارت اور ملکون سے بہت پہلے
سے قایم تھی - یہان عرب سے حجاز کے باشندے مراد نہین ہین بلکہ عرب کے شمالی اور جنوبی حصے یعنی
شام اور یمن کے باشندے مراد ہین جنکی نسبت بیان کیا جاتا ہی کہ عرب کے باشندے حضرت عیسیٰ کے پہلے
سے لنکا کی راہ سے جنوب ہند مین اپنے تجارتی جہاز لاتے تھے رسول اللہ کی بعثت تک تجار عرب
لنکا کی راہ سے ساحل چین تک پہنچ گئے تھے - وہاب ابوکبشہ کا چین مین آنا غالباً تاجرانہ حیثیت سے
تھا اور اسی ضمن مین دعوت اسلام کا خط بھی بھیجا گیا تھا کنٹین مین ابوکبشہ کی بڑی عزت ہوئی اور اسکے ہم
مذہب کو تعمیر مسجد اور اعلان دین کی اجازت دیگئی - ابوکبشہ سنہ ۳۲ھ مین جب مدینہ واپس آیا تو رسول اللہ کی
وفات ہو چکی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کا زمانہ تھا - ابوبکرؓ کا جمع کیا ہوا قرآن ساتھ لیکر وہ پھر

وہاب ابوکبشہ

کنٹین کو گیا کنٹین مین اُسکا مزار اب تک موجود ہی اور اُسکی بنائی ہوئی مسجد بھی بلا بڑی تغیر و تبدل کے اب تک قایم ہی -
خلفا کے وقت مین مسجد کے گرد مسلمان تاجرون کی لبگت تھی اور بہت عزت کے ساتھ یہ لوگ یہان

رہتے تھے جس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں شاہان مغلیہ کے عروج میں بھی اپنی عدالت اور اپنا ملکی قانون ساتھ رکھتی تھی اسیطرح کنٹین کے مسلمان بھی اپنا قاضی الگ رکھتے تھے اور خلیفۂ اسلام کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے۔

سنہ ۱۳۸ھ میں خلیفہ منصور نے چار ہزار عرب شاہ تھانگ کی کمک پر ایک بغاوت کے فرو کرنے کو روانہ کیے تھے۔ جب لڑائی ختم ہوگئی تو عربی سپاہیوں نے اپنے ملک کو واپس جانے سے انکار کیا اور اسی وقت سے کنٹین میں مسلمانوں کی حیثیت وہ قایم ہوئی جو رومی پاشا کی گرفتاری کے بعد اب انگریزوں کو مصر میں حاصل ہے۔ مسلمان دعوت اسلام کے ذریعہ سے نو مسلموں کی تعداد بڑھاتے رہے چینی عورتوں کے بطن سے مسلمانوں کی نسل بھی خوب بڑھی۔ شاہان چین کے مغلیہ خاندان کے وقت میں مسلمانان چین کو باہر سے بھی مدد پہنچتی رہی مغلیہ خاندان شاہی کے زوال پر گورنمنٹ چین نے اپنا یہ اصول قرار دیا کہ غیر ملک کے لوگ آنے نہ پائیں ممکن تھا کہ یہ زمانہ مسلمانان چین کو دیگر بلاد اسلام سے الگ کر کے تاریکی خیالات میں ڈال دیتا لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ہوا اور اب تو مسلمانوں کی آزادی کچھ بڑھ گئی ہے کیونکہ گورنمنٹ چین نے غیر قوموں سے نفرت رکھنے کی پالیسی بدل دی ہے۔

اسلام کو جب زور تھا تب باشندگان چین کی تجارت اسلامی سلطنت کی موافقت پر منحصر تھی اور اہالی تبت کے مقابلہ میں بھی چینیوں کو مسلمانوں کی ضرورت تھی۔ اسوقت تک مسلمانان چین کی حالت تو بری ہو ہی نہیں سکتی تھی لیکن اسکے بعد بھی انکی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ روز بروز ترقی ہوتی رہی۔

مسلمانان چین کی وضع

ارکان مذہبی ادا کرنے کے علاوہ اور تمام باتوں میں اب مسلمانان چین اصل چینیوں سے مشابہ ہیں منڈے ہوئے سر کی چوٹیاں لٹکتی ہوئیں ننگے سر پھرتے ہیں۔ لیکن مسجدوں میں جانے کے وقت سر پر عمامہ رکھ لیتے ہیں مسجد کے مینار بھی بہت بلند نہیں کرتے۔ اصلی باشندوں کے ساتھ ہر طرح ملے جلے رہتے ہیں ایسے کہ غیر قوم سمجھے نہیں جاتے یہ کیفیت صوبہ کنٹین ہی کے مسلمانوں کی نہیں ہے بلکہ کم و بیش یہی حالت تمام مسلمانان چین کی ہے۔ بادشاہی فوج میں بھی یہ لوگ بھرتی ہوتے ہیں ملکی خدمتیں بھی پاتے ہیں اور امن سے بسر کرتے ہیں لیکن پھر بھی اپنے مرکز اسلام سے بہت دور اور غیر مہذب گورنمنٹ کے مطیع۔ ابن بطوطہ کا سفرنامہ

ابن بطوطہ چین میں

پڑھنے سے لطف آتا ہے جہاں اُسنے اُس خوشی کو بیان کیا ہے جو بلاد اسلام کے ایک سیاح کے ملنے سے مسلمانان چین کے چہروں پر نمایاں تھی کنٹین اور ریاؤں کے حالات قریب قریب ایک ہی ہیں۔ صرف

اتنا فرق ہو کہ یانان مین کچھ مسلمان خشکی کے ذریعہ سے پہنچے تھے۔

صوبہ کنٹین اور یانان کے حالات تو ختم ہوگئے۔ اب صوبہ شانسی اور کانسو کے مسلمانون کا حال بیان کیا جاتا ہو۔ ان دونون صوبون مین بہت زیادہ مسلمان آباد ہین اگر دو کروڑ کل چین مین ہین تو ڈیڑھ کرور لینے بقدر تین ربع کے صرف الخیلی دونون صوبون مین ہین۔ بلاد اسلام کے ہم سرحد ہونیکے سے دعاۃ اسلام یہان بآسانی پہنچی سلطنت کی طرف سے کچھ مزاحمت نہ ہوئی کیونکہ چین کے بادشاہ اور مسلمانون سے برابر خلوص قایم تھا۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہو کہ حضرت عثمان خلیفہ ثالث کے وقت مین یزدجرد کے بیٹے فیروز کے لیے سفارشی ہوکر خاقان چین کا سفیر خلیفہ کے پاس پہنچا تھا خلیفہ نے اسکی بہت خاطر کی اور ایک عرب سپہ سالار اسکے ساتھ کردیا۔ چنانچہ اسطرح شمالی اور مغربی چین مین بھی براہ خشکی ۵۱ھ مین دعوت اسلام پہنچ گئی

مسلمانان شانسی

ولید ابن عبد الملک کے زمانہ مین جو عربون کے انتہا سے عروج کا زمانہ تھا جب ایک طرف طارق نے اسپین فتح کیا۔ محمد ابن قاسم نے سندھ فتح کیا تو خراسان کے حاکم قتیبہ بن مسلم نے دریائے جیحون عبور کرکے سمرقند بخارا وغیرہ مقامات فتح کیے اور مسلمانون کی فوج سرحد چین تک پہنچ گئی۔ خاقان نے ایلچیون کو ایک رقم کثیر دیکر خلیفہ اسلام کی بزرگی تسلیم کی۔ اور پھر نہ خاقان چین کو مسلمانون سے لڑنے کی جرأت ہوئی اور نہ مسلمانون نے انکی کشورکشائی کرنے کی خواہش کی مصالحت کی صورت قایم رہی اور دعوت اسلام کے لیے راستہ کھلا رہا۔ اور پہلی مسجد شانسی مین ۷۴۲ء مین بنی۔

ولید عبد الملک کا زمانہ

علاوہ ان مسلمانون کے جنکی تعداد دعاۃ اسلام کی بدولت اور مسلمان تاجرون کی فیض صحبت سے بڑھتی رہی۔ چنگیز خان کے زمانہ مین بھی مسلمانون کی آبادی بڑھ جانے کا ایک سبب پیدا ہوگیا چنگیز خان کے تخت و تاراج سے بڑے بڑے امرا جس طرح وسط ایشیا سے ہندوستان مین آکر پناہ گزین ہوئے اسی طرح بہت سے مسلمان چین مین جاکر آباد ہوگئے۔ اور مسلمانان چین کی آبادی مین دفعتاً ترقی ہوگئی صوبجات کانسو اور شانسی دونون قریب ہی قریب ہین۔ آٹھوین صدی عیسوی کے وسط مین کانسو مین بھی اسلام پھیلا۔ صوبہ کانسو کے فرمانروا خان سٹیوک کے مسلمان ہونے پر اسلام نے یہان اور زور پکڑا۔

مغلیہ خاقانون کے وقت مین عبد الرحمٰن ۱۲۴۴ء مین چین کے شاہی خزانہ کا افسر تھا۔ سید اجل بخاری ۱۲۵۹ء مین خزانہ شاہی کا وزیر تھا اس سے معلوم ہوتا ہو کہ خاقان چین کی طرف سے مسلمانان چین کو عہدہ ہائے جلیلہ ملتے رہے مثل اور قومون کے مسلمان بھی وہان سلطنت کے ایک رکن سمجھے جاتے ہین مغفور

نامور مسلمان

قوم کی حالت مین نہین ہین - اسلامی سلطنتون کے زور گھٹنے پر مسلمانان چین کی حالت پولیٹکل معاملات
مین کسی قدر گھٹ گئی ہو لیکن اب بھی بہت غنیمت ہو - اور مسلمانان چین کو بھی انتظام سلطنت مین عام
رعایا کی طرح حصّہ لینے کا حق ہو - چین کے اصلی باشندون مین مذہبی تعصب کم ہو اسلیے دعوت اسلام
مین کوئی مزاحمت نہین ہوتی - اب بھی دعاۃ اسلام دیطون کی حیثیت سے اپنا کام کرتے رہتے ہین -
اور یوروپین مورخون کو خوف ہو کہ اگر رفتہ رفتہ اسلام چین کا ملکی مذہب ہوگیا تو ایک انقلاب عظیم واقع ہوگا -

## فصل دوم

### مسلمانان مجمع الجزائر

بحر الکاہل اور بحر ہند کے بیچ مین چین اور برہما کے دکھن آسٹریلیا کے قریب تک جو سیکڑون جزیرے
چھوٹے بڑے قریب قریب واقع ہین اُنکے مجموعے کو مجمع الجزائر کہتے ہین - ان جزائر مین بھی مسلمانون کی آبادی
بہت دنون سے ہو جس طرح سیلون کی راہ سے عرب کنٹین صوبہ چین مین تجارت کی غرض سے
پہنچے اوسی طرح اور اوسی زمانہ مین تجارت کے ذریعہ سے دعاۃ اسلام کا مجمع الجزائر مین آنا قیاس کیا
جاتا ہو لیکن کوئی زمانہ معین نہین کیا جاسکتا ہو - تاریخین اسبارہ مین صاف نہین ہین - مجمع الجزائر کے
مسلمان باعتبار مسلمانان چین کے زیادہ متشرع ہین - یہ لوگ بکثرت حج کرتے ہین اور ان حاجیون کے
ذریعہ سے مسلمانون کے مذہبی دستور مین فرق نہین پڑتا - یوروپین مورخ حج کے فرض کی ماہیت اثر
ترقی کو دیکھ کر سمجھتے ہین اور رسائل اسلام کے نکات پر متحیر ہوتے ہین مجمع الجزائر کی تمام آبادیون کے تذکرے کا
سواد کافی مولف کے پاس نہین ہو لیکن پھر بھی سماٹرا اور جاوا دو بڑے اور زیادہ مشہور جزائر کا حال بالاجمال
بیان کیا جاسکتا ہو -

مجمع الجزائر

ساتوین صدی عیسوی مین مسلمان تاجر ملک چین مین پہنچے اور آٹھوین صدی کے وسط تک
چین مین بکثرت نظر آنے لگے - اسکے بعد ان تاجرون کی حالت روز بروز بڑھتی گئی - دسوین صدی
سے پندرہوین صدی تک مشرقی ملکون کی تجارت پر عرب پورے طور پر قابض تھے - چین کی بعض تاریخون
سے پتا چلتا ہو کہ آخر ساتوین صدی عیسوی مین سماٹرا مین عربون کی بستی قایم ہوگئی تھی - یہ تو ابتدائی
حالت ہو - اسکے بعد جب ہندوستان مین مسلمان پہنچے تو ہندی مسلمانون نے بھی سماٹرا مین آنا شروع
کیا - چودھوین صدی عیسوی مین جب ابن بطوطہ نے اُس جزیرہ مین قدم رکھا تو مذہب اسلام کو اسنے
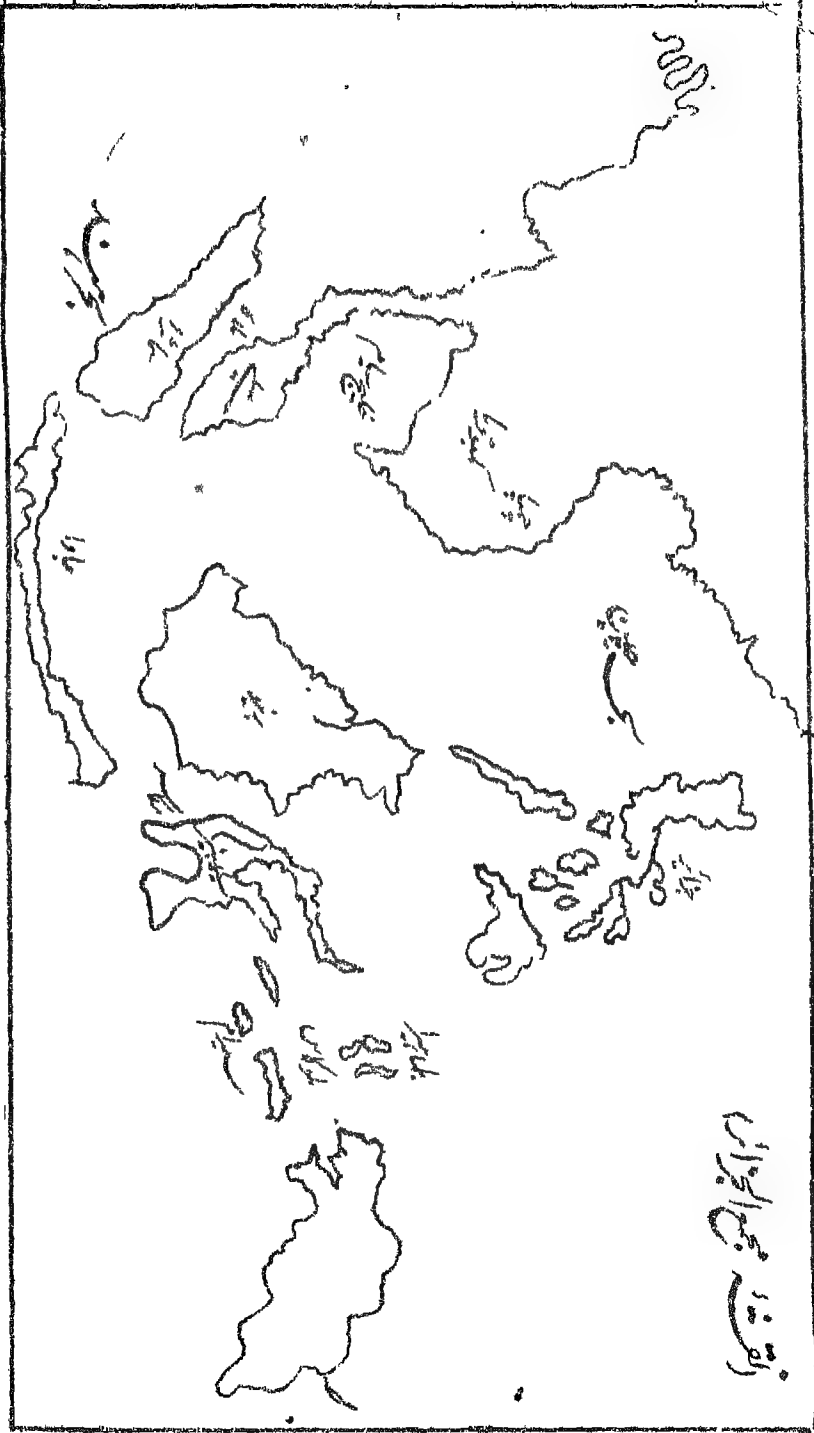
ابن بطوطہ

نقشہ مجمع الجزائر
بحر چین
چمپا
کمبوڈیا
خلیج سیام
ملاکا
سماٹرا
بحر ہند
جاوا
ہلماہیرا
ملوکاس
سیرام

بار رونق پایا۔ وسط تیرھویں صدی میں یہاں کا فرمانروا بھی بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہوگیا۔ یہاں کے ایک بادشاہ کا نام ملک الصالح تھا جو ۱۲۹۷ء میں جزیرہ سماٹرا کے شہر سمدرا کا بادشاہ ملک طاہر بن ملک صالح تھا ابن بطوطہ نے اسکی تزک و شان۔ تشرع اور شجاعت کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی زمانہ میں شریف مکہ نے بھی دعوت اسلام کیلیے ایک سیاح شیخ اسمٰعیل کو یہاں بھیجا تھا۔

جاوہ میں بہ نسبت اور جزائر کے اسلام پیچھے پہنچا۔ لیکن اب جاوہ کے مسلمان نہایت ترقی کی حالت میں ہیں۔ حاجی پروا۔ مولانا ابراہیم۔ راڈن رحمت۔ مولانا اسحاق۔ شیخ خلیفہ حسین۔ شیخ نور الدین ابراہیم۔ یہ لوگ دعاۃ اسلام میں زیادہ نامی گذرے ہیں۔

جاوہ میں اسلام کا بہت چرچا ہے۔ ۱۸۸۲ء میں ۲۰۰۳۴ - اور ۱۸۹۶ء میں ۲۳۷۴۸ - آدمی عرب جزیرہ جاوہ سے حج کو روانہ ہوئے تھے۔ ۱۸۸۲ء میں ۱۰۹۱۳ - اسلامی مدرسے جزیرہ جاوا میں تھے جن میں ۱۶۲۷۶۷ طلبا دینیات پڑھتے تھے۔ مذہبی ترقی کی ایک مثال یہ ہے کہ تین برس کے بعد یعنی ۱۸۸۵ء میں مدارس کی تعداد ۱۶۷۶۰ ہوگئی اور طلبا کی تعداد ۲۵۵۱۴۸ تک پہنچ گئی۔ اس سے صاف معلوم ہوسکتا ہے کہ جاوہ کے مسلمان امور مذہبی میں اور مذہبی تعلیم میں کس درجہ پر ہیں۔ مجمع الجزائر میں مسلمانوں کی خود مختاری قائم نہیں ہے۔ شاہنشاہی تو شاید کبھی نہ تھی لیکن چند روز پہلے تک انکے اختیارات وسیع تھے۔ جا بجا خود مختار ریاستیں بھی تھیں۔ اور جہاں بت پرست یا ہندو راجہ قابض تھے وہاں جہاز رانی کے ذریعہ سے یہ لوگ بہت با اقتدار تھے۔ بادبانی جہاز چلانے میں مسلمان درجہ اول رکھتے تھے۔ اسکے بعد جب یورپ کی ترقی کی تو اسپین یعنی پرتگال کے باشندے سے پرتگیز نے مجمع الجزائر میں مسلمانوں کا زور بہت کم کردیا۔ حکومت اور تجارت سب اپنے ہاتھ میں لے لی۔ لیکن دعاۃ اسلام کے ذریعہ سے جو مسلمانوں کی روز افزوں ترقی تھی اسکو نہ روک سکے۔ اب مجمع الجزائر پر یورپ کے مختلف عیسائی قوموں کی حکمرانی ہے لیکن یہاں کے اصلی باشندوں کی رغبت دین کے معاملہ میں اسلام کی طرف ہے عیسائیوں کو تعجب ہے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں عیسائی مشنری بالکل ناکام ہیں۔

جاوہ ڈچ کی عملداری ہے مسلمانان جاوہ کی زبان ملیے ہے گو گورنمنٹ ڈچ کی زبان ہے۔ زباندانی کی وجہ سے تمام بڑے بڑے عہدے مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں اس سبب سے وہ خوشحال ہیں اور اپنے مذہب کے پھیلانے میں کامیاب ہوتے ہیں ڈچ کے ساتھ مسلمان ہی اہلکار۔ پولیٹیکل ایجنٹ محرر۔ ترجمان یا سوداگر کی حیثیت سے تمام جزیروں میں جاتے ہیں۔ اور ہر جگہ اپنے مذہب کو رواج دینے کا موقع پاتے ہیں۔

## فصل سیوم

### یورپ اور امریکہ مین اسلام

عیسوی مذہب اسلام سے چھ سو برس پہلے کا ہی سلاطین روم کے ذریعہ سے یہ تمام دُنیا مین کم و بیش پہنچ چکا تھا کہ اتنے مین مذہب عیسوی کی موجودہ حالت کی اصلاح کے لیے مذہب اسلام جاری ہوا۔ ابھی صرف ایشیا اور افریقہ مین اسلام پھیلنے پایا تھا کہ دعوت اسلام کی خدمت سلاطین اسلام سے گدایان اسلام کی طرف منتقل ہو گئی۔ یورپ کے عیسائیون نے تعصب کی نظر سے مسلمانون سے نفرت اختیار کی اور یورپ کے محدود حصے مین اسلام کی برائیان اپنے ہمسایون کو سکھاتے رہے شاہان اسلام کو اشاعت اسلام کی رغبت نہ تھی اور گدایان اسلام کو دشمنون کے پاس جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ مسلمانون کے عروج مین یورپ اسلام سے بے بہرہ رہا اسپین مین جو مسلمان گھسے تھے وہ انقلاب زمانہ سے اس حالت کو پہنچے کہ مع اپنے تمام ساتھیون کے اسپین سے نکالے گئے۔ ترکون کے یونان فتح کرنے پر کچھ اسلام یورپ مین گھسا اور دعاۃ اسلام کی بدولت یونان خاص کا شمالی حصہ یعنی قسطنطنیہ کا گرد و نواح کم و بیش مسلمانون سے آباد ہونے پایا تھا کہ یورپ کے عیسائیون کی ملکی ترقی کا زمانہ آیا اور بجاے اسکے کہ اُنکے ملک مین دعاۃ اسلام پہنچتے دعاۃ اسلام کو اپنے ملکی بھائیون کے خیال کو دین عیسوی کے حملون سے بچانے کی فکر ہوئی اور پھر اسکے بعد امریکہ اور آسٹریلیا اور بہت سی نوآبادیان عیسائی سلطنتون نے قایم کین اور ان تمام مقامات پر وہ اپنا ہی مذہب لیتے گئے

جہان عیسائی اور مسلمان واعظ ساتھ ساتھ کام کرتے ہین وہان عیسائیون کو مسلمانون کی ترقی پر سخت حیرت ہے لیکن جہان تنہا عیسائی اپنا اثر ڈال سکتے ہین ظاہر ہے کہ حسب دلخواہ وہی کامیاب ہوتے ہین۔ بت پرستی اور خدا شناسی سے عیسائیت کہین اچھی ہے۔ اب عیسائیت دو تین صدی پہلے کی سی نہین ہے بہت زیادہ اسکی حالت درست ہو گئی ہے۔ جہان اہل اسلام پہنچ نہ سکے وہان یہی غنیمت ہے کہ عیسائی ہی پہنچے اور بندگان خدا کی حالت کچھ تو درست ہوئی۔

اب مذہبی تعصب مہذب لوگون مین نہین ہے وہ مذہب حق کی تلاش مین ہین اور اسلیے امید ہے کہ مذہبی رسالون کے ذریعہ سے یورپ اور امریکہ مین بھی اسلام ترقی کرے۔ چنانچہ بھائی عبداللہ کوئلم انگلستان مین اور محمد رسل وب یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ مین جو کام کر رہے ہین اُس سے ان ممالک مین اشاعت اسلام کی اُمید کی جاتی ہے۔

اسلام کا عیسائیت سے مقابلہ

انگلستان کا ملک بلاد اسلام سے اتنا دور ہے کہ پہلے وہاں کبھی مسلمان نہیں گئے۔ جون سلطان سلیمان صاحبقران سے انگلستان نے اسپین والوں کے مقابلہ میں ایک مرتبہ مدد چاہی تھی مگر وہ محض ایک پولیٹکل بات تھی۔ انگریزوں کی قوم کو مسلمانوں کی قوم سے کبھی ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

ترکی اور مصر کے مسلمان پھر مابعد زمانہ میں انگلستان آتے جاتے رہے لیکن سیاح یا مسافرانہ طور پر۔ کبھی مذہبی گفتگو نہیں ہوئی اور نہ تبدیل خیالات کی نوبت کبھی آئی۔

ہندوستان کی حکومت سے اہل انگلستان کو مسلمانوں کے قواعد مذہبی یا رسم و رواج سے آگاہی حاصل کرنے کا فی الجملہ موقع حاصل ہوا اور ہندوستان کے سفر نے عدن اور مصر کے بندرگاہ پر بھی مسلمانوں سے ملنے جلنے کا موقع دیا۔ افریقہ کے سواحل پر جو انگریزی عملداریاں ہیں گو وہ اور یورپین قوموں سے کم ہیں۔ لیکن پھر بھی مسلمانوں کے مذہب سے آگاہ ہونے کے لیے وہ اچھی جگہ ہے۔ ہمارے نزدیک تو ہندوستان اور ترکی کے مسلمانوں سے کہیں زیادہ مذہبی یا مذہبی مراکو اور اسکے گرد و نواح کے مسلمانوں میں ہے۔

کچھ دنوں سے ہند کے مسلمانوں کے بچے حصول علم کے لیے انگلستان جانے لگے ہیں لیکن انکا انگلستان جانا ایک ایسے اہم اور محدود کام کے لیے ہوتا ہے کہ یہ مذہبی اثر وہاں کچھ بھی پہنچا نہیں سکتے اور یوں اپنے مذہب سے بہ اتنا واقف بھی نہیں ہوتے ہیں کہ اگر انسے مذہبی سوال کیے جائیں تو کچھ جواب دے سکیں۔ غرضکہ کسی قوم کو ایسا موقع کبھی حاصل نہیں ہوا کہ وہ مذہب اسلام کی وعظ انگلستان میں سنائے۔

اتفاق سے ۱۸۸۷ء میں ایک لیورپول (انگلستان) کا عیسائی خود بخود مسلمان ہو گیا۔ کتابوں کے مطالعہ سے وہ مسلمان ہوا یا مغربی افریقہ کے مسلمانوں کی صحبت سے یا دونوں اثر سے ہم اسبارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ بہرحال جو عیسائی اس طرح مسلمان ہوا اسکو اب شیخ الاسلام ڈبلیو ایچ عبد اللہ کوئلیم باختصار کی حالت میں مسٹر کوئلیم کہتے ہیں۔ اور اسکی بدولت اب لیورپول میں ایک مسجد ہے ایک اسلام سکول ہے اور مطبع جاری ہے جس سے مذہبی مرقت النشوع پرچے کی بھی اشاعت ہوتی ہے۔ اور کچھ کم دو سو آدمی اسوقت تک مسٹر کوئلیم کے ہم خیال بید اہو چکے ہیں اور مسلمان ہو کر